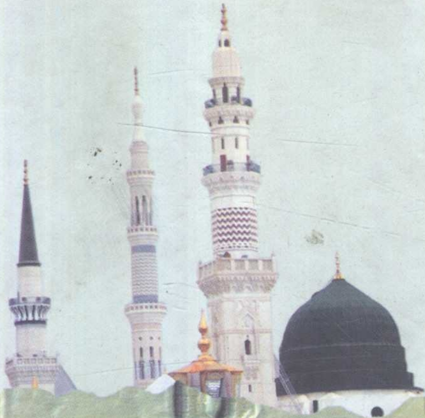

پیغمبرِ اسلام ﷺ اور معجزات

حکیم محمود احمد ظفر

www.KitaboSunnat.com

نشریات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یامادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی و شرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

www.KitaboSunnat.com

پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم اور معجزات

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر

حکیم محمود احمد ظفر

www.KitaboSunnat.com

نشریات
۴۰ اُردو بازار، لاہور۔ فون: ۰۳۲۱-۴۵۸۹۴۱۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جملہ حقوق محفوظ
۲۰۱۰ء

نام کتاب : پیغمبر اسلام ﷺ اور معجزات
مصنف : حکیم محمود احمد ظفر
اہتمام : نشریات، لاہور
مطبع : میٹرو پرنٹرز، لاہور

ڈسٹری بیوٹرز

فضلی بک سپر مارکیٹ
اُردو بازار، نزد ریڈیو پاکستان، کراچی۔
فون: 32212991-32629724

کتاب سرائے
پبلشرز، ڈسٹری بیوٹرز، مشیران کتب خانہ جات
فرسٹ فلور، الحمد مارکیٹ، غزنی سٹریٹ
اُردو بازار، لاہور فون: 37320318 فیکس: 37239884

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتساب

پروفیسر عبدالجبار شاکر رحمہ اللہ

کی سیرت نبوی میں ڈوبی ہوئی روح کے نام

پروفیسر صاحب قدس سرہ نے اپنی پوری زندگی سیرت کی کتابیں اکٹھی کرنے، ان کا مطالعہ کرنے اور اپنی زندگی کو سیرت کے سانچے میں ڈھالنے میں صرف کردی، اور اپنے ''بیتِ الحکمت'' میں نہ صرف اپنے لیے بلکہ سیرت نبوی پر کام کرنے والے ہر شخص کے لیے اتنا بڑا ذخیرہ جمع کیا جس کی مثال پاکستان کیا دنیا میں نہیں ملتی، جو آج ان کے اس عدم ہستی نما سے ہستی عدم نما کی طرف انتقال کرنے کے بعد بھی ان کے زندۂ جاوید ہونے کا پیغام دے رہا ہے اور یہ بتا رہا ہے ؎

میری زندگی کا مقصد تیرے دیں کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

ان کے بارے میں یہی کہا جاسکتا ہے ؎

ما کنت احسب قبل دفنك فی الثریٰ ان الکواکب فی التراب تغور
ما کنت آمل قبل نعشك ان اریٰ رضویٰ علیٰ ایدی الرجال یسیر

''یعنی تیرے دفن سے پہلے مجھے گمان نہ تھا کہ چمکتے ہوئے ستارے بھی مٹی میں مل جاتے ہیں۔ تیرا جنازہ اٹھنے سے پہلے مجھے خیال نہ تھا کہ رضویٰ پہاڑ آدمیوں کے ہاتھوں پر چلے گا۔''

اللھم اغفرله، وارحمه، وعافه واعف عنه، وادخله الجنة الفردوس بحرمة النبی الکریم علیه الصلوٰة والتسلیم یا رب العالمین یا اکرم الاکرمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترتیب

- پیش لفظ ۱۵
- معجزات نبوی ﷺ ۲۳
  - معجزہ کیا ہوتا ہے؟ ۲۳
  - معجزہ کی حکمت ۳۰
  - معجزات کی قسمیں ۳۲
  - معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے ۳۵
  - معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے ۴۳
  - انبیاء کے معجزات کا اختلاف ۴۷
  - معجزات کی دو قسمیں ۴۸
  - پہلی قسم کے معجزات ۵۲
  - دوسری قسم کے معجزات ۵۳
  - خرق عادت ۶۰
  - معجزہ اور سحر ۶۳
  - ثبوت معجزات ۶۴
  - معجزاتِ نبوی ﷺ پر اعتراضات کے جوابات ۶۴
  - معجزہ معراج ۶۵
  - معجزہ شق القمر ۶۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◆ معجزۂ قرآن ۷۱

◆ **چند بڑے معجزات** ۷۲

◆ خدائی کام اور خدائی کلام ۷۴
◆ کلام اللہ کی ایک خصوصیت ۷۹
◆ کلام اللہ کی ایک اور خصوصیت ۶۱
◆ قرآن حکیم کے دیگر وجوۂ اعجاز ۸۱
◆ مفردات الفاظ وترکیب کلمات ۸۱
◆ تراکیب کا اعجاز ۸۳
◆ فصاحت وبلاغت کی حقیقت ۸۶
◆ اسلوب کا اعجاز ۸۷
◆ قانونی اعجاز ۹۲
◆ سیاسی اعجاز ۹۴
◆ قرآن کی تاثیر کا اعجاز ۹۸
◆ تناقض نہ ہونے کا اعجاز ۱۰۱
◆ اخبار الغیب ۱۰۸
◆ دلیل انجذابی ۱۱۲
◆ حفظ قرآن کے فضائل ۱۱۵

◆ **اسراء اور معراج** ۱۲۰

◆ معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ ۱۲۵
◆ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام کے جوابات ۱۲۹
◆ رؤیت باری تعالیٰ ۱۳۱
◆ شق صدر ۱۳۵
◆ شق قمر ۱۴۰

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

♦ نبوت اور وحی ______ ۱۴۶
• نبی کیا ہوتا ہے؟ ۱۴۶
♦ وحی ______ ۱۴۹
• وحی کے لغوی معنی ۱۴۹
• وحی کے شرعی معنی ۱۵۱
• وحی کی اقسام ۱۵۲
• مراتب وحی ۱۵۲
• (۱) رویائے صالحہ یا صادقہ ۱۵۳
• (۲) القاء فی قلب ۱۶۳
• (۳) تمثل (فرشتہ کا انسانی شکل میں آنا) ۱۶۴
• (۴) صلصلۃ الجرس ۱۶۶
• ثقل وحی ۱۷۰
• (۵) فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا ۱۷۴
• احوال نبوت ۱۷۷
• حضرت محمد ﷺ کی معصوم فطرت ۱۸۲
♦ آپ ﷺ کے ہاتھ کی برکات ______ ۱۸۶
♦ کھانے میں برکت ______ ۱۹۲
♦ پانی کے بارے میں آپ ﷺ کے معجزات ______ ۲۰۹
♦ حضور اکرم ﷺ کے لعاب دہن کی برکات ______ ۲۱۹
♦ حضور اکرم ﷺ کی دعاؤں کے اثرات ______ ۲۳۵
• (۱) ابی بن خلف کا قتل ۲۳۶
• (۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۳۶
• (۳) سیدنا عمر بن الخطاب کے اسلام کے لیے دعا ۲۳۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- (۴) قریش کو قحط کے عذاب سے نجات ۲۳۱
- (۵) رؤسائے قریش کے لیے بددعا ۲۳۲
- (۶) سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا ۲۳۳
- (۷) ایک نوجوان کی ہدایت کے لیے دعا ۲۳۶
- (۸) ابولہب کے بیٹے کے لیے بددعا ۲۳۷
- (۹) مدینہ کی خوشگواری کے لیے دعا ۲۳۸
- (۱۰) حضور ﷺ کی دعا سے گھوڑے پر جمنا ۲۳۹
- (۱۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے علم وحکمت کی دعا ۲۳۹
- (۱۲) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے رزق کی دعا ۲۴۰
- (۱۳) ابومحذورہ رضی اللہ عنہ مؤذن مکہ کے لیے دعا ۲۴۲
- (۱۴) اہل بدر کے بارے میں دعا ۲۴۲
- (۱۵) عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا ۲۴۲
- (۱۶) اوڑھنی کے بارے میں دعا ۲۴۳
- (۱۷) عروہ رضی اللہ عنہ کے کاروبار میں دعا ۲۴۳
- (۱۸) اونٹ کی تیز رفتاری کے لیے دعا ۲۴۴
- (۱۹) عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کے حسن وجمال کی دعا ۲۴۴
- (۲۰) حضور ﷺ کی دعا سے عمرو کی صحت میں برکت ۲۴۵
- (۲۱) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا ۲۴۶
- (۲۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شفایابی کے لیے دعا ۲۴۶
- (۲۳) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا ۲۴۷
- (۲۴) ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کی سلامتی کی دعا ۲۴۸
- (۲۵) شہادت کی دعا ۲۴۹
- (۲۶) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے برکت اولاد کی دعا ۲۴۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- (۲۷) ایک مغرور کا ہاتھ شل ہو جانا ۲۵۰
- (۲۸) ایک بچہ کی ہدایت کی دعا ۲۵۰
- (۲۹) مرتد ۲۵۱
- (۳۰) نومولود بچے کے لیے دعا ۲۵۲
- (۳۱) باہمی محبت کی دعا ۲۵۲
- (۳۲) ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایمان کے لیے دعا ۲۵۳
- (۳۳) قبیلہ دوس کے مسلمان ہونے کی دعا ۲۵۵
- (۳۴) بارش کی دعا ۲۵۹
- (۳۵) سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا ۲۶۵

◆ مختلف اشیاء میں اثرات ۲۶۶

- کھجور کے ستون کا رونا ۲۶۶
- پہاڑ کا ہلنا ۲۶۸
- حضور ﷺ کی ضربت سے پتھر کا ریزہ ریزہ ہو جانا ۲۶۹
- منبر کا ہلنا ۲۷۱
- حضور ﷺ کے اشارہ سے بتوں کا گرنا ۲۷۱
- کنکریوں سے تلواروں کی دھاریں کُند ہونا ۲۷۲
- جنگ بدر میں دشمنوں پر کنکریاں پھینکنا ۲۷۳
- اندھیرے میں روشنی کا ہونا ۲۷۴
- حافظہ کا بڑھ جانا ۲۷۵
- درختوں کا چلنا ۲۷۶
- کھجور کے خوشہ کا چلنا ۲۷۸
- حضور ﷺ کی ہتھیلی میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا ۲۷۸
- در و دیوار کا آمین کہنا ۲۷۹

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

◆ جانوروں پر اثرات ۲۸۰

◆ ایک اونٹ کی آپ ﷺ سے شکایت ۲۸۰

◆ اونٹوں کا جھوم جھوم کر آپ ﷺ کی طرف آنا ۲۸۱

◆ حضور ﷺ کے خچر کا نیچے جھکنا ۲۸۱

◆ تین عجیب باتیں ۲۸۲

◆ چڑیا کا پھڑ پھڑانا ۲۸۳

◆ گھوڑے کا تیز ہونا ۲۸۳

◆ اونٹ کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا ۲۸۴

◆ دو اونٹوں کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا ۲۸۵

◆ اونٹ کا شکوہ کرنا ۲۸۶

◆ وحشی جانوروں کا حضور ﷺ کی توقیر کرنا ۲۸۷

◆ حدیث ضب اور لا الٰہ الا اللہ ۲۸۷

◆ پرندہ اور سانپ ۲۸۹

◆ بھیڑیے کا حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا ۲۹۰

◆ عجیب واقعہ ۲۹۱

◆ ہرنی کا حضور ﷺ سے ایفائے عہد ۲۹۲

◆ پیشگوئیاں یا اخبارِ غیب ۲۹۳

◆ امن وامان کی پیشگوئی ۳۰۲

◆ چھ باتوں کی پیشگوئی ۳۰۳

◆ فارس وروم کی فتح کی پیشگوئی ۳۰۴

◆ یمن، شام اور عراق کی فتح کی پیشگوئی ۳۰۵

◆ مصر کی فتح کی پیشگوئی ۳۰۵

◆ قالینوں کی پیشگوئی ۳۰۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- امیہ بن خلف کے قتل کی پیشگوئی ۳۰۶
- مقتولین بدر کے بارے میں پیشگوئی ۳۰۹
- حیرہ کی فتح کی پیشگوئی ۳۱۰
- مختلف فتوحات کی پیشگوئی ۳۱۱
- غزوۂ ہندوستان کی پیشگوئی ۳۱۲
- فتح قسطنطنیہ کی پیشگوئی ۳۱۲
- فتح روم کی پیشگوئی ۳۱۵
- امن وامان کی پیشگوئی ۳۱۵
- ترکوں سے جنگ کی پیشگوئی ۳۱۶
- سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مال کے بارے میں پیشگوئی ۳۱۶
- قریش کے آئندہ حملہ نہ کرنے کی پیشگوئی ۳۱۷
- مستقبل کے شیطانوں کے بارے میں پیشگوئی ۳۱۹
- قیامت کی دونشانیوں کی پیشگوئی ۳۱۹
- امت کے دوگروہوں میں صلح کرانے کی پیشگوئی ۳۲۰
- دوسری قوموں کا مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی پیشگوئی ۳۲۱
- یہود ونصاریٰ کی اتباع کی پیشگوئی ۳۲۲
- اندھا دھند قتل کی پیشگوئی ۳۲۳
- رومیوں کے ایرانیوں پر غلبہ کی پیشگوئی ۳۲۴
- کسریٰ اور قیصر کی ہلاکت وبربادی کی پیشگوئی ۳۳۰
- ایک صحابیہ کی شہادت کی پیشگوئی ۳۳۴
- خوارج کے بارے میں پیشگوئی ۳۳۵
- حجاز میں آگ کی پیشگوئی ۳۳۵
- مدعیانِ نبوت کے بارے میں پیشگوئی ۳۳۶

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- علماء سوء کے بارے میں پیشگوئی ۳۳۷
- سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مژدہ جنت کی پیشگوئی ۳۳۹
- ظالم حکمرانوں کی پیشگوئی ۳۴۰
- سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشگوئی ۳۴۱
- روضہ اطہر میں تین قبروں کی پیشگوئی ۳۴۲
- سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کی پیشگوئی ۳۴۳
- کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھنے کی پیشگوئی ۳۴۴
- قریش کے صحیفہ کو دیمک کے چاٹنے کی پیشگوئی ۳۴۵
- عمیر بن وہب کی باتوں کی پیشگوئی ۳۴۹
- کلید کعبہ کے بارے میں پیشگوئی ۳۵۰
- سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشگوئی ۳۵۱
- سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشگوئی ۳۵۲
- بارہ خلفاء کی پیشگوئی ۳۵۲
- **علامات قیامت کی پیشگوئیاں** ۳۵۵
- مال و دولت کی کثرت ۳۵۵
- دنیا میں اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا ۳۵۹
- بدترین لوگوں کی کثرت ۳۶۰
- فتنہ انکار حدیث ۳۶۱
- علم کا کم ہونا اور جہالت کا پھیلنا ۳۶۵
- فوجی افسروں کی کثرت اور ظلم ۳۷۳
- معاشرہ میں زنا کا پھیلنا ۳۷۴
- سود کا معاشرہ میں پھیلنا ۲۳۷۷
- شراب پینے کی کثرت اور اس کو حلال سمجھنا ۳۸۲

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- آلات موسیقی اور گانے والیوں کی کثرت ۳۸۳
- تزئین مساجد اور فخر و مباہات ۳۸۵
- اونچی اونچی بلڈنگیں بنانا ۳۹۱
- کثرت قتل ۳۹۲
- کثرت بخل (شح) ۳۹۵
- کثرت تجارت ۳۹۶
- تقارب الزمان ۳۹۹
- تقارب اسواق ۴۰۱
- دو گروہوں کا باہمی قتال ۴۰۱
- فحش کاری، قطع رحمی اور پڑوسی کو ایذا دینا ۴۰۸
- کمینے اور چھوٹے لوگوں کا اُوپر آ جانا ۴۱۴
- سلام صرف جاننے والوں کو کی جائے گی ۴۲۴
- بڑھاپے میں جوان ہونے کے لیے خضاب لگانا ۴۲۸
- قیامت کی چند نشانیاں ۴۳۱
- قیامت کی بہتر (72) نشانیاں ۴۴۰
- پہلی رات کے چاند کا بڑا ہونا ۴۴۱
- امانت کا ضائع ہونا ۴۴۲
- ایسی عورتوں کا ظاہر ہونا جنھوں نے کپڑے پہنے ہوں گے مگر ننگی ہوں گی ۴۴۵
- مومن کے خوابوں کا سچا ہونا ۴۵۳
- مساجد کی بے قدری ۴۵۷
- جھوٹی شہادت کی کثرت اور سچی شہادت کا چھپانا ۴۶۳
- علماء سوء کے بارے میں ۴۶۴

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

- عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت ۴۶۸
- اچانک موت کی کثرت ۴۷۰
- کثرت باران اور قلت نباتات ۴۷۱
- مصائب سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنا ۴۷۲
- کثرت کذب ۴۷۶
- سرزمین عرب کا چراگاہوں اور نہروں والی ہو جانا ۴۷۸
- رومیوں کی کثرت اور مسلمانوں سے ان کی جنگ ۴۷۹
- اسلام کے خلاف اقوام عالم کا اجتماع ۴۸۴
- مال کے حصول کے لیے حلال و حرام کی تمیز کا اٹھ جانا ۴۸۵
- فتح قسطنطنیہ ۴۹۲
- یہود سے جنگ ۴۹۹
- قرب قیامت میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا ۵۰۸
- آخری زمانے میں مدینہ خبیث چیزوں کو باہر نکال دے گا ۵۱۷

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیش لفظ

الحمد لاهله والصلوٰة علیٰ اهلها

احقر نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ طیبہ پر ''خاتم النبیین ﷺ'' کے عنوان سے جو کتاب لکھی ہے اس کے تتمہ کے طور پر دو کتابیں اور لکھنا پڑیں' ایک آپ ﷺ کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے بارے میں اور دوسری آپ ﷺ کے معجزات کے بارے میں کیونکہ آپ ﷺ کی سیرت کی تکمیل ان دو عنوانات کے بغیر ناممکن تھی۔ معجزات دراصل دلائل نبوت ہوتے ہیں یعنی ان کو دیکھ کر کچھ لوگ نبوت سے آشنائی حاصل کرتے ہیں۔ ان دلائل کا تعلق روحانی عالم سے ہوتا ہے' اسی وجہ سے اس مادی دنیا میں پھنسے ہوئے لوگ اکثر دفعہ معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ اور جو لوگ معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ دراصل قدرت خداوندی کا انکار کرتے ہیں' لیکن اللہ تعالیٰ جن لوگوں کو چشم بصیرت عطا فرماتے ہیں ان کے لیے علیہم السلام کا سرتاپا وجود ایک معجزہ ہوتا ہے۔ دیکھنے والوں کے لیے ان کے چشم و ابرو میں اور ارباب خرد کے لیے ان کے پیام و دعوت میں بھی ایک اعجازی شان ہوتی ہے۔

ارباب دانش و بینش نے دیکھا کہ پیغمبر علیہ السلام کے دست و پاء دیدہ و گوش اور لعاب دہن وغیرہ بلکہ پورا وجود ہی کچھ خاص اعجازی خصوصیات کا حامل ہوتا ہے۔ چنانچہ جن لوگوں کو انبیاء علیہم السلام کی تاریخ اور ان کی خصوصیات کا ذرا بھی علم ہوتا ہے وہ ان کو ایک نظر دیکھ کر ہی ان کے دامن سے وابستہ ہو جاتے ہیں۔ ان کی ذات کی ہیبت دلوں میں ان کی آشنائی کا جذبہ پیدا کر دیتی ہے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے کہ ہرقل شاہ روم کو جب سرکار دو عالم ﷺ کا نامہ مبارک پہنچا تو اس خط مبارک کو پڑھ کر جب وہ فارغ ہوا تو اس کی محفل میں ایک شور و غوغا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مچ گیا۔ ابوسفیان نے جو اس وقت ابھی حلقہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے' اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ''ابن ابی کبشہ یعنی محمد ﷺ کا معاملہ تو اب ایسا بڑھ گیا ہے کہ روم کا بادشاہ تک اب ان سے ڈرتا ہے۔ بعض حضرات تو پیغمبر علیہ السلام کے چہرہ انور کو دیکھ کر ایمان لے آئے اور ان کا کہنا یہ تھا کہ ایسا چہرہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔

مختصر یہ کہ پیغمبر علیہ السلام کی ذات سراپا معجزہ ہوتی ہے اور اس کو پہچاننے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔ پیغمبر کا اخلاق' اس کی نشست و برخاست' اس کی بردباری' اس کا حلم و وقار سب اس کی نبوت کے دلائل ہوتے ہیں۔ آپ ﷺ کے زمانہ میں اکثر لوگ ایسے تھے جو یہ تو جانتے تھے کہ آپ ﷺ واقعی اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں' لیکن اہل مکہ کے خوف سے آپ ﷺ پر ایمان نہ لاتے تھے۔ چنانچہ جونہی ۸ھ میں مکہ مکرمہ فتح ہوا لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

انبیاء علیہم السلام نہ صرف اپنی سیرت میں ممتاز ہوتے ہیں بلکہ اپنے جسم و جوارح میں بھی معجزانہ خواص رکھتے ہیں۔ قرآن حکیم نے سرکار دو عالم ﷺ کی بیویوں کو صاف لفظوں میں کہا ہے:

﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ﴾ (الاحزاب:۳۲)

''اے نبی کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو۔''

پس جس طرح نبی کی بیویاں صنف نساء میں شامل ہونے کے باوجود احکام میں ان سے ممتاز ہیں' اسی طرح انبیاء علیہم السلام بشر ہو کر دوسرے انسانوں سے ہر لحاظ سے ممتاز بھی ہوتے ہیں' چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ انبیاء جس طرح عام انسانوں سے اپنی روحانی قوتوں میں ممتاز ہوتے ہیں اسی طرح اپنی جسمانی طاقتوں میں بھی اعجازی شان رکھتے ہیں۔ وہ اپنی سامعہ' باصرہ' شامہ اور ذائقہ سب ہی قوتوں میں دوسروں سے امتیازی شان رکھتے ہیں۔ (تفسیر کبیر جلد۴ ص ۴۵۵)

آپ ﷺ کے دست مبارک میں بھی اللہ تعالیٰ نے بہت سی اعجازی قوتیں رکھی ہوئی تھیں۔ چنانچہ آپ ﷺ کی انگشتانِ مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے' انگلی کے اشارہ سے بادل چھٹ گئے' چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں شفا کی ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اعجازی کیفیت تھی۔ چنانچہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ جب بیمار ہوتے تو معوذات پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کرتے اور پھر ان ہاتھوں کو اپنے سارے جسم پر پھیرتے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کی آخری بیماری میں معوذات تو میں خود پڑھتی لیکن ہاتھ آپ ﷺ کا آپ ﷺ کے جسم مبارک پر پھیرتی۔ گویا سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا بھی یہ سمجھ رہی تھیں کہ جو اعجازی کیفیت آپ ﷺ کے دست مبارک میں ہے وہ میرے ہاتھ میں نہیں ہے۔

آپ ﷺ کی قوت ذائقہ میں بھی ایک اعجازی کیفیت تھی اور وہ یہ کہ عام انسانوں کی زبانیں تلخ و شریں کا احساس کرتی ہیں جب کہ پیغمبر کی زبان حلال و حرام کا احساس بھی کرتی ہے جیسا کہ ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔

پیغمبر علیہ السلام کی قوت باصرہ میں بھی حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے ایک اعجازی کیفیت رکھی گئی ہے چنانچہ ہماری آنکھیں تو صرف آگے کی طرف دیکھتی ہیں اور پیچھے کی طرف دیکھنے سے وہ قاصر ہیں' لیکن پیغمبر علیہ السلام کی دور بین اور حقیقت بین نگاہیں آگے اور پیچھے دونوں طرف دیکھتی ہیں۔ چنانچہ بخاری میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم میرا قبلہ سامنے کی طرف سمجھتے ہو۔ خدا کی قسم' تمہارا رکوع اور تمہارا خشوع دونوں مجھ سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ میں تمہیں اپنی پشت کی جانب سے بھی دیکھتا ہوں۔ بخاری ہی کی ایک اور حدیث میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ جماعت کھڑی ہوئی اور سرکار دو عالم ﷺ نے ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا:

''اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو اور خوب مل مل کر کھڑے ہوا کرو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھتا ہوں۔''

یہ رؤیت جس کا ذکر ان دونوں حدیثوں میں ہے وہ اس عالم کی رؤیت ہے' لیکن پیغمبر علیہ السلام کی دور بین نگاہ اس مادی عالم سے گذر کر کبھی کبھی عالم آخرت کا مشاہدہ بھی کر لیتی ہے اور وہاں جنت و جہنم دونوں اس کی نگاہ کے سامنے ہوتے ہیں۔ اس لیے جب وہ عالم برزخ اور عالم آخرت کی باتیں لوگوں کو بتاتے ہیں تو مادی دنیا میں الجھے ہوئے لوگ ان کی ان باتوں کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی اعجازی شان ان کی قوت سامعہ میں بھی ہوتی ہے چنانچہ وہ نہ صرف زندہ انسانوں کی آہ وبکا سن سکتی ہے بلکہ مردہ انسانوں کے نالہ وشیون کو بھی وہ سن لیتے ہیں۔ گویا وہ جو کچھ جانتے ہیں اس کو دیکھنے کی قوت بھی رکھتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں ہے سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات ہم نبی اکرم ﷺ کے ہمراہ باہر نکلے تو آپ ﷺ نے کچھ آوازیں سنیں۔ فرمایا: یہودیوں کو قبروں میں عذاب ہو رہا ہے۔ (بخاری جلد ۱ ص ۱۸۴)
بخاری کے اسی صفحہ پر ایک اور حدیث سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ دو قبروں کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ ان دونوں قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ اسی قسم کی ایک اور حدیث مسلم میں سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ بنونجار کے ایک باغ میں خچر پر سوار ہو کر تشریف لے گئے کہ دفعتاً آپ ﷺ کا خچر اس زور سے بدکا کہ قریب تھا کہ آپ ﷺ سواری سے گر جاتے۔ وہاں پانچ چھ قبریں تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ ان مدفون لوگوں کو کون جانتا ہے۔؟ ایک شخص نے عرض کی کہ میں جانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: یہ مردے کس زمانہ کے ہیں۔؟ اس نے عرض کی کہ زمانہ شرک کے ہیں۔ فرمایا کہ ان لوگوں کا قبر میں امتحان ہو رہا ہے۔ اگر کہیں یہ خطرہ نہ ہوتا کہ دہشت کی وجہ سے تم لوگ مردوں کو دفن کرنا ہی بھول جاؤ گے تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ جو عذاب قبر میں سنتا ہوں وہ تم کو بھی سنا دے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لعاب دہن کی اعجازی کیفیت تو مختلف احادیث میں بیان ہو چکی ہے ہماری تھوک اور لعاب دہن سے جراثیم پھیل کر بیماریاں پھیلتی ہیں، اسی وجہ سے جگہ جگہ ''تھوکیے مت'' کے بورڈ لگے ہوتے ہیں، لیکن پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہی فضلہ جراثیم کش اور باعث شفائے امراض ہوتا ہے جس کی تفصیل کتاب میں بیان کی گئی ہے۔ یہاں صرف سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا کی ایک حدیث پر اکتفاء کیا جاتا ہے اور اس سے یہ بات ذہن نشین ہو جائے گی کہ آپ ﷺ کے لعاب دہن میں کیا اعجازی کیفیت اور شان تھی۔ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ جب کوئی شخص بیمار پڑتا یا اس کے جسم میں کہیں زخم ہوتا تو سرکار دو عالم ﷺ مٹی میں تھوڑا سا اپنا لعاب دہن ڈال کر انگلی سے ملاتے جاتے اور یہ کلمات پڑھتے جاتے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((بسم الله تربة ارضنا بریقة بعضنا یشفیٰ سقیمنا باذن ربنا))

''یعنی اللہ تعالیٰ کے نام ہماری زمین کی مٹی اور ہمارا لعاب دہن ہے۔ ہم دونوں کو ملا کر اللہ کے نام سے لگاتے ہیں تا کہ ہمارے رب کے حکم سے ہمارا بیمار شفا یاب ہو جائے۔'' (بخاری جلد۲ ص ۸۵۵)

پسینہ بھی انسانی فضلات میں شمار ہوتا ہے جو انسانی جسم کے مسامات سے باہر نکلتا ہے۔ ایک عام انسان کا پسینہ نہایت بدبودار ہوتا ہے جب کہ پیغمبر علیہ السلام کا پسینہ خوشبودار تھا۔ چنانچہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ سیدہ ام سلیمؓ کے گھر میں تشریف لاتے اور اس کی عدم موجودگی میں بستر پر سو جاتے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حسب دستور آپ ﷺ سو گئے۔ وہ گھر میں تشریف لائیں تو کسی نے بتایا کہ سرکار دو عالم ﷺ آپ کے گھر میں بستر پر سوئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ سیدہ ام سلیمؓ نے دیکھا تو سرکار دو عالم ﷺ پسینہ میں شرابور تھے اور آپ ﷺ کا پسینہ بستر پر چمڑے کے ایک ٹکڑے پر جمع ہو چکا تھا۔ اس نے اپنی شیشی کھول کر وہ پسینہ اس میں ڈالنا شروع کر دیا۔ اتنے میں حضور اکرم ﷺ بیدار ہو گئے اور انہوں نے گھبرا کر کہا: ''ام سلیم! یہ کیا کر رہی ہو؟'' سیدہ ام سلیمؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم اپنے بچوں کے لیے اس پسینہ کی برکت کے خواہاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اس مقصد میں کامیاب ہے۔

حافظ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ سیدہ ام سلیمؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ ان کے پاس تشریف لاتے اور قیلولہ فرماتے۔ وہ آپ ﷺ کا پسینہ اکٹھا کر کے اپنی خوشبو اور عطر کی شیشیوں میں ڈال لیتیں۔ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کو پسینہ بہت آتا تھا۔ آپ ﷺ کے پوچھنے پر سیدہ ام سلیمؓ نے عرض کی کہ میں آپ ﷺ کا پسینہ خوشبو میں حل کر لیتی ہوں۔

اس بارے میں ایک اور روایت مسند ابو یعلی موصلی میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بیٹی کی شادی میں مدد کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کل میرے پاس کھلے منہ والی شیشی اور درخت کی لکڑی لانا۔ جب وہ دونوں چیزیں آپ ﷺ کے پاس لے آیا تو آپ ﷺ نے اپنے بازوؤں سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈال دیا یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اسے لے جاؤ اور اپنی بیٹی سے کہنا کہ یہ لکڑی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شیشی میں ڈالے اور اس کے ذریعہ خوشبو استعمال کرے چنانچہ جب وہ یہ خوشبو استعمال کرتی تو اہل مدینہ اس کی خوشبو سے بہت محظوظ ہوتے۔ اور اہل مدینہ نے ان کا نام ''بیت المطیبین'' رکھ دیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۵)

یہ تو سرکار دو عالم ﷺ کے اعضاء و جوارح کی اعجازی قوتوں کا اجمالی ذکر تھا۔ آپ ﷺ کی روزمرہ کی جسمانی کیفیات بھی ایک اعجازی شان رکھتی تھیں' مثال کے طور پر سوتے ہم بھی ہیں لیکن ہمارے سونے اور پیغمبر کے سونے میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ہم میں اور ایک نبی میں ہے۔ ہم جب سوتے ہیں تو ہماری آنکھوں کے ساتھ ہمارا دل بھی محو خواب ہو جاتا ہے' لیکن ایک نبی اور رسول جب سوتا ہے تو اس کی آنکھیں اگرچہ سوتی ہیں لیکن اس کا قلب بیدار رہتا ہے۔ چنانچہ ایک مرتبہ سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیھا نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا نماز وتر پڑھنے سے قبل آپ ﷺ سو جاتے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''عائشہ! صرف میری آنکھیں سوتی ہیں مرا دل نہیں سوتا بلکہ وہ بیدار رہتا ہے۔''

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۴)

اور یہ کیفیت صرف آپ ﷺ کے ساتھ مخصوص نہیں تھی تمام انبیاء علیھم السلام جب سوتے ہیں تو ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں' دل بیدار رہتا ہے۔ (خصائص کبریٰ) اسی وجہ سے پیغمبر جب نیند سے اٹھتا ہے تو وہ وضو کیے بغیر نماز پڑھ سکتا ہے جب کہ ہمارے سونے سے ہمارا وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے قلوب مہبط وحی الٰہی ہوتے ہیں جس کی وجہ سے ان کو عالم قدس سے ایک غیر معمولی اتصال ہوتا ہے۔ یہ قلبی بیداری بھی اسی وجہ سے ہوتی ہے اور اس قلبی بیداری ہی کا یہ ثمرہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب بھی وحی ہوتے ہیں۔ چنانچہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کرنے کا عزم صرف خواب ہی کی وجہ سے کیا تھا اور اسی خواب ہی کی وجہ سے وہ اتنی بڑی قربانی کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ گویا عام انسانوں پر جن حالات میں پوری غفلت طاری ہوتی ہے' انبیاء علیھم السلام ان حالات و کیفیات میں بھی پورے ہوشیار رہتے ہیں۔ پھر ان کے ادراک کی نوعیت بھی ہمارے ادراک سے بالکل مختلف ہوتی ہے۔ ان کی اس حالت کے ادراکات کو بھی وحی کا مقام حاصل ہے۔ بلکہ اس کو بھی وحی کی ایک قسم شمار کیا گیا ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا عمران

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سوئے ہوتے تو ہم آپ ﷺ کو بیدار نہ کرتے تھے جب تک کہ آپ ﷺ خود بیدار نہ ہو جائیں کیونکہ نہ معلوم آپ ﷺ پر اس حالت میں کیا کیا اسرار پنہاں منکشف ہو رہے ہوں۔ (مسلم جلد اص ۲۴۰)

جب انبیاء علیہم السلام کی نیند کی یہ کیفیت ہے تو ان کی موت کی کیفیت بھی عام انسانوں سے ضرور مختلف ہوگی۔ "النوم اخ الموت" نیند موت کا بھائی ہوتی ہے۔ (فیض الباری جلد اص ۱۸۲) اسی لیے ان کے غسل، جنازے، دفن اور تقسیم وراثت میں ایک امتیازی اور اعجازی شان پنہاں ہوتی ہے۔

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی پوری زندگی اور زندگی کی مختلف کیفیات، ان کی وفات، ان کا جنازہ اور ان کی قبر کی زندگی دوسرے عام انسانوں سے نہ صرف مختلف بلکہ اعجازی شان رکھتی ہے۔ چنانچہ انبیاء علیہم السلام کو قبر میں بھی دوسرے تمام انسانوں سے ایک مختلف قسم کی زندگی عطاء کی جاتی ہے جس میں ان کو رزق بھی ملتا ہے اور وہ اپنی قبروں میں نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ

((الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون))

(حیات الانبیاء بیہقی ص ۳، جمع الفوائد جلد ۲ ص ۱۷۲، مسند ابی یعلی جلد ۳ ص ۳۷۹، مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۱۱)

"انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور وہ نمازیں بھی پڑھتے ہیں۔"

قبر کی یہ زندگی صرف روحانی نہیں بلکہ یہ جسم اور روح کے مجموعہ کی ہے۔ چنانچہ امام العصر سید انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

"الانبیاء احیاء مجموع الاشخاص لا الارواح فقط" (تحیۃ الاسلام ص ۳۲)

"انبیاء کے زندہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مجموعہ اشخاص زندہ ہیں نہ کہ فقط ان کی ارواح زندہ ہیں۔"

انبیاء علیھم السلام چونکہ موید من اللہ بھی ہوتے ہیں اس لیے جب ان کو نبوت و رسالت سے سرفراز کر کے اس دنیا میں بھیجا جاتا ہے تو بطور تائید اور دلیل و برہان کے ان کو مختلف قسم کے معجزات عطاء کیے جاتے ہیں۔ ان معجزات میں سے کچھ علمی ہوتے ہی اور کچھ حسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور عملی تا کہ مخلوق کو یہ پتہ چل جائے کہ یہ ذات خدا تعالیٰ کی برگزیدہ اور پسندیدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور حمایت اسے حاصل ہے' اور یہ وہ انسان کامل ہے جس کی طاقتوں کے سامنے تمام عالم ملکوت سر جھکاتا ہے اور خدا تعالیٰ کی تمام کائنات دست بستہ اس کی فرماں برداری کے لیے حاضر ہے کیونکہ یہ خلیفۃ اللہ ہے اور ساری کائنات اس کی زیر دست اور محکوم ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے معجزات دیکھ سن کر بعض ناسمجھ اور جاہل لوگ نظام فطرت کے منافی سمجھتے ہوئے ان کے انکار پر کمر بستہ ہو جاتے ہیں۔ یہ ان کی سخت غلطی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور عادت کے فرق سے یک قلم ناآشنا ہیں۔ وہ قدرت کو عادت کے پیمانے سے ناپنا شروع کر دیتے ہیں۔ چنانچہ شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر بڑی عجیب بات فرمائی جس سے ہماری عقلوں کی نارسائی کا پتہ چلتا ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں:

''یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ انسان ماورائے عقل وفکر کو اپنی عقل وفکر کی میزان میں تولنا چاہتا ہے حالانکہ اس کو اپنی عقل کا قصور اور اس کی نارسائی کا پورا پورا احساس ہے۔ پھر اپنی قوت حافظہ اور قوت متخیلہ کا قصور بھی اسے معلوم ہے۔ اس پر قوت واہمہ کے تصادم کا بھی اسے پتہ ہے۔ اس کے باوجود جب اس کے سامنے ربانی معاملات کا ذکر آتا ہے تو وہ اپنی ہی عقل وفکر کی تقلید کرنے لگتا ہے۔ کیا اس کا یہ فریضہ نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنی ذات کے بارے میں فرمایا ہے' اسے وہ بے چون و چرا مان لیتا اور اپنی اس فکر کی تقلید نہ کرتا جو اسی کے خیال کا مقلد ہے اور جس کا خیال اسی کے حواس کا مقلد۔'' (الیواقیت والجواہر جلد۲ ص ۹۸-۹۹)

مختصر یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے معجزات کی ایک اچھی خاصی تعداد ہم نے اس کتاب میں جمع کر دی ہے جو سرکار دو عالم ﷺ کی سیرت کا ایک تتمہ ہے کیونکہ نبوت اور معجزات لازم وملزوم چیزیں ہیں۔ امید ہے کہ قارئین کرام ہماری اس تالیف سے استفادہ فرمائیں گے اور اگر اس میں کوئی خامی دیکھیں تو ہمیں اس بارے میں ضرور مطلع فرمائیں گے۔

حکیم محمود احمد ظفر۔ سیالکوٹ

0300-6106968

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معجزاتِ نبوی ﷺ

اللہ تعالیٰ جل شانہ' اپنے نبیوں اور رسولوں کو کچھ نشانیاں دے کر بھیجتا ہے جن سے ایک عام آدمی انہیں پہچانتا ہے کہ یہ لوگ واقعی اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ قرآن حکیم کی اصطلاح میں ان نشانیوں کو ''بینات''، ''آیات'' اور ''براہین'' کہتے ہیں۔ مطلب ان تینوں الفاظ کا قریباً ایک ہی ہے کیونکہ معجزہ نبوت کی نشانی' علامت اور دلیل ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ﴾ (الحدید:۲۵)

''بے شک ہم نے بھیجے ہیں اپنے رسول نشانیاں دے کر اور اتاری ان کے ساتھ کتاب اور میزان تا کہ لوگ سیدھے رہیں۔''

﴿فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (قصص:۳۲)

''یہ دونوں تیرے رب کی طرف سے دلیلیں ہیں''۔ (الجواب الصحیح جلد۴ ص ۶۸)

معجزہ کیا ہوتا ہے؟

قبل اس کے کہ ہم معجزات کے بارے میں کوئی تفصیلی بحث کریں' مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے معجزہ کی عام فہم تعریف کر دی جائے تا کہ معجزہ کے بارے میں آئندہ کی بحث صحیح طور پر سمجھ میں آ سکے۔

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں ہر شی کو ایک ماہیت پر پیدا فرمایا ہے۔ اس ماہیت کا بدل دنیا میں کسی شخص کی قدرت میں نہیں ہے' لہٰذا اس شی کی ماہیت کو بدل دینا شریعت کی اصطلاح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں معجزہ کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ نے نہیں جلایا اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا عصا اژدہا بن گیا اور سیدنا صالح علیہ السلام کی اونٹنی پہاڑ سے پیدا ہوئی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی انگشت شہادت سے چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ یہ سب معجزات ہیں کیونکہ ان سب میں ماہیت کا بدلنا ہے۔

معجزہ کی کچھ شرائط ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

① معجزہ میں ایک شرط یہ ہے کہ ماہیت کی تبدیلی حقیقت میں بدل گئی ہو یعنی فقط نظر بندی نہ ہو' جیسے فرعون کے دربار میں جادوگروں نے کیا کہ ناظرین کی نظر بندی کر دی جس سے انہیں وہ رسیاں اور لاٹھیاں سانپ نظر آنے لگیں حالانکہ حقیقت میں وہ سانپ نہیں بنی تھیں۔

② اس کے ساتھ معجزہ میں دوسری شرط یہ ہے کہ وہ شخص جس کے ہاتھ سے یہ ماہیت کی تبدیلی وقوع پذیر ہوئی ہو وہ نیک اور صالح ہو اور حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نبوت کا دعویدار ہو۔

بعض علماء نے معجزہ کی تعریف یہ کی ہے کہ جو امر بلا اسباب عادیہ خلاف عادت نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے' مثال کے طور پر اگر ایک آدمی کا کھانا ایک آدمی کو سیر کر دے تو یہ معجزہ نہیں کیونکہ معمول اور عادت یہ ہے کہ ایک آدمی کے کھانے سے ایک آدمی سیر ہو جاتا ہے' لیکن اگر ایک آدمی کا کھانا کئی سو آدمیوں کو سیر کر دے تو یہ معجزہ کہلائے گا کیونکہ ایسا ہونا خلاف عادت ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شی اسباب اور آلات کے ذریعہ ظاہر ہو وہ بھی معجزہ نہیں کہلاتی مثلاً اگر ایک شخص ہوائی جہاز کے ذریعہ فضاء میں اڑتا ہے یا کسی دوا کے ذریعہ شفا پاتا ہے۔ تو ایسا اڑنا اور شفا پانا معجزہ نہیں بلکہ یہ اسباب و آلات سے منسلک ہے' لیکن اگر کوئی شخص کسی دوا کے بغیر شفایاب ہو جائے یا بغیر کسی آلہ اور مشین کے فرش زمین سے عرش بریں پر چلا جائے تو یہ معجزہ کہلائے گا۔ اسی طرح جادو اور طلسم کے ذریعہ عجیب و غریب کرشموں کا ظاہر ہونا بھی خوارق عادت اور معجزہ نہیں کہلائے گا کیونکہ یہ تمام اشیاء اسباب پر مبنی ہیں جو سیکھنے اور سکھانے سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

بعض علماء نے معجزہ کا عالم غیب سے ایک ربط ظاہر کرتے ہوئے اور اس کو دلیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت سمجھتے ہوئے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ علامت اور جس شی کی علامت مقرر ہو اس کے درمیان کوئی خاص خصوصیت ہونی چاہیے تاکہ اس علامت کو دیکھ کر خود اس دوسری شی کا یقین حاصل ہو سکے۔ منطق کی اصطلاح میں ایسی علامت کا نام ''خاصہ'' ہے۔ مثال کے طور پر ہم افق کی سفیدی کو دیکھتے ہیں تو فوراً طلوع نہار کا یقین حاصل کر لیتے ہیں۔ اسی طرح افق پر تاریکی نمودار ہوتی ہے تو اس کو دیکھتے ہی ہم کو رات کی آمد کا یقین ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح ان محسوسات اور ان کی علامات کے درمیان ایک ایسا محکم ربط موجود ہے کہ ایک کے وجود سے دوسرے پر استدلال کرنا معقول سمجھا جاتا ہے۔ اسی طرح ضروری ہے کہ نبوت اور رسالت اور اس کی علامات و آیات کے درمیان بھی کوئی ایسا خاص ربط موجود ہو جس کو دیکھ کر ایک مادہ پرست کے لیے بھی نبوت و رسالت کی معرفت کا دروازہ کھل جائے۔ یہ ظاہر ہے کہ نبی اور رسول کی خود ہستی اگرچہ محسوس اور مشہود ہوتی ہے' لیکن اس کی نبوت و رسالت محسوسات و مشاہدات میں داخل نہیں۔ یہ ایک غیبی حقیقت ہے اس لیے جو چیز اس کی علامت اور نشانی کی حیثیت سے مقرر کی جائے اس کو بھی ''عالم غیب'' سے کوئی خاص علاقہ ہونا چاہیے۔ خود مادہ اور مادہ کے خواص میں یہ صفت موجود نہیں۔ وہ سب ایک عادی نظام کے تحت ہوتے ہیں اس لیے ان کو دیکھ کر نبوت کے اقرار کرنے کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوتا' لہٰذا قدرت انبیاء علیہم السلام کے ساتھ کچھ ایسے خوارق عادات افعال بھی ظاہر فرماتی ہے جن کو فطرت انسانی ''نوامیس طبیعہ'' سے خارج دیکھ کر ایک دم چونک پڑتی ہے اور ان کے اسباب وعلل کی جستجو میں پڑ جاتی ہے۔ اور جب ان کو ''اسباب عادیہ'' سے خارج دیکھتی ہے تو اس میں کسی ''غیبی طاقت'' کے اقرار کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ علم کلام کی اصطلاح میں ایسے افعال کا نام ''معجزہ'' ہے۔ اگر یہ بھی ظاہری اسباب وعلل کے مطابق ہوتو وہ نبی اور خدا کے باہمی ربط وعلاقہ کی دلیل کیونکر بن سکتے ہیں؟

امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں انبیاء علیہم السلام کے معجزہ کی تعریف بڑے مختصر لفظوں میں یوں بیان فرمائی ہے:

سمیت معجزة لأن البشر يعجزون عن الاتيان بمثلها

''معجزہ کو اس لیے معجزہ کہتے ہیں کہ انسان اس کی مثل لانے سے عاجز ہے۔''

(تفسیر قرطبی جلد ۱ ص ۶۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس کے لیے پانچ شرائط ذکر کی ہیں اور فرمایا ہے کہ اگر ان میں سے ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو وہ فعل معجزہ نہیں کہلاتا۔ وہ پانچ شرائط حسب ذیل ہیں:

① پہلی شرط یہ ہے کہ وہ فعل اس جنس کا ہو جس پر حق تعالیٰ کے سوا اور کسی کو قدرت حاصل نہ ہو' مثلاً ایک شخص نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور اپنا معجزہ یہ پیش کرتا ہے کہ وہ حرکت بھی کرتا ہے اور ٹھہرتا بھی ہے' اٹھتا اور بیٹھتا بھی ہے' لیکن اس کا یہ فعل معجزہ نہیں کہلائے گا کیونکہ اس پر مخلوق کو بھی قدرت حاصل ہے۔ ہاں سمندر کا رک جانا' چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا اور اس قسم کے دوسرے واقعات معجزہ کہلائیں گے کیونکہ ان پر کسی انسان کو قدرت حاصل نہیں۔

② دوسری شرط یہ ہے کہ وہ فعل خارق عادت ہو کیونکہ اگر کوئی شخص کہے کہ میرا معجزہ یہ ہے کہ میں رات کے بعد دن کو لانے والا ہوں اور مشرق سے سورج کو نکالنے والا ہوں تو اس کا یہ فعل معجزہ نہیں کہلائے گا کیونکہ ان باتوں کو اگرچہ حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں کر سکتا' لیکن ایک تو اللہ تعالیٰ نے یہ اس کی نبوت کے دعویٰ کے ثبوت کے لیے نہیں کیا۔ دوسرے یہ خارق عادت نہیں ہے بلکہ عادت کے عین مطابق ہے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ عصا کو اژدہا بنا دیتے یا اگر کسی پتھر کو پھاڑ کر اس کے درمیان میں سے کوئی اونٹنی نکال دیتے یا جس طرح کسی چشمہ سے پانی نکلتا ہے اس طرح انگلیوں سے پانی نکال دیتے یا اس طرح کا کوئی اور خرق عادت واقعہ ظہور میں لے آتے' تو یہ معجزہ ہوتا۔

③ تیسری شرط یہ ہے کہ مدعی نبوت اس کے ساتھ یہ دعویٰ بھی کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کے کہنے پر یہ معجزہ دکھلائے گا' مثال کے طور پر وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے اس پانی کو تیل بنا دے گا یا زمین کو اس کے لیے حرکت میں لے آئے گا۔

④ چوتھی شرط یہ ہے کہ وہ معجزہ مدعی نبوت کے دعویٰ کی تصدیق بھی کرے کہ میرے دعوئ نبوت کی دلیل کے طور پر میرا ہاتھ یا یہ جانور بولنے لگے گا' لیکن وہ بول کر یہ کہے کہ یہ شخص اپنے دعوئ نبوت میں جھوٹا ہے۔ تو اگرچہ خرق عادت کے طور پر ہاتھ یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانور بولا ہے لیکن جو بولا ہے وہ اس کے دعویٰ کے خلاف ہے جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ مسیلمہ کذاب نے کنویں میں اس غرض سے تھوکا کہ اس کا پانی زیادہ ہو جائے لیکن زیادہ ہونے کے بجائے اگلا پانی بھی سوکھ گیا۔ تو یہ فعل بھی معجزہ نہیں ہے۔

⑤ پانچویں شرط یہ ہے کہ مدعی نبوت کے مقابلہ میں کوئی دوسرا شخص اس کی مثل نہ لا سکے، لیکن اگر دوسرا شخص بھی مدعی نبوت کے مقابل میں وہی کام کر دکھائے تو اس مدعی نبوت کے معجزہ کا دعویٰ باطل ہو جائے گا۔ اسی لیے قرآن حکیم میں معجزہ قرآن کے مقابلہ میں ساری دنیا کے انسانوں کو کہا گیا:

﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ ﴾ (الطور:۳۴)

''تو یہ لوگ اس طرح کا کوئی کلام (بنا کر) لے آئیں اگر یہ دعویٰ میں سچے ہیں۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ﴾ (ھود:۱۳)

''کیا یوں کہتے ہیں کہ (نعوذ باللہ) آپ ﷺ نے اس کو اپنی طرف سے خود بنا لیا ہے۔ آپ ﷺ فرما دیجیے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔''

یعنی اگر تمہارا دعویٰ ہے کہ یہ قرآن محمد ﷺ کی ذہنی تخلیق ہے تو تم بھی اپنے ذہنی غور وفکر کے نتیجہ میں پورا قرآن نہیں بلکہ صرف دس سورتیں بنا کر لے آؤ۔ اور اگر تم ایسا کرنے سے اپنے آپ کو عاجز اور درماندہ سمجھتے ہو تو جان لو کہ یہ محمد ﷺ کی ذہنی تخلیق نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب ہے۔

معجزہ کی یہ پانچ شرائط بیان کرنے کے بعد امام قرطبی رحمہ اللہ نے ایک بڑے پتہ کی بات ارشاد فرمائی ہے:

لا یقال: ان المعجزات المقیدة بالشروط الخمسة لا تظھر الا علی ایدی الصادقین۔

''یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان پانچ شرائط سے مقید معجزات صرف نیک لوگوں ہی کے ہاتھوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دجال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کی بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ اس کے ہاتھ پر بڑے بڑے حیرت زا اور تعجب انگیز امور ظاہر ہوں گے، لیکن دجال اگرچہ ان شروط خمسہ کے مطابق عجائبات دکھائے گا مگر وہ مدعی نبوت نہیں ہوگا بلکہ مدعی ربوبیت ہوگا۔

وبینهما من الفرقان مابین البصراء والعمیان۔

''اوران دونوں کے درمیان بینا اور نابینا کا سا فرق ہے۔''

اور کون نہیں جانتا کہ ہزار ہا خوارق دکھا کر بھی کوئی انسان خدا نہیں بن سکتا۔

(تفسیر قرطبی جلد ا ص ۶۹-۷۱)

یہ تھی امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کی معجزہ کی تعریف اور وہ شرائط جو ایک معجزہ کے لیے انہوں نے بیان فرمائیں۔ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح بخاری میں معجزہ کی تعریف یوں کی ہے:

''معجزہ کو اس لیے معجزہ کہا جاتا ہے کہ جن کے سامنے وہ پیش کیا جاتا ہے وہ اس کے معارضہ سے عاجز آ جاتے ہیں۔ اور معجزہ میں حرف ہا مبالغہ کے لیے ہے۔ یا لفظ معجزہ صفت اور اس کا موصوف محذوف ہے۔'' (فتح الباری جلد ۶ ص ۴۲۴)

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ معجزہ کی تعریف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ جو خوارق عادت چیز حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھ پر صادر ہوتی ہے اس کو اس لیے معجزہ کہتے ہیں کہ مخلوق اس کے کرنے سے عاجز ہوتی ہے (ان المخلوق عجزوا عنه) جیسے مردوں کا زندہ کرنا، لاٹھی کا سانپ بنا دینا، پتھر سے اونٹنی کا نکالنا، درخت کا کلام کرنا، انگلیوں سے پانی کا ابلنا اور چاند کا پھٹ جانا وغیرہ۔ (شفاء ص ۱۲۲)

ایسا ہی امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے الیواقیت والجواہر جلد ا ص ۱۵۸، علامہ کمال الدین ابن ابی شریعہ نے المسامرہ جلد ۲ ص ۸۹، اور علامہ ابن خلدون نے المقدمہ ص ۹۳ پر ذکر کیا ہے۔ علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح المقاصد جلد ۲ ص ۱۷۵-۱۷۹ پر بھی اس پر کافی بحث کی ہے۔ اہل علم وہاں ملاحظہ فرمالیں۔

حکیم الامت حضرۃ مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے معجزہ کی جو تعریف فرمائی ہے، اس میں وہ سب کچھ بیان فرما دیا ہے جو بیسیوں کتب کی ورق گردانی کر کے بھی شاید معلوم نہ ہو سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ فرماتے ہیں:

''معجزہ صرف یہ ہے کہ ان کے صدور میں اسباب طبعیہ کو اصلاً دخل نہیں ہوتا' نہ جلیہ کو اور نہ خفیہ کو۔ نہ صاحب معجزہ کی کسی قوت کو' نہ خارجی قوت کو' وہ براہ راست حق تعالیٰ کی مشیت سے بلا توسط اسباب عادیہ کے واقع ہوتا ہے جیسا کہ صادر اول بلا کسی واسطہ کے صادر ہوا۔ پھر قیامت تک بھی کوئی شخص اس میں سبب طبعی نہیں بتلا سکتا' کیونکہ معدوم کو موجود کون ثابت کر سکتا ہے' ورنہ اگر معجزہ سے کسی زمانہ خاص میں صاحب معجزہ کی تائید ہو جاتی تو دوسرے زمانے میں اس کے سبب خفی بتلانے سے اس کی تکذیب ہو جاتی تو کسی نبی کی نبوت پر یقین موید نہیں ہو سکتا۔ وھکذا کما تری۔ یہی سبب ہے کہ معجزہ پر اس کے جنس کے ماہرین نے کوئی سبب خفی بتلا کر با قاعدہ شبہ نہیں کیا۔ نہ اس کی مثل کو ظاہر کر کے مقاومت کر سکے بالخصوص اگر نبی کی قوت اس کا سبب ہوتی تو موسیٰ علیہ السلام اپنے معجزہ سے خود نہ ڈر جاتے اور حضور اکرم ﷺ کو بعض فرمائشی معجزات کی تمنا پر یہ نہ فرمایا جاتا:

فان استطعت ان تبتغی نفقاً فی الارض أوسلماً فی السماء فتاتیھم بآیۃ

''اور استناد الی الاسباب الخفیہ کے احتمال پر معجزہ و دیگر عجائب طبعیہ میں کوئی فرق واقعی نہ رہتا۔'' (بوادر النوادر جلد۲ ص ۳۸۲)

حضرۃ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ معجزہ کی تعریف یوں فرماتے ہیں:

''لفظ معجزہ اعجاز سے مشتق ہے جس کے معنی عاجز کر دینے کے ہیں۔ وہ فعل نبی کے ہاتھ پر ایسا ظاہر ہو کہ قدرت بشری اس کام کے کرنے سے عاجز ہو جس کے دیکھتے ہی لوگ سمجھ جائیں کہ یہ قدرت خداوندی کا کرشمہ ہے۔ بشری اور انسانی قدرت سے کہیں بالا اور برتر ہے کیونکہ جو کام قدرت بشری سے خارج ہو گا لامحالہ وہ خدا تعالیٰ ہی کا کام ہو گا۔ فعل خداوندی اور فعل انسانی میں امتیاز کرنے کا یہی طریقہ ہے۔ معلوم ہوا کہ معجزہ کا ظہور اگرچہ نبی کے ہاتھ پر ہوتا ہے مگر وہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ارشاد ہے'' وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمیٰ'' اور اسی وجہ سے قرآن حکیم نے جا بجا معجزات کو خدا تعالیٰ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طرف منسوب کیا ہے کہ حق تعالیٰ نے دریا کو پہاڑ اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگ بردو سلام بنی۔ معلوم ہوا کہ معجزہ کسی سبب اور علت کا نتیجہ نہیں بلکہ براہِ راست قدرت خداوندی کا نتیجہ اور قادر مطلق کا فعل ہے کہ بلا کسی سبب کے ظہور پذیر ہوا۔ نصاریٰ نے حضرۃ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو حضرۃ عیسیٰ کا ذاتی فعل سمجھا' اس لیے ان کو خدا بنا لیا۔''

(اصول اسلام ص ۳۴-۳۵)

قاسم العلوم والخیرات حضرۃ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ نے اپنی کتاب ''حجتہ الاسلام'' میں معجزات پر مختصر لیکن قابل دید بحث کی ہے جس سے معجزات کے بارے میں تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

معجزہ کی حکمت:

معجزہ پر مزید بحث کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ کی حکمت کو بیان کر دیا جائے تاکہ پتہ چل جائے کہ معجزہ کے ظہور میں کیا حکمت مضمر ہوتی ہے۔

حافظ تورپشتی رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء علیہم السلام کو دو چیزیں عطا ہوتی ہیں۔

ایک تعلیم ______ اور ______ دوسری تائید۔

رسول اور نبی اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل دنیا میں سفارت کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔ جس طرح ایک سفیر دوسرے ملک میں جا کر اپنی حکومت کی پالیسیوں اور اس کی تعلیمات کی نشر واشاعت کرتا ہے اور لوگوں کے اذہان کو اپنی حکومت کی تعلیمات اور پالیسیوں سے متاثر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے' اسی طرح ایک نبی اور رسول بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا میں جب تشریف لاتا ہے تو احکام الٰہی اور تعلیمات ربانی سے جو بذریعہ وحی اسے حاصل ہوتی ہیں' لوگوں کے اذہان اور ان کی فکر کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے اس کی رفتار' گفتار اور کردار ایک دلیل اور برہان کا کام دیتے ہیں' لیکن ضروری نہیں کہ ان تینوں چیزوں سے یا ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے متاثر ہو کر کوئی شخص ان کی بیان کردہ تعلیمات اور احکام الٰہی کو قبول کر لے کیونکہ بعض اذہان کسی ایسی بین اور ظاہر دلیل کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطالبہ کرتے ہیں جو ان کے مشاہدہ میں آ سکے۔ چنانچہ وہ ذہن انبیاء علیہم السلام سے خوارق عادات امور (معجزہ) کا مطالبہ کرتے ہیں۔حق تعالیٰ شانہٗ دلائل و براہین سے اپنے انبیاء علیہم السلام کی تائید فرماتے ہیں جن کو معجزہ کہتے ہیں۔ ویسے تو انبیاء علیہم السلام کا سراپا' ان کی معصومیت' ان کا فہم و فراست' عقل و دانش' قوت ادراک و احساس اور صورت و سیرت یہ سب کے سب ان کی نبوت کے دلائل اور براہین ہوتے ہیں کیونکہ ژرف نگاہی کے حامل حضرات انہی چیزوں کو دیکھ کر ان کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں' لیکن بعض دفعہ اللہ تعالیٰ بلا اسباب عادیہ خلاف عادت مختلف امور ان کے ہاتھوں سے صادر فرماتے ہیں۔ عام انسان جب ان امور کو جو قدرت بشریہ سے بالا اور برتر ہیں' ان کے ہاتھوں سے ہوتے دیکھتا ہے تو سمجھتا ہے کہ ان حضرات کو تائید خداوندی حاصل ہے۔اور یہ حضرات مستحق اطاعت ہیں۔

ایک شخص کی تمام صفات میں دو صفتیں امتیازی شان رکھتی ہیں۔

① صفت علم اور ② صفت قدرت۔

پس جس طرح اللہ تعالیٰ انبیاء کرام کو وہ علم عطاء فرماتا ہے جن تک دوسرے انسانوں کے فہم کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ایک نبی کے زمانہ میں جو سب سے بڑا عالم ہوتا ہے' نبی کا علم اس سے بھی کئی گنا زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ایسے خوارق عادات کام اور معجزات عطاء فرمائے جاتے ہیں جو تمام عالم کی قوت و قدرت سے برتر اور بلند تر ہوتے ہیں تاکہ دنیا پر ان کی صفت علم اور صفت قدرت کا تفوق ظاہر ہو جائے۔

ان خوارق عادات امور کی حکمتوں میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

① ایک حکمت یہ ہے کہ سلسلہ اسباب و مسببات کو دیکھ کر کہیں انسان اسباب ہی کو موثر نہ سمجھ بیٹھیں اور جن کی نگاہیں اسباب پر مرکوز ہیں ان پر خرق عادت ظاہر کر کے ان کی نگاہ کو اسباب سے ہٹا کر مسبب الاسباب کی طرف پھیرا جاتا ہے۔ جیسا کہ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ قرآن حکیم میں مرقوم ہے کہ فرشتے نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو لڑکے کی ولادت کی بشارت دی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام چونکہ بوڑھے ہو چکے تھے ان کی زوجہ محترمہ بھی بوڑھی اور بانجھ تھیں' لہٰذا بشارت سن کر تعجب سے منہ پر ہاتھ مارنے لگیں۔ یہ تعجب صرف اور صرف ظاہری اسباب کے نہ ہونے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بنا پر تھا کہ اسباب کے لحاظ سے یہ ناممکن تھا کہ اس بڑھیا اور بانجھ عورت کے ہاں بچہ پیدا ہو' ورنہ العیاذ باللہ اللہ تعالیٰ کی قدرت میں انہیں کوئی شک اور ارتیاب نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے کہا کہ تم کیوں تعجب کرتی ہو' تمہارا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔ تم تو نبی کے گھر میں رہتی ہو جہاں شام و پگاہ حق تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی رہتی ہیں اور اس سے بڑھ کر خوارق عادات اور عجائب کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔

② خوارق کے اظہار سے کبھی مخالفین کو عاجز کرنا مقصود ہوتا ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصا نے اژدہا بن کر تمام جادوگروں (مخالفین) کے سانپوں کو نگل لیا تھا اور وہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ سے عاجز آ گئے تھے۔

③ خوارق کے اظہار سے مقصود کبھی نبی کی تشریف و تکریم ہوتی ہے تا کہ اس کی شان بلند اور ارفع ہو، اور کبھی مومنین کو بشارت دینا اور ان کے قلوب کو اطمینان وسکون سے بہرہ ور کرنا مقصود ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ﴾ (انفال:١٠)

④ خوارق میں کبھی یہ حکمت مضمر ہوتی ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت کو نفع عام پہنچایا جائے جیسے رسول اللہ ﷺ کی مبارک انگلیوں سے پانی جاری ہونے سے کئی سو آدمی سیراب ہو گئے۔

معجزات کی قسمیں:

علمائے اسلام نے معجزات کی دو قسمیں بیان کی ہیں:

① معنوی معجزات اور ② حسی معجزات۔

① معنوی معجزات سے مراد نبی کے وہ نمایاں اوصاف اور ملکات ہوتے ہیں جو حق تعالیٰ شانہ' بغیر کسی کسب و اکتساب کے روز اول ہی سے اس میں ودیعت فرماتے ہیں جیسے عفت و عصمت' امانت و صداقت' بلند اخلاقی' صدق اور علو ہمتی وغیرہ' لیکن جس دور میں انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیشی اور خلق و رأفت کا زمانہ نہیں ہوتا بلکہ کفر و شرک' فساد و طغیان اور ضد و عناد کی بادصرصر تمام اخلاقی اقدار کو زمین بوس کیے ہوتی ہے۔ انسانی عقول غور و فکر سے بانجھ اور فہم و شعور سے یک قلم عاری ہوتی ہیں۔ عقائد باطلہ کا گھٹا ٹوپ اندھیرا پوری انسانیت کا احاطہ کیے ہوئے ہوتا ہے' اس وجہ سے نبی کے ان معنوی معجزات کو بطور دلیل اور برہان کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔ شاید یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے جب بھی معجزات طلب کیے گئے تو انہوں نے اگرچہ اپنی زندگیوں پر غور و فکر اور سوچ و بچار کی دعوت دی' لیکن اپنی صفات کو معجزہ کے طور پر لوگوں کے سامنے پیش نہیں کیا کیونکہ نبوت خود ایک عقلی شی ہے۔ کوئی حسی شی نہیں ہے' لہٰذا اس کی دلیل اور ثبوت بھی اگر عقلی اور علمی پیش کیا جائے تو اس سے نبی کی شناسائی اور معرفت میں اور زیادہ الجھن کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے انبیاء علیہم السلام نے ہمیشہ اپنی قوموں کے سامنے بجائے معنوی اور عقلی معجزات پیش کرنے کے صرف ان معجزات کو پیش کیا جو حس اور مشاہدہ سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ وہ زیادہ غور و فکر کے محتاج نہیں ہوتے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ پر ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انبیاء کی صفات' ان کے اخلاق اور ان کے اوصاف و ملکات میں اعجاز کی روح ہوتی ہے اور ارباب عقل و بصیرت ان کی صفات و ملکات ہی کو دیکھ کر اندازہ لگا لیتے ہیں کہ ایسی صفات و اخلاق صرف ایک نبی ہی کی ہو سکتی ہیں۔ اسی شی کو مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے اس اشعار میں بیان فرمایا ہے ؎

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیغمبر معجزہ است
چوں پیمبر از بروں بانگے زند
جانِ امت در دروں سجدہ کند
زانکہ جنس بانگ او اندر جہاں
از کسے نشنیدہ باشد گوش جاں

(۲) حسی معجزات: اللہ تعالیٰ کی قدرت کے قاہرانہ افعال و عجائبات جو انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں پر ان کے دعوئے نبوت کی تصدیق و تائید کے لیے ظاہر ہوتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں' ان کو حسی معجزات کہا جاتا ہے۔ ان معجزات کو حسی اس لیے کہتے ہیں کہ ان کو سمجھنا اور ان کا ادراک کرنا کسی بڑے عقل وفہم کا محتاج نہیں ہوتا' بلکہ جس شخص میں معمولی سا بھی حس وشعور ہوگا وہ بھی ان کا ادراک کر لے گا۔ حق تعالیٰ شانہ' نے جس طرح اپنی ذات کی تصدیق وتائید کے لیے آفاقی اور انفسی آیات رکھی ہیں اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی تصدیق وتائید کے لیے بھی دونوں قسموں کے دلائل اور معجزات رکھے ہیں یعنی حسی بھی اور معنوی بھی تاکہ نہ صرف خاص خاص لوگ ہی بلکہ عام لوگ بھی ان کی نبوت کا ادراک کر سکیں۔

اہل بصیرت کے لیے تو انبیاء علیہم السلام کے چشم وابرو' لب ولہجہ اور ان کے پیام دعوت ہی میں اعجاز کی روح نظر آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام سے کبھی معجزہ طلب نہیں کیا۔ سیدنا ہارون اور سیدنا یوشع بن نون علیہما السلام نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے معجزہ طلب کر کے ان کو رسول تسلیم نہیں کیا تھا اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جناب ختمی مرتبت ﷺ کا کوئی معجزہ دیکھ کر ایمان نہیں لائے تھے بلکہ آپ ﷺ کے اوصاف واخلاق دیکھ کر مشرف باسلام ہوئے تھے۔ سیدہ خدیجہ الکبریٰ سلام اللہ علیہا چاند کے دو ٹکڑے ہوتے دیکھ کر آپ ﷺ پر ایمان نہیں لائی تھیں۔ بلکہ یہ دیکھ کر ایمان لائی تھیں کہ آپ ﷺ غریبوں کے غم خوار' قرض داروں کا سہارا اور مسافروں کے ملجاء وماویٰ ہیں۔ ان کے دوسرے اصحاب کے لیے بھی آپ ﷺ کا سرتاپا وجود' نفس دعوت حق اور پیام اخلاص ہی معجزہ تھا جس کو دیکھ کر وہ حضرات ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے انہی لوگوں کے لیے کہا ہے ؎

در دل ہر کس کہ دانش را مزہ است
روئے و آواز پیغمبر معجزہ است

ان حضرات کے مقابلہ میں نمرود وفرعون' ابوجہل اور ابولہب جو آتش خلیل' طوفان نیل' قحط مکہ اور انشقاق قمر کے عظیم حسی معجزات دیکھ کر بھی ایمان کی دولت عظمیٰ سے یک قلم محروم رہے۔ ان دونوں طبقات کے علاوہ ایک درمیانی طبقہ بھی دنیا میں موجود رہا ہے جس کی عقل وبصیرت کے آئینہ میں غفلت وبے رخی کے زنگ کی کچھ پرچھائیاں پڑی ہوتی ہیں۔ جب حقیقت کے آفتاب کی معجزانہ کرنیں ان آئینوں پر پڑتی ہیں تو وہ یک دم چمک اٹھتے ہیں۔ یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ طبقہ ہے جس کو معجزات کی حسی نشانیوں سے بقدر استعداد حصہ پہنچتا ہے۔ معجزات کا ایک بڑا حصہ مومنین کے رسوخ ایمان اور اثبات قدم کے لیے ہوتا ہے۔ ان سے ان کی بے سروسامانیوں اور بے نوائیوں کی مکافات کی جاتی ہے۔

معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے:

معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے یا نہیں اس بارے میں مختلف اقوال ہیں۔ اشاعرہ کے نزدیک تو معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے' لیکن معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ دلیل سے مراد اگر منطقی دلیل ہے جس میں دعویٰ اور دلیل کے درمیان مناسبت اور مطابقت کا ہونا ضروری ہے تو اس لحاظ سے تو معجزہ دلیل نبوت نہیں ہے۔ چنانچہ اسی وجہ سے ابن رشد اندلسی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الادلہ میں ثابت کیا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت نہیں ہوسکتا' لیکن نبوت چونکہ علم و عمل کے مجموعہ کا نام ہے' لہٰذا جو شخص بھی نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے بارے میں مان لیا جاتا ہے کہ وہ ان دونوں چیزوں میں درجہ کمال کو پہنچا ہوا ہے۔ چنانچہ ان دونوں چیزوں کے کمال کے اظہار کے لیے اس سے معجزہ طلب کیا جاتا ہے۔ دنیا میں انبیاء علیہم السلام نے جتنے معجزات بھی پیش کیے ان کو صرف دو قسموں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

① اخبار بالغیب اور ② تصرف فی الکائنات۔

اخبار بالغیب سے ان کے علمی کمال کا اظہار ہوتا ہے اور تصرف فی الکائنات سے ان کی عملی قوت کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ ان دونوں اشیاء کا نبوت کے ساتھ ربط ہے۔

اس بات کو ایک اور طرح ذہن نشین کیجیے۔ وہ یہ کہ معجزہ ''خرق عادت'' کا نام ہے۔ اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ اشیاء اور حقائق کے خصائص اور علل حق تعالیٰ شانہٗ کے حکم سے ہیں۔ اب جو شخص ان خصائص و علل اور اسباب و وسائط کو اپنے معجزہ سے توڑتا ہے وہ گویا اس بات کا اعلان اور اظہار کرتا ہے کہ جس ذات برحق نے ان خصائص و علل اور اسباب و وسائط کو بنایا ہے وہی ذات اس کو توڑ بھی سکتی ہے۔ اور یہ شکست و خرق چونکہ اس کے ذریعہ ظاہر ہوتی ہے' اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اس کا رسول اور فرستادہ ہے۔ اس لحاظ سے معجزہ دلیل نبوت ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہ معجزہ نبوت کی منطقی دلیل نہیں بلکہ نفسیاتی دلیل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علمائے علم کلام نے بھی لکھا ہے کہ معجزہ کی دلالت نبوت پر محض عقلی نہیں جیسے فعل کی دلالت وجود فاعل پر بلکہ دلالت عادیہ ہے۔

حکیم الاسلام حضرۃ مولانا قاری محمد طیب قاسمی قدس سرہ نے معجزہ کے دلیل نبوت ہونے پر بڑی عمدہ بحث فرمائی ہے۔ اس کا ایک اقتباس یہاں نقل کیا جاتا ہے تاکہ بات زیادہ واضح ہو جائے۔ حضرۃ حکیم الاسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''نبوت ایک دعویٰ ہے کہ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں' میں قانون لے کر آیا ہوں۔ اور ساتھ میں یہ دعویٰ کہ جو میں کہوں گا وہی حق ہوگا' اس کے سوا اور کوئی چیز حق نہیں ہو سکتی۔ اور ساتھ ہی یہ دعویٰ کہ جو میں کہوں گا قطعی ہوگا اس میں تذبذب کی بھی گنجائش نہیں' اس پر ایمان لانا پڑے گا اور اس درجہ کا ایمان کہ اس میں شک کی گنجائش ہے نہ تذبذب کی۔ تو اتنا عظیم دعویٰ کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں' خدا کی طرف سے کتاب لایا ہوں' خدا کی طرف سے دعویٰ لے کر آیا ہوں۔ ان دعووں کے دلائل میں انبیاء کو وہ عجیب چیزیں دی جاتی ہیں کہ دنیا میں تمام مخلوق انہیں کر کے نہیں دکھلا سکتی۔ وہ چیزیں نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہیں۔ نبی گویا تصرف کرتے ہیں آسمانی چیزوں میں بھی اور زمینی چیزوں میں بھی' علویات میں بھی ان کے اثرات پہنچتے ہیں اور سفلیات میں بھی ان کے اثرات پہنچتے ہیں۔''

''اسی کو معجزہ کہتے ہیں کہ خرق عادت کے طور پر وہ باتیں دکھلانا کہ دنیا ان کی مثال پیش کرنے اور ان جیسا کام کرنے سے عاجز رہ جائے۔ یہ اس کی دلیل ہوتی ہے کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے آیا ہے۔ خدا نے اس کے ہاتھ پر وہ قوتیں ظاہر کی ہیں کہ جن قوتوں کے ہوتے ہوئے یہی کہا جائے گا کہ یہ فرستادہ خداوندی ہے۔ ذاتی طور پر کوئی دعویٰ لے کر نہیں آیا' خدا کی طرف سے آیا ہے۔ یہ بطور سند کے چیزیں پیش کی جا رہی ہیں۔''

''تو انبیاء کو معجزات دیے جاتے ہیں۔ معجزہ خرق عادت ہوتا ہے۔ عادت کے طور پر جو افعال ہوتے ہیں' ان سے بالاتر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ معجزہ درحقیقت خدا کا فعل ہوتا ہے۔ اس واسطے بشر کو ماننا پڑتا ہے کہ یہ خدائی چیزیں ہیں اور یہ بھی خدا کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرستادہ ہے۔ خدا نے اپنے افعال اس کے ساتھ کیے ہیں تو یقیناً خدا کے اقوال بھی اس کے ساتھ ہیں۔ جب افعال سے مدد کی جا رہی ہے تو اقوال بھی یہ ضرور خدا کی طرف سے نقل کر رہا ہے۔ تو حق تعالیٰ اقوال دیتے ہیں اور نبی کے ساتھ اپنے افعال کرتے ہیں تاکہ وہ قول وفعل کی حقانیت اور صداقت کی دلیل بن جائے۔ وہ نبی کی صداقت کے لیے ہوتے ہیں۔ اس لیے معجزہ نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔''

''ابراہیم علیہ السلام کی نار کو گلزار بنا دیا گیا۔ عادتاً یہ چیز مستبعد ہے اور ممکن نہیں ہے کہ آگ ٹھنڈک کا کام دے اور بردوسلام بن جائے۔ یہ یقیناً خرق عادت ہے۔ جب یہ معجزہ ایک ذات اقدس پر ظاہر ہوا' یقیناً سمجھنے والوں نے یہ سمجھا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے بندوں کے ہاتھ میں یہ قوت نہیں۔''

''حضرۃ صالح علیہ السلام نے پتھر میں سے اونٹنی نکالی۔ وہ چرتی بھی تھی اور کھاتی بھی تھی۔ اس کے بچہ بھی ہوا۔ یقیناً عادتاً یہ چیز مستبعد ہے کہ پتھر کے اندر سے جاندار پیدا ہو اور جاندار بھی غیر معمولی کہ قد وقامت بھی اتنا طویل وعریض کہ عام اونٹنیوں کا قد وقامت اتنا نہیں ہوتا۔ کھانا بھی اس کا ایسا عجیب وغریب کہ چرنے میں آئی تو ایک دم سارے کھیت چر گئی۔ پینے پہ آئی تو تالاب خشک کر دیئے۔''

''یہ ساری چیزیں خوارق تھیں۔ عادت کے مطابق نہیں تھیں۔ ان افعال کو دیکھ کر دلوں نے یقین کر لیا کہ یہ بے شک فرستادۂ خدا ہے۔ کسی نے مانا اگر دل میں تسلیم و رضا آ گئی۔ کسی نے نہ مانا اگر عناد اور جحود کا جذبہ پیدا ہو گیا۔ مگر یہ تسلیم ضرور کیا کہ یقیناً یہ کوئی غیر معمولی چیز ہے جو خدا کی طرف سے ہے۔''

''تو نار خلیل ایک معجزہ ہے۔ ناقہ صالح ایک معجزہ ہے۔ ید بیضاء بھی ایک معجزہ ہے کہ موسیٰ علیہ السلام ہاتھ گریبان میں ڈالتے ہیں اور جب نکالتے ہیں تو سورج کی طرح روشنی پڑ رہی ہے۔''

''عادتاً یہ چیز بعید ہے کہ کوئی شخص گریبان میں ہاتھ ڈالے اور نکلے تو وہ سورج بن جائے۔ عصائے موسیٰ یقیناً معجزہ ہے کہ اس کو پتھر پر مارتے ہیں تو بارہ چشمے بہہ پڑتے ہیں۔ بہتے ہوئے پانی پہ مارتے ہیں تو وہ پتھر کی طرح سخت ہو جاتا ہے اور بارہ راستے بن جاتے ہیں۔ تو جامد کو سیال بنا دیا اور سیال کو جامد یعنی انقلاب ماہیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیدا کر دینا یقیناً خرق عادت ہے۔ عادتاً یہ چیز مستبعد ہے کہ دریا کا پانی خود بخود رک جائے، راستے بن جائیں یا ایک لاٹھی مارنے سے پتھر سے چشمے بہہ پڑیں۔ خود لاٹھی معجزہ ہے کہ ہاتھ میں اسے رکھو تو لاٹھی ہے اور کسی چیز پر مارو یا پھینکو تو اژدہا بن کر لہرانے یا پھنانے لگے۔ یہ یقیناً معجزہ ہے۔ عادتاً یہ چیز نہیں ہوتی کہ لاٹھی ہاتھ میں لو تو لاٹھی اور پھینکو تو اژدہا بن جائے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو احیائے موتی اور ابرائے اکمہٰ وابرص یہ معجزات دیئے گئے۔"

تو تمام انبیاء کو کچھ سندیں ایسی دی گئیں کہ جن سندوں کے ذریعہ سے لوگ باور کر سکیں کہ یہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اور جو کچھ یہ قول کہہ رہا ہے جب کہ یہ فعل اس کے ساتھ ہیں تو یقیناً یہ قول بھی خدا ہی کا ہے جس کو یہ نقل کر رہا ہے۔"

"تو جیسے افعال کے حق میں وہ مظہر ہے کہ کارفرمائیاں قدرت کی ظاہر ہو رہی ہیں اور جائے ظہور بنا ہوا ہے نبی کا بدن، اسی طرح سے یقیناً جو یہ کلام کر رہا ہے اس میں زبان اگرچہ اس کی ہے مگر قول خدا کا ہے۔"

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى﴾ (النجم: ۳۔۴)

یہ نبی کا قول نبی کی ذات کا قول نہیں ہے خدا کا قول ہے جو اس کی زبان سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تو چاہے ہاتھ پر معجزہ ظاہر ہو یا زبان پر کلام ظاہر ہو نبوت کی حقانیت کے لیے معجزہ دلیل ہوتا ہے۔ تو نبوت درحقیقت ایک دعویٰ ہے اور معجزات اس کے لیے بمنزلہ دلیل کے۔ (معجزہ کیا ہے؟ ص ۳۶-۴۱)

حضرت قاری صاحب قدس سرہ نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے:

"معجزہ دلیل ہوتی ہے نبی کے حق ہونے کی۔ اور نبی کی ذات دلیل ہوتی ہے احکام کے حق ہونے کی۔ اس لیے احکام کو ذات کی حقانیت سے پہچانا جائے گا اور ذات کی حقانیت معجزات سے پہچانی جائے گی۔" (معجزہ کیا ہے؟ ص ۴۶)

حکیم الاسلام حضرت قاری صاحب قدس سرہ کے اس طویل اقتباس سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① پہلی یہ کہ معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے کیونکہ ایک مدعی نبوت خدا تعالیٰ کے سامنے' اس کی زمین کے اوپر اور اس کے آسمان کے نیچے بآواز بلند ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے منصب سفارت پر سرفراز فرمایا ہے اور اپنے فرامین و ہدایات پہنچانے کے لیے مجھے منتخب فرمایا ہے۔ نجات ابدی میری اتباع میں منحصر ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ میرے ہاتھوں اور میری زبان سے وہ چیزیں ظاہر فرمائے گا جو اس کی عام عادت کے خلاف ہوں گی اور دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز و درماندہ ہوگی۔ پھر اسی کے مطابق مشاہدہ بھی کیا جا رہا ہو تو یہ یقیناً خدا کی جانب سے اس کے دعویٰ کی عملی تصدیق ہے۔ اور اللہ تعالیٰ چونکہ کبھی بھی جھوٹی تصدیق نہیں کرتا' لہٰذا معجزہ دلیل نبوت ہے۔

② معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ جل شانہٗ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کی ذات اس کا مظہر بنتی ہے جس کی تفصیل اگلے صفحات میں بیان ہوگی۔

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے کہ معجزات کی دو قسمیں ہیں:

① عملی معجزات ② علمی معجزات۔

پس جس طرح نبی کے ہاتھ پر ایسے فعل کا ظاہر ہونا جس سے طاقت اور قدرت بشری مطلقاً درماندہ اور عاجز ہو' عملی معجزہ کہلاتا ہے' اسی طرح نبی کی زبان سے ایسی خبروں اور پیش گوئیوں (اخبار الغیب) کا صدور اور ظہور جس سے ادراک انسانی اور علم بشری درماندہ ہو یہ نبی کا علمی معجزہ کہلاتا ہے۔

بغیر کسی سبب ظاہری اور قرینہ صارفہ کے غیب کی خبروں کا دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس شخص کا عالم غیب اور علام الغیوب سے ایک خاص تعلق ہے کیونکہ علام الغیوب کی اطلاع کے بغیر کوئی شخص ایسی پیش گوئی نہیں کر سکتا اور نہ ایسی خبر دے سکتا ہے۔ کیونکہ دنیوی طور پر بھی اگر کوئی بادشاہ یا حاکم وقت کسی کو سفیر بنا کر بھیجتا ہے تو اس عہدہ کے ساتھ اس کو کچھ شاہی امتیازات اور نشانات بھی عطا کرتا ہے تا کہ ان نشانات کی وجہ سے پتہ چل سکے کہ یہ فلاں حاکم کا بھیجا ہوا سفیر ہے۔ اور فلاں حاکم کی طرف سے آیا ہے لہٰذا اس کی بات ماننی چاہیے اور یہ جو کچھ بھی کہہ رہا ہے یہ اس کے اپنے اقوال نہیں ہیں بلکہ اس حاکم اور بادشاہ کے ہیں جس نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسے بھیجا ہے۔ اسی طرح کبھی کبھی بادشاہ اپنے سفیر کو اپنے خاص خاص رازوں پر مطلع کرتا ہے۔ اور جب وہ سفیر حسب مصلحت یا حسب ضرورت ان رازوں سے لوگوں کو تنبیہ اور تہدید کے طور پر آگاہ کرتا ہے تو اہل علم و دانش سمجھ جاتے ہیں کہ یہ شخص واقعی فلاں حاکم کا سفیر ہے اور اس کا بھیجا ہوا نمائندہ ہے۔

اسی طرح حق سبحانہ وتعالیٰ کبھی کبھی اپنے رسولوں کے ذریعہ بعض غیبی امور کی اطلاع دیتے ہیں تاکہ لوگ سمجھ جائیں کہ اس شخص کا عالم غیب اور علام الغیوب سے خاص تعلق ہے اور یہ شخص حق تعالیٰ شانہ کا مقبول اور برگزیدہ ہے تبھی تو اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے غیبی امور کی اطلاع دی ہے کیونکہ جن امور کی یہ اطلاع دے رہے ہیں وہ عقل اور تجربہ سے کہیں بالا ہیں۔ عام آدمی ان امور کی خبر نہیں دے سکتا یہ صرف علام الغیوب کے بتلانے ہی سے معلوم ہو سکتی ہیں۔

پھر جس طرح عملی معجزات حق تعالیٰ شانہ کی قدرت اور قہر کا نمونہ ہوتے ہیں اسی طرح علمی معجزات اللہ تعالیٰ کی بے چون و چگون علم و حکمت کا نمونہ ہوتے ہیں جو اس بات کی بین دلیل ہوتے ہیں کہ یہ شخص واقعی حق تعالیٰ شانہ کا بھیجا ہوا نمائندہ اور رسول ہے۔ گویا نبی کے اس کلام اور معجزہ کو سن اور دیکھ کر بے اختیار نبی کی صداقت کا یقین ہو جاتا ہے اور سوائے عناد اور دنیوی اغراض کے اور کوئی شی ایمان سے مانع نہیں رہتی۔

قرآن حکیم میں کئی جگہوں پر کفار کا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سے معجزات کا مطالبہ کرنا مذکور ہے۔ اس سے بھی صاف پتہ چلتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت و رسالت ہوتا ہے وگرنہ وہ یہ مطالبہ نہ کرتے کہ اپنی نبوت و رسالت کی کوئی دلیل پیش کرو۔

قوم ثمود نے اپنے رسولوں سے یہ مطالبہ کیا:

﴿مَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا فَاْتِ بِاٰيَةٍ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (شعراء:۱۵۴)

”تم ہمارے ہی جیسے بشر ہو پس کوئی معجزہ اور نشانی دکھاؤ اگر تم اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہو۔“

فرعون کے قصہ میں ہے:

﴿قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ (اعراف:۱۰۶)

”فرعون نے کہا اے موسیٰ! اگر تم کوئی نشانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو تو اس کو پیش کرو اگر تم اپنے دعوائے نبوت میں سچے ہو۔"

جواب میں سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا عصا زمین پر ڈال دیا اور وہ اژدہا بن گیا اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالا اور جب باہر نکالا تو وہ چمکنے لگا۔ گویا یہ دو معجزے انہوں نے اپنی نبوت کی دلیل کے فرعون کے سامنے پیش کیے۔

اسی طرح سورہ ابراہیم میں اللہ تعالیٰ نے کفار کا ایک قول اپنے پیغمبروں کے بارے میں نقل فرمایا ہے کہ "کافروں نے پیغمبروں سے کہا کہ تم ہمارے ہی جیسے آدمی ہو۔ کوئی ظاہری خصوصیت ہم تم میں نہیں دیکھ رہے۔ پھر تم ہمیں ہمارے آباؤ اجداد کے طریقہ عبادت سے کیوں روکنا چاہتے ہو۔ اگر تم اپنے آپ کو اللہ کے نبی اور رسول کہتے ہو تو

﴿فَأْتُونَا بِسُلْطَانٍ مُّبِينٍ﴾ (ابراہیم: ۱۰)

"تم اپنی نبوت و رسالت کی کوئی واضح اور روشن دلیل پیش کرو یعنی کوئی معجزہ دکھلاؤ۔"

ان سے یہ بھی مستنبط ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کو اتنے معجزات ضرور عطاء فرمائے جن سے اس نبی کی حقانیت اور صداقت بخوبی معلوم ہو سکے اور وہ معجزات اس کی نبوت کی دلیل بن سکیں۔

دفع دخل مقدر کے طور پر یہ بات یہاں واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بسا اوقات کفار کے مطالبات اور منہ مانگے معجزات ظاہر کرنے سے انکار کر دیا گیا کیونکہ ان کا یہ مطالبہ نبی کی صداقت معلوم کرنے کے لیے نہ تھا بلکہ عناداً مخالفت اور حضرات انبیاء کو دق کرنے اور ان کا تمسخر اڑانے کے لیے تھا' لہٰذا جن آیات میں معجزات دیے جانے کی نفی اور انکار مذکور ہے وہاں ان خاص معجزات کی نفی مراد ہے نہ کہ عام معجزات کی نفی۔ اور عقلاً بھی یہ بات مناسب نہیں کہ جس وقت کوئی شخص یا قوم کسی معجزہ کا مطالبہ کرے تو اسی وقت اس کی مرضی کے مطابق معجزہ دکھلا دیا جائے۔ اس طرح تو لوگ صبح و شام قسم قسم کے معجزات کا مطالبہ کرنے لگیں گے اور نبوت بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے گی۔ مختصر یہ کہ جن آیات میں معجزات کی نفی ہے ان سے مطلق معجزات کی نفی مراد نہیں بلکہ ان معجزات کی نفی ہے جو انبیاء کو تنگ کرنے کے لیے طلب کیے جاتے تھے۔ باقی مطلق معجزات کا وقوع بے شمار آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ سے ثابت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اور جن بے شمار آیات میں معجزات کا اثبات مذکور ہے وہاں واقعی معجزات ہیں جو حضرات انبیاء کی نبوت و رسالت کے دلائل و براہین ہیں۔

بعض حضرات معجزات کو تو دلیل نبوت و رسالت تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ایک اور چیز کو نبوت کی دلیل و برہان قرار دیتے ہیں' وہ انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات' ہدایات اور اخلاق ہیں۔ جس سے ان کا ماحصل یہ ہے کہ معجزہ عملی کوئی شی نہیں صرف علمی معجزہ دلیل نبوت ہے۔ یہ بات قطعی طور پر غلط ہے کیونکہ ان کی اس بات کو اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء کو صرف علماء اور فضلاء کی طرف مبعوث ہونا چاہیے جو ان کی تعلیمات اور ہدایات کو بخوبی سمجھ سکیں' عوام الناس اور جاہل اور ان پڑھ لوگوں کی طرف انبیاء کی بعثت مناسب نہیں۔ وہ بیچارے علوم و معارف اور حکمت و دانش کو کیا سمجھیں؟ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کی تعلیمات اور اس کی ہدایات اور اخلاق جمیلہ بھی اس کی نبوت اور صداقت کی دلیل ہیں لیکن وہ بھی اسی وجہ سے دلیل نبوت ہیں کہ خارق عادت اور معجزہ ہیں۔ ایسی تعلیمات و ہدایات اور اخلاق سے تمام عالم عاجز ہے' لیکن وہ تمام آیات اور احادیث جن سے صریحی طور پر عملی معجزات کا ثبوت ملتا ہے وہ سب غیر معتبر اور مؤول ہو کر رہ جائیں گی۔

اگر معجزات عملیہ کو دلیل نبوت قرار نہ دیا جائے جیسا کہ قرآن و حدیث اور تاریخ سے یہ قطعی طور پر ثابت ہیں اور ان کا انکار ممکن نہیں تو پھر ان حضرات سے یہ سوال ہے کہ اس قسم کے معجزات کا صدور حضرات انبیاء سے کیوں ہوتا تھا؟ کیا یہ کوئی کھیل تماشا تھا یا اس کی کوئی حکمت یا خاص غرض و غایت تھی؟ پہلی بات تو بالکل باطل ہے کیونکہ حضرات انبیاء کھیل تماشا اور عبث کام کرنے سے پاک اور منزہ ہوتے ہیں۔ یہ ناممکن ہے کہ وہ لغویات میں مبتلا ہوں' لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان معجزات کا صدور اور ظہور کسی مصلحت اور خاص غرض و غایت پر مبنی تھا۔ اب یہ بتائیں کہ وہ مصلحت اور غرض و غایت کیا تھی؟ اس کے سوا اور کوئی مصلحت اور غرض و غایت نہ تھی کہ یہ خرق عادت افعال ان کی صداقت کی دلیل بنیں۔ چنانچہ اسی وجہ سے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ہے کہ

﴿فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ﴾ (قصص:۳۲)

"یعنی یہ دونوں معجزات نبوت و رسالت کی دلیل اور برہان ہیں جو اللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کی طرف سے تجھ کو عطاء کے گئے ہیں۔''

اس آیت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ معجزہ دلیل نبوت ہوتا ہے۔

جو حضرات معجزہ کو دلیل نبوت نہیں سمجھتے ان کی طرف سے یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ اگر معجزہ دلیل نبوت ہے تو پھر جو شخص بھی کوئی شعبدہ یا کرشمہ دکھلائے اس کو بھی نبی کہنا چاہیے۔ اس طرح نبی اور غیر نبی میں اشتباہ لازم آئے گا جو صحیح نہیں ہے۔ یہ شبہ دراصل مقام نبوت سے ناآشنائی کی وجہ سے ہے۔ اس کا ایک جواب تو یہ ہے کہ ذرا سے اشتباہ کا نام آ جانے سے کسی شی کو بے اصل کہہ دینا اور اس کا انکار کر دینا درست نہیں ہے۔ دنیا میں کون سی چیز ہے جس میں حق و باطل کا اشتباہ نہیں ہو سکتا؟ بعض دفعہ باغی حکومت کے پاس بھی وہی ساز و سامان اور اسلحہ ہوتا ہے جو حکومت کے پاس ہوتا ہے تو کیا اس وقتی اور عارضی مشابہت کی وجہ سے مطلقاً سلطنت اور حکومت کا انکار کر دیا جائے کیونکہ دونوں کے پاس ایک قسم کا ساز و سامان ہے۔ معلوم ہوا کہ اشتباہ کی وجہ سے ہر مشتبہ کو چھوڑ دینا عقلاً صحیح نہیں بلکہ باغی اور اصل صاحب اقتدار میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح معجزات اور شعبدات میں بھی امتیاز کی ضرورت ہے۔ اگر جعلی کرنسی کی وجہ سے اصل کرنسی کو بھی چھوڑ دیا جائے تو صاحب عقل لوگوں کے نزدیک یہ درست اور صحیح نہیں ہوگا۔ اس بات کو اور بھی کئی مثالوں سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شرح مواقف بحث معجزات)

معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے:

قبل اس کے کہ ہم معجزات پر کوئی مزید بحث کریں یہ بتا دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے' نبی کا فعل نہیں ہوتا۔ معاذ اللہ نبی اور رسول کوئی ساحر اور جادوگر نہیں ہوتا اور معجزہ جادو کی طرح کوئی فن نہیں ہوتا کہ نبی کے اختیار میں ہو کہ جب چاہے اور جو چاہے معجزہ دکھلا دے بلکہ معجزہ کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ارادہ اور مصلحت پر ہے کہ جب چاہے دکھلائے اور جب چاہے نہ دکھلائے کیونکہ وہ فاعل مختار اور علیم و حکیم ہے۔ ان کے سامنے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

قرآن و سنت کی نصوص سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ معجزہ رسول کا فعل نہیں ہوتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بلکہ حق سبحانہ وتعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور رسول کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں اس کا ظہور حق تعالیٰ شانہ کی مشیت اور ارادہ پر موقوف ہوتا ہے۔ انبیاء اور رسولوں کے ارادہ پر نہیں ہوتا۔ انبیاء علیہم السلام میں معجزہ دکھانے کی کوئی طاقت بھی نہیں ہوتی اور معجزہ میں ان کی قدرت یا تاثیر نفسی کا بھی کوئی دخل نہیں ہوتا۔ قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے ان آیات نبوت (معجزات) کی نسبت بجائے رسول کے اپنی طرف کی۔ چنانچہ ایک مقام پر فرمایا:

﴿أَنِّي قَدْ جِئْتُكُم بِآيَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (آل عمران:۴۹)

"بے شک میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں۔"

قرآن حکیم کے مطالعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جب کبھی کسی رسول سے کسی خاص معجزہ کی فرمائش کی گئی تو اس نے ہمیشہ یہی جواب دیا کہ "معجزہ نمائی" میرے قبضہ قدرت میں نہیں بلکہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے قبضہ قدرت میں ہے۔ اگر معجزات انبیاء کے قبضہ قدرت میں ہوتے تو جناب رسول اللہ ﷺ کو میدان احد میں شکست کا منہ کیوں دیکھنا پڑتا؟ جنگ کی ضرورت ہی نہ تھی بلکہ وہ ایک مشتِ خاک پھینک کر دشمنوں کو ہلاک کر دیتے' لیکن ایسا نہیں ہوا۔ شاید اسی بات کو سمجھ کر ہرقل قیصر روم نے سیدنا ابوسفیان سے یہ سن لیا کہ آپ کو میدان جنگ میں شکست بھی ہوتی ہے' آپ کی رسالت کے دلائل میں اس کو بھی شمار کر لیا۔ (بخاری میں یہ واقعہ کئی مقامات پر نقل ہوا ہے)۔

﴿قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ﴾ (الانبیاء:۶۹)

قرآن حکیم کی اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آگ کا ٹھنڈا کرنا اللہ تعالیٰ کا کام تھا۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔

اسی طرح سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ قرآن حکیم میں نقل کیا گیا ہے۔ آپ کو جب تصدیق رسالت کے لیے عصا کا معجزہ عطا کیا گیا تو سورہ قصص میں ارشاد فرمایا کہ "اپنا عصا زمین پر ڈال۔ جب انہوں نے عصا ڈالا تو وہ ایک خوفناک اژدہا بن گیا جو اپنا پھن ہلا رہا تھا۔ اس اژدہا کو دیکھ کر سیدنا موسیٰ علیہ السلام منہ موڑ کر پیچھے بھاگے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی اس خوف زدگی کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالت کو دیکھ کر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

﴿خُذْهَا وَلَا تَخَفْ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا الْأُولَىٰ﴾ (طٰہ:۲۱)

''پکڑ لے اس کو اور مت ڈر' ابھی پھیر دیں گے ہم اس کو پہلی حالت پر۔''

معلوم ہوا کہ موسیٰ علیہ السلام کی توجہ اور تاثیر نفسی کو اژدہا بنانے میں کوئی دخل نہیں تھا۔ وہ تو خوف زدہ ہو کر بھاگنے کی سوچ رہے تھے۔ اگر یہ ان کا اپنا فعل ہوتا تو وہ کبھی نہ بھاگتے۔ علاوہ ازیں اژدہا کو عصا بنانے کی نسبت حق تعالیٰ نے خود اپنی طرف کی یعنی عصائے موسیٰ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ سے اژدہا بن گیا۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت سے اژدہا کا عصا بننا موسیٰ علیہ السلام کا ایک معجزہ نہیں بلکہ دو معجزے ہیں۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے اور بھی جس قدر معجزات کا قرآن حکیم میں تذکرہ ہے ان سب میں حق تعالیٰ نے ان معجزات کے فعل کی نسبت اپنی طرف کی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی طرف نہیں کی تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے' نبی کا فعل نہیں ہوتا۔ ہاں نبی کے ہاتھ سے صادر ہوتا ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا داؤد علیہ السلام کے ایک معجزہ کا تذکرہ فرمایا ہے کہ لوہا ان کے ہاتھوں میں موم کی طرح نرم تھا اور وہ اس سے زرہیں وغیرہ بناتے تھے۔ چنانچہ یہاں بھی حق تعالیٰ نے لوہے کے نرم کرنے کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔

﴿وَأَلَنَّا لَهُ الْحَدِيدَ﴾ (سباء:۱۰)

''ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا۔''

اسی طرح سیدنا سلیمان علیہ السلام کے تذکرہ میں ارشاد فرمایا:

﴿وَأَسَلْنَا لَهُ عَيْنَ الْقِطْرِ وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾ (سباء:۱۲)

''اور بہا دیا ہم نے اس کے لیے پگھلنے والے تانبے کا چشمہ اور جنوں میں کتنے لوگ تھے جو محنت کرتے تھے اس کے سامنے اس کے رب کے حکم سے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی طرح مختلف سورتوں میں سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کئی معجزات کا ذکر فرمایا جیسے مٹی سے پرندے بنانا اور ان کو پھونک مار کر اڑانا' مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو تندرست کرنا وغیرہ وہاں بھی حق تعالیٰ شانہ نے ''باذنی'' کی قید لگا کر یہ بتا دیا کہ اے عیسیٰ! تو یہ سب کچھ میرے حکم سے کرتا تھا۔ مردوں کو زندہ کرنا' کوڑھی اور اندھے کو اچھا کرنا تیرے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

علاوہ ازیں خود سرکار دو ﷺ کا ایک بہت بڑا معجزہ اسراء اور معراج کا ذکر قرآن حکیم میں بیان فرمایا۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے اس فعل کی نسبت اپنی طرف فرمائی۔ فرمایا:

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَی﴾ (بنی اسرائیل:۱)

بتایا یہ کہ سرکار دو عالم ﷺ خود نہیں گئے بلکہ اللہ تعالیٰ آپ کو لے گئے۔

قرآن حکیم کی ان نصوص قطعیہ سے معلوم ہوا کہ معجزہ نبی اور رسول کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے لیکن نبی کے ہاتھوں صادر ہوتا ہے۔ نبی کی توجہ اور تاثیر نفسی کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا۔ قرآن کی انہیں نصوص کی روشنی میں علمائے اسلام نے بھی معجزات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے۔ چنانچہ علامہ ابن الہمام حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''معجزہ جب ایسی چیز ہے کہ مخلوق اس کے کرنے سے عاجز ہے تو معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہوگا۔'' (المسائرہ ص ۱۳۱)

اس کتاب کی شرح میں علامہ کمال الدین محمد بن ابی شریف الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ان المعجزة ليست الا فعلاً لله تعالىٰ. (المسامرہ جلد۲ ص ۸۹)

''بلاشبہ معجزہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کا فعل ہے۔''

امام تورپشتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

معجزات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ آں جز حق تعالیٰ نتواند کرد۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے جو معجزات ہیں ان کو حق تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر سکتا۔ (المعتمد فی المعتقد باب دوم فصل اول ص ۷۸)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں۔

معجزہ فعل نبی نیست بلکہ فعل خدا تعالیٰ است کہ بر دست وے اظہار نمود بخلاف افعال دیگر کہ کسب ایں از بندہ است وخلق از خدا ودر معجزہ کسب نیز از بندہ نیست۔

(مدارج النبوۃ جلد۲ ص ۱۱۶)

''معجزہ نبی کا فعل نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا فعل ہوتا ہے لیکن نبی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتا ہے۔ بخلاف دیگر افعال کے کہ اس میں کسب بندہ کی طرف سے اور خلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔ مگر معجزہ میں کسب بھی بندہ کی طرف سے نہیں ہوتا۔''

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی معجزہ کو اللہ تعالیٰ کا فعل بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

ان كل ماعجز عنه البشر لم يكن الا فعلاً لله تعالىٰ۔ (احیاء علوم الدین جلد ا ص ۹۷)

''جب اس کے (معجزہ کے) ظاہر کرنے سے تمام انسان عاجز ہیں تو وہ صرف اللہ کا فعل ہوگا۔''

ایسا ہی قاضی ابوبکر الباقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اعجاز القرآن جلد۲ ص ۱۸۶ اور علامہ ابن خلدون رحمۃ اللہ علیہ نے المقدمہ ص ۹۳ پر لکھا ہے اور یہی تمام علمائے اہل سنت کا مذہب ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ بغیر کسی کسب کے کسی کو رسالت ونبوت عطاء فرماتا ہے' اسی طرح نبوت کے لیے براہین و بینات بھی اسی کی عطاء کردہ ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے جب کبھی انبیاء سے معجزہ کی فرمائش کی گئی تو انہوں نے ہمیشہ ایک ہی جواب دیا:

قل انما الآيات عندالله

''آپ فرما دیجئے کہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔''

معلوم ہوا کہ معجزہ کا ظہور اللہ تعالیٰ کے ارادہ پر موقوف ہے' انبیاء علیہم السلام کے ارادہ پر موقوف نہیں۔

انبیاء کے معجزات کا اختلاف:

معجزات کی اس ساری بحث کے بعد ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم السلام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف معجزات عطاء کیے گئے۔ ایسا کیوں نہیں کیا گیا کہ سب کو ایک ہی طرح کے معجزات دے دیے جاتے۔ چنانچہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو احیاء موتی کا معجزہ عطا فرمایا گیا۔ دوسرے سب انبیاء کو بھی یہی معجزہ دے دیا جاتا۔ یا سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو عصا اور ید بیضاء کے معجزات عطا فرمائے گئے' یہی معجزات دوسرے انبیاء علیہم السلام کو بھی دے دیے جاتے' لیکن انبیاء علیہم السلام کی تاریخ یہ بتاتی ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ ہر نبی کو علیحدہ علیحدہ معجزات دیے گئے۔

یہ سوال معجزات کی حقیقت سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ لوگوں کی طرف سے یہ اعتراض کیا گیا کہ "لولا اوتی مثل ما اوتیٰ موسیٰ" کہ رسول اللہ ﷺ کو وہ معجزات کیوں نہیں دیے گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو دیے گئے تھے؟ لوگوں نے ایک نبی کے معجزات کا دوسرے نبی کے معجزات سے مقابلہ کرنا شروع کر دیا۔ نتیجہ یہ نکالا کہ جس نبی کے معجزات بڑے ہیں وہ نبی بھی بڑا ہے اور جس کے معجزات چھوٹے ہیں وہ نبی بھی چھوٹا ہے' حالانکہ حقیقت ایسی نہیں۔ اور یہ مغالطہ معجزات کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے لگا ہے۔

معجزات کی دو قسمیں:

انبیاء علیہم السلام کے معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں:

① ایک وہ معجزات جو بغرض تحدی عطاء کیے جاتے ہیں یعنی اس غرض کے لیے کہ نبی جن لوگوں کی طرف مبعوث کیا جاتا ہے' ان معجزات کو ان کے مقابلہ میں پیش کر کے ان کو عاجز کر دے تاکہ اس کی صداقت ان لوگوں پر واضح ہو جائے۔

② دوسری قسم کے وہ معجزات ہیں جو بغرض تحدی نہیں دیے جاتے یعنی نبی کی صداقت کے اظہار کے لیے اور مقابلہ کی غرض کے لیے نہیں ہوتے' اگرچہ ان سے نبی کی صداقت کی بھی تائید ہوتی ہے۔

پہلی قسم کے معجزات:

قسم اول کے معجزات کی تشریح و تفصیل کچھ یوں ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا گیا ہے کہ معجزہ اگرچہ حقیقت نبوت سے خارج ہوتا ہے کیونکہ نبوت اظہار معجزہ پر موقوف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں، لیکن اظہار صداقت کے لیے نبی کو معجزہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس وجہ سے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے اپنے زمانے میں ضرورت کے مطابق خاص خاص معجزات عطا ہوتے رہے تا کہ وہ قوم کے سامنے صداقت کا اظہار کر سکیں، خصوصی طور پر وہ انبیاء علیہم السلام جو نئی شریعت لے کر دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ ان کو معجزات کی ضرورت دوسرے انبیاء کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے کیونکہ وہ دنیا میں ایک عظیم انقلاب برپا کرنے کے لیے آتے ہیں۔ اس زمانہ کے لوگوں کے دلوں میں چونکہ پہلی شریعت کی محبت وعظمت اس قدر ہوتی ہے کہ وہ اس کو چھوڑ کر دوسری شریعت کو قبول کرنا ہرگز گوارا نہیں کرتے، اس وجہ سے وہ ان انبیاء علیہم السلام کی مخالفت زیادہ شدت اور زور سے کرتے ہیں۔ لہٰذا ان حضرات کو اس بات کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے کہ ان کو ایسے زبردست معجزات دیے جائیں کہ لوگ ان سے متاثر ہو کر اور ان کے مقابلہ سے عاجز ہو کر سر تسلیم خم کر دیں، اگر وہ نہیں تو متوازن اور منصف مزاج لوگ تو ضرور ہی تسلیم کر لیں۔

اس سوال کا جواب کہ تمام انبیاء کو ایک ہی قسم کے معجزات کیوں عطا نہیں کیے گئے؟ اس کو سمجھنے کے لیے یہ قاعدہ کلیہ ذہن میں رکھیں کہ جو معجزات تحدی اور مقابلہ کے لیے انبیاء علیہم السلام کو دیے جاتے ہیں ان کے بارے میں عادت خداوندی یہ ہے کہ وہ معجزات اس فن کے بارے میں دیے جاتے ہیں جس فن میں اس قوم کو جس سے مقابلہ اور تحدی ہے، اعلیٰ درجہ کی مہارت ہو بلکہ اس فن میں اس قوم کا پوری دنیا میں کوئی ثانی اور مثل نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کے بغیر قوم کو معجزہ کا معجزہ ہونا سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اور معجزہ سے اس قوم ہی کو سمجھانا مقصود ہوتا ہے جس کی طرف وہ نبی مبعوث ہوتا ہے، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص فن شعر میں یدطولیٰ رکھتا ہو اور وہ ایک ایسی قوم کے پاس جا کر دعویٰ نبوت کر دے جو فن شعر سے تو بالکل ناآشنا ہو البتہ فن پہلوانی میں بے مثل ہو، اور معجزہ یہ پیش کرے کہ تم میرے ساتھ شاعری میں مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اگر میں غالب آ جاؤں تو سمجھ لینا کہ میں سچا ہوں۔ تو کیا وہ قوم اس شخص کے فن شعر میں غالب آنے کو معجزہ تسلیم کرے گی؟ بالکل تسلیم نہیں کرے گی۔ وجہ یہ ہے کہ ایک ماہر فن کا فن کے نہ جاننے والوں پر غالب آنا نہ تو کوئی کمال کی بات ہے اور نہ خلاف عادت ہے، بلکہ مقتضائے عادت یہ ہے کہ ماہر فن ناواقف پر غالب آئے۔ اور معجزہ ہمیشہ خلاف عادت ہوتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی کسی شخص کے ہاتھ سے ایسے فعل کا ظاہر ہونا جو عادتاً انسانی طاقت سے باہر ہو۔ البتہ اگر وہ شاعر شخص یہ کہے کہ میں تو فن پہلوانی سے بالکل نا آشنا ہوں، اور تم لوگ فن پہلوانی میں یکتائے روزگار ہو، لیکن باوجود اس فن سے ناواقف ہونے کے میں تم لوگوں کو فن پہلوانی میں ہرا دوں گا' تو بے شک یہ بات معجزہ ہوگی اور وہ قوم بھی اس کو معجزہ سمجھے گی کیونکہ ناواقف اور نا آشنا کا ماہر فن پر غالب آنا یک قلم خلاف عادت ہے، چنانچہ اس صورت میں یہ کہا جائے گا کہ یہ شخص انسانی طاقت سے غالب نہیں آیا بلکہ آسمانی طاقت سے غالب آیا ہے، لہٰذا اپنے دعویٰ نبوت میں صادق ہے۔

مختصر یہ کہ تحدی کے لیے معجزہ کا اسی فن میں ہونا ضروری ہے جس فن میں قوم کو کمال حاصل ہو ورنہ معجزہ قوم کے نزدیک معجزہ نہیں بن سکتا۔

اس قاعدہ کو سمجھ لینے کے بعد نہایت آسانی سے یہ بات سمجھ میں آ سکتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو معجزات تحدی مختلف کیوں دیے گئے اور اختلاف معجزات کی موجودہ صورت کیوں اختیار کی گئی؟ اس لیے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام جس قوم کی جانب بھیجے گئے تھے وہ قوم فن جادوگری اور شعبدہ بازی میں ید طولیٰ رکھتی تھی اور اس فن سے آشنا لوگ اس قوم میں اس کثرت سے تھے کہ مفسرین نے ستر ہزار اور اسی ہزاران جادوگروں کی تعداد لکھی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں آئے تھے۔ فن جادوگری میں وہ اس قدر کمال رکھتے تھے کہ انہوں نے فرعون سے نہایت جرأت و دلیری سے یہ کہا کہ "فرعون کی عزت کی قسم! ہم ضرور غالب آئیں گے۔" چنانچہ یہی مناسب تھا کہ اس قوم کی جانب موسیٰ علیہ السلام کو بھی اسی طرح کے معجزات عطا کیے جاتے جو صورت کے لحاظ سے اسی طرح کے ہوں کہ اگر وہ اپنے جادو سے رسیوں کو سانپ بنا کر دکھائیں تو یہ معجزہ کے لیے اپنے عصاء سے ایک ایسا سانپ بنا کر پیش کریں جو ان کے تمام سانپوں کو نگل جائے، اور ان تمام جادوگروں کو میدان مقابلہ میں ہرا دیں تاکہ انہیں ذہن نشین ہو جائے کہ یہ شخص فن جادوگری سے نا آشنا ہونے کے باوجود ہم پر غالب آ گیا ہے حالانکہ ہم اس فن میں یکتائے روزگار اور امام وقت تھے، لہٰذا یہ سچا نبی ہے ورنہ اس فن میں ہم پر غالب نہ آ سکتا۔

اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں لوگوں کو فن طب میں کمال حاصل تھا اور اس فن میں دنیا میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ چنانچہ اوپر دیے ہوئے اصول اور قاعدہ کے مطابق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطاء فرمائے جو شکل وصورت کے لحاظ سے ویسے تھے۔ چنانچہ ان کو مردوں کو زندہ کرنے، مادرزاد اندھوں کو بینا کرنے اور کوڑھی اور برص والوں کو اچھا کرنے اور مٹی سے جانور بنا کر اڑانے کے معجزات عطا فرمائے گئے۔ کوئی طبیب کتنا ہی ماہر فن کیوں نہ ہو اپنے فن سے نہ تو وہ مردوں کو زندہ کر سکتا ہے اور نہ ہی مادرزاد اندھوں کو بینائی بخش سکتا ہے اور نہ ہی مٹی کے پرندوں کو پھونک مارنے سے زندہ کر کے اڑا سکتا ہے، لیکن سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے باوجود علم طب نہ جاننے کے اپنی روحانی طب سے یہ کام سرانجام دیے اور تمام اطباء کو عاجز کر دیا۔ مولانا رومؒ نے اسی کے بارے میں فرمایا ہے

صد ہزاراں طب جالینوس بود
پیش عیسیٰ و دمش افسوس بود

اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ جس قوم میں مبعوث فرمائے گئے اس قوم کا مایہ الافتخار سرمایہ فصاحت و بلاغت تھا۔ اس میدان میں کوئی ان سے گوئے سبقت نہیں لے جا سکتا تھا، لہٰذا قاعدہ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کو وہ معجزہ عطا کیا جاتا جو فصاحت و بلاغت میں ان سب کو مات دے دیتا۔ چنانچہ آپ ﷺ کو قرآن حکیم کا معجزہ دیا گیا جس کی فصاحت و بلاغت کے آگے سارے عرب کے فصحاء و بلغاء دبے لچے تھے۔

تیرے آگے سب ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

جب قرآن حکیم کو نازل کیا گیا تو پوری تحدی کے ساتھ یہ کہا گیا:

﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا﴾ (الاسراء:۸۸)

یعنی ''اگر سب جن اور انسان مجتمع ہو جائیں اور اس قرآن کا مثل لانا چاہیں تو اس کا مثل نہیں لا سکتے اگرچہ ان کے بعض بعض کے معاون و مددگار بن جائیں۔''

پہلے تو پورا قرآن بنانے کا چیلنج کیا گیا کہ اس قرآن کا مثل لاؤ۔ پھر تنزل کر کے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''تم کہتے ہو کہ یہ اختراع کردہ کلام ہے تو اس قسم کی اختراع کردہ دس سورتیں تم بھی لے آؤ۔'' پھر اور تنزل فرمایا اور کہا:

﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾ (البقرہ:۲۳)

''ایک ہی سورت اس جیسی بنالاؤ۔''

سورۃ میں یہ بھی قید نہیں لگائی کہ سورۃ بقرہ جیسی اڑھائی پارے کی ہی سورت لاؤ بلکہ اگر تم سورۃ الکوثر جیسی چھوٹی سی سورت ہی بنالاؤ تو پھر بھی قابل قبول ہے۔

اندازہ فرمائیں کہ ایک امی جس نے کسی استاد کے سامنے زانوائے تلمذ تہ نہیں کیا' اس قوم کو چیلنج دے رہا ہے جو خود ساری دنیا کو فصاحت و بلاغت میں چیلنج دیتی تھی' لیکن وہ قوم اس معجزہ کی نظیر پیش نہ کرسکی۔ چنانچہ اس نے سمجھ لیا کہ یہ بشری کلام نہیں۔ یہ بشر کی طاقت سے خارج ہے کیونکہ اس قدر فصاحت و بلاغت سے کلام کا بھرا ہوا ہونا اعجاز خداوندی ہے۔

مختصر یہ کہ انبیاء علیہم السلام کو مختلف معجزات دینے میں یہ حکمت تھی جو اوپر بیان کی گئی۔ اور معجزات میں اختلاف کی صورت اس وجہ سے اختیار کی گئی۔

دوسری قسم کے معجزات:

دوسری قسم کے وہ معجزات ہیں جو کسی نبی کو تحدی اور مقابلہ کی غرض سے نہیں دیے جاتے بلکہ ان ضروریات کو پورا کرنے کے لیے دیے جاتے ہیں جو تحدی کے علاوہ انبیاء علیہم السلام کے متعلق پیش آتی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر کسی موقع پر پانی کی ضرورت ہے مگر ظاہری اسباب کے لحاظ سے یہ ضرورت پوری نہیں ہوسکتی تو اللہ تعالیٰ اس ضرورت کو باطنی اسباب سے بصورت معجزہ پورا فرمادیتے ہیں۔ مقصود بالذات اس وقت اظہار معجزہ نہیں ہوتا بلکہ ایک ضرورت کو پورا کرنا ہوتا ہے' لیکن بوجہ نہ ہونے ظاہری اسباب کے صورت معجزہ پیدا ہوجاتی ہے جیسا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے لیے پانی کی درخواست کی تو حق تعالیٰ نے فرمایا کہ عصا کو پتھر پر مارو۔ جب انہوں نے عصا کو پتھر پر مارا تو پانی کے بارہ چشمے جاری ہوگئے۔

اسی طرح جب ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے پانی نہ ہونے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے ایک پیالہ میں تھوڑا سا پانی لے کر اپنا دست مبارک اس میں ڈال

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا۔ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پانچوں انگلیوں سے پانی جاری ہو گیا اور اس قدر پانی نکلا کہ تمام لشکر سیراب ہو گیا اور جس قدر ضرورت تھی پوری ہو گئی۔

ایسے ہی ایام خندق میں سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی دعوت میں تھوڑا سا کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ ایک بہت بڑی تعداد اس سے سیر ہو گئی۔ اسی طرح مختلف ضرورتوں کے مواقع پر معجزات کی مختلف صورتیں اختیار کی گئیں۔ جس کی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

خرق عادت:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بتایا جا چکا ہے کہ بلا اسباب عادیہ خلاف عادت نبی کے ہاتھ پر جو کام ظاہر ہو شریعت کی اصطلاح میں اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ بعض عقلاء اور دانش و عقل کے پرستار خوارق کو محال سمجھتے ہیں۔ اس وجہ سے وہ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ مسببات کا اپنے اسباب سے اور معلولات کا اپنے علل سے منفک ہونا محال ہے' لیکن اہل حق کے نزدیک ان کا یہ دعویٰ غلط اور خلاف عقل ہے۔ دراصل ایسا دعویٰ کرنے والے اللہ تعالیٰ کو سلسلہ علل و معلول اور اسباب و مسببات کے گورکھ دھندے میں پھانس کر حق تعالیٰ کا یا تو مطلق انکار کرتے ہیں یا پھر ان کے قادر مطلق اور ذی ارادہ ہونے کا انکار کرتے ہیں۔ وہ حضرات یہ تو کہتے ہیں کہ یہ شی اس سبب سے پیدا ہوئی اور وہ اس سبب سے پیدا ہوئی' لیکن یہ مادہ کہاں سے آیا اور اس کے حدوث کا سبب کیا ہوا؟ عناصر کیوں اور کیونکر وجود میں آئے؟ وغیرہ وغیرہ' ان سوالات کے جوابات ان کے پاس نہیں ہیں۔ مادہ کی ابتدائی بنیاد خواہ اربعہ عناصر کو بتایا جائے یا جواہر فردہ یا کسی اور چیز کو لیکن ان کے حدوث کی علت نہیں بتائی جا سکتی۔ یہ بتایا جا سکتا ہے کہ وہ کہاں سے آئے' حیوانات نطفہ سے' پرندے انڈے سے' درخت بیج سے پیدا ہوتے ہیں اور بغیر ان کے ان کا پیدا ہونا ناممکن اور محال سمجھا جاتا ہے' لیکن کیا کوئی شخص یہ بتا سکتا ہے کہ دنیا کا پہلا حیوان' پہلا پرندہ اور پہلا درخت بغیر کسی نطفے' کسی انڈے اور کسی بیج کے پیدا ہوا یا نہیں؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو آپ نے اپنے دعویٰ کے خلاف ایک شہادت قبول کر لی۔ اور اگر جواب نفی میں ہے تو ماننا پڑیگا کہ پہلا نطفہ' پہلا انڈا اور پہلا بیج' انسان' پرندہ اور درخت کے بغیر پیدا ہوا' لہٰذا آپ کا علل و اسباب کا گورکھ دھندا آپ کے اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہاتھوں ہی ختم ہو گیا۔

اسباب وعلل کے اس سلسلہ کے ساتھ آپ چند قدم بھی نہیں چل سکتے۔ جانور نطفہ سے پیدا ہوا اور نطفہ جانور سے پیدا ہوا۔ پرندہ انڈے سے پیدا ہوا اور انڈا پرندے سے پیدا ہوا' یہ ایک ایسا عقدہ لاینحل ہے جس کو آپ کبھی بھی حل نہیں کر سکتے' لہٰذا اس کے سوا آپ کے لیے کوئی چارہ کار نہیں کہ آپ ایک ایسی قادر مطلق اور ذی ارادہ ہستی کو تسلیم کریں جس کی مشیت اور ارادہ سے کائنات کا یہ سارا کارخانہ چل رہا ہے۔ اور اسباب وعلل صرف اور صرف اس کی مشیت کے مظاہر ہیں۔ حق تعالیٰ شانہ کی مشیت ان کو ایک طریق سے چلا رہی ہے۔ لیکن وہ اس طریق خاص کا پابند نہیں بلکہ قادر مطلق اور ذی ارادہ ہے۔ اس کی عادت عامہ کے تحت علل واسباب کا جو سلسلہ قائم ہے وہ بھی مخلوق کے فائدہ کے لیے ہے۔ اور جب کبھی وہ اپنی عادت جاریہ کے خلاف کوئی کام کرتا ہے تو اس سے ایک مقصود یہ بھی ہوتا ہے کہ علل واسباب میں الجھے ہوئے لوگ علۃ العلل اور مسبب الاسباب کو نہ بھول جائیں۔

یہ درست ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس عالم کو عالم اسباب بنایا اور مسببات کو اسباب کے ساتھ مربوط بنایا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ اس عالم میں جو کچھ بھی ظاہر ہوتا ہے وہ اسباب علل کے توسط سے ظاہر ہوتا ہے' لیکن وہ ہستی حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ قادر مطلق بھی تو ہے۔ وہ اپنی مخلوق کو یہ بھی بتاتا ہے کہ اسباب وعلل اپنی ذات میں موثر نہیں بلکہ موثر حقیقی حق تعالیٰ شانہ کی قدرت اور ارادہ ہے۔ اور یہ اسباب و وسائط اس کی مخلوق ہیں' لہٰذا ان کا رفع بھی اس کی قدرت میں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت ومشیت سے جس طرح اسباب وعلل کو وجود بخشا اسی طرح وہ ان کے وجود کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ آپ نے اپنی زندگی میں کئی بار دیکھا ہوگا کہ باوجود تمام اسباب وعلل کے جمع ہو جانے کے حق تعالیٰ شانہ مسبب کو پیدا نہیں فرماتے تاکہ یہ پتہ چل جائے کہ علل واسباب موثر حقیقی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی ذات موثر حقیقی ہے کیونکہ اگر علل واسباب کو مستقل بالتاثیر مان لیا جائے تو ان کا خالق ہونا لازم آتا ہے کیونکہ جو شئی مستقل بالتاثیر ہو وہی خالق ہوتی ہے۔ اور حق تعالیٰ کے سوا اسباب وعلل کو خالق ماننا کفر ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اشیاء میں جو تاثیر اور خواص ہیں اس کا علم ہمیں کیونکر ہوتا ہے۔ کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے کوئی وحی کی ہے کہ فلاں شی میں فلاں خصوصیت ہے اور فلاں میں فلاں تاثیر ہے۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ تکرار' احساس یا تجربہ سے ہمیں اشیاء کے خواص و آثار کا علم ہوتا ہے، مثال کے طور پر آگ اور برف آپ کے سامنے پڑے ہوئے ہیں۔ آپ ان کو بڑے غور سے دیکھیں۔ آپ کو ان کی ذات میں کوئی شی ایسی نظر نہ آئے گی جس سے آپ کو یہ پتہ چل سکے کہ آگ میں گرمی اور برف میں ٹھنڈک ہے' لیکن جب آپ آگ کے قریب ہوں گے تو آپ کو آگ کی گرمی کا احساس ہوگا۔ اور جب آپ برف کو ہاتھ لگائیں گے تو آپ کو ٹھنڈک کا احساس ہوگا۔ اسی تکرار' احساس یا تجربہ سے ہم میں یہ یقین پیدا ہو جاتا ہے کہ آگ میں سوزش اور گرمی ہے اور برف میں ٹھنڈک اور برودت۔ اسی طرح ہر شی کی خاصیت اور تاثیر کا ہمیں علم تکرار' احساس اور تجربہ سے حاصل ہوتا ہے۔ اسی تکرار' احساس اور تجربہ کی بناء پر ہم علل و معلولات اور اسباب و مسببات کا ایک صنم کدہ قائم کر کے اس کی پرستش شروع کر دیتے ہیں۔

اب ہم جب تک ایک شی سے ایک ہی عمل اور اثر بار بار تجربہ کرتے ہیں تو ہمارے اندر یقین کی ایک ایسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم اس شی سے اس خاصیت اور اثر کا انفکاک قطعاً محال اور ناممکن سمجھنے لگتے ہیں۔ اور جب ایک شی کے بعد فوراً دوسری شی پیدا ہوتے دیکھتے ہیں اور بار بار دیکھتے ہیں اور کبھی اس میں تخلف نہیں پاتے تو ہم یہ یقین قطعی کر لیتے ہیں کہ دوسری شی معلول اور مسبب اور پہلی شی علت و سبب ہے' اور اس شی کے بارے میں ہم ایک کلیہ اپنے ذہن میں قائم کر لیتے ہیں جیسے کہ آگ جلاتی ہے اور برف ٹھنڈک پہنچاتی ہے۔ اب جب وہ سنتے ہیں کہ معجزہ سے فلاں علل و اسباب کا ابطال لازم آتا ہے تو وہ بجائے اس کے کہ وہ اشیاء کے بارے میں اپنے ذہنی کلیہ میں کوئی استثناء پیدا کریں' وہ معجزہ ہی کا انکار کر دیتے ہیں' حالانکہ اسباب و علل کی بنیاد محض تجربہ اور احساس تکرار پر ہے یعنی ہم نے ہمیشہ ایسے ہوتے دیکھا ہے۔ اس کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ظن غالب کی ہے۔ اس سے یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ ہم نے جو کچھ ہوتے دیکھا ہے وہ پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور آئندہ بھی ایسا ہی ہوتا رہے گا' اور ہمارے علاوہ شروع سے آج تک اور جن جن لوگوں نے دیکھا ہے ان کے مشاہدہ کا بھی یہی نتیجہ نکلا ہے اور آئندہ بھی ان کے مشاہدہ کا یہی نتیجہ نکلا کرے گا۔

مختصر یہ ہے کہ ہم نے جن نوامیس طبیعیہ' اصول فطرت اور لاز آف نیچر (Laws

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(of Nature) کے نام سے موسوم کرتے ہیں' وہ صرف روز مرہ کے مشاہدات عادیہ کا نام ہے۔ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ جاندار کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ آفتاب کس طرح طلوع ہوتا ہے اور پانی کس طرح برستا ہے۔ ان کو دیکھتے دیکھتے ہم اس قدر عادی ہو چکے ہیں کہ ہم ان کا اس طرح ہونا ضروری اور اس کے خلاف ہونا محال قطعی سمجھتے ہیں' حالانکہ اس کے لیے ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ ایک انسان کی پیدائش کے بارے میں ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ ایک قطرہ آب کن مختلف مراحل سے گذر کر ایک خاص وقت میں ایک انسان کا روپ دھار لیتا ہے۔ اور ایک جامد دانہ کس طریقہ سے نشوونما پانے والے درخت کی شکل اختیار کر لیتا ہے' لیکن جب ہم سے یہ کہا جاتا ہے کہ ایک بے جان لکڑی جاندار سانپ بن گئی اور ایک بچہ بغیر باپ کے پیدا ہو گیا تو ہماری محدود عقل اور تجربہ کا پرغرور سر انکار سے ہلنے لگتا ہے۔ یہ کیوں؟ یہ صرف اس لیے کہ ہم نے کبھی ایسے ہوتے نہیں دیکھا۔

اسی طرح آفتاب ہر روز مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں جا کر غروب ہو جاتا ہے۔ ہم کو اس پر کوئی تعجب یا حیرانی نہیں ہوتی' لیکن جب یہ سنتے ہیں کہ قرب قیامت میں ایک روز آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے نکلے گا تو ہم اس کو خلاف عقل کہہ کر اس کا انکار کر دیتے ہیں' حالانکہ نہ اس کا مشرق سے نکلنا عقل کے مطابق تھا اور نہ مغرب سے نکلنا خلاف عقل ہے۔ ان دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ دیکھنا کسی شی کے فی نفسہ محال یا ممکن ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی۔

آج کل کے مغربی ذہن رکھنے والے آدمی کے سامنے کوئی خارق عادت بات کی جائے تو وہ فوراً یہ کہہ دیتا ہے کہ یہ ''قانون قدرت'' کے خلاف ہے۔ ''قانون قدرت'' کا لفظ مرعوب کن تو بہت ہے لیکن جس مفہوم کو ہم اس لفظ سے ادا کرتے ہیں اس کی یہ صحیح تعبیر نہیں۔ دراصل جس شی کا نام ہم نے ''قانون قدرت'' رکھا ہے وہ ''قانون عادت'' ہے۔ قدرت اور عادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسباب سے مسبب پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی عادت ہے اور بلا سبب کے مسبب بنا دینا قدرت کا کام ہے۔ اسباب اور علل کا سارا سلسلہ قدرت کا بنایا ہوا ہے نہ یہ کہ قدرت اسباب وعلل کی بنائی ہوئی ہے۔ اسی لیے قدرت تو اسباب وعلل پر حاکم ہو گی لیکن اسباب وعلل (معاذ اللہ) قدرت کے پاؤں میں زنجیر نہیں ڈال سکتے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قدرت اور عادت کے فرق کے بعد ایک اور بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے۔ وہ یہ کہ عادت کی بھی دو قسمیں ہیں:

① عادت مستمرہ عامہ اور ② عادت موقتہ خاصہ۔

عادت مستمرہ عامہ وہ عادت ہے جس کا استعمال اکثر و بیشتر اوقات میں ہوتا رہتا ہے اور عادت موقتہ خاصہ وہ عادت ہے جس کا تجربہ گاہے گاہے اور نادر مواقع پر ہوا کرتا ہے۔ اس کو ایک مثال سے سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایک شخص کو ہم دیکھتے ہیں کہ وہ بڑا حلیم الطبع' بردبار اور نرم خو ہے۔ ہزار گالیاں سننے اور بار بار اشتعال دلانے پر بھی اسے غصہ نہیں آتا' لیکن اس کے باوجود یہ بھی مشاہدہ میں آیا ہے کہ جب کبھی پیغمبر اسلام ﷺ کی ادنیٰ سی بھی توہین یا دین اسلام کے بارے میں معمولی سی بھی گستاخانہ زبان استعمال کی گئی تو اسی وقت وہ غصہ سے بے تاب ہو کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ تو توہین کے وقت اس کی یہ درشتی اور آپے سے باہر ہونا اگرچہ اس کی عام عادت (بردباری' عفو و درگذر اور حلیم الطبعی) کے خلاف ہے لیکن وہ بجائے خود اس کی ایک خاص اور مستقل عادت ہے جس کا تجربہ گاہے گاہے اس کے اسباب و علل مہیا ہونے پر ہوتا ہے۔

جس چیز کو ہم معجزہ (خارق عادت) کہتے ہیں وہ بھی حق تعالیٰ کا ایک فعل ہے جو اس کی عادت عامہ کے گو خلاف ہے لیکن اس کی عادت خاصہ کے خلاف نہیں۔ سلسلہ اسباب و مسببات کا قائم رکھنا اگرچہ اس کی عام عادت ہے' لیکن بار بار یہ بھی مشاہدہ ہو چکا ہے کہ جب اپنے سفراء اور مقربین یعنی انبیاء اور رسولوں کی تصدیق کرانا ہوتی ہے تو ان کے ہاتھوں پر وہ غیر معمولی نشانیاں ظاہر کرتا ہے جس سے دنیا سمجھ لے کہ یہ حضرات اس کے سفیر اور مقرب و معتمد ہیں جن کے دعویٰ کی تصدیق کے لیے وہ خلاف معمول چیزیں پیش کر کے ساری مخلوق کو اس کی مثل لانے سے عاجز کر دیتا ہے۔ اور یہی ہونا بھی چاہیے کیونکہ جو لوگ خدا کے ہیں وہ وجیہ ہیں' اپنی جان اور اپنی آبرو ہتھیلی پر رکھ کر خدا کے لیے کھڑے ہوتے ہیں اور خدا ہی ان سے یہ دعویٰ کراتا ہے کہ "آج تمہاری سب کی نجات میری تابعداری اور اتباع میں ہے۔" لہٰذا ضروری ہے کہ ان کی وجہ سے عام عادت سے بالاتر کارنامے خدا کی قدرت کے ظاہر ہوں جو کہ تمام دنیا کو اپنی نظیر پیش کرنے سے تھکا دیں اور تمام مخلوق کو عاجز کر دیں۔ یہ ہی معنی ہیں معجزہ کے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محدث العصر حضرت مولانا سید بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نظام فطرت اور نظام عادت پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جو نظام ابتداء عالم سے محض قدرت کی فیاضی سے ہمارے مشاہدہ میں چلا آتا ہے۔ ہم اس کو ''نظام عادت'' سے تعبیر کرنے لگتے ہیں۔ اور اسی کا نام ''نوامیس طبعیہ'' رکھ دیتے ہیں۔ اگر ابتداء سے عالم کی عادت اس کے برخلاف ہوتی تو اس کو ''نظام عادی'' کہنے لگتے' مثلاً اب جو ''نظام ولادت'' انسانوں کی دو صنفوں کے اتصال سے قائم ہے' ہم اسی کو ''طبعی نظام'' سمجھتے ہیں' لیکن اگر ابتداء ہی سے انسانی پیدائش صرف ایک ہی صنف سے ہوا کرتی تو یقیناً ہم اسی کا نام ''نظام عادی'' رکھتے۔ آخر بہت سے حشرات الارض اب بھی ایسے موجود ہیں جو اتصال جنسی کے بغیر پیدا ہو جاتے ہیں اور دنیا اسی کو ان کا ''عادی نظام'' سمجھتی ہے۔ پس ''عادی'' اور غیر عادی'' کا فرق خالق کی نظر میں کچھ نہیں صرف ہمارے تجربے اور مشاہدے کا فرق ہے۔'' (ترجمان السنہ جلد۴ ص ۵)

یہ تو تفصیل تھی نظام عادت کی۔ مغربی ذہن رکھنے والے لوگوں نے معجزات کے انکار کے لیے ایک اور لفظ ایجاد کیا ہوا ہے۔ وہ ہے ''نظام فطرت''۔ ان سے جب کہا جاتا ہے کہ آگ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے آرام وراحت کا مسکن بن گئی۔ آگ جل رہی تھی۔ اس کے شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے۔ ہزاروں من لکڑیوں پر مشتمل آگ کا بہت بڑا الاؤ تھا' لیکن سیدنا ابراہیم علیہ السلام اس الاؤ میں بڑے آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ یا اگر کہا جائے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی۔ جب انہوں نے وہ لاٹھی پانی پر ماری تو پانی دو ٹکڑے ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے متبعین کے لیے اس میں سے گذرنے کے راستے بن گئے۔ ان باتوں کو سن کر ان کا ذہن انہیں قبول کرنے سے اِبا کرتا ہے۔ اور ان کا ایک ہی جواب ہوتا ہے کہ آپ کی یہ باتیں ''نظام فطرت'' کے خلاف ہیں۔ ہم ان کو نہیں مان سکتے۔ آگ کی فطرت جلانا ہے اور پانی کی فطرت سیلان اور بہانا ہے۔ فطرت چونکہ تبدیل نہیں ہو سکتی' لہٰذا یہ نہیں ہو سکتا کہ آگ اپنی فطرت کے خلاف جلائے نہ اور پانی اپنی فطرت کے خلاف کسی شی کو بہا کر نہ لے جائے۔ یہ ایک مغالطہ ہے جو مغرب زدہ اور عقل زدہ ذہن لوگوں کو دیتا ہے۔ اور یہ ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جہالت ہے اللہ تعالیٰ کی صفات سے۔ اللہ تعالیٰ کے نظام فطرت کی طرف ان کی نگاہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نظام قدرت سے وہ چشم پوشی برت رہے ہیں۔ وہ اس بات کو بھول رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ''نظام قدرت''۔ ''نظام فطرت''۔ ''نظام عادت'' اور دیگر تمام نظاموں پر حاوی ہے۔ اس کے نظام قدرت سے کوئی شی بعید نہیں۔

اسی سلسلہ میں حضرت مولانا سید محمد بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سلسلہ اسباب و علل جتنا بھی ہے وہ سب عالم کے لیے ہے' خالق عالم کے لیے نہیں کیونکہ خود عالم بھی اور اس کے اسباب و علل بھی سب کے سب اس کی مخلوق ہیں۔ ہم نے جب دنیا میں قدم رکھ کر اپنے ماحول میں ایک مقرر نظام دیکھا اور اپنے حق میں اس کو غیر متبدل پایا' تو بس اٹھا کر اس کا نام ''نظام فطرت'' رکھ ڈالا۔ اور طرہ یہ کہ خالق کے حق میں بھی اس کو غیر متبدل قرار دے ڈالا۔ یہاں ایک حقیقت اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے اور وہ یہ کہ دین اسلام میں ''نظام فطرت''، ''نظام قدرت'' سے بالاتر نظام نہیں ہے بلکہ خود ''قدرت'' ہی نے نظام فطرت بنایا ہے یعنی اشیاء کی فطرت میں جو نظام بھی ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے' یہ سب نظام ''نظام قدرت'' کے ماتحت ہے۔ اسی لیے ''فطرت'' ہمہ وقت ''قدرت'' کی محتاج ہے۔ عالم میں اشیاء جس طرح خود مخلوق ہیں اسی طرح ان کی فطرت بھی خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ آگ اگر جلاتی ہے تو بے شک یہ اس کی فطرت ہے لیکن اس میں جلانے کی فطرت کس نے پیدا کی؟ اس کے خالق نے۔ یہ آگ کی فطرت کا کوئی طبعی اقتضا نہ تھا۔ اس لیے جب یہ ہے تو اگر وہ چاہے تو اپنے خلیل علیہ السلام کی خاطر اس خاصیت کو بدل بھی سکتا ہے۔ دیکھیے آگ ہمیشہ جلانے کا کام کرتی تھی' مگر جب حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آگ میں ڈالا گیا تو وہ نہ صرف یہ کہ سرد پڑ گئی بلکہ ان کے حق میں سلامتی کا ایک محل سرا بن گئی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہاتھ میں ایک لاٹھی لیے کھڑے ہیں اور اس کے متعلق صرف اتنا ہی جانتے ہیں کہ وہ ان کے لیے سہارا اور بکریوں کے لیے پتے جھاڑنے کا ایک معمولی سا آلہ ہے۔ یہاں ان کو کسی خاص جنگل کی لکڑی کے متعلق حکم نہیں ہوا کہ اس میں پھر سو طرح کے شبہات پیدا ہو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جاتے بلکہ اسی معمولی سی لکڑی کے متعلق ارشاد ہوا: ''اس کو زمین پر ڈال دو' پھر دیکھ کہ اس کا پیدا کرنے والا کس طرح اس کی فطرت بدل کر اس کو حیوان مہیب بنا سکتا ہے۔'' اسی طرح پانی کی فطرت سیلان ہے' مگر اس کی یہ فطرت پانی کی طرح خود اس کی مخلوق ہے' اس لیے اگر وہ چاہے تو اپنے کلیمؑ کے لیے اس کو انجماد سے تبدیل کر سکتا ہے۔ چنانچہ جب موسیٰ علیہ السلام نے سمندر پر اپنی لاٹھی ماری تو وہ پھٹ کر پہاڑوں کے دو ٹکڑوں کی طرح الگ الگ ہو کر کھڑا ہو گیا۔ قرآن حکیم نے بھی ''فطرت'' کا لفظ استعمال فرمایا ہے اور حدیث میں اس کی تشریح یہ کی گئی ہے کہ ہر انسان کی فطرت اسلام پر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی صلاحیتوں پر پیدا کیا گیا ہے کہ اگر خارجی اثرات اس پر اثر انداز نہ ہوں تو وہ دین اسلام کے سوا کسی اور دین کو قبول نہ کرے۔ اسی طرح آگ کی فطرت جلانا ہے' تو اس کا مطلب بھی یہ ہے کہ اس کو اسی صفت کے ساتھ پیدا فرمایا ہے کہ اگر مشیت الٰہی اس کے خلاف نہ ہو تو جب کوئی چیز اس پر ڈالی جائے تو وہ اس کو جلا دے۔'' (ترجمان السنہ جلد۴ ص ۷)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ خرق عادت محالات میں سے نہیں اور یہ قضیہ صحیح نہیں ہے کہ معلولات اور مسببات کا اپنے علل و اسباب سے منفک ہونا محال ہے بلکہ حق تعالیٰ قادر مطلق ہیں' وہ اپنے نظام قدرت سے جو چاہیں اور جس طرح چاہیں کر سکتے ہیں۔ چنانچہ علامہ رشید رضا جو ایک روشن خیال عالم اور محقق ہیں' معجزہ کے بارے میں ہمارے اس خیال کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''معجزہ کی حقیقت کے بارے میں سب سے زیادہ مشہور اور محققانہ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اپنے عادی نظام کے خلاف صرف اپنی قدرت سے ظاہر کرتا ہے تا کہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ نوامیس طبیعیہ خود اس کی ذات کے محکوم ہیں اور وہ ان کا محکوم نہیں۔ وہ جس طرح چاہے ان میں تصرف کر سکتا ہے۔'' (تفسیر المنار جلد ا ص ۳۱۵)

معجزہ اور سحر:

گذشتہ صفحات میں عقلی اور نقلی دلائل سے یہ ثابت کیا جا چکا ہے کہ معجزہ نبوت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیات‘ بینات‘ اور دلائل میں سے ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نبی کی تصدیق و تائید کے لیے اس کے ہاتھ سے اپنی عادت موقتہ خاصہ کے تحت کچھ ایسی چیزیں ظاہر کرواتا ہے جس کو کرنے سے ساری دنیا عاجز ہوتی ہے‘ لیکن جس طرح معجزہ میں لکڑی سے اژدہا بن جاتا ہے اسی طرح جادو سے بھی رسیوں سے سانپ بن جاتے ہیں۔ جس سے ایک عام آدمی کے لیے معجزہ اور سحر (جادو) میں فرق کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔

معجزہ اور سحر میں اتنا ہی فرق ہے جتنا ایک پیغمبر اور ساحر میں۔ دونوں کی زندگیاں اور دونوں کی زندگی کے مقاصد سے ان کی ذات کا فرق صاف صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ ساحر کا مقصد کسی غیر معمولی واقعہ کا صرف حیرت انگیز طریقہ سے اظہار ہوتا ہے تاکہ وہ ناظرین کو تھوڑی دیر کے لیے متحیر کر دے‘ لیکن اس کے برعکس ایک نبی کا مقصد اپنے ان حیرت زا اور حیرت انگیز اعمال سے دین الٰہی کو تقویت، دنیا کی اصلاح، قوموں اور جماعتوں کی تہذیب کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

نبی اپنی ذات میں نذیر‘ بشیر‘ مبشر‘ داعی الی اللہ‘ ہادی‘ مزکی اور شاہد عالم ہوتا ہے۔ وہ اپنے اقوال و اعمال سے دنیا والوں کو ایک اسوہ حسنہ اور بہترین نمونہ عطا کرتا ہے‘ لیکن ایک ساحر کی زندگی میں کسی کے لیے کوئی نمونہ نہیں ہوتا اور نہ ہی وہ ان صفات کا حامل ہوتا ہے جن صفات کا حامل ایک نبی اور رسول ہوتا ہے۔ اس کی زندگی میں حیرت انگیز تماشا گری کے سوا اور کوئی ممتاز بات نہیں ہوتی۔ ایک اور فرق ایک نبی اور ساحر میں یہ بھی ہے کہ نبی (صاحب معجزہ) اپنی قوت کو خیر اور نیکی میں صرف کرتا ہے کیونکہ وہ خود دنیا میں سب سے زیادہ نیک ہوتا ہے جب کہ ایک ساحر اپنی قوت کو شر میں صرف کرتا ہے یعنی زندگی کی پاکیزگی‘ ارادوں کی بے گناہی‘ قلوب کی طہارت اور صفائی‘ شریعت الٰہی کی تبلیغ اور سیاہ کاریوں کا قلع قمع نہیں کر سکتا۔

جب ایک نبی اور ساحر کا فرق ذہن نشین ہو گیا‘ اب معجزہ اور سحر کا فرق سمجھنا نہایت آسان ہو گیا۔ بہر حال پھر بھی معجزہ اور سحر میں جو فرق ہے اس کی تھوڑی سی وضاحت کی جاتی ہے تاکہ اور زیادہ آسانی سے سمجھ میں آ سکے۔ علمائے علم کلام نے ان دونوں کے فرق پر اپنی کتابوں میں کافی بحث کی ہے۔

① معجزہ اور سحر میں پہلا فرق یہ ہے کہ سحر ایک فن ہے جس کا تعلق ہر فن کی طرح تعلیم و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تعلم سے ہے' لیکن اس کے برعکس معجزہ کا تعلق تعلیم و تعلم سے نہیں ہوتا بلکہ یہ ایک خدائی فعل ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی تصدیق و تائید کے لیے اس کے ہاتھ پر اس کو ظاہر کرواتا ہے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ نبی جب چاہے معجزہ کا اظہار کر سکے جب کہ ایک ساحر اپنے سحر کے ذریعہ اپنے اختیار سے کوئی حیرت زا کام کر سکتا ہے۔ جب کہ معجزہ کے ظہور میں نہ تو نبی کو کچھ اختیار ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے صادر کرنے کا کوئی ضابطہ اور قاعدہ اس کو سکھلایا جاتا ہے کہ جب چاہے ویسا عمل کر کے ویسا ہی معجزہ دکھلا دیا کرے۔ ایسا نہیں کہ نبی جس وقت چاہے لکڑی کو اژدہا بنا لے یا اپنی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری کر لے بلکہ جس وقت حق تعالیٰ شانہ کی حکمت بالغہ کا اقتضاء ہوتا ہے اس وقت ان چیزوں کا ظہور اور صدور ہوتا ہے۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام سے جب معجزات طلب کیے گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ پر محول کیا۔ چنانچہ جب فرعون نے اپنی سلطنت کے جادوگروں کو موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لیے اپنے دربار میں جمع کیا تو جادوگروں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا: کہ پہلے تم ڈالو گے یا ہم؟ لیکن موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ پہلے تم پھینکو۔ جب انہوں نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں پھینکیں اور وہ چلتے ہوئے سانپ نظر آنے لگے تو موسیٰ علیہ السلام اپنے دل میں ڈرے' حالانکہ اگر ان کے پاس کوئی فن ہوتا یا معجزہ ان کے اپنے اختیار میں ہوتا' یا وہ پیشہ ور ساحر ہوتے تو ڈر کی کوئی وجہ نہ تھی' موسیٰ علیہ السلام کی اس کیفیت کو دیکھ کر حق تعالیٰ شانہ نے فرمایا:

''ڈرو مت' تم ہی غالب رہو گے۔'' اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصاء پھینکا جو اژدہا بن گیا اور جادو کے تمام سانپوں کو نگل گیا۔

شیخ اکبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ خوف جو جادوگروں کے مقابلہ میں موسیٰ علیہ السلام پر طاری ہوا وہ اس وجہ سے تھا کہ موسیٰ علیہ السلام جانتے تھے کہ میرے ہاتھ میں کوئی طاقت اور قدرت نہیں۔ کہیں ساحرین کی شعبدہ بازی کے سامنے کلمہ حق پست نہ ہو جائے اور احمق اور بے وقوف لوگ ان جھوٹے کرشموں کو دیکھ کر فتنہ میں نہ پڑ جائیں۔

(۲) معجزہ اور سحر میں دوسرا فرق یہ ہے کہ ایک جادوگر دوسرے جادوگر کے سحر کو باطل کر سکتا ہے لیکن نبی کے پیش کردہ معجزہ کا پوری دنیا میں کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو باطل کر سکتا ہے۔

③ تیسرا فرق ان دونوں کے درمیان یہ ہے کہ ایک جادوگر کا سحر دوسرے جادوگر کے سحر کے منافی ہو سکتا ہے لیکن ایک نبی کا معجزہ دوسرے نبی کے معجزہ کے منافی نہیں ہو سکتا۔

④ معجزہ کا ظہور تضرع و ابتہال اور کلمات طیبات وغیرہ سے ہوتا ہے جب کہ سحر کا کلمات شرکیہ، توجہ نفسی اور ارواح خبیثہ کی معاونت سے۔

⑤ معجزہ کی غرض و غایت معرفت ربوبیت اور نجات آخرت ہوتی ہے جب کہ سحر کا مقصد اغراض دنیویہ اور ہوائے نفس ہوتا ہے۔

⑥ سحر کی کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں ہوتی جیسا کہ قرآن حکیم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں مذکور ہے کہ "ان کے جادو سے یہ خیال کیا جاتا تھا کہ وہ (سانپ) دوڑ رہے ہیں، یعنی لوگوں کی آنکھوں پر جادو کر دیا گیا۔"

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سحر فقط نظری بندی ہے۔ اس کے برعکس معجزہ کی ایک حقیقت اور واقعیت ہوتی ہے اور اس کو ایک گونہ بقا ہوتی ہے۔

⑦ سحر ساحر کی غفلت کی حالت میں باقی نہیں رہتا کیونکہ وہ اس کی ہمت اور توجہ پر موقوف ہے اور جو شی مخلوق کی ہمت اور توجہ سے ظہور میں آئے گی اس کے لیے یہ شرط ہے کہ صاحب ہمت اس شی سے غافل نہ ہو، ورنہ وہ شی ختم اور نابود ہو جائے گی۔ اس کے مقابلہ میں معجزہ کے باقی رہنے کے لیے صاحب معجزہ کی عدم غفلت شرط نہیں، اس لیے کہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا فعل ہوتا ہے اور نبی کی ہمت اور تصرف سے اس کا ظہور نہیں ہوتا۔

ثبوت معجزات:

جب یہ ثابت ہو گیا کہ معجزات محال نہیں بلکہ ممکن ہیں، لیکن صرف امکان ثبوت اور وقوع کے لیے کافی نہیں بلکہ ان کے ثبوت کے لیے کوئی مستقل دلیل درکار ہے۔ اور وہ دلیل شہادت اور روایت کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ دنیا کے واقعات کے ثبوت کے لیے یہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ذریعہ ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے۔

شہادت یہ ہے کہ کچھ لوگ یہ بیان کریں کہ ہم نے یہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس واقعہ کو بیان کرے جس کو اس نے خود نہیں دیکھا بلکہ دیکھنے والوں سے بالواسطہ یا بلا واسطہ سنا ہے تو اس کا نام روایت ہے۔ ہر واقعہ کا ثبوت ان دونوں ذریعوں سے ہو سکتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ شہادت دینے والا اور روایت کرنے والا دونوں ہوشیار' راست باز اور ذہنی طور پر پختہ ہوں اور ان کے فہم' حافظہ اور دیانت وصداقت پر انگلی رکھنے کی گنجائش نہ ہو۔ ایسے اشخاص کی شہادت کو قبول نہ کرنے والا کوئی بے وقوف اور احمق ہی ہو گا۔ علم اصول حدیث اسی لیے بنایا گیا تھا کہ مقبول وغیر مقبول اور صحیح اور غیر صحیح میں فرق کیا جا سکے۔

رسول اللہ ﷺ کے معجزات کچھ تو قرآن حکیم سے ثابت ہیں لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے۔ اکثر و بیشتر معجزات احادیث سے ثابت ہیں۔ احادیث نبویہ سے ثابت شدہ معجزات بہت سے نقل متواتر سے ثابت ہیں اور کچھ خبر واحد سے۔ خبر واحد سے ثابت شدہ بات بھی عقلاء کے نزدیک قابل قبول ہوتی ہے اگر خبر دینے والے کا فہم اور حافظہ اور اس کی راست بازی اور صداقت و دیانت قابل وثوق ہو۔ عقلی احتمالات پر اس کی خبر کو رد کر دینا جائز نہیں' ورنہ پورا نظام عالم تہ و بالا ہو کر رہ جائے گا اور کوئی شخص خط اور تار کو بھی معتبر نہیں سمجھے گا اور نہ ہی کوئی زبانی پیغام قابل قبول اور قابل وثوق ہو گا کیونکہ اس میں کئی احتمالات پیدا ہو سکتے ہیں۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ احادیث میں جو معجزات اخبار احاد سے ثابت ہیں وہ بھی قابل وثوق ہیں اگر ان کے راویوں میں وہ تمام صفات پائی جاتی ہوں جو ایک قابل اعتماد راوی میں پائی جانی ضروری ہیں۔

معجزاتِ نبوی ﷺ پر اعتراضات کے جوابات:

قرآن حکیم میں رسول اللہ ﷺ کے صرف چند معجزات کا ذکر ہے جیسے واقعہ معراج' انشقاق قمر' حفاظت قرآن حکیم' مسجد حرام میں داخل ہونے کی پیش گوئی' دین اسلام کے تمام دینوں پر غالب آنے کی پیش گوئی وغیرہ وغیرہ۔ زیادہ تر معجزات کا ذکر احادیث نبویہ میں مذکور ہے۔ چنانچہ بعض محدثین نے ''دلائل النبوت'' کے نام سے معجزات نبویہ پر مستقل کتابیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تالیف کی ہیں۔ اردو زبان میں علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرۃ النبیؐ کی تیسری جلد اور علامہ سید بدر عالم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمان السنہ کی چوتھی جلد میں معجزات ہی کا ذکر کیا ہے۔

دوسرے انبیاء علیہم السلام کے معجزات تو روایات صحیحہ سے ثابت نہیں کیونکہ ان کی اپنی کتابیں تو محرف ہو گئیں' البتہ قرآن حکیم میں ان کے چند معجزات کا ذکر ہے جیسے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے عصاء اور ید بیضا کا ذکر، عصاء کے سانپ بن جانے کا ذکر اور پھر سانپ سے عصاء بن جانے کا ذکر۔ (یہ ایک معجزہ نہیں بلکہ یہ دو معجزے ہیں) عصا مارنے سے بارہ چشموں کے جاری ہو جانے کا ذکر وغیرہ، سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء موتی اور کوڑھیوں وغیرہ کے اچھے ہو جانے کا ذکر۔ مخالفین ان معجزات پر تو کوئی اعتراض نہیں کرتے لیکن رسول اللہ ﷺ کے معجزات پر آئے دن مختلف گوشوں سے اعتراضات ہوتے رہتے ہیں۔ یہ اعتراضات کرنے والے ایک تو نام نہاد مسلمان ہیں جو چند انگریزی کتابیں پڑھ کر اپنے آپ کو دین پر اتھارٹی سمجھنا شروع کر دیتے ہیں اور دین اسلام پر اعتراض کرنے کو ایک فخر سمجھتے ہیں۔ اور معترضین کا دوسرا گروہ وہ ہے جو مسلمان نہیں بلکہ مستشرقین کا گروہ ہے جن کو تنخواہ ہی اس بات کی ملتی ہے کہ دین اسلام پر اعتراضات کر کے اہل یورپ اور یورپ زدہ مسلمانوں کے اذہان کو زہر آلود کرتے رہیں۔ ان دونوں گروہوں کے چند مشہور معجزات نبویہؐ پر موٹے موٹے اعتراضات نقل کر کے اس کے جوابات دیے جاتے ہیں تاکہ مغرب زدہ طبقہ کی تسلی وتشفی ہو سکے۔

معجزہ معراج:

① معراج نبویؐ کا معجزہ نہایت مشہور معجزہ ہے جس کا ذکر قرآن حکیم اور احادیث نبویہؐ دونوں میں ہے اس معجزہ پر درج ذیل اعتراضات کیے جاتے ہیں۔

(الف) آسمان کا کوئی وجود نہیں۔ یہ صرف حد بصر کا نام ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں پر جانے کا کیا مطلب؟

(ب) اگر آسمان ہے تو اس میں خرق والتیام ممکن نہیں۔

(ج) ایک جسم عنصری کا ثقیل ہونے کے باوجود اتنی سرعت کے ساتھ پرواز کرنا ممکن نہیں۔

(د) زمین و آسمان کے درمیان مختلف طبقات پائے جاتے ہیں جیسے کرۂ نار' کرۂ زمہریر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وغیرہ ان کرات کے ہوتے ہوئے ایک انسان کا صحیح و سالم آسمانوں پر پہنچ جانا محالات میں سے ہے۔

① پہلے شبہ کا جواب یہ ہے کہ آسمانوں کے وجود کا مسئلہ ایک مسلمہ مسئلہ ہے اور رسول اللہ ﷺ سے قبل ہر پیغمبر کی شریعت اور کتاب میں اس کا ذکر موجود ہے۔ خود بائیبل میں بھی آسمان کا ذکر موجود ہے۔ اور پہلے تمام حکماء اور فلاسفہ نے آسمان کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ باقی جو آج کل کے بعض فلاسفہ اور سائنس دان آسمان کا انکار کرتے ہیں تو ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔ صرف یہ کہہ دینا کہ ''ہمیں نظر نہیں آتا'' کوئی دلیل نہیں۔ انہیں تو اور بھی کئی اشیاء نظر نہیں آتیں اور وہ خود مانتے ہیں کہ وہ ہیں۔

پھر دکھائی صرف آنکھ سے دیتا ہے اور دیگر حواس خمسہ کی طرح آنکھ کے دیکھنے کی بھی ایک حد ہے۔ اس حد سے آگے آنکھ نہیں دیکھ سکتی۔ ممکن ہے کہ کوئی شی حد نگاہ سے اتنی دور ہو کہ وہاں تک انسان کی آنکھ نہ پہنچ سکتی ہو اور نہ ہی کسی آلے کے ذریعہ اس دور کی شی کو دیکھ سکتی ہو۔ ہوسکتا ہے بلکہ ایسا ہی ہے کہ آسمان نگاہ سے اتنا دور ہے کہ نہ کوئی آنکھ اور نہ دوربین وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔ یہ زمین سے کروڑوں اربوں میل دور ہے۔

شبہ پیش کیا جاتا ہے کہ سورج اور دوسرے کئی سیارے اور ستارے لاکھوں کروڑوں میل دور ہیں وہ تو برہنہ آنکھ (Naked Eye) یا دوربینوں سے نظر آجاتے ہیں۔ پھر آسمان کیوں نظر نہیں آتا؟ جواب یہ ہے کہ آسمان صاف و شفاف ہے مگر چاند' سورج اور ستارے سورج کی طرح روشن ہیں اس وجہ سے وہ نظر آجاتے ہیں اور آسمان نظر نہیں آتا۔ فلاسفہ کے بقول بھی آسمان ایک مجسم شی ہے۔ لہٰذا نظر نہ آنا نہ ہونے کی دلیل نہیں ہوسکتا۔

② دوسرے شبہ کا جواب یہ ہے کہ آسمان میں خرق والتیام کے محال ہونے پر کوئی دلیل نہیں۔ فلاسفہ اگر خرق والتیام کے قائل نہیں تو یہ اس کے فہم و شعور کا نقص ہے۔ اور خرق والتیام نہ ہونے کے تمام مقدمات وہمی اور محض قیاسات ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جو خدا اتنا بڑا آسمان بنا سکتا ہے وہ اس کو توڑ پھوڑ بھی سکتا ہے۔ بلکہ کسی شی کو بنانا تو مشکل ہوتا ہے لیکن اس کو توڑنا پھوڑنا آسان ہوتا ہے۔ آسمان کے خرق والتیام کا انکار کرنا دوسرے لفظوں میں اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی قدرت کاملہ کا انکار ہے کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کر سکتا۔

تمام دنیا کے عیسائی سیدنا عیسیٰ اور سیدنا ایلیا علیہما السلام کے آسمان پر جانے کے قائل ہیں۔ چنانچہ پوری عیسائی دنیا میں گڈ فرائی ڈے (Good Friday) اسی خوشی میں منایا جاتا ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام تیسرے روز مردوں میں سے جی کر زندہ آسمان پر تشریف لے گئے۔ اگر تمام عیسائیوں کے نزدیک سیدنا عیسیٰ علیہ السلام زندہ آسمان پر جا سکتے ہیں تو جناب رسول اللہ ﷺ کیوں آسمان پر نہیں جا سکتے؟ اگر سیدنا ایلیاء اور سیدنا عیسیٰ علیہما السلام کے آسمانوں پر جانے سے آسمانوں میں خرق والتیام ممکن ہے تو سیدنا رسول اللہ ﷺ کے آسمانوں پر جانے سے بھی آسمانوں میں خرق والتیام ممکن ہے۔ کوئی حکیم و دانشور اس کا انکار نہیں کر سکتا' لہٰذا آسمان میں خرق والتیام کو محال اور ناممکن ماننا درست نہیں اور اس بارے میں سارے دلائل جو فلاسفہ نے دیے ہیں نہایت کمزور ہیں۔

نہایت افسوس اور تعجب کی بات ہے کہ ایک طرف تو عیسائی سیدنا عیسیٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک کنواری کے بطن سے پیدا ہونے کے قائل ہیں۔ پھر ان کو صلیب دیے جانے اور تیسرے روز مردوں میں سے جی اٹھنے کے قائل ہیں اور پھر آسمانوں پر اسی جسد کے ساتھ اٹھائے جانے کو صحیح تسلیم کرتے ہیں اور ان پر کوئی اعتراض اور شبہ وارد نہیں کرتے' لیکن جونہی جناب رسول اللہ ﷺ کے معراج کا تذکرہ آتا ہے تو ان کی گنگ زبانیں فوراً اعتراضات کے لیے متحرک ہو جاتی ہیں۔ پھر اس سے زیادہ بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ اپنے کو مسلمان کہلانے والے اسلام اور معجزات نبویہ پر اعتراضات کرنے میں غیر مسلموں سے بھی دو قدم آگے ہوتے ہیں۔ اس کی واضح مثال اس زمانہ میں سلمان رشدی اور داؤد رہبر وغیرہ کی ہے۔

③ تیسرے شبہ کا جواب آج کل کے ترقی یافتہ دور میں نہایت آسان ہے جب کہ خلائی شٹل کولمبیا اور اس طرح کے دوسرے کئی خلائی ہوائی جہاز اور راکٹ اتنے بھاری ہونے کے باوجود اتنی سرعت اور تیزی کے ساتھ فضا میں اڑتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ معلوم نہیں چند سالوں تک رفتار اس سے بھی زیادہ بڑھ جائے کیونکہ سرعت اور رفتار کی کوئی حد نہیں۔ جب ایک انسان میں یہ قدرت ہے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت کتنی بڑی اور عظیم ہوگی۔ جو اپنی قدرت سے آپ ﷺ کو آسمانوں

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پر لے گیا۔ اسی لیے فرمایا کہ

﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْۤ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا﴾

(الاسراء:۱)

④ چوتھے شبہ کا جواب کہ فضا میں کئی کرے ہیں جیسے کرۂ ناریہ اور کرۂ زمہریر وغیرہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کرۂ ناریہ کا تو کوئی وجود نہیں۔ اس کے قائل صرف حکمائے یونان ہیں' لیکن اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ واقعہ میں کوئی کرۂ ناریہ ہے تو پھر بھی یہ ضروری نہیں کہ آگ جلائے۔ جس اللہ تعالیٰ نے آگ پیدا کی ہے وہ اس کے جلانے کی خاصیت کو سلب بھی کر سکتا ہے جیسے کہ سیدنا ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے کیا۔

آج کل تو کئی ایک ایسے کیمیکل بنائے جا چکے ہیں جن کو مل کر اگر آپ آگ میں بھی چلے جائیں تو آگ آپ پر اثر نہیں کرے گی۔ جب کیمیکل کا یہ حال ہے تو جس اللہ نے ان لوگوں کو پیدا کیا جنہوں نے یہ کیمیکل بنائے' اس کی عظمت اور قدرت کا کیا حال ہو گا؟

آگ جل رہی ہو۔ آپ اس میں تیزی سے اپنا ہاتھ گذاریں۔ آپ کو آگ نہیں جلائے گی' کیونکہ آپ کا ہاتھ نہایت تیزی کے ساتھ اس میں سے گذرے۔ جب حضور ﷺ اتنی تیزی کے ساتھ زمین سے آسمانوں پر گئے کہ اس تیزی کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ جب آپ اس تیزی کے ساتھ آگ اور برفانی کروں سے گذرے تو کوئی وجہ نہیں کہ کرۂ نار اور کرۂ زمہریر آپ کو کوئی نقصان پہنچائے۔

⑤ اب ایک شبہ یہ کیا جاتا ہے کہ واقعہ معراج حالت بیداری میں اسی جسم عنصری کے ساتھ ہوا یا یہ ایک روحانی اور خواب کی چیز تھی۔

اس بارے میں دو گروہ ہیں۔ امت محمدیہ علیٰ صاحبھا الصلوٰۃ والسلام کا مسلک یہ ہے کہ معراج حالت بیداری میں ہوا اور اسی جسم عنصری کے ساتھ ہوا جب کہ کچھ لوگ یہ کہتے ہیں معراج کا واقعہ محض ایک خواب تھا اور روحانی طور پر ہوا۔ جسمانی طور پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حالت بیداری میں اس جسم عنصری کے ساتھ آسمانوں پر تشریف نہیں لے گئے۔

اس کا سیدھا سادھا جواب یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ محض خواب تھا تو پھر مشرکین مکہ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ ﷺ کا مذاق کیوں اڑایا اور آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں کیوں طلب کی گئیں؟ کیونکہ خواب میں تو ہر شخص جہاں چاہے جا سکتا۔ اس پر تعجب کی کون سی بات ہے اور نہ خواب کو جھٹلایا جا سکتا ہے۔ خواب میں تو ہر کوئی شخص بہت المقدس جا سکتا ہے۔ آسمانوں پر جا سکتا ہے۔ قرآن وسنت کی نصوص کے علاوہ کفار مکہ کا آپ کو جھٹلانا اور مختلف نشانیاں طلب کرنا اس بات کی بین دلیل ہے کہ یہ واقعہ جسمانی تھا روحانی نہیں تھا۔ حالت بیداری میں تھا خواب میں نہیں تھا۔

معجزہ شق القمر:

نبی اکرم ﷺ کا ایک اور معجزہ شق قمر ہے۔ اس معجزہ کا ذکر قرآن حکیم میں بھی آیا ہے۔

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (القمر:۱۔۲)

''قیامت قریب آ گئی اور چاند پھٹ گیا۔ اور ان کافروں کی عادت یہ ہے کہ اگر کوئی نبوت کی نشانی (معجزہ) دیکھتے ہیں تو اس سے اعراض کرتے ہیں اور بات ٹالنے کے لیے کہہ دیتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو برابر چلا آتا ہے۔''

قرآن حکیم نے اس شق قمر کو بطور معجزہ ذکر کیا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں اس معجزہ کا ظہور ہوا۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم نے اس کو ماضی کے صیغہ کے ساتھ بیان کیا۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ یہ واقعہ عہد ماضی یعنی نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں ہو چکا ہے۔ بعض حضرات اس معجزہ کا انکار کر کے اس ماضی کے صیغہ کو مستقبل کے مضمون میں قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ قیامت کے روز جب تمام کائنات تہ و بالا ہو جائے گی' پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑیں گے' اس دن یہ چاند بھی پھٹ جائے گا۔ لیکن ان کا ماضی کے اس صیغہ کو مستقبل کے معنوں میں قرار دینا متعدد وجوہ سے غلط ہے۔

① بعض قراءت میں ''قد شق القمر'' کلمہ ''قد'' کے ساتھ آ رہا ہے اور یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ کلمہ ''قد'' جب ماضی پر داخل ہوتا ہے تو اس کو نصاً اور قطعاً معنی میں ماضی کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ دونوں قراءتیں ہم معنی ہوں۔ یہ جائز نہیں کہ ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرأت دوسری کے مخالف ہو۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ دوسری آیت "وَإِنْ يَّرَوْا آيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ" بھی اس کا قرینہ ہے کہ کفار مکہ کی یہ تکذیب اور اس کو سحر اور جادو بتلانا رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کا واقعہ ہے۔ یہ دستور چلا آ رہا ہے کہ حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو دیکھ کر کافروں نے انھیں سحر اور جادو ہی کہا۔ قیامت کے وقت جن خوارق کا ظہور ہوگا ان کی نہ کوئی کافر تکذیب کر سکے گا اور نہ ان کو جادو اور سحر کہہ سکے گا' لہٰذا یہ یقینی امر ہے کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا ہے۔

(۳) تیسری وجہ یہ ہے کہ تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ "انشق" بمعنی ماضی ہے اور انشقاق قمر واقع ہو چکا ہے اب اس پوری امت کے تمام مفسرین کے مقابلہ میں آج کل کے چند کم علم لوگوں کی بات کا کوئی وزن ہے اور نہ کوئی اعتبار۔ اور بعض لوگوں نے جو "انشق" کو مستقبل کے معنوں میں لیا ہے تو ان کا یہ قول درست نہیں ہے اور امت کے اجماع کے بھی خلاف ہے۔

(۴) چوتھی وجہ یہ ہے کہ علاوہ نص قرآنی کے احادیث صحیحہ متواترہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ "انشقاق قمر" کا واقعہ عہد رسالت مآب علیہ افضل الصلوات والتحیات میں پیش آیا اور بہت سے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ' سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ وغیرہم نے اس کو روایت کیا ہے۔

(۵) پانچویں وجہ یہ ہے کہ شق قمر کا معجزہ تمام کفار میں مشہور تھا اور وہ اس کو رسول اللہ ﷺ کا جادو بتلاتے تھے۔ معلوم ہوا کہ یہ واقعہ اور اس کا وقوع ان کے نزدیک مسلم تھا۔ جب ہی تو وہ اس کو جادو بتلاتے تھے۔

بعض حضرات شق قمر کے معجزہ کا اس لیے انکار کرتے ہیں کہ اجرام فلکیہ میں خرق و التیام ناممکن اور محال ہے۔ ان حضرات کے نزدیک خرق والتیام محال ہونے کی کوئی دلیل نہیں بلکہ ان کے سارے مقدمات وہمی اور خیالی ہیں جن کا نتیجہ بھی وہم اور خیال کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ تمام اجرام فلکیہ کثیف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں اور ان میں خرق والتیام ممکن ہے۔ تمام شہاب ثاقب انہی اجرام علویہ میں سے ہیں جن کا شکستہ ہونا اور پھر جڑ جانا ہر روز ہمارے مشاہدہ میں آتا ہے۔

قرآن حکیم چودہ سو سال سے یہ خبر دے رہا ہے کہ زمین و آسمان پہلے دونوں متصل تھے۔ بعد میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو جدا جدا کر دیا۔ (کانتا رتقاً ففتقنھما) سائنس دان پہلے اس بات کو تسلیم نہیں کرتے تھے لیکن اب مان گئے ہیں۔ سائنس جوں جوں ترقی کرے گی اسلام کی باتوں کی حقانیت واضح ہوتی جائے گی۔

معجزۂ قرآن:

رسول اللہ ﷺ سے قبل جتنے انبیاء علیہم السلام اس دنیا میں تشریف لائے ان سب کو اللہ تعالیٰ نے جتنے معجزات عطاء فرمائے وہ سارے کے سارے عملی معجزات تھے جیسے سیدنا موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا عصاء اور ید بیضاء اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا احیاء موتی وغیرہ۔ یہ سارے معجزات ان انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد ختم ہو گئے۔ آج دنیا میں نہ تو عصائے موسیٰ ہے اور نہ ہی ید بیضاء لیکن جناب نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے جہاں عملی معجزات عطاء فرمائے وہاں ایک علمی معجزہ بھی عطاء فرمایا جو آج بھی موجود ہے اور قیامت تک موجود رہے گا' اور وہ معجزہ ہے قرآن حکیم۔ بلکہ یہ حضور اکرم ﷺ کا سب سے بڑا معجزہ ہے۔ یہ معجزہ اللہ تعالیٰ کا کلام قدیم ہے اور اس کی صفت قدیمہ ہے' لہٰذا قیامت تک باقی رہے گا اور تمام دنیا اس کی نظیر لانے سے قاصر رہے گی۔

قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے دعویٰ کیا ہے کہ اگر تمہیں اس کے کلام اللہ ہونے میں کوئی شک ہے اور تم اسے محمد رسول اللہ ﷺ کا بنایا ہوا کلام سمجھتے ہو تو اس کی مثل پوری کتاب نہیں بلکہ ایک چھوٹی سی سورت بنا لاؤ۔ (ان کنتم فی ریب مما نزلنا علیٰ عبدنا فاتوا بسورۃ من مثلہ) تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ چودہ سو سال میں آج تک کوئی اس دعویٰ کی تردید نہ کر سکا اور تردید کرنا تو بڑی بات ہے' تردید کرنے کی ہمت اور جرأت تک نہ ہوئی۔ کفار نے اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے ہر حربہ اختیار کیا۔ بڑی بڑی جنگیں لڑیں' لیکن ایک چھوٹی سی سورت بنا کر پیش نہ کر سکے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چند بڑے معجزات

نبی اکرم ﷺ کے معجزات تمام انبیاء علیہم السلام سے زیادہ ہیں۔ ان معجزات میں سے کچھ کا ذکر تو قرآن حکیم میں کیا گیا ہے اور کچھ معجزات کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں بڑے پتے کی بات لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے جس طرح اس کائنات میں اپنی ربوبیت کی معرفت کے لیے عرش سے لے کر فرش تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک نشانیاں پھیلائی ہیں جن کو دیکھ کر حق تعالیٰ شانہ کی ربوبیت کا مشاہدہ ہوتا ہے' اسی طرح سرکار دو عالم ﷺ کی معرفت کے لیے بھی آیات نبوت کائنات کے گوشہ گوشہ میں پھیلا دی گئی ہیں جن کو شمار کرنا مشکل ہے۔" (الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۲۴۸)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ ہی نے اس کتاب کے اسی صفحہ پر لکھا ہے کہ "قرآن حکیم میں جو آپ کے معجزات اور آیات مستفاد ہوتی ہیں' علماء کی ایک جماعت نے ان کو الگ کیا ہے اور ان کی اقسام وصفات کا ذکر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ ان کی تعداد دس ہزار سے زیادہ ہے۔"
(الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۲۴۸)

لیکن ان تمام معجزات میں سے سب سے نمایاں معجزہ آپ ؐ کا قرآن حکیم ہے جو قیامت تک کے لیے لوگوں میں موجود ہے۔

معجزۂ قرآن:

قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم کی ایک معجزانہ شان ہے' مفردات الفاظ' ترکیب کلمات' اسلوب بیان' خلوص مقاصد' جامعیت مضامین' ربط آیات'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انتہائے بلاغت‘ وغیرہ کے لحاظ سے دانشوران عالم اور دنیا کے فصحاء و بلغاء اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہیں۔ عربی میں ایک محاورہ ہے ”قدر الشهادة بقدر الشهود“ شہادت کی عظمت شاہدوں سے ہوتی ہے۔ اگر شاہد عادل اور صادق ہے تو اس کی شہادت بھی سچی ہوگی اور اگر شاہد میں کچھ کھوٹ ہے تو اس کی شہادت بھی کھوٹی ہوگی۔ اسی طرح کلام کی عظمت اور وقعت بھی متکلم سے ظاہر ہوتی ہے۔ جس درجے کا متکلم ہوگا اسی درجے کا اس کا کلام ہوگا۔

علماء نے لکھا ہے کہ کسی کلام کی وقعت اور عظمت کے لحاظ سے چند چیزوں کا ہونا ضروری ہے جس کلام میں یہ چیزیں ہوں گی وہ کلام عظیم ہوگا۔

① ان میں سب سے پہلی شی علم و فضل ہے۔ اگر متکلم عالم و فاضل ہوگا تو اس کا کلام بھی بلند و برتر ہوگا‘ فصیح و بلیغ ہوگا۔ اور اگر متکلم جاہل و احمق ہوگا تو اس کے کلام سے جہالت و حماقت ٹپکتی ہوگی۔ اور آدمی اس کے کلام کو سن کر ہی یہ کہہ دے گا کہ یہ کسی جاہل اور احمق کا کلام ہے۔ اس سے یہ پتہ چلا کہ کسی کلام کے عظیم اور فصیح و بلیغ ہونے کے لیے سب سے پہلی چیز علم اور خبر ہے۔

② دوسری شی دانش و فہم ہے۔ کیونکہ عالم کے لیے عاقل ہونا بھی ضروری ہے تاکہ اس کا کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو۔ اگر عقل و دانش اور فہم و فراست نہ ہوگی تو کلام بھدا اور غیر موثر ہوگا۔

③ تیسری شی منصب اور مقام ہے۔ کلام کرنے والا اگر عظیم منصب پر فائز ہے‘ صاحب حیثیت و منصب ہے تو اس کا کلام بھی بلند اور برتر ہوگا۔ چنانچہ کسی ملک کا صدر یا وزیراعظم کوئی کلام کرتا ہے تو اس کے کلام کا ایک ایک لفظ جچا تلا ہوگا‘ مقتضائے حال کے مطابق ہوگا اور سننے والے کے دل پر اثر بھی ہوگا اور اس کی وقعت بھی پیدا ہوگی کیونکہ کلام ایک شخص کی شخصیت کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے بالکل صحیح فرمایا ؎

تا مرد سخن نہ گفتہ باشد
عیب و ہنرش نہفتہ باشد

جب یہ بات مسلم ہے کہ جس شخص کا علم جتنا بڑا ہوگا اتنا ہی اس کا کلام بھی بڑا ہوگا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور جس قدر کسی کا منصب بلند ہو گا' اس کا کلام بھی اتنا ہی بلند ہو گا۔ اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو حق تعالیٰ شانہ کی ذات ہر لحاظ سے بلند تر ہے' علم اس کا لامحدود' ہر غیب و حاضر کا جاننے والا، وہ جس طرح بادل کی گرج کو سنتا ہے اسی طرح زمین کی تہ میں چکنے پتھر پر جو چیونٹی چل رہی ہے اس کے رینگنے کی آواز کو بھی سنتا ہے۔ پھر سمیع و بصیر ہے' علیم بذات الصدور یعنی دلوں کے مخفی رازوں کو بھی جاننے والا ہے۔ اس لیے اس کا کلام بھی ظاہر و باطن پر حکمران ہو گا اور جامع ترین اور عظیم ترین ہو گا۔ اس میں ہر لحاظ سے جامعیت ہو گی۔ فصاحت بھی اعلیٰ' بلاغت بھی اعلیٰ اور بداعت میں اعلیٰ ترین ہو گی۔ اور ایسی ہو گی کہ اس کی نہ کوئی حد ہو گی اور نہ نہایت۔ انسانی کلام کتنا ہی فصیح و بلیغ اور اعلیٰ قسم کا کیوں نہ ہو لیکن اس سے بہتر ممکن تو ہو گا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اس سے بہتر فصیح و بلیغ انسان پیدا ہو جائے' لیکن اللہ تعالیٰ جو کلام فرمائے گا اس سے بہتر یوں ممکن نہیں کہ نہ خدا کی نظیر ہے اور نہ اس کے کلام کی نظیر ہو سکتی ہے۔ نہ اس کے لیے کوئی مثل ہے اور نہ اس کے کلام کا کوئی مثل ہے۔ اس لیے فرمایا گیا:

"لایاتون بمثلہ" یعنی اس کے کلام کا کوئی مثل نہیں لا سکتا اس لیے کہ اس کی ذات وصفات کا مثل کوئی موجود نہیں۔

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ﴾ (الشوریٰ:۱۱)

"اس کی ذات کی کوئی مثل اور نظیر نہیں ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے۔"

جب اس کی ذات بے چون اور بے چگون ہے اور اس کی صفات کی کوئی نظیر نہیں تو پھر اس کے افعال کی کوئی نظیر کیسے ہو گی؟ اس کی صفات میں سے کلام بھی ایک صفت ہے۔ کلام کرنے کا حق تو صرف اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ مخلوق تو اس کے پرتو سے متکلم بن گئی۔ موجود حقیقی وہ ہے اس کے وجود کا پرتو پڑ گیا تو ہم بھی موجود کہلانے لگے ورنہ ہم میں کوئی اپنا ذاتی اور اصلی وجود نہیں ہے۔

خدائی کام اور خدائی کلام:

جس طرح خدا کے کام کی کوئی نظیر اور مثل نہیں اسی طرح خدا کے کلام کی بھی کوئی مثل نہیں۔ موجودہ زمانہ میں انسان نے سائنسی لحاظ سے کس قدر ترقی کی۔ ستاروں پر کمندیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ڈالیں‘ چاند کی مٹی لے کر انسان زمین پر آیا‘ سمندر میں تیرا‘ خلاؤں میں اڑنے لگا‘ لاسلکی اور فیکس کے پیغامات نے دنیا کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا‘ لیکن مچھر کا ایک پر نہ بنا سکا۔ زراعت میں ترقی کر کے دنیا میں سبز انقلاب لایا‘ گلاب کے کئی رنگوں کے پھول اگائے لیکن زمین کا ایک ذرہ نہ بنا سکا۔ آج سے کروڑوں سال قبل بھی مادہ میں یہ سب طاقتیں رکھی تھیں لیکن موجودہ انسان نے اپنے ذہن سے کئی قسم کے اکتشافات کیے۔ ایٹم کو توڑا۔ ایٹم کی طاقتوں کو اپنے قبضہ میں کیا‘ ستاروں کی گذرگاہوں کو ڈھونڈا‘ کہکشاہوں کا پتہ چلایا لیکن انسانی گوشت کا ایک ٹکڑا پیدا نہ کر سکا‘ ایک مکھی کو عدم سے وجود میں نہ لا سکا۔ جب خدائی کاموں کا یہ حال ہے تو خدائی کلام کا بھی حال اس سے مختلف نہیں ہے۔ بڑے بڑے فصحاء و بلغاء دنیا میں پیدا ہوئے لیکن قرآن کی فصاحت و بلاغت کا مقابلہ نہ کر سکے۔ قرآن کے نزول کے وقت عرب کے ہر قبیلہ میں آتش بیان خطباء اور زبان آور شعراء موجود تھے‘ لیکن قرآن کی زبان نے سب کی زبانیں گنگ کر دیں۔ کفار مکہ نے دین اسلام کو ختم کرنے کے لیے کیا کیا کوششیں نہیں کیں۔ اپنے عزیزوں اور جگر پاروں کو جنگ کے میدانوں میں قربان کیا‘ خود اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر رکھا‘ اپنے دین و کیش کو برباد کیا‘ دولت مندوں نے اپنے خزانوں کے منہ کھول دیے۔ خطباء اور شعراء نے اپنی آتش بیانیوں سے تمام ریگستان عرب کو تنور بنا دیا‘ لیکن قرآن کے چیلنج کے باوجود ایک سورت تو کیا ایک آیت بھی اس کے مقابلہ میں بنا کر نہ لا سکے۔ جب وہ اہل زبان اس کے مقابلہ سے عاجز تھے تو اس کے بعد کے لوگوں کے لیے تو یہ عجز اور درماندگی اور زیادہ نمایاں ہے۔ لبید عرب کے مشہور شاعر اور سبعہ معلقہ کی بزم مشاعرہ کے ایک اہم رکن تھے۔ ان کے اسلام لانے کے بعد ایک روز سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے چند اشعار کی فرمائش کی۔ اس فرمائش کا جو جواب انہوں نے دیا وہ سننے کے قابل ہے۔ فرمایا:

”جب خدا نے مجھ کو سورہ بقرہ اور سورہ آل عمران سکھائی تو مجھے اب شعر کہنا زیبا نہیں دیتا۔“ (الاستیعاب لابن عبدالبر ترجمہ لبید)

یہ گویا عجز و درماندگی کا اظہار تھا جو بڑے لطیف پیرائے میں کیا گیا

تیرے آگے سب ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زبان نہیں‘ نہیں بلکہ جسم میں جان نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے پتہ چلا کہ قرآن حقیقتاً معجزہ ہے کیونکہ معجزہ کے معنی یہی ہیں کہ تمام دنیا اس جیسی چیز لانے سے عاجز آ جائے۔ اللہ تعالیٰ کی جس قدر صفات ہیں وہ سب اعجازی ہیں۔ کوئی مخلوق اسے نہیں لا سکتا اور نہ بنا سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان بنایا' زمین بنائی' چاند اور سورج بنائے لیکن یہ چاند و سورج کی ایک کرن نہ بنا سکے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ سب چیزیں آپ کی بنائی ہوئی نہیں بلکہ یہ کسی ایسے حکیم کی بنائی ہوئی ہیں جس کی حکمت کی کوئی انتہاء نہیں۔ چاند اور سورج تو اوپر ہیں جن تک ابھی آپ کی رسائی نہیں ہوئی۔ یہ زمین جو رات دن آپ کے قدموں میں پامال ہوتی ہے۔ اس کا ایک ذرہ آپ نہیں بنا سکتے۔ اس زمین سے کام تو لے سکتے ہیں۔ اس کے ذروں کو جوڑ کر آپ مختلف چیزیں بنا لیں۔ مختلف قسم کی ایجادات کر لیں' اس کے کیمیکل کا تجزیہ کر لیں' لیکن ایک ذرہ مٹی پیدا کر لیں یہ آپ کے بس میں نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ معجزہ ہے اس ذات کا بنایا ہوا جس کا علم لامحدود' قدرت لامحدود' اقتدار لامحدود اور اس کی ذات لامحدود یعنی لایحد ولا یتصور۔ تو جتنے کام اللہ کے ہیں وہ سب معجزات ہیں' ساری دنیا اس کے بنانے سے عاجز و درماندہ ہے۔

ماں کے پیٹ میں بچہ بنتا ہے تو باپ کو کچھ خبر نہیں کہ کیا ہو رہا ہے۔ کارخانہ قدرت کا کام جاری ہے۔ بچہ بن رہا ہے اور صورت بنائی جا رہی ہے۔ ایک قطرہ پانی پر تصویر کھینچی۔ صورت بنائی' نقش بنائے' نہ ماں کچھ کر سکتی ہے اور نہ باپ۔ خالق اللہ تعالیٰ ہیں۔ نہ ماں خالق ہے اور نہ باپ' اس لیے قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿ءَأَنتُمْ تَخْلُقُونَهُ أَمْ نَحْنُ الْخَالِقُونَ﴾ (واقعہ:۵۹)

"اس کو تم پیدا کرتے ہو یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔"

تو جیسے اللہ تعالیٰ کا ہر کام اپنی نظیر نہیں رکھتا اسی طرح اللہ تعالیٰ کا کلام بھی اپنی مثل اور نظیر نہیں رکھتا۔ اسی وجہ سے چودہ سو سال قبل اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اہل عرب کو بلکہ تمام دنیا کو' اور نہ صرف اس زمانہ کے لیے بلکہ قیامت تک کے لیے یہ چیلنج دے دیا کہ

﴿عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ﴾ (بنی اسرائیل:۸۸)

"اس قرآن کا مثل لاؤ۔"

لیکن اللہ تعالیٰ کو اپنے علم کی وجہ سے پتہ تھا کہ دنیا کا کوئی انسان اس کا مثل نہ لا سکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گا' لہٰذا فرمایا:

﴿لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا﴾ (بنی اسرائیل:۸۸)

''یہ اس کی مثل بالکل نہیں لا سکتے چاہے سب مل کر ایک دوسرے کی مدد کریں۔''

پھر اور تنزل فرما کر اعلان کیا:

﴿فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ﴾ (البقرۃ:۲۳)

فأتوا بسورة من مثله﴾

''ایک ہی سورہ اس جیسی بنا لاؤ۔''

پھر اس سے بھی تنزل فرما کر یہ کہا:

﴿ فَلْيَأْتُوا بِحَدِيثٍ مِّثْلِهِ إِن كَانُوا صَادِقِينَ﴾ (الطور:۳۴)

''اگر تم دعویٰ میں سچے ہو تو ایک بات ہی اس جیسی بنا لاؤ۔ یعنی ایک آیت ہی اس جیسی بنا لاؤ۔''

اب اندازہ فرمائیں کہ تمام دنیا کے فصحاء و بلغاء کو چیلنج دیا۔ اور اس قوم کو خطاب کیا جس کو اپنی ادبی قابلیت اور فصاحت و بلاغت پر ناز تھا اور پھر وہ قرآن اور حامل قرآن کے سخت دشمن بھی تھے۔ قرآن کے اس دعویٰ کو توڑنا ان کے لیے نہایت اہم اور ضروری تھا۔ پھر جس شخصیت کے منہ سے یہ چیلنج نکلوایا وہ خود امی تھا۔ کسی مدرسہ میں کسی استاذ کے سامنے اس نے کبھی بھی زانوئے تلمذ تہ نہیں کیا۔ اس اعلان اور چیلنج نے مخالفین اسلام و قرآن کی ادبی غیرت کو بھڑکایا' لیکن وہ قرآن جیسی ایک آیت بھی بنا کر نہ لا سکے۔

حدیث میں بھی قرآن حکیم کے اعجاز کا ان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی نبی ایسا نہیں گذرا جس کو خاص خاص معجزات ایسے نہ دیے گئے جن کے مناسب لوگ ان پر ایمان لائے۔

وانما كان الذى اوتيته وحياً اوحاه الى

''مگر جو خاص معجزہ مجھ کو عطا ہوا ہے وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمائی ہے۔ (بخاری جلد۲ ص ۷۴۴' ص ۱۰۸۰' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۶۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس "اوحاہ الی" سے مراد کتاب اللہ یعنی قرآن حکیم ہے جس کو آپ نے معجزہ فرمایا۔ یہاں یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ دنیا میں اور کئی کتابیں بھی آسمان سے نازل ہوئیں۔ زبور آئی' انجیل آئی' مختلف صحائف نازل کیے گئے' لیکن کلام خداوندی اگر کوئی ہے تو وہ صرف قرآن حکیم ہے۔ اور کتابیں "کتاب اللہ" تو ہیں لیکن قرآن حکیم کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ "کلام اللہ" ہے۔ اور کلام کہتے ہیں "ما یتکلم به" یعنی جس کا کلام کرنے والا تکلم کرے۔ تورات اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی لیکن وہ لکھی لکھائی آئی' اللہ تعالیٰ نے اس کے ساتھ تکلم نہیں فرمایا۔ انجیل کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے قلب مبارک پر بطور مضمون کے القاء فرمایا' تکلم نہیں فرمایا لہٰذا اسے مضمون خداوندی کہیں گے' کلام خداوندی نہیں کہیں گے' لیکن قرآن حکیم وہ ہے جس کے ساتھ حق تعالیٰ شانہ نے تکلم فرمایا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں فرمایا گیا کہ

﴿نَتْلُوْا عَلَيْكَ مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى﴾ (القصص:۳)

"اے محمد! ہم تلاوت کرتے ہیں تم پر موسیٰ کے واقعہ کو۔"

ایک اور مقام پر قرآن حکیم میں فرمایا:

﴿تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ﴾ (البقرہ:۲۵۲)

"یہ اللہ تعالیٰ کی آیات ہیں جس کی ہم تلاوت کر رہے ہیں تمہارے سامنے حق کے ساتھ۔"

اور خود حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ شانہ جب کوئی آیت بھیجتے تھے تو کلام فرماتے تھے۔ اس کلام کو سب سے پہلے جبریل علیہ السلام سنتے تھے اور اس کی عظمت سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ اور تمام آسمان والے بھی اس کی عظمت سے بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جب ہوش آتا تو پوچھتے: ماذا قال ربنا ہمارے رب نے کیا فرمایا؟ اس وقت جبریل علیہ السلام جواب دیتے: قال الحق و ھوا العلی الکبیر۔ اس سے بھی پتہ چلا کہ قرآن حکیم کا اللہ تعالیٰ نے تکلم فرمایا۔ اس لیے صحیح معنوں میں کلام اللہ وہی ہے جس کا تکلم کیا جائے اور وہ صرف قرآن حکیم ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ کتاب اللہ بھی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے لوح محفوظ میں لکھ بھی دیا ہے۔ لہٰذا قرآن حکیم کلام اللہ بھی ہے اور کتاب اللہ بھی۔ اور جیسا کہ گذشتہ سطور میں بتایا گیا ہے کہ کلام اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے۔ اور جس طرح خدائی کام اور بندوں کے کام میں فرق ہے ایسے ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خدائی کلام اور بندوں کے کلام میں اتنا ہی فرق ہے جتنا خدا اور بندے میں فرق ہے۔ خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے لہٰذا یہ بے مثل اور بے نظیر ہے۔ مخلوق میں سے کوئی شخص خواہ وہ عربی ہو یا عجمی اس کی نظیر لانے سے قاصر ہے۔

کلام اللہ کی ایک خصوصیت:

کلام متکلم کے اندر سے نکلتا ہے۔ جب قرآن حکیم کلام اللہ ہے تو معلوم ہوا کہ یہ اللہ کے اندر سے نکلا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم لوگ حق تعالیٰ شانہ کی طرف رجوع اور اس کے ہاں تقرب اس چیز سے بڑھ کر کسی اور چیز سے حاصل نہیں کر سکتے۔

مما خرج منه يعنى القرآن

''جو خود اللہ تعالیٰ سے نکلی ہے یعنی قرآن حکیم۔''

(ترمذی جلد ا، رواہ حاکم فی المستدرک وصحہ ابوداؤد فی مراسیلہ)

بتایا یہ کہ قرآن حکیم چونکہ اس کا کلام ہے اور اس سے نکلا ہوا ہے لہٰذا اس کی ذات اقدس سے تقرب پیدا کرنے کے لیے اس سے بڑھ کر اور کوئی شی نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے تمام جماعت انبیاء میں سے اللہ تعالیٰ کے کلام کو بلا توسط اپنے کانوں سے سنا تو ان کو کلیم اللہ کہا گیا۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کے کانوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام کو بلا توسط نہیں ڈالا بلکہ ان کے منہ میں ڈال دیا۔ آپ اس کو اپنے منہ سے پڑھ پڑھ کر سناتے۔ گویا کہ مخاطب کے بجائے آپ کو متکلم کی صف میں لا کھڑا کیا۔

علماء نے لکھا ہے کہ موصوف کی معرفت کے لیے اس کی صفات سے بڑھ کر اور کوئی شی نہیں ہو سکتی۔ حق تعالیٰ شانہ کی صفات تو بے شمار ہیں جیسے وجود، علم، سمع، بصر، ارادہ اور تکوین وغیرہ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی صفت کلام ایک ایسی صفت ہے جس پر ''ما خرج منہ'' کا اطلاق کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا کلام اللہ سے بڑھ کر کوئی اور شی اس کی معرفت کا سبب نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے علماء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی مصنوعات ہیں وہ تمام کی تمام اس کی مخلوق ہیں اور اس سے منفصل ہیں لیکن کلام اللہ کی صفت ان سب سے الگ ہے۔ اسی وجہ سے کلام اللہ کو غیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مخلوق کہا گیا۔ اور اس عقیدہ کے لیے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو بہت تکالیف برداشت کرنا پڑیں۔ قرآن حکیم کی اس خوبی کی وجہ سے حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اے اہل قرآن! قرآن سے غفلت نہ برتو، اس کی تلاوت کرنے کا جو حق ہے وہ روز و شب ادا کرو۔ اور اس کی (جس قدر ہو سکے) اشاعت کرو۔ اور اس کو خوش الحانی سے پڑھا کرو اور اس میں جو کچھ لکھا ہوا ہے اس میں غور و خوض کیا کرو تا کہ تم کو فلاح اور (دین و دنیا کی) کامیابی نصیب ہو۔ اور اس کا بدلہ دنیا ہی میں مت طلب کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملے گا۔ (بیہقی فی شعب الایمان)

حاصل یہ نکلا کہ قرآن حکیم کلام اللہ ہونے کی وجہ سے چونکہ اللہ کے اندر سے نکلا ہوا ہے اس وجہ سے جہاں اس میں شان اعجاز پائی جاتی ہے وہاں اس کو پڑھ کر بندہ کا تعلق باطن خداوندی سے بھی قائم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کی ایک عجیب شان ہے۔ اسے پڑھو تو اس سے بہتر کوئی وظیفہ نہیں۔ اس کا علم سیکھو تو اس سے بڑھ کر کوئی علم نہیں۔ اسے دستور زندگی بناؤ تو اس سے بڑھ کر کوئی قانون نہیں۔ اگر اس کے حقائق کھولو تو اس سے بہترین حکمتیں نہیں۔ اور اگر اس کی کیفیات اپنے اوپر طاری کرو تو اس سے بڑھ کر کوئی سکون قلب نہیں۔

اسی وجہ سے ایک حدیث میں بتایا کہ

((هوالفصل ليس بهزل' من تركه من جبار قصمه الله' ومن ابتغى الهدى في غيرة اضله الله' و هو حبل الله المتين' وهوالذكر الحكيم' وهو الصراط المستقيم' لايزيغ به الا هواء ولا تلبس به الالسنة' ولا يشبع منه العلماء ولا يخلق عن كثرة الرد ولا ينقضي عجائبه))

''وہ آخری فیصلہ ہے کوئی ہنسی مذاق نہیں' جب کسی جابر بادشاہ نے اس کو چھوڑا اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل و خوار کیا' اور جس نے اس کے سوا کہیں اور راہ ہدایت تلاش کی' اللہ نے اس کو گمراہ کیا۔ یہی اللہ کی مخلوق کے لیے ایک مضبوط رسی ہے۔ یہی وہ ذکر ہے جو حکمت سے لبریز ہے' اور یہی وہ صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے۔ لوگوں کی خواہشات اس کے معانی بدل نہیں سکتیں۔ مختلف زبانیں اس میں کوئی خلط ملط نہیں کر سکتیں' علماء کے دل کبھی اس سے سیر نہیں ہوتے' کتنا ہی اس کو پڑھیے یہ پرانا نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتا بلکہ ہر دم تازگی کا لطف دیتا ہے' اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں۔"

(ترمذی جلد ۲ ص ۱۱۸' دارمی وغیرہ)

کلام اللہ کی ایک اور خصوصیت:

قرآن حکیم کلام اللہ ہونے کی وجہ ہی چودہ سو سال میں نہ مٹا ہے اور نہ اس میں کوئی تحریف ہوئی ہے۔ کیونکہ کلام جب متکلم کی زبان سے نکل جاتا ہے تو پھر مٹتا نہیں بلکہ وہ قائم رہتا ہے اللہ کا کلام تو اللہ ہی کا کلام ہے۔ آپ جو بولتے ہیں وہ بھی نہیں مٹتا۔ وہ آپ کی زبان سے نکل کر محفوظ ہو گیا۔ موجودہ سائنس کے مطابق اس فضا میں محفوظ ہو گیا۔ اسی نظریہ پر ریڈیو کی ایجاد ہوئی کیونکہ ریڈیو کی مشین فضا سے آپ کے الفاظ کھینچ کر لوگوں تک پہنچاتی ہے۔ پتہ چلا کہ کلام ہر حال میں محفوظ ہے' مٹنے والا نہیں۔ جب بندے کا کلام نہیں مٹتا اور نہ اس میں تحریف ہو سکتی ہے تو خدا تعالیٰ جس کلام کا تکلم کرے وہ کیسے مٹ سکتا ہے؟ اور اس میں کیسے تحریف ہو سکتی ہے؟ آپ جب بولتے ہیں تو آپ کے کلام کو فضا گھیر لیتی ہے لیکن اللہ کا کلام جب چلتا ہے تو فضا کو گھیر لیتا ہے۔ فضا خود اس کلام میں محفوظ ہے لہٰذا وہ نہ مٹنے والا ہے اور نہ ہی کوئی اس میں تحریف کر سکتا ہے۔

قرآن حکیم کے دیگر وجوہ اعجاز:

قرآن حکیم کا معجزہ ہونا اس وجہ ہی سے کافی تھا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے' بلکہ اس کے علاوہ قرآن حکیم کے اعجاز کے اور کئی وجوہ ہیں۔ جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

مفردات الفاظ و ترکیب کلمات:

مفردات الفاظ اور کلمات کی تراکیب کے لحاظ سے بھی قرآن حکیم ایک معجزہ ہے۔ کیونکہ کوئی شخص اس لحاظ سے بھی قرآن حکیم سے اعلیٰ الفاظ اور تراکیب استعمال نہیں کر سکتا۔ سارا قرآن پڑھ جائیے ایک لفظ بھی آپ کو غیر فصیح یا غیر اوفیٰ بالحقیقۃ نظر نہیں آئے گا۔ ہر لفظ جس مقام پر آیا ہے وہ فصاحت و بلاغت کے لحاظ سے اسی مقام پر استعمال ہونے کے قابل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا۔اس کے بجائے اگر کوئی دوسرا لفظ استعمال ہوتا تو وہ اس مقام کے مناسب نہ تھا۔ ویسے بھی عربی زبان ذخیرۂ الفاظ کے لحاظ سے دنیا کی دولت مند ترین زبانوں میں سے ہے' اسی وجہ سے امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاتقان میں لکھا ہے کہ مکمل عربی زبان کو سوائے نبی کے اور کوئی نہیں جانتا۔ اس زبان میں الفاظ کا اس قدر ذخیرہ ہے کہ دور جاہلیت میں ''موت'' کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے قریباً بائیس الفاظ تھے' لیکن قرآن حکیم نے ان تمام ثقیل الفاظ کو استعمال نہیں کیا بلکہ ان کے بجائے صرف دو لفظ استعمال کیے ''موت'' اور ''توفی''۔ لفظ ''توفی'' کا لغوی معنی تھا ''اخذ الشي وافيا''، یعنی کسی شی کو پورا پورا لینا۔ یہ لفظ استعمال کر کے قرآن نے یہ بھی بتا دیا کہ موت کا مفہوم اسلام میں وہ نہیں ہے جو دوسرے مذاہب و ادیان میں ہے۔ دوسرے مذاہب میں موت کا مفہوم ہے ابدی فنا لیکن اسلام میں اس کا مفہوم ہے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا۔ موت کے لیے اس سے قبل یہ لفظ کبھی کسی نے استعمال نہیں کیا تھا۔

اسی طرح اللہ کے راستہ میں قتل ہونے کے لیے لفظ ''شہادت'' سب سے پہلے قرآن نے استعمال کیا اس سے قبل یہ لفظ اس مفہوم میں استعمال نہیں ہوا تھا۔ قتل فی سبیل اللہ کے لیے یہ لفظ استعمال کر کے قرآن نے ایک بہت بڑی حقیقت پر متنبہ کیا اور انسان کو قتل فی سبیل اللہ کے مرتبہ سے آشنا کیا۔

عربی زبان میں لفظ ''ارض'' ایک ایسا لفظ ہے جو زبان پر بہت ہلکا اور خفیف ہے۔ عربی زبان میں اس کی دو جمعیں آتی ہیں' ''اراضی'' اور ''ارضون'' یہ دونوں ثقیل سمجھی جاتی ہیں' لہٰذا قرآن نے ان کو استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ ایک مقام پر جہاں اللہ تعالیٰ نے سات زمینوں کا ذکر کرنا تھا' وہاں ایسے نفیس انداز میں اس کا ذکر کیا کہ زبان کی ثقالت بھی ختم ہو گئی اور سات زمینوں کا مفہوم بھی ادا ہو گیا۔ اور حسن میں بھی کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا:

﴿اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ﴾ (الطلاق:۱۲)

''اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور زمین میں سے بھی اتنی ہی (زمینیں پیدا کیں۔)''

یہاں آسمان کی جمع سماوات تو لائی گئی لیکن زمین کی جمع ''ارضون'' یا ''اراضی'' استعمال نہیں کی گئی کیونکہ اس میں ثقالت تھی۔ اس کے بجائے ''ومن الارض مثلھن'' کی تعبیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اختیار کی گئی۔

اسی طرح اس مفہوم کو بیان کرنے کے لیے کہ مرد عورت پر حاکم ہے "الذی علیھا" کے الفاظ استعمال کیے۔ اور عورتوں کے حقوق بیان کرتے ہوئے اس قدر حسین انداز اختیار کیا کہ اہل زبان عش عش کرا ٹھے۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ (البقرہ: ۲۲۸)

''اور عورتوں کے حقوق ہیں جیسا کہ ان کے حقوق ہیں جو ان پر حاکم ہیں دستور کے مطابق۔''

یہاں "الذی علیھن" کی تعبیر اختیار کر کے مرد کی حاکمیت کو بڑے لطیف پیرا میں بیان فرما دیا۔

تراکیب کا اعجاز:

یہ تو کلمات و الفاظ کی بحث تھی۔ قرآن حکیم نے جو تراکیب استعمال کیں وہ بھی اعجازی ہیں۔ قرآن حکیم نے مشرکین کی ذہنی پستی کو بیان کرنا تھا کہ انہوں نے جنوں کو خدا تعالیٰ کا شریک ٹھہرا لیا۔ اس کے لیے یوں بھی کہا جا سکتا تھا بلکہ ظاہر قیاس سے یہی اس کی تعبیر ہو سکتی تھی کہ

وجعلوا الجن شرکاء اللہ

''کہ انہوں نے جن اللہ تعالیٰ کے شریک ٹھہرا لیے۔''

لیکن قرآن نے اس مفہوم کو جن الفاظ میں ادا کیا اس سے اس مفہوم کے حسن میں چند در چند اضافہ ہو گیا اور مشرکین کی ذہنی پستی بھی عیاں ہو گئی۔ ارشاد فرمایا:

﴿وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ﴾ (الانعام: ۱۰۰)

''اور ٹھہرائے انہوں نے اللہ کے شریک جن۔''

قدیم عرب میں غارت گری اور قتل ایک بہت بڑا مسئلہ تھا۔ قصاص لینا ان کے لیے نہایت ضروری سمجھا جاتا تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ قتل کا علاج قتل ہے۔ اس تصور کو انہوں نے مختلف الفاظ میں ادا کیا ہوا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① القتل احیاء للجمیع — قتل سب کی زندگی ہے۔
② اکثروا القتل لیقلل القتل — قتل کی زیادتی کرو تا کہ قتل کم ہو جائے۔
③ القتل انفی للقتل — قتل سے قتل کی روک تھام ہوتی ہے۔

ان جملوں کی عربوں کے ہاں اتنی مقبولیت تھی کہ یہ زبان زد عام و خاص تھے' لیکن قرآن حکیم نے اس مفہوم کو اتنے احسن پیرائے اور لطیف انداز میں بیان کیا کہ یہ تمام جملے اس کے آگے بے معنی ہو کر رہ گئے۔ قرآن حکیم نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ﴾ (البقرۃ:۱۷۹)

''اے صاحبانِ عقل و دانش! تمہارے لیے قصاص میں زندگی ہے۔''

قرآن حکیم نے الفاظ اور اسالیب کو نئی وسعتیں اور نیا حسن دے کر ایک نہایت اعلیٰ عربی ادب کا نمونہ دنیا کے سامنے پیش کیا اور اس کے بعد کوئی ادیب اس سے بہتر نمونہ پیش نہ کر سکا۔ چنانچہ دنیا کی بے ثباتی اور موت کے یقینی ہونے کے بارے میں قرآن نے جو اسلوب اختیار کیا' پورے عربی ادب میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔ قرآن نے ارشاد فرمایا:

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (آل عمران: ۱۸۵)

''ہر جان موت کا ذائقہ چکھنے والی ہے۔''

اس سلسلہ میں شیخ طنطاوی جوہری نے اپنی تفسیر میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ۱۳ جون ۱۹۳۲ء کو میری ملاقات مصر کے ایک ادیب استاذ کامل گیلانی سے ہوئی۔ انہوں نے مجھ سے ایک دفعہ بیان کیا کہ امریکی مستشرق فنکل سے میرے بڑے گہرے ادبی تعلقات تھے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز فنکل نے چپکے سے میرے کان میں کہا کہ کیا تم بھی انہی لوگوں میں سے ہو جو قرآن حکیم کو ایک معجزہ سمجھتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ میرے اس جواب پر وہ معنی خیز ہنسی ہنسے۔ گویا یہ ایک استہزاء تھا جو انہوں نے میرے ساتھ کیا۔ ان کی ہنسی کو دیکھ کر میں بھی ہنس پڑا۔ میں نے مسٹر فنکل سے کہا کہ قرآن کی بلاغت پر کوئی حکم لگانے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم تجربہ کر کے دیکھ لیں کہ کیا ہم اس جیسا کلام مرتب کر سکتے ہیں۔ میں نے استاذ فنکل سے کہا کہ آیئے ہم ایک قرآنی مفہوم کو عربی الفاظ میں مرتب کریں وہ مفہوم یہ ہے کہ ''جہنم بہت وسیع ہے۔'' انہوں نے میری رائے سے اتفاق کیا۔ وہ انگریزی' جرمنی' عبرانی اور عربی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

زبانوں سے بخوبی آشنا تھا اور ان زبانوں کے اسالیب' ترکیب الفاظ اور ادبی نشیب وفراز سے بخوبی واقف تھا۔ ہم دونوں کاغذ اور قلم لے کر بیٹھ گئے۔ اور دونوں نے مل کر اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے قریباً بیس جملے عربی زبان کے بنائے (تفسیر جوہری میں وہ جملے بھی مرقوم ہیں) جن میں اس مفہوم کو ادا کرنے کی کوشش کی تھی۔ جب ہم اپنی کوشش مکمل کر چکے اور پروفیسر فنکل نے اعتراف کر لیا کہ اب مزید کوئی جملہ نہیں بن سکتا۔ اب میں نے پروفیسر فنکل کی طرف فاتحانہ نظروں سے دیکھا کیونکہ مجھے یقین تھا کہ اب قرآن کی بلاغت کھل جائے گی۔ میں نے فنکل سے کہا کہ ہم اس مفہوم کو اس انداز میں بیان نہیں کر سکے۔ پروفیسر فنکل نے کہا کہ کیا قرآن نے اس مفہوم کو ہم سے زیادہ بلیغ اسلوب میں بیان کیا ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ انہوں نے حیرت زدہ ہو کر پوچھا: اس بارے میں قرآن میں کیا ہے؟ میں نے سورۃ (ق) کی یہ آیت پڑھی:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَأْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ﴾ (ق:۳۰)

یہ آیت سن کر پروفیسر فنکل کا قرآنی بلاغت کو دیکھ کر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا: ''آپ نے بالکل سچ کہا' میں کھلے دل سے اس کا اقرار کرتا ہوں۔'' (تفسیر الجواہر للطنطاوی جزء ۲۳ ص ۱۱۱-۱۱۲)

ایسے ہی قرآن حکیم میں معاملات میں جہاں دو گواہوں کی ضرورت کا بیان ہے' وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ اگر دو مرد نہ ملیں تو اس کے بجائے ایک مرد اور دو عورتیں بھی ان کے قائم مقام ہو سکتی ہیں۔ اور دو عورتوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر ایک عورت بھولے تو دوسری اس کو یاد دلا سکے۔ اس مفہوم کو عربی زبان میں کئی اسالیب سے بیان کیا جا سکتا ہے لیکن قرآن حکیم نے جس اسلوب اور الفاظ میں اسے بیان کیا وہ نہایت عمدہ اور اوفی بالمقام ہے۔

ارشاد فرمایا:

﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ (البقرہ:۲۸۲)

''ایک اگر ان میں سے بھول جائے تو دوسری اسے یاد دلا سکے۔''

اسی طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کی عظمت کو نہایت عجیب اور نفیس پیرایہ میں بیان فرمایا:

﴿كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ﴾ (یوسف:۲۴)

''اور اسی طرح ہوا کہ ہم ہٹائیں اس سے برائی اور بے حیائی کو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ نہیں فرمایا کہ ہم نے یوسف علیہ السلام کو برائی اور بے حیائی سے ہٹا دیا بلکہ تعبیر یہ اختیار کی کہ برائی اور بے حیائی کو یوسف علیہ السلام سے ہٹا دیا کیونکہ پہلے اسلوب سے یہ مفہوم بھی ہو سکتا تھا کہ شاید یوسف علیہ السلام کے دل میں بھی برائی و بے حیائی کا داعیہ پیدا ہوا ہو اور ان کو ان دونوں چیزوں سے پرے ہٹا دیا لیکن جو اسلوب قرآن نے اختیار کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یوسف علیہ السلام کے دل میں برائی کا کوئی داعیہ پیدا نہیں ہوا تھا' البتہ بے حیائی اور برائی یوسف علیہ السلام پر حملہ آور ہو رہی تھی لہٰذا ہم نے اس کو پیچھے ہٹا دیا۔ یہ تعبیر اور اسلوب بیان سیدنا یوسف علیہ السلام کی عصمت کے عین مطابق ہے۔ اس قسم کی بے شمار مثالوں سے قرآن حکیم بھرا پڑا ہے جس سے قرآن حکیم کی فصاحت و بلاغت اجاگر ہوتی ہے اور اس کی عبارت کا اعجاز کھل کر سامنے آتا ہے۔

فصاحت و بلاغت کی حقیقت:

قرآن کے اعجاز پر مزید بحث کرنے سے پہلے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ فصاحت و بلاغت کے مفہوم کو ہم اپنے قارئین کے ذہن نشین کرا دیں کیونکہ گذشتہ سطور میں یہ الفاظ کئی مرتبہ استعمال ہوئے ہیں اور شاید آئندہ بھی ہوں۔ اس لیے ان دونوں الفاظ کا مطلب سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ ان دونوں الفاظ کا مفہوم ہم ایک مثال سے سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

مثال یہ ہے کہ آپ ایک سوٹ سلوانا چاہیں تو سب سے پہلے آپ اس کپڑے کو دیکھیں گے کہ وہ کپڑا کیا ہے؟ اس کا سوت کیسا ہے؟ مادہ کپڑے کا صحیح ہے کہ نہیں؟ اگر سوت اچھا اور نہایت عمدہ ہو تو کہیں گے کہ کپڑا نہایت اعلیٰ ہے۔ یہ کپڑے کی ذات ہے۔ گویا یہ کلام کی فصاحت ہے کہ کلام کے اندر الفاظ نہایت با محاورہ ہوں' لفظوں میں کوئی منافرت نہ ہو کہ کان اس کے سننے سے اکتا جائیں اور کانوں پر ان کا سننا بار گزرے۔ بلکہ ایسا ہو کہ کان میں کلام پہنچا اور دل کی اتھاہ گہرائیوں میں اتر گیا۔ گویا کلام کے اندر لفظ بھی اعلیٰ ہوں' الفاظ میں کوئی پیچیدگی نہ ہو' ان کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہ ہو۔ اتنا سلیس ہو کہ فوراً قلب میں اتر جائے اور اتنا جامع ہو کہ سارے حقائق اور مضامین اس میں چھپے ہوئے ہوں۔ اس کا نام ہے فصاحت۔

بلاغت یہ ہے کہ یہ سوٹ بدن کے مطابق سلا ہوا ہو۔ یہ نہیں کہ کپڑا تو بہت اعلیٰ اور عمدہ ہے لیکن درزی جاہل اور کند ہے۔ اس نے سوٹ نہایت غلط سی دیا۔ جب آدمی اس کو پہن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر نکلا تو لوگ دیکھ کر کہتے ہیں کہ کپڑا تو نہایت عمدہ ہے لیکن وضع قطع اور سلائی نہایت بھدی ہے۔ تو اس کپڑے کی خوبیاں بھی غلط ہو جاتی ہیں۔ لہٰذا کپڑے کا بدن کے مطابق ہونا یہ بمنزلہ بلاغت کے ہے۔

ان دو چیزوں کے علاوہ کلام میں ایک اور خوبی ہوتی ہے اس کا نام ہے ''بداعت'' وہ یہ ہے کہ آپ نے سوٹ کے لیے کپڑا بھی نہایت عمدہ لیا اور سلایا بھی ایک نہایت کاریگر ٹیلر اور درزی سے جس نے آپ کے بدن کے مطابق اسے سیا۔ پھر اس نے اس کپڑے کے اوپر کوئی نقش و نگار اور رنگین پھول بوٹے بھی ڈال دیے۔ جس سے اس کی خوبصورتی میں مزید اضافہ ہو گیا۔ اس کو ''بداعت'' کہیں گے۔ اب جو کلام فصیح بھی ہو بلیغ بھی ہو اور بدیع بھی ہو تو وہ نہایت اعلیٰ اور عمدہ کلام ہوگا۔ گویا کلام اپنی ذات میں بھی اعلیٰ' سننے والے اور مخاطبین کے مزاج کے بھی مطابق اور اس کے اندر مرصع و مسجع اور مقفیٰ ہونا بھی داخل تو ایسا کلام فصیح بھی ہوا' بلیغ بھی ہوا اور بدیع بھی ہوا۔

اسلوب کا اعجاز:

قرآن حکیم کے اعجاز کا سب سے زیادہ مظاہرہ اس کے اسلوب میں ہوتا ہے۔ قرآن ایک ایسی نثر ہے جس میں شعر کا ایک ایسا شیریں آہنگ ہے جو شعر سے کہیں زیادہ طراوت اور حلاوت دیتا ہے۔ قرآن حکیم کے نزول سے قبل عربوں میں کلام کا جو اسلوب رائج تھا وہ یا تو نثر تھا اور یا نظم' لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے جو کتاب عربوں کے سامنے پیش کی اس نے ان کے صدیوں پرانے اسلوب کو تبدیل کر کے رکھ دیا اور ایک نیا اسلوب ان کے سامنے پیش کیا۔ عربوں کو اس نئے اسلوب نے درطہ حیرت میں ڈال دیا۔ چنانچہ بعض لوگوں نے قرآن کو شعر اور پیغمبر علیہ السلام کو شاعر کہنا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم ہی میں اس کی تردید کی:

﴿وَمَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ﴾ (یٰسٓ:۶۹)

''اور ہم نے اسے (اپنے پیغمبر کو) شعر کہنا سکھایا ہی نہیں اور نہ ہی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے۔ یہ تو صرف ذکر ہے اور قرآن مبین ہے۔''

لیکن قرآن کا انداز کچھ ایسا تھا کہ اس کو نثر بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس وجہ سے لوگ اسے نثر کہنے سے بھی جھجکتے تھے۔ اس نئے اسلوب بیان نے جو یک دم اس کتاب میں پیش کیا گیا' پوری عرب قوم کو حیران و پریشان کر دیا۔ وہ اس کو نثر کہیں یا نظم کیونکہ اس کی حلاوت و طراوت تو شعر سے بھی زیادہ لیکن شعر کے لیے وزن اور قافیہ کی پابندی ضروری ہے جو قرآن میں بالکل نہیں تھی۔ چنانچہ قرآن حکیم کے متواتر صوتی آہنگ نے ان کے دلوں میں ایسا اثر پیدا کیا کہ جو سنتا وہ اپنے ادبی اور جمالیاتی ذوق کی وجہ سے اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہتا جیسا کہ آئندہ سطور میں بیان ہوگا۔ چنانچہ اگر آپ سیرۃ نبوی کا مطالعہ فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کے پاس جو بھی آیا آپ نے اس کو قرآن سنایا اور قرآن کے اسلوب بیان' صوتی آہنگ' بندش الفاظ' الفاظ کی شگفتگی اور اس کے معانی کی جاذبیت نے نہ صرف سرداران قریش کو بلکہ الھڑ دیہاتی لوگوں کو بھی متاثر کیا اور وہ دل ہار کر واپس گئے۔ سرداران قریش شدید مخالفت کے باوجود بھی رات کی تاریکی میں اٹھ کر حضور اکرم ﷺ کی تلاوت چھپ چھپ کر سنتے اور قرآن حکیم کے مضامین' فصاحت و بلاغت' اس کی شوکت و نزاکت اور حلاوت سے اپنے دلوں کو سیراب کرتے۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی زبانی روایت نقل کی ہے کہ ایک رات میں سرکار دو عالم ﷺ کو تنگ کرنے کے ارادہ سے گھر سے نکلا۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ مسجد حرام میں داخل ہوئے اور نماز شروع فرما دی اور سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کی۔ میں کھڑا آپ ﷺ کی تلاوت سنتا رہا۔ (ایک روایت میں ہے کہ غلاف کعبہ کے پیچھے کھڑے ہو کر سنتا رہا)۔ میں نے قرآن حکیم کے اسلوب بیان کو دیکھ کر دل میں یہ خیال کیا کہ یہ کوئی شاعر ہیں۔ ابھی یہ خیال گذرا ہی تھا کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿وما هو بقول شاعر' قليلاً ما تومنون﴾

''یہ کسی شاعر کا قول نہیں' تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔''

میں نے دل میں خیال کیا کہ یہ کوئی کاہن ہے جو میرے دل کا حال بھی جان گیا' لیکن اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ﴾ (الحاقہ: ۴۲)

''یہ کسی کاہن کا قول بھی نہیں، تم بہت کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔''

آپ ﷺ نے آخر تک پوری سورت تلاوت فرمائی اور میرے دل میں اسلام پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند احمد جلد ا ص ۱۷)

کئی اور روایات میں ہے کہ ولید بن مغیرہ' ابوجہل اور دوسرے سرداران قریش رات کو اٹھ اٹھ کر قرآن حکیم کو سنتے تھے۔

اگر ایک بات کو بار بار دہرایا جائے تو آدمی کی طبیعت اکتا جاتی ہے خواہ متکلم کتنے ہی اچھے پیرائے میں بات کرے اور خواہ وہ کتنا ہی بڑا انشاء پرداز کیوں نہ ہو' لیکن قرآن حکیم کا یہ خاص اعجاز ہے کہ اس میں بعض باتیں مختلف جگہوں پر بار بار ذکر کی گئی ہیں لیکن ان کو پڑھنے سے ہر بار ایک نیا کیف' نئی تاثیر اور نئی لذت محسوس ہوتی ہے۔

ایجاز اور اختصار بھی قرآن حکیم کا ایک امتیازی وصف ہے چنانچہ اس میں اس ایجاز اور اختصار کے ساتھ قیامت تک کے اصول بیان کر دیے گئے ہیں کہ ان کو پڑھ کر مخالف سے مخالف شخص بھی قرآن حکیم کے اعجازی اسلوب کا قائل ہو جاتا ہے۔

نظم و نثر کے اسلوب صدیوں کے ارتقاء کے بعد فصحاء و بلغاء کے ہاں تسلیم کیے جاتے ہیں اور اپنے مقام کمال کو پہنچتے ہیں لیکن یہ نیا اسلوب اپنے پہلے ہی مقام پر کمال تک پہنچا اور دنیا کے فصحاء و بلغاء سے اپنے کو تسلیم کروایا' لہٰذا یہ انسانی فکر کی پیداوار نہیں بلکہ کلام اللہ ہے جس کی ابتداء ہی اس کی انتہا تھی۔

انسان اور اس کی تمام قوتیں محدود ہیں کیونکہ اس کی ذات محدود ہے' اس وجہ سے ہر شاعر یا ہر نثر نگار ایک خاص دائرہ میں اپنا زور فصاحت دکھانے پر قادر ہوتا ہے' ہر دائرہ میں نہیں۔ چنانچہ امراء القیس کی شاعری کا زور بیان عورتوں اور گھوڑوں کی تعریف سے مختص ہے۔ اعشٰی کا شراب سے' فردوسی و نظامی جنگ کے مضامین میں اپنا زور دکھاتے ہیں' لیکن قرآن حکیم نے ہر قسم کے مضامین کو اس اسلوب اور انداز میں بیان کیا ہے کہ اس کی بے مثال بلاغت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

ہر کتاب جس زبان میں ہوتی ہے' سو دو سو سال کے بعد اس کتاب کے کئی الفاظ'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محاورات، تراکیب متروک ہو جاتی ہیں اور پھر اس کتاب کو سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ تلسی داس کی رامائن، شکسپیئر کے ڈرامے اگرچہ انسانی ادب کا شاہکار سمجھے جاتے ہیں اور اپنے زمانہ تالیف سے لے کر اب تک پڑھے جاتے ہیں لیکن ان کی زبانیں اب کلاسیکس کی زبانیں ہیں نہ کہ زندہ زبانیں۔ اور ان کے بے شمار الفاظ اب متروک ہو چکے ہیں، لیکن زبانوں کی تاریخ میں قرآن حکیم واحد مثال ہے جو مختلف قسم کے عملی اور سیاسی انقلابات کے باوجود اپنی زبان کو مسلسل اسی حالت پر باقی رکھے ہوئے ہے جس حالت میں وہ نزول قرآن کے وقت تھی۔ انسانی معاشرہ کی کوئی بھی تبدیلی اس میں تبدیلی پیدا نہ کر سکی۔ عربی زبان پچھلے چودہ سو سال سے یکساں حالت پر باقی ہے۔ اس کے الفاظ اور اسلوب میں یقیناً ارتقاء ہوا، لیکن یہ ارتقاء اس طرح ہوا کہ الفاظ اپنے ابتدائی معنوں کو بدستور باقی رکھے ہوئے ہیں۔ قدیم عرب کا کوئی شخص اگر آج دوبارہ زندہ ہو تو آج کے عربوں میں بھی وہ اسی طرح بولا اور سمجھا جائے گا جس طرح چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کے عرب میں وہ سمجھا اور بولا جاتا تھا۔ یہ قرآن کا ایک اعجاز ہے اور اس نے عربی زبان کو پکڑ رکھا ہے تاکہ عربی زبان قیامت تک زندہ اور قابل فہم حالت میں باقی رہے کیونکہ قرآن حکیم نے قیامت تک باقی رہنا ہے۔ اور یہ کلاسیکل لٹریچر کی الماری میں کبھی بھی نہیں جائے گی۔

قرآن حکیم کا یہ معجزاتی ادب ہی ہے جس نے عربی زبان کو تبدیلی کے اس قانون سے مستثنیٰ رکھا، جب کہ دوسری تمام زبانیں متاثر ہوئیں۔ چنانچہ مشہور عیسائی دانشور جرجی زیدان نے اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا:

> "مختصر یہ کہ عربی زبان کے ادب پر قرآن حکیم نے ایسا غیر معمولی اثر ڈالا جس کی مثال کسی اور دینی کتاب کی دوسری زبانوں میں نہیں ملتی۔" (آداب اللغات العربیہ ص ۲۸)

عربی زبان کو قرآن نے کیسے زندہ اور غیر متبدل رکھا اس کے بارے میں مشہور فرانسیسی مستشرق ارنسٹ رینان نے لکھا کہ

> "عربی زبان کا نہ کوئی بچپن ہے اور نہ بڑھاپا۔ وہ اپنے ظہور کے روز اول سے جیسی تھی ویسی ہی آج بھی ہے۔" (اللغات السامیہ ص ۶۲)

نزول قرآن کے بعد جب مسلمان دنیا کے مختلف ملکوں میں فاتحانہ انداز میں داخل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اور جبل الطارق اور کاشغر تک اسلامی علم لہرانے لگا۔ ان علاقوں میں مختلف زبانیں رائج تھیں۔ ان میں ایسی قومیں بھی تھیں جو اپنے سیاسی نظام اور تہذیب وتمدن میں عربوں سے بڑھی ہوئی تھیں۔ وہ عراق میں داخل ہوئے جو ایک قدیم تمدن کا حامل تھا اور دنیا کی بڑی بڑی قوموں کا مرکز رہ چکا تھا۔ وہ ایران میں داخل ہوئے جو اپنے زمانے کی عظیم ترین سلطنت تھی اور جسے اپنے آریائی ہونے پر بڑا ناز تھا۔ اپنی زبان اور اپنی تہذیب کے چیتھڑوں کو وہ آخر تک اپنے سینے سے لگائے ہوئے تھی۔ مصر اور شام کی تہذیبوں سے بھی اس کا اختلاط ہوا۔ یہ اسباب کافی تھے کہ عربی زبان میں ایک نیا عمل شروع ہو اور ان نئے عوامل کے اثرات سے ایک نئی زبان وجود میں آئے جیسا کہ دوسری زبانوں کے ساتھ ہوا' لیکن اتنے بڑے بھونچال کے باوجود قرآن حکیم نے اس زبان کو ایسا تحفظ فراہم کیا کہ وہ تمام عوامل بے اثر ہوکر رہ گئے۔

اموی سلطنت خالص عربی حکومت تھی۔ دوسری ہجری میں اموی حکومت ختم ہوکر عنان اقتدار عباسیوں کے ہاتھ میں آئی۔ عباسیوں کا دارالخلافہ بغداد تھا جو ایران سے بہت قریب تھا۔ اس وجہ سے اور کچھ اور بھی وجوہات تھیں جن کی وجہ سے عباسی حکومت پر ایرانیوں کا غلبہ ہوگیا۔ عباسیوں نے ایرانیوں ہی کی مدد اور تعاون سے بنو امیہ کی حکومت کو ختم کیا تھا اس لیے ان کے حکومتی کاروبار اور نظم ونسق میں ایرانیوں کا عمل دخل ہو جانا لازمی تھا۔ بعد میں عباسیوں نے ایرانیوں کو اتنی آزادی دی کہ وہ حکومت کے سارے معاملات میں آزادانہ کارروائیاں کرنے لگے۔ انہوں نے عرب اور عرب تہذیب کو حقارت کی نظر سے دیکھا اور اس کو کمزور کرنے کے لیے ہر قسم کی تدبیریں کیں۔ مختلف تہذیبیں آپس میں ملیں بلکہ ہم آغوش ہوئیں۔ کسریٰ ایران کی اولاد اور قدیم جاگیردار اور ان کی اولاد نے پھر سے سر نکالا اور اپنے آباء واجداد کی تہذیب' ان کے تمدن' ان کے رسم ورواج اور ان کی سماجی زندگی پھر سے زندہ کرنے کی پوری پوری کوشش کی گئی۔ ایرانیوں کو دیکھ کر ترکوں' کردوں اور دوسری قوموں نے بھی اپنی تہذیب کو زندہ کرنا چاہا لیکن اس نازک موقع پر قرآن حکیم کی ادبی عظمت اور اعجازی شان عربی زبان کے لیے ڈھال بنی رہی اور عربی زبان میں کوئی تبدیلی نہ ہو سکی۔

خلافت اسلامیہ جب ترکوں کے ہاتھوں میں آئی اور وہ قریباً ساڑھے پانچ سو سال عالم عرب پر حکمران رہے۔ ان کے زمانہ میں تمام عرب دنیا قریباً چھ صدیوں تک عجمی بادشاہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جھنڈے تلے رہی۔ اس مدت میں مغل' ترک اور ایرانی حکمران عرب آثار کو مٹانے پر تلے رہے۔ عربی سے نفرت پیدا کی گئی یہاں تک کہ فردوسی نے اپنے شاہ نامہ میں ہر ممکن کوشش کی کہ عربی کا کوئی لفظ استعمال نہ ہو۔ عربی کتب خانے جلائے گئے' مدرسے تاخت و تاراج کیے گئے۔ علماء اسلام کو ذلیل و رسوا کیا گیا۔ عثمانی حکمرانوں نے اپنی پوری طاقت سے عربوں کو ترک بنانے کی مہم چلائی۔ لیکن عربی زبان میں وہ پھر بھی کوئی مستقل تبدیلی پیدا نہ کر سکے۔ بخارا و بغداد میں تاتاریوں نے' شام میں صلیبیوں نے اور اندلس میں یورپی اقوام نے عربی زبان و ادب اور عربی تہذیب کو مٹانے اور نقصانات پہنچانے کے جو طریقے اختیار کیے وہ عربی زبان کا نام و نشان مٹانے کے لیے کافی تھے' لیکن یہ سب باتیں عربی زبان کو مٹانا تو بہت بڑی بات ہے اس میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی بھی پیدا نہ کر سکیں۔ اور یہ سب کچھ قرآن حکیم کی اعجازی شان کی وجہ سے ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ ''ترکوں کی جہالت اور ایرانیوں کا تعصب اگر حائل نہ ہوتا تو عربی زبان آج تمام دنیا کے مسلمانوں کی واحد زبان ہوتی۔''

اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ دنیا کی تمام زبانوں کو ان کے ادیبوں' شاعروں اور ڈرامہ نویسوں وغیرہ نے مضبوط بڑھاوا دیا۔ ادیبوں اور شاعروں کا ایک گروہ اٹھتا اور وہ زبان کو نیا اسلوب دے کر نئے مرحلے کی طرف لے جاتا۔ اس طرح زبان بدلتی رہتی اور نتیجہ یہ ہوتا کہ چند صدیوں کے بعد زبان میں اتنا فرق پیدا ہو جاتا کہ پچھلی زبان کی کتابوں کو لغت اور شرح کے بغیر اگلی نسل سمجھنے سے قاصر ہوتی لیکن عربی زبان کو قرآن کے اعجازی اسلوب نے وہ دوام بخشا کہ کسی ادیب اور شاعر کا اسلوب اس پر اثر نہ کر سکا۔ یہ ایک بہت بڑا ثبوت ہے کہ قرآن حکیم سرکار دو عالم ﷺ کا ایک ایسا زندہ جاوید معجزہ ہے جس نے نہ صرف اپنے آپ کو قائم رکھا بلکہ اس کی وجہ سے عربی زبان بھی ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ رہی۔ اور یہ زبان چودہ سو سال سے عالم شباب ہی میں رہی۔ نہ اس پر بچپنہ آیا اور نہ بڑھاپا' موت آنا تو بہت بڑی بات ہے۔

قانونی اعجاز:

قرآن حکیم نہ صرف اپنے مفردات الفاظ' ترکیب کلمات' اسلوب بیان' خلوص مقاصد' ربط آیات' جامعیت مضامین' انتہائے بلاغت اور عدیم النظیر تحفظ وغیرہ کی وجہ ہی سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے اندر اعجازی شان رکھتا ہے بلکہ اور بھی کئی لحاظ سے معجزہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم ایک قانونی اعجاز بھی ہے۔ انسانوں کا بنایا ہوا قانون' خواہ اس قانون کو کسی پارلیمنٹ نے بنایا ہو یا کسی فرد نے' اور خواہ اس قانون کو بنانے والے کتنی ہی مہارت کیوں نہ رکھتے ہوں' وہ قانون زیادہ عرصہ تک نہیں چل سکتا۔ اس میں کچھ عرصہ کے بعد ضرور کچھ نہ کچھ ترمیم اور تبدیلی کرنی پڑے گی۔ یہ ترمیمات اور تبدیلیاں اس قانون کے ناقص اور خام ہونے کی دلیل ہیں۔ لیل ونہار کی کروٹیں مختلف تقاضوں کو جنم دیتی ہیں اور وقت کے وہ تقاضے بھی انسان کو اس قانون میں ترمیم کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔ پاکستان کے آئین کو دیکھ لیں۔ ۱۹۷۳ء میں یہ بنایا گیا اور ۳۵ سال کے عرصہ میں اس میں سترہ ترمیمیں ہو چکی ہیں۔ لیکن قرآن حکیم آئین کی ایک ایسی دستاویز ہے کہ ایک امی اور ناخواندہ انسان نے اس کو دنیا کے سامنے پیش کیا اور دعویٰ یہ کیا کہ یہ قیامت تک آنے والے حالات اور تقاضوں کے مطابق ہے۔ لیل ونہار کی کوئی کروٹ اور وقت کے تقاضوں کے نشیب وفراز اس میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکیں گے۔ چنانچہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ قرآن کا قانون نہ صرف عرب میں بلکہ یورپ' افریقہ اور ایشیاء کے تین براعظموں میں ہزار سال سے زائد عرصہ تک نافذ رہا لیکن کسی جگہ کسی تبدیلی اور ترمیم کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ یہ بات اس بات کی واضح اور بین دلیل ہے کہ قرآن حکیم ایک معجزہ ہے اور یہ کسی انسان کی بنائی ہوئی کتاب نہیں بلکہ کلام اللہ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور یہ سب زمانوں اور سب قوموں کے لیے بلا ترمیم ایک قانونی اعجاز ہے۔ اسی بات کو شاعر مشرق علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

آں کتاب زندہ قرآن حکیم
حکمت او لا یزال است و قدیم
حرف اورا ریب نے تبدیل نے
معنی اش شرمندہ تاویل نے
صد جہان تازہ در آیات او
عصر ہا پیچیدہ در آفات او
نوع انسان را پیام آخرین
حامل او رحمۃ للعلمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیاسی اعجاز:

قرآن حکیم نے دنیا میں جو سیاسی نظام پیش کیا وہ بھی اس بات کا بین ثبوت ہے کہ قرآن حکیم میں سیاسی اعجاز بھی پایا جاتا ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے:

عصر حاضر کی مشہور علمی کتاب انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ

Political philosoply and political conflict have revolved basically around who should have power over whom. (Encyclopaedia Britannica vol. 14 P, 697 , 1984)

سیاسی فلسفہ اور سیاسی اختلافات بنیادی طور پر ایک ہی سوال کے گرد گھومتے ہیں کہ کس کو کس کے اوپر اقتدار حاصل ہو۔

گذشتہ پانچ ہزار سال سے بڑے بڑے دانشوروں اور علمائے سیاسیات نے اس مسئلہ پر بہت غور وفکر کیا لیکن ان کی فکر کی تمام توانائیاں سیاسیات کا ایک مربوط نظام وضع کرنے سے قاصر رہیں۔ اس معاملہ میں ایک درجن کے قریب مدارس فکر پیدا ہوئے لیکن ان سب کے افکار کا مرکزی نقطہ صرف دو چیزیں تھیں۔ ایک شخصی اقتدار اور دوسرا جمہوری اقتدار۔ ان دونوں نظاموں کے حامیوں اور مخالفین میں کئی سالوں تک کشمکش چلی رہی۔ ہر ایک نے ایک دوسرے پر بہت سے اعتراضات کیے۔ ایک دوسرے کے نظام کے خامیوں کی نشان دہی کی۔ شخصی اقتدار کے حامیوں پر یہ اعتراض کیا گیا کہ ایک انسان کو دوسرے انسان پر کیوں حاکمانہ اقتدار حاصل ہو۔ چنانچہ اس اعتراض کو ہر زمانہ میں بڑے شدومد سے اٹھایا گیا۔ اس وجہ سے یہ نظام کبھی بھی عوام میں قبولیت حاصل نہ کر سکا۔

دوسرا نظریہ جمہوری اقتدار کا نظریہ ہے۔ اس کے حق میں بہت پراپیگنڈہ کیا گیا اور خصوصی طور پر موجودہ زمانہ میں تمام الیکٹرانک اور غیر الیکٹرانک میڈیا اس کا پرچار کر رہا ہے اور تمام دنیا میں یہ ایک مقبول نظریہ ہے لیکن نظری اور فکری لحاظ سے اس پر بھی سخت ترین شبہات کا اظہار کیا گیا ہے اور یہ سارے شبہات عملی دنیا میں درست ثابت ہوئے ہیں۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ''فتنہ جمہوریت'')

جمہوریت کا نظریہ اس عقیدہ پر قائم ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور یہ سب برابر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حقوق رکھتے ہیں' لہٰذا ان کو غلام نہیں بنایا جا سکتا۔ روسیو نے بھی اپنی کتاب Social (Contact) کے پہلے فقرہ میں یہ کہا:

''انسان آزاد پیدا ہوا' لیکن میں اس کو زنجیروں میں جکڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔''

ڈیموکریسی (Democracy) ایک یونانی لفظ ہے اور اس کا مطلب ہے حکومت بذریعہ عوام۔ لیکن یہ بات عملی دنیا میں بالکل ناممکن ہے کہ تمام عوام کی حکومت قائم ہو سکے۔ تمام لوگوں پر تمام لوگ کیسے حکومت کر سکتے ہیں؟ جب سارے عوام بیک وقت حکومت نہیں کر سکتے تو عوامی حکومت یا عوام کی حکومت کا نظام کس طرح قائم ہوگا؟ اس سلسلہ میں بہت سے نظریے پیش کیے گئے لیکن سب سے زیادہ مقبول نظریہ روسیو ہی کا ہے جس کو اس نے رائے عامہ (General Will) کی بنیاد پر قائم کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ رائے عامہ حکمران افراد کا انتخاب کرے۔ اس طریقہ سے عوام کی حکومت عملاً منتخب افراد کی حکومت بن جاتی ہے۔ لیکن روسیو کے اس نظریہ میں بھی بہت سی خامیاں ہیں اور بنیادی خامی یہ ہے کہ اگرچہ عوام کو انتخاب میں ووٹ دینے کی ایک گونہ آزادی ہے لیکن الیکشن میں ووٹ دینے کے بعد وہ دوبارہ اپنے ہی منتخب کردہ چند لوگوں کے محکوم بن جاتے ہیں۔ روسیو پر جب اس نظام کی خامی کا یہ اعتراض کیا گیا جو کہ ایک بہت وزنی اعتراض تھا تو اس نے اس کا جواب یہ دیا کہ ایک شخص کی خواہش کی پیروی غلامی ہے مگر خود اپنے مقرر کردہ قانون کی پیروی کرنا آزادی ہے۔

اتنے وزنی اعتراض کا یہ جواب بالکل غیر وزنی تھا' کیونکہ لوگ عملی طور پر یہ دیکھ رہے تھے کہ خوبصورت الفاظ کے باوجود منتخب جمہوریت منتخب بادشاہت کا دوسرا نام ہے۔ اور وہ اپنی نظروں سے دیکھ رہے تھے کہ الیکشن کے بعد منتخب ہونے والے افراد وہی کچھ بن جاتے ہیں جو اس سے قبل شاہی افراد بنے ہوئے تھے بلکہ یہ منتخب افراد ان سے بھی بدتر تھے کیونکہ ان کے سامنے احتجاج بھی نہیں کیا جا سکتا تھا جب ان کے رویہ کے بارے میں احتجاج کیا جاتا تو وہ یہ جواب دیتے کہ تم لوگوں ہی نے ہمیں منتخب کیا ہے۔

مساوات انسانی کے تو سب قائل تھے' شخصی اقتدار والے بھی اور جمہوری نظام کے علم بردار بھی لیکن دونوں طرف کے سیاسی مفکرین فکری تضاد کا شکار تھے کیونکہ انسانی مساوات حقیقی معنوں میں نہ تو شخصی اقتدار میں حاصل تھی اور نہ ہی جمہوری نظام میں' کیونکہ شاہی نظام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر خاندانی بادشاہت ہے تو جمہوری نظام انتخابی بادشاہت۔

اٹھارویں اور انیسویں صدی میں بادشاہی نظام کے خلاف زبردست بغاوت ہوئی اور اس نظام کو قریباً تمام دنیا سے ختم کر دیا گیا لیکن جب شاہی افراد کی محکومی ختم ہوگئی تو لوگوں نے محسوس کیا کہ اس کا بدل صرف یہ ہے کہ نمائندہ اور منتخب افراد کی محکومی پر اپنے آپ کو راضی کر لیں۔ ان دونوں نظاموں میں کوئی فرق نہیں تھا۔ دونوں ڈکٹیٹر تھے۔ فرق دونوں نظاموں میں یہ تھا کہ ایک نظام میں ایک شخص ڈکٹیٹر تھا اور دوسرے میں پارلیمنٹ۔ اور دوسرا فرق یہ تھا کہ نئے حکمران اپنے کو زمین میں عوام کا نمائندہ کہتے تھے جب کہ پرانے حکمرانوں کا کہنا تھا کہ وہ زمین پر خدا کے نمائندہ ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کے بنیادی مسائل جہاں تھے وہیں رہے اور وہ اس ترقی یافتہ دنیا میں رہ کر بھی پارلیمنٹ کے محکوم ہیں۔ اور پارلیمنٹ ان پر وہی ظلم وتشدد کرتی ہے جو اس سے قبل شاہی نظام میں ہوتا تھا۔ اور وہ اب بھی اسی طرح کراہ رہے ہیں جیسے شخصی اقتدار میں کراہتے تھے۔

بادشاہت ہو یا جمہوریت دونوں میں اقتدار اعلیٰ کا حق انسانوں میں سے کچھ انسانوں کو دینا پڑتا ہے۔ بلکہ جمہوریت کا تو سلوگن ہی یہ ہے کہ ''حاکمیت عوام کی ہے۔'' اس طرح دونوں نظام مساوات انسانی کی تردید کرتے ہیں۔ جمہوریت عین مساوات انسانی کے نام پر ابھری تھی لیکن وہ اپنے اندرونی تضاد کی وجہ سے اس کے برعکس نتیجہ کی حامل ثابت ہوئی' اور عوام بدستور محکوم کے محکوم رہے۔ انہیں نہ بادشاہت میں آزادی نصیب ہوئی اور نہ جمہوریت میں وہ آزادی سے ہم کنار ہوئے۔

ان دونوں سیاسی نظریات کے مقابلہ میں قرآن حکیم نے اپنا ایک سیاسی نظریہ پیش کیا۔ اس نے انسانوں کو انسانوں کا محکوم نہ بنایا بلکہ تمام انسانوں سے حاکمیت کے سارے اختیارات چھین کر خالق کائنات کو اپنے اوپر حاکم بنایا۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

﴿يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ الْأَمْرِ مِن شَيْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾

(آل عمران:۱۵۴)

''یہ لوگ کہتے ہیں کہ کیا حکم میں ہمارا بھی کوئی حصہ ہے۔ آپ کہہ دیجئے' حکم سب اللہ ہی کا ہے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت جس کو آج انسانیت کے تمام مصائب کا مداویٰ سمجھا جاتا ہے اور ہمارے ملک میں بھی ہر سیاست دان یہی راگ الاپتا ہے کہ اصل بات سسٹم کو بچانا ہے اور وہ سسٹم جمہوریت ہے‘ یہ بھی انسانوں کو اسی طرح انسانوں کی غلامی میں جکڑ دیتا ہے جس طرح شاہی نظام حکومت لوگوں کو غلامی کی زنجیروں میں گرفتار کرتا ہے‘ لیکن اسلام بندوں کو خدا کی حاکمیت کا سبق دیتا ہے۔ چنانچہ جب خدا حاکم اور تمام بندے محکوم ہوں تو تمام انسان برابر ہو جاتے ہیں۔ انسان کا فرق ختم ہو کر اب صرف خالق اور مخلوق اور بندہ اور اللہ کا فرق درمیان میں رہتا ہے۔

خدا کی حاکمیت کا نظریہ ایک مربوط نظام فکر دیتا ہے‘ چنانچہ یہ نظریہ ہر قسم کے تضاد سے مبرا ہوتا ہے لیکن تمام انسانی نظاموں میں یہ تضاد کبھی ختم نہیں ہوتا خواہ کوئی بھی سیاسی نظام ہو۔ ان انسانی نظاموں میں یہ صورت ہمیشہ باقی رہے گی کہ کچھ لوگ ایک یا دوسرے نام پر حاکم بن جائیں اور باقی تمام لوگ ان کے محکوم اور غلام بن جائیں۔ چنانچہ انسانوں کے درمیان حاکم ومحکوم کی تقسیم ختم کرنے کی اور کوئی صوت اس کے سوا نہیں کہ اللہ تعالیٰ کو حاکم حقیقی مان کر تمام انسان اپنے آپ کو اس کی ماتحتی میں دے دیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انسانی سوسائٹی میں اگر تلاش وجستجو کی جائے تو کوئی قامت ایسا نہیں ملتا جس پر حاکمیت کا یہ جامہ راست آتا ہو۔ مخلوقات میں کسی ہستی پر اس لفظ کا صحیح معنوں میں اطلاق نہیں ہوتا۔ اس کا اطلاق صرف ”فعال لما یرید“ پر ہوتا ہے جس کا حکم قانون‘ جس کی طاقت اور قوت لامحدود‘ جس کے کام غیر مسئول اور جس کی ذات منزہ عن الخطاء ہے۔ اقبال مرحوم نے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو اس شعر میں نہایت احسن طریق سے بیان فرمایا ہے ۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آذری

خلاصہ یہ کہ قرآن حکیم میں ایک قانونی اعجاز ہے کہ اس نے دنیا کو ایک ایسا نظام دیا جس نے انسان کو انسانوں کی محکومی سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی محکومی میں داخل کر دیا جس نے اسے ایسا سیاسی نظام اور قانونی نظام عطاء کیا کہ وہ ہمیشہ کے لیے انسانوں کی محکومی کی زنجیریں کاٹ کر آزاد ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن کی تاثیر کا اعجاز:

قرآن حکیم اپنی تاثیر اور اثر کے لحاظ سے بھی ایک معجزہ ہے۔ دنیا کے کسی بڑے سے بڑے مصنف کی کتاب میں وہ اثرات اور تاثیری خصوصیت نہیں ہے جو قرآن حکیم میں ہے۔ جس زمانہ میں یہ نازل ہوا' احادیث اور سیر کی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے انسانی تصورات اور گفتار و کردار میں وہ انقلاب پیدا کیا کہ لوگوں کی تقدیریں بدل کر رکھ دیں۔ یہی وجہ تھی کہ قریش مکہ نے قرآنی آواز کو دبانے کی انتہائی کوشش کی۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ قریش مکہ نے آپس میں صلاح و مشورہ کر کے یہ فیصلہ کیا کہ

﴿لَا تَسْمَعُوا لِهٰذَا الْقُرْاٰنِ وَالْغَوْا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَغْلِبُوْنَ﴾ (حمٓ السجدۃ:۲۶)

اس کے علاوہ بخاری میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ آتا ہے کہ مکی زندگی میں ایک مرتبہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے کفار مکہ کے مظالم اور ان کی دار و گیر سے تنگ آ کر ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا۔ جب آپ برک الغماد کے مقام پر پہنچے تو قبیلہ قارہ کے رئیس ابن الدغنہ سے آپ کی ملاقات ہوگئی۔ اس نے پوچھا: ابوبکر! کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا: میری قوم نے مجھے بہت ستایا ہے۔ اب کسی اور ملک جانے کا ارادہ ہے تاکہ وہاں آرام و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ ابن دغنہ نے کہا: ''تم جیسا آدمی کس طرح جلاء وطن کیا جا سکتا ہے' تم غریبوں اور ناداروں کی دست گیری کرتے ہو' بے سہاروں کا سہارا ہو' قرابت داروں کی پاس داری کرتے ہو' مصیبت زدوں کی اعانت کرتے ہو۔ میں تمہیں ہرگز نہیں جانے دوں گا۔ تم میرے ساتھ واپس چلو اور اپنے شہر ہی میں اپنے رب کی عبادت کرو۔'' چنانچہ وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ واپس مکہ لے آیا' اور قریش سے مخاطب ہو کر کہا کہ کیا غضب ہے کہ تم ان اوصاف کے حامل شخص کو شہر میں رہنے نہیں دیتے۔ یہ اب میری امان میں ہیں۔ قریش نے کہا: ''ابن دغنہ! تم نے جو انہیں پناہ دی ہے وہ ہمیں اس شرط کے ساتھ منظور ہے کہ وہ چھپ کر عبادت کریں۔ اور مخفی آواز سے قرآن پڑھیں۔

کچھ دنوں تک تو ابوبکر رضی اللہ عنہ پوشیدہ طور پر ہی عبادت کرتے رہے' لیکن پھر اپنے گھر میں ایک مسجد بنا لی (یہ اسلام میں سب سے پہلی مسجد ہے) اس میں عبادت بھی کرتے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قرآن حکیم کی بڑے درد انگیز لہجہ میں تلاوت بھی کرتے۔ قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کے قرآن سے لوگوں کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ ابن الدغنہ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قریش کی شکایت کا تذکرہ کیا۔ جواب میں آپ نے فرمایا: ''مجھ کو تمہاری پناہ کی ضرورت نہیں' میں اب اللہ کی پناہ میں آتا ہوں۔'' (بخاری جلد ا ص ۲۵۲)

ایک مرتبہ قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو سرکار دو عالم ﷺ کے پاس بھیجا۔ اس نے آستانہ نبویؐ پر حاضر ہو کر کچھ شرائط صلح آپ ﷺ کے حضور پیش کیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے سورۃ فصلت پڑھنی شروع کی۔ ابھی کچھ آیات ہی پڑھی تھیں کہ عتبہ نے آپ ﷺ کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا کہ قرابت کا واسطہ بس کرو۔ واپس آیا تو چند روز تک گھر سے باہر نہ نکلا ابوجہل نے جا کر کہا: کیوں عتبہ! محمد (ﷺ) کے یہاں کھانا کھا کر پھسل گئے۔ عتبہ نے کہا: تم جانتے ہو کہ میں سب سے زیادہ دولت مند ہوں۔ مجھ کو دولت کی طمع دامن گیر نہیں ہو سکتی' لیکن محمد (ﷺ) نے میرے جواب میں جو کلام پیش کیا وہ نہ شعر تھا' نہ کہانت تھی اور نہ جادو۔ میں نے ایسا کلام کہیں نہیں سنا۔ انہوں نے جو کلام پڑھا اس میں عذاب الٰہی کی دھمکی تھی میں نے ان کو قرابت کا واسطہ دیا کہ چپ ہو جائیں۔ میں ڈرا کہ تم پر عذاب نہ آ جائے۔ لوگوں نے کہا: محمد (ﷺ) نے اپنی زبان سے عتبہ پر جادو کر دیا ہے۔ (مسند ابی یعلی جلد ۷ ص' مواہب اللدنیہ جلد ۶ ص ۴۶۸)

ولید بن مغیرہ قریش میں ایک نہایت متمول شخص تھا۔ وہ ایک دفعہ آپؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپؐ سے خود فرمائش کی کہ کچھ سنایئے۔ آپ نے چند آیات پڑھیں۔ اس نے دوبارہ پڑھوا کر سنیں۔ آخر بے خود ہو کر بولا۔ خدا کی قسم' اس میں کچھ اور ہی شیرینی اور تازگی ہے۔ اس نخل کی شاخوں میں پھل اور اس کا تنہ بھاری ہے۔ یہ کسی انسان کا کلام نہیں۔

(مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۵۰۶' مواہب اللدنیہ' قسطلانی جلد ۶ ص ۴۳۱)

نجاشی کے دربار میں سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے جب سورۃ مریم کی تلاوت فرمائی تو نجاشی پر رقت طاری ہو گئی اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر کہا: بخدا! یہ کلام اور انجیل دونوں ایک ہی چراغ کے پرتو ہیں۔ (مسند احمد جلد ا ص ۲۰۲' مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۳۱۰)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ اسیران بدر کو چھڑانے آئے تھے۔ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کی زبان اقدس سے سورۃ طور کی ایک دو آیات سن لیں تو ان کے دل دھڑکنے لگے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور خود ہی اسلام کے فتراک کے اسیر ہو گئے۔ (بخاری تفسیر سورہ طور) سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون نے چند آیات سن لیں تو اتنے متاثر ہوئے کہ فوری طور پر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد ا ص ۳۱۸)

سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کے کانوں میں اتفاقیہ قرآن حکیم کی چند آیات پڑ گئیں تو فوراً اسلام قبول کر لیا (الاستیعاب تذکرہ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ) سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ' سیدنا ابوسلمہ رضی اللہ عنہ' اور سیدنا ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہ یہ تینوں حضرات اسی قرآن حکیم کی مقناطیسی کشش سے کھنچ کر حلقہ اسلام میں داخل ہوئے۔ (اسد الغابہ تذکرہ ابوسلمہ رضی اللہ عنہ بن عبدالاسد) انیس قبیلہ غفار کے ایک اونچے شاعر تھے۔ جب سرکار دو عالم ﷺ کا چرچا سنا تو چھپ کر مکہ آئے۔ کلام الٰہی کی کچھ آیات آپؐ کے منہ سے سن کر واپس گئے۔ ان کے بھائی نے پوچھا: تم نے کیسا پایا؟ جواب دیا کہ قریش کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہیں' وہ ساحر ہیں اور وہ کاہن ہیں۔ ہم نے کاہنوں کا کلام سنا ہے۔ یہ اس کی بولی نہیں۔ ہم نے شعر کے ایک ایک وزن کو دیکھ لیا ہے' وہ شعر نہیں۔ ''خدا کی قسم! محمدؐ سچے اور قریش جھوٹے ہیں۔'' (صحیح مسلم' اسلام ابی ذر رضی اللہ عنہ)

ابونعیم نے روایت کیا ہے کہ ایک روز عمرو بن الجموح نے اپنے بیٹے سے کہا کہ جو کلام تو نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے' وہ مجھے سناؤ۔ بیٹے نے سورہ فاتحہ ''اهدنا الصراط المستقيم'' تک پڑھی۔ یہ چند آیات سن کر عمرو رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یہ کتنا عمدہ اور حسین کلام ہے۔ کیا اس کا سارا کلام ہی ایسا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا: ابا جان! اس سے بھی عمدہ ہے۔

(مواہب اللدنیہ جلد ۶ ص ۴۳۴)

کلام کی یہ شیرینی' یہ نمکینی' یہ تاثیر' یہ تسخیر جو دوست' دشمن' موافق و مخالف' شاہ و گدا اور عالم و جاہل' پیغمبر و امت سب کو یکساں فریفتہ کرتی ہے' اعجازی نہیں تو اور کیا ہے؟

غور کرنے کا مقام ہے کہ ایک شخص امی محض جو امیوں ہی کی گودوں میں پلا بڑھا' اس نے جب ہوش کی آنکھ کھولی تو اپنے گرد و پیش جہالت کی تاریکیوں اور ظلمتوں کے سوا اسے کچھ نظر نہ آیا' علوم و فنون اور تہذیب و تمدن سے یک قلم عاری ملک' عاری شہر اور خاندان میں نشو و نما پائی۔ وہ خود' اس کے شہر والے اور اس کا خاندان نوشت و خواند کے نقوش و حروف سے نا آشنا تھا' علماء و فضلاء اور دانشمندوں اور دانش وروں کی صحبت کے لطف سے بالکل محروم' اصول قانون'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مبادی اخلاق' محاسن علم و عمل کی کوئی ظاہری تعلیم اسے نہیں ملی بلکہ مدرسہ علم و حکمت کے سایہ دیوار تک کبھی اس کا گذر نہیں ہوا۔ اس طرح اس نے اپنی عمر کے دس بیس سال نہیں بلکہ پورے چالیس سال گزارے۔ پھر وہ جس قوم میں پیدا ہوا وہ عالمی برائیوں کا مرکز' خدا پرستی کا نام و نشان نہ تھا بلکہ اس کی جگہ ہر گھر میں بت پرستی تھی۔ انصاف و عدل کی میزان صدیوں ہوئے ٹوٹ چکی تھی' ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کا ہر طرف دور دورہ تھا۔ ان کے سنگدلانہ مظالم سے خود ان کی اولاد بھی محفوظ نہ تھی یہاں تک کہ وہ اپنی لڑکیوں کو زندہ درگور کر دیتے تھے' ان کی کوئی مجلس شراب و کباب سے خالی نہ ہوتی تھی۔ ہر قبیلہ ایک دوسرے سے برسر پیکار تھا' اتحاد و اتفاق کے معنوں سے بھی وہ نا آشنا تھے' جہالت' لاقانونیت اور خودسری ان کی گھٹی میں تھی' کہ دفعتاً غار حرا کے دہانے سے اجالا ہوا اور علوم و فنون اور تہذیب و تمدن کے چشمے ابلنے لگے' ان کے پرتو صحبت سے امی اور جاہل' علمائے دہر اور دانش وران روزگار بن گئے۔ کلام ربانی کے پردہ میں علم و حکمت کے پوشیدہ اسرار فاش ہونے لگے۔ قرآن کے اثرات سے جو اصلاحی انقلاب عرب میں برپا ہوا وہ تاریخ کے صفحات پر نمایاں ہے۔ بت پرستی ناپیدا ہوگئی' خدا پرستی کا گھر گھر چرچا ہوگیا' بت پرست بت شکن ہوگئے' دلوں میں اللہ تعالیٰ کی عظمت بھر گئی' اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے والے اب دوسروں کی بیٹیوں کی کفالت اور پرورش کرنے لگے۔ تشتت و افتراق کی جگہ الفت و یگانگت اور محبت و اخوت پیدا ہوگئی۔ اور قرآن کے قاری پوری دنیا میں انسانی صورت میں فرشتے بن کر پھر رہے تھے۔ یہ سب کچھ قرآن حکیم کی وجہ سے وجود میں آیا۔ اس سے زیادہ قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کی اور کیا دلیل ہوسکتی ہے؟ چنانچہ ایک مستشرق نے لکھا ہے کہ ''قرآن نے بے شمار انسانوں پر اثر ڈالا اور سائنس کی دنیا نے قرآن کی ضرورت کو اور زیادہ واضح کر دیا۔''

تناقض نہ ہونے کا اعجاز:

جب قریش مکہ نے قرآن حکیم کو اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کا کلام ہونا تسلیم نہ کیا اور اس کو ایک انسانی تصنیف قرار دیا' تو اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا:

﴿اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اخْتِلَافًا كَثِيرًا ﴾ (النساء:۸۲)

''کیا لوگ قرآن پر غور نہیں کرتے۔ اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو وہ اس کے اندر بہت اختلاف پاتے۔''

کلام میں تناقض نہ ہونا ایک نادر صفت ہے۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ کوئی انسانی کلام تناقض سے مبرا نہیں ہوسکتا کیونکہ انسان کا علم ماضی سے مستقبل کے امور کا احاطہ نہیں کرسکتا۔ وہ تمام موجودات کا بھی علم نہیں رکھتا۔ اس کا علم براہ راست واقفیت پر مبنی نہیں ہوتا۔ یہ غیر معمولی اوصاف صرف اللہ تعالیٰ کے ہیں۔ جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ وہ اشیاء کی اصل ماہیت کو جانتا ہے اور دوسری سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اشیاء کو غیر متاثر ذہن سے دیکھتا ہے۔ انسان ان تمام اوصاف سے یک قلم عاری ہے لہٰذا انسان کا کلام کبھی بھی تناقض اور تضاد سے پاک نہیں ہوسکتا۔ یہ انسانی فکر کا لازمی خاصہ ہے۔ خدا کے سوا دوسری بنیاد پر جو بھی نظریہ بنے گا وہ تضاد اور تناقض کا مرکب ہوگا۔ اس کی بے شمار مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں۔ ان میں سے ایک مثال ہم نے گذشتہ صفحات میں ڈیموکریسی (جمہوریت) کی بھی دی ہے کہ وہ وجود میں آئی اس لیے کہ بندوں کو غلامی سے آزاد کرایا جائے لیکن یہ نظریہ خود تضاد کا شکار ہوگیا۔ بندے تو بندوں کی غلامی سے آزاد نہ ہوئے البتہ شاہی انسانوں کی بجائے منتخب انسانوں کی غلامی میں آگئے۔

تضاد اور تناقض کی دو قسمیں ہیں۔ ایک داخلی تناقض اور دوسرا خارجی تناقض۔

① داخلی تناقض یہ ہے کہ کتاب کا ایک بیان دوسرے بیان سے ٹکرا رہا ہو۔

② خارجی تناقض یہ ہے کہ کتاب کا بیان خارجی دنیا کے حقائق سے ٹکرا رہا ہو۔

قرآن حکیم کا دعویٰ ہے وہ ان دونوں قسم کے تناقضات اور تضادات سے مبرا ہے جب کہ دنیا میں کسی انسان کی کوئی تصنیف ان سے خالی نہیں۔

داخلی تضاد سے بچنے کے لیے دو چیزیں لازمی ہیں۔ ایک علم کامل اور دوسرے کامل موضوعیت (Objectivity) دنیا میں کوئی انسان ان دو نقائص سے خالی اور مبرا نہیں ہے۔ اس وجہ سے کسی انسان کا کلام ان دو کمیوں سے خالی نہیں ہوسکتا۔ یہ صرف اور صرف خدا ہے جو ان تمام کمیوں سے پاک ہے۔ اس لیے صرف خدا تعالیٰ کا کلام ہی ایسا کلام ہے جو داخلی اور خارجی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہر قسم کے تضادات اور تناقضات سے مبرا ہے۔

انسان ناپختہ عمر سے پختہ عمر کی طرف سفر کرتا ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ناپختہ عمر میں جو بات کہتا ہے اکثر دفعہ وہ پختہ عمر میں پہنچ کر اس کے خلاف بولنے لگتا ہے۔ پھر علم اور تجربہ کے بڑھنے سے بھی وہ اپنی پہلی باتوں کی خود ہی تردید کرنا شروع کر دیتا ہے۔علاوہ ازیں انسان میں محبت و دشمنی کے جذبات ہر وقت موجزن رہتے ہیں۔اس وجہ سے وہ کسی کے بارے میں سادہ ذہن سے سوچتا ہے۔کسی کے بارے میں محبت ونفرت کے جذبات سے سوچتا ہے اور جذبات کے فیصلے اکثر غلط ہوتے ہیں' لہٰذا اس کے کام ہر وقت تناقض و تضاد کا شکار رہتے ہیں۔ قرآن میں آج تک نہ تو کوئی شخص داخلی تناقض ثابت کر سکا ہے اور نہ ہی خارجی تضاد کا کسی کو کوئی شائبہ ہوا ہے۔

مستشرقین اور موجودہ زمانے کے متنورین نے بڑی کوشش اور تلاش کے بعد قرآن حکیم کے اندر ایک داخلی تضاد ثابت کرنے کی کوشش کی۔لیکن یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ ان کا علم محدود ہے اس وجہ سے انہیں قرآن کے اندر یہ تناقض محسوس ہوا حالانکہ حقیقتاً یہ تضاد نہیں ہے۔انہوں نے صغریٰ و کبریٰ یہ بنایا کہ قرآن حکیم ایک طرف تو یہ کہتا ہے کہ تمام انسان برابر ہیں اور ان میں مساوات ہے۔اور دوسری طرف اس نے عورت کو معاشرہ میں مرد سے کم تر مقام دیا۔ چنانچہ گواہی کے مقابلہ میں یہ قانون مقرر کیا کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر تسلیم کی جائے۔حالانکہ یہ بات غلط فہمی پر مبنی ہے۔یہ درست ہے کہ اسلام میں عام حالات میں دو عورتوں کی شہادت ایک مرد کے برابر مانی گئی ہے لیکن اس کی بنیاد صنفی امتیاز پر نہیں ہے بلکہ اس کی وجہ دوسری ہے۔یہ حکم قرآن میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۸۲ میں ہے۔جس میں اس حکم کی بنیاد صنفی امتیاز پر نہیں بلکہ صرف یادداشت پر ہے۔چنانچہ فرمایا کہ

''جب تم کسی کو ادھار رقم دو تو اس کو لکھ لیا کرو اور اپنے مردوں میں سے دو مردوں کو گواہ بنا لو۔اور اگر دو مرد گواہ نہ ملیں تو ایک مرد اور دو عورتیں (گواہ بنا لو) ایسے گواہوں میں سے جن کو تم پسند کرتے ہو تاکہ ان دونوں عورتوں میں سے اگر ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلا دے۔'' (البقرۃ:۲۸۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس آیت میں صاف طور پر لکھا ہے کہ یہ امتیاز صرف عورت کی یادداشت کے فطری طور پر کمزور ہونے کی وجہ سے ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانہ کی تحقیقات نے اس بات کی تصدیق کر دی ہے کہ قرآن کی یہ بات بالکل درست اور صحیح ہے۔ عورت کی یادداشت مرد کے مقابلہ میں خاصی کمزور ہے۔ روس اور دوسرے یورپی ممالک میں اس بات پر باقاعدہ سائنسی تحقیق کی گئی ہے جس نے قرآن کی اس بات کی تصدیق کی ہے۔ چنانچہ یونائیٹڈ پریس آف انڈیا نے روسی تحقیق کے حوالہ سے اس خبر کو ان الفاظ میں شائع کیا:

Men have a greater ability to memorise and process mathematical information than women but females are better with words, a Soviet scientist says reports United Press of India. Men dominate mathematical subjects due to the pecualiarities of their memory, Dr. Vladimir Konovalov told the Tass News Agency(Times of India, 18Th January, 1985)

عورتوں کے مقابلہ میں مردوں میں ریاضی معلومات کو یاد رکھنے کی زیادہ صلاحیت ہوتی ہے اور اس بات کی بھی ان میں زیادہ صلاحیت ہوتی ہے کہ وہ ریاضی کی معلومات کو احسن طریق سے ترتیب دے سکیں' لیکن عورتیں الفاظ میں زیادہ بہتر ہوتی ہیں۔ یہ بات ایک روسی سائنس دان ڈاکٹر ولادیمیر کونو ولوف نے تاس نیوز ایجنسی کو بتائی کہ مرد ریاضیاتی موضوعات پر چھائے ہوتے ہیں اس کی وجہ ان میں حافظہ کی خصوصی صلاحیت ہے۔

سائنس کی اس جدید تحقیق نے قرآن کی اس بات کی تصدیق کر دی اور یہ بھی بتا دیا کہ قرآن حکیم واقعی کلام اللہ ہے جو حقائق کو بیان کرتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام حقیقتوں سے باخبر ہے۔

جہاں تک خارجی تضاد اور نامطابقت کا تعلق ہے' اس بارے میں بھی قرآن حکیم کا ہر بیان حقیقت کے مطابق ہے۔ دنیا میں تمام انسانی تالیفات و تصنیفات میں خارجی نامطابقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرور پائی جاتی ہے کیونکہ انسان اپنے علم کے دائرہ میں بولتا ہے اور اس کی معلومات اور علم کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ اس لیے اس کا علم ایسی فروگذاشتیں کر سکتا ہے۔ اس کی صرف دو مثالیں یہاں دی جاتی ہیں۔

① قرآن نے چودہ سو سال قبل ایک حیرت انگیز اعلان کیا کہ فرعون موسیٰ کا جسم محفوظ ہے اور وہ دنیا والوں کے لیے باعث عبرت ہوگا۔ چنانچہ فرمایا:

﴿فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً﴾ (یونس:۹۲)

''آج ہم تیرے بدن کو بچائیں گے تاکہ تو بعد میں آنے والوں کے لیے ایک نشانی ہو۔''

ساتویں صدی عیسوی میں قرآن حکیم نے جب یہ اعلان کیا تو لوگوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ لوگوں کے ذہن اس بات کو تسلیم کرنے سے ابا کرتے تھے کہ فرعون موسیٰ کی لاش بچی ہوئی اور محفوظ ہے۔ چنانچہ ۱۸۹۸ء میں پروفیسر لاریٹ (Loret) نے مصر کے ایک قدیم مقبرہ میں داخل ہو کر یہ پتہ چلایا کہ یہاں مذکورہ فرعون کی لاش موجود ہے۔ پھر ۸ جولائی ۱۹۰۷ء میں ایلیٹ اسمتھ (Elliot Smith) نے اس لاش پر سے لپٹی ہوئی پٹیوں کو ہٹا کر اس کی باقاعدہ سائنسی تحقیق کی۔ پھر ۱۹۱۲ء میں اس نے ایک کتاب شائع کی جس کا نام تھا (The Royal Mummies) جس میں اس نے یہ ثابت کیا کہ یہ ممی کی ہوئی لاش اسی فرعون کی ہے جو تین ہزار سال قبل سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں غرق آب ہوا تھا۔ چنانچہ لکھا کہ

His earthly remains were saved by the Will of God from destruction to become a sign to man. as it is written in the Qur`an.

فرعون کا مادی جسم اللہ کی مرضی کے تحت برباد ہونے سے محفوظ کر لیا گیا تاکہ وہ انسان کے لیے ایک نشانی ہو جیسا کہ قرآن حکیم میں لکھا ہوا ہے۔

پھر فرانس کے مشہور دانشور اور محقق موریس بوکائی (Maurice Bucaille) نے ۱۹۷۵ء میں فرعون کی اس لاش کا معائنہ کیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی کتاب The Bible the Quran and Sciene. میں اس بارے میں لکھا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

Those who seek among modern data for proof of the Ceracity of the Holy Scriptures will find a magnificient illustration of the verses of the Quran dealing with the Phraroah's body by visiting the Royal Mummies Room of the Egyptian Museum, Cairo.

وہ لوگ جو مقدس کتابوں کی سچائی کے لیے جدید ثبوت چاہتے ہیں۔ وہ قاہرہ کے مصری میوزیم میں شاہی ممیوں کے کمرہ کو ملاحظہ کر لیں وہاں وہ قرآن حکیم کی ان آیات کی شاندار تصدیق پالیں گے جو کہ فرعون کے جسم سے بحث کرتی ہیں۔

۲ اس بارے میں دوسری مثال شہد(Honey) کی ہے۔قرآن حکیم نے چودہ سو سال پہلے اس کے بارے میں بتایا تھا۔"فیہ شفاء للناس" (النحل: ۶۹) اس میں لوگوں کے لیے شفاء ہے۔ گویا یہ اعلان کیا کہ شہد میں طبی طور پر بہت سی بیماریوں کا علاج ہے۔ طب یونانی اور طب اسلامی میں شہد کو ایک خصوصی درجہ حاصل ہے اور اس کی اکثر و بیشتر دواؤں میں شہد کا وافر استعمال ہوتا ہے' لیکن مغربی دنیا صدیوں تک اس کے فوائد سے ناآشنا رہی۔ بیسویں صدی میں یورپ کے علمائے طب نے تحقیق کر کے یہ بات دریافت کی کہ شہد میں دافع عفونت خصوصیات (Antiseptic Properties) پائی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک امریکی میگزین نے اس کے بارے میں یوں لکھا:

Honey is a powerful destroyer of germs which produce human diseases. It was not untill the twentieth century, however, that this was demonstrated scientifically. Dr. W. G. Sackett. formerly with the Colorado Agricultural College of Fort Collins, attempted to prove that honey was a carrier of disease much like milk. To his surprise, all the disease germs he

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

introduced into pure honey were quickly destroyed. The germ that causes Typhoid fever died in pure honey after 48 hours, exposure. Enteritidis, causing intestinal inflation lived 48 hours. A hardy germ which causes Bronhopheumonia and Septicemia held out for four days. Bacillus coli Communes which under certain conditions causes peritonitis, was dead on the fifth day of experiment. According to Dr. Bodog Beck, there are many other germs equally destructible in honey. The reason, for this bactericidal quality destructible in honey, he said, is in its hygroscopic ability. It literally draws every particle of moisture out of germ. Germs. like any other living organism, perish without water. This power to absorb moisture is a almost unlimited. Honey will draw moistrue from metal, glass and even stone rocks.

شہد جراثیم کش چیز ہے جو مختلف بیماریوں کو جنم دیتے ہیں۔ تاہم بیسویں صدی سے پہلے تک اس بات کو علمی طور پر ثابت نہیں کیا جا سکا۔ ڈاکٹر ساکٹ جو اس سے قبل فورٹ کولنس کے کولوراڈو ایگریکلچرل کالج سے وابستہ تھے' انہوں نے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ شہد کے اندر بیماری کے جراثیم پرورش پاتے ہیں جس طرح وہ دودھ میں پرورش پاتے ہیں' لیکن ان کو سخت حیرانگی ہوئی جب تجربات کے دوران انہوں نے پایا کہ بیماری پیدا کرنے والے جراثیم جو انہوں نے خالص شہد میں ڈالے تھے وہ سب کے سب ہلاک ہو گئے۔ معیادی بخار کے جراثیم صرف ۴۸ گھنٹے کے اندر ہلاک ہو گئے۔ بعض سخت جان جراثیم چار یا پانچ دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے۔ ڈاکٹر بوڈوگ بک نے بتایا ہے کہ شہد کے اندر جراثیم کو مارنے کی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خصوصیت کی سادہ سی وجہ ہے کہ وہ شہد کی رطوبت کو کھینچ لینے کی صلاحیت رکھتی ہے۔
شہد جراثیم کی رطوبت کا ہر جزو کھینچ لیتی ہے۔ جراثیم دوسرے حیوانات کی طرح پانی
کے بغیر ہلاک ہو جاتے ہیں۔شہد کے اندر پانی کو جذب کرنے کی صلاحیت لامحدود
مقدار میں ہے۔وہ دھات' شیشہ اور پتھر تک رطوبت کھینچ لیتی ہے۔

اخبار الغیب:

قرآن حکیم نے بڑے واضح انداز میں یہ اعلان کیا کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی غیب نہیں جانتا (النمل) اور غیب کی کنجیاں صرف اس کے پاس ہیں (الانعام) کیونکہ علم غیب اللہ رب العزت کا خاصہ ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے بھی کبھی علم غیب کا دعویٰ نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر قرآن حکیم نازل فرمایا اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور اس کا کلام ہے' اس میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کی بطور پیشگوئی خبریں بھی دیں۔ اور نہ صرف آئندہ کی خبریں دیں بلکہ گذشتہ اقوام اور انبیاء کے حالات بھی بیان فرمائے اور ان کے نتائج وثمرات کا بھی تذکرہ کیا۔ مابعد الموت اور مابعد الطبیعات امور کے متعلق ایسے حقائق بیان فرمائے جن کو بعد کی تحقیق نے بالکل صحیح ثابت کیا۔ آئندہ کے بارے میں قرآن حکیم نے جو اعلانات کیے ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

① جس وقت رسول اللہ ﷺ مکہ میں قیام پذیر تھے۔ اس وقت دنیا کی دو عظیم طاقتوں روم اور ایران کے درمیان ایک شدید جنگ برپا تھی۔ اس جنگ میں ایرانی فوجیں مسلسل رومیوں پر ہر محاذ پر غالب آتی جا رہی تھیں- اور ایرانی لشکر شام کے بڑے بڑے شہروں کو تاخت وتاراج کر کے طوفانی رفتار سے بڑھ رہا تھا۔ اور رومی حکومت پے در پے شکستوں اور متواتر ناکامیوں کے باعث اس قدر نڈھال اور مضمحل ہو چکی تھی کہ اس کے لیے اپنے قدم جمانا مشکل ہو گیا تھا۔ ۶۱۶ء تک بقول ایڈورڈ گبن رومی دارالسلطنت سے باہر اپنی حکومت کا مشرقی اور جنوبی حصہ کھو چکے تھے۔ عراق' شام' فلسطین' مصر اور ایشیائے کوچک میں ہر جگہ صلیبی علم کے بجائے درفش کاویانی لہرا رہا تھا۔ رومی سلطنت قسطنطنیہ کی چار دیواری میں محدود ہو کر رہ گئی تھی۔ مختصر یہ کہ رومی سلطنت کے عظیم درخت کا صرف تنہ باقی رہ گیا تھا اور وہ باقی خشک ہو رہا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خود دارالسلطنت قسطنطنیہ کے اندر دشمن کے گھس آنے کا خوف تمام آبادی پر اس قدر چھایا ہوا تھا کہ تمام کاروبار بند تھے اور تمام پبلک مقامات سنسان پڑے تھے۔ صلیب مقدس کی اصل لکڑی جس کے بارے میں عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس پر مسیح نے جان دی تھی' وہ مدائن پہنچادی گئی تھی۔

ایرانی فاتح اس وقت اپنے کو کتنا بڑا سمجھتا تھا' اس کا اندازہ کسریٰ ایران خسرو پرویز کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے رومی بادشاہ ہرقل کو لکھا تھا:

''سب خداؤں سے بڑا خدا' تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ' ذلیل اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔ تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے' کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچالیا۔''

ان حالات نے رومی بادشاہ ہرقل کو بالکل مایوس کر دیا اور اس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ وہ اب قسطنطنیہ چھوڑ کر بحری راستہ سے جنوبی افریقہ کی ساحلی بندرگاہ چلا جائے جو قرطاجنہ (Carthage) موجودہ ٹیونس میں واقع تھی۔ اب اس کے لیے ملک بچانے کے بجائے اپنی ذات کو بچانے کا مسئلہ تھا۔ شاہی کشتیاں محل کے خزانوں سے لادی جا چکی تھیں' لیکن عین وقت پر کلیسا کے بڑے پادری نے اس کو مذہب کا واسطہ دیا اور وہ اس کو روکنے میں کامیاب ہو گیا۔ ہرقل نے ایک صلح کا قاصد شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کیا۔ اس کا جو جواب خسرو پرویز نے دیا' تاریخ آج بھی اس کو اپنے سینہ میں چھپائے ہوئے ہے۔ خسرو نے کہا:

''مجھ کو یہ نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں بندھا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے۔ میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر ہمارے سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے۔''

ایک طرف یہ حالات تھے۔ دوسری طرف عرب کے مرکزی مقام مکہ میں ان واقعات نے ایک کشمکش پیدا کر دی۔ ایرانی سورج دیوتا کو مانتے تھے اور آگ کی پرستش کرتے تھے اور رومی وحی و رسالت کو ماننے والے تھے۔ اس لیے نفسیاتی طور پر اس جنگ میں مسلمانوں کی ہمدردیاں رومی عیسائیوں کے ساتھ تھیں جب کہ مشرکین مکہ ایرانیوں سے ہمدردی کا اظہار خیال کرتے تھے۔ چنانچہ جب ۶۱۶ء میں ایرانیوں کو رومیوں پر نمایاں غلبہ حاصل ہو گیا تو اسلام کے مخالفین نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے یہ کہنا شروع کر دیا کہ دیکھو ہمارے بھائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تمہارے جیسا مذہب رکھنے والوں پر غالب آ گئے ہیں۔ اسی طرح ایک دن اپنے ملک میں ہم بھی تم کو اور تمہارے دین کو ختم کر دیں گے۔ مسلمانوں کی حالت پہلے ہی کمزور اور دگرگوں تھے اس لیے مشرکین مکہ کے یہ الفاظ ان کے لیے زخم پر نمک کا کام کرتے تھے۔ عین اس وقت قرآن حکیم کی یہ پیشگوئی پیغمبر اسلام ﷺ کی زبان حق ترجمان سے نکلی:

﴿غُلِبَتِ الرُّوْمُ ۝ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَیَغْلِبُوْنَ ۝ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ﴾ (الروم:۲-۴)

''قریب کے ملک (فارس) میں رومی مغلوب ہو جائیں گے لیکن اپنے مغلوب ہونے کے بعد پھر اہل روم اہل ایران پر غالب آ جائیں گے۔ یہ چیز نو سال کے اندر ہو کر رہے گی۔''

ایران اور روم کی جنگوں کے جو حالات اوپر بیان کیے گئے ہیں' ان حالات میں قرآن کی اس پیشگوئی کا پورا ہونا کسی ذہن میں بھی ممکن نظر نہ آتا تھا۔ چنانچہ قریش کے ایک ممتاز رئیس ابی بن خلف نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی کہ اگر تین سال کے دوران رومی غالب آ گئے تو میں آپ کو دس اونٹ دوں گا اور اگر غالب نہ آ سکے تو آپ مجھے دس اونٹ دو گے۔ اس وقت اس طرح کی شرط جائز تھی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ابی بن خلف کی اس شرط کو منظور فرما لیا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قرآن حکیم نے ''بضع سنین'' فرمایا ہے اور عربی زبان میں ''بضع'' کا اطلاق تین سے لے کر نو تک ہوتا ہے' لہٰذا ابوبکر! تم اونٹوں کی تعداد بڑھا کر شرط کی مدت نو سال مقرر کر لو۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نو سال کی مدت مقرر کر کے ابی بن خلف سے سو اونٹوں کی شرط لگا لی۔

ان حالات میں رومیوں کا ایرانیوں پر غلبہ ناممکنات میں سمجھا جاتا تھا۔ چنانچہ ایک غیر مسلم انگریز دانشور ایڈورڈ گبن نے لکھا ہے کہ ''کوئی بھی پیشگوئی اتنی بعید از وقوع نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال رومی سلطنت کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے۔''

لیکن یہ پیشگوئی ایک ایسی ذات کی طرف سے کی گئی تھی جو تمام وسائل اور ذرائع کی تنہا مالک ہے۔ اور تمام انسانوں کے دل اس کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ چنانچہ ادھر اللہ تعالیٰ کے ایک فرشتے نے ایک نبی کی زبان سے یہ خبر دی اور ادھر ہرقل قیصر روم کے حالات میں ایک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انقلاب آنا شروع ہو گیا۔ گبن لکھتا ہے:

”تاریخ کے نمایاں کرداروں میں سے ایک غیر معمولی کردار وہ ہے جو ہرقل کے اندر ہم دیکھتے ہیں۔ اپنے طویل دور حکومت کے ابتدائی اور آخری سالوں میں یہ بادشاہ سستی، عیاشی اور اوہام کا بندہ دکھائی دیتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی رعایا کے مصائب کا ایک بے حس اور نامرد تماشائی ہے، لیکن صبح وشام کا بے رونق کہر دوپہر کے سورج سے کچھ دیر کے لیے چھٹ جاتا ہے۔ یہی حال ہرقل کا ہوا۔ محل کا آرکے ڈیس (Arcadius) (رومی سلطنت کا ایک بادشاہ) یکا یک میدان جنگ کا سیزر (Caesar) (جولیس سیزر عظیم رومی کمانڈر اور سیاست دان) بن گیا۔ اور روم کی عزت چھ جرأت مندانہ مہموں کے ذریعہ دوبارہ حاصل کر لی گئی...... قیاس یہ ہے کہ اس کے پیچھے کوئی سیاسی اسباب نہیں تھے بلکہ یہ زیادہ تر اس کے شخصی جذبے کا نتیجہ تھا۔ اسی کے تحت اس نے اپنی تمام دل چسپیاں ختم کر دیں حتی کہ اپنی بھانجی مارٹینا (Martina) کو بھی چھوڑ دیا جس سے اس کو اس قدر تعلق تھا کہ محرم ہونے کے باوجود اس کے ساتھ اس نے شادی کر لی تھی۔“

(Gibbon: The History of the Decline and Fall of the Roman Empire, vol. 5, P. 74-77)

آخر ۶۲۲ء سے ۶۲۵ء میں رومیوں نے پے در پے حملے کر کے ایران کی افواج کا کچومر نکال دیا۔ اور رومی افواج نے نہ صرف اپنا علاقہ واپس لے لیا بلکہ ایرانی قلمرو میں بھی گھس گئیں اور میسوپوٹا تک پہنچ گئیں۔ اور حالت یہ ہو گئی کہ رومی شہنشاہ اب خود ایرانی شہنشاہیت کے قلب پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ تاہم آخری فیصلہ کن جنگ دجلہ کے کنارے نینوا کے مقام پر دسمبر ۶۲۷ء میں ہوئی

ہرقل کے ان پے در پے حملوں نے خسرو کی کمر ہمت توڑ کر رکھ دی اور اب وہ اپنے محبوب محل 'دستگرد' سے بھاگنے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس دوران اس کے اس محل میں بغاوت ہو گئی۔ اس کے لڑکے شیرویہ نے اس کو گرفتار کر کے ایک تہہ خانے میں قید کر دیا جہاں وہ پانچویں روز نہایت بے کسی اور بے بسی کی حالت میں مر گیا۔ اس کے اٹھارہ لڑکوں کو اس کی آنکھوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد ملک میں انار کی پیداوار ہو گئی۔ چار سال میں نو بادشاہ تبدیل ہوئے۔ آخر خسرو پرویز کے لڑکے قباد ثانی نے رومی مقبوضات سے دست بردار ہو کر صلح کر لی۔ مقدس صلیب کی لکڑی واپس کر دی گئی۔

اس طرح قرآن حکیم نے رومیوں کے دوبارہ غلبہ کی جو پیشگوئی کی تھی وہ ٹھیک نو سال کے اندر مکمل طور پر پوری ہو گئی۔ ایک روایت میں ہے کہ جس روز بدر کے میدان میں ۳۱۳ نہتے مسلمان ایک ہزار مسلح قریش مکہ کے سورماؤں کا منہ پھیر رہے تھے' ٹھیک اسی روز یہ خبر ملی کہ رومیوں نے اہل ایران کو شکست فاش دے دی ہے۔ اس وقت یہ واضح ہوا کہ قرآن حکیم نے رومیوں کی فتح کی خبر دینے کے ساتھ جو فرمایا تھا یومئیذ یفرح المومنون بنصر الله۔ اس روز مسلمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔ اس سے مسلمانوں کی اس دوہری خوشی کی طرف اشارہ تھا۔

مورخین نے لکھا ہے کہ ایران پر فتح کی تکمیل کے بعد ہرقل پھر پہلے کی طرح سست اور عیار بن گیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لیے چند سالوں کے لیے اس کے دل ودماغ کو بیدار اور اس کے دست وبازو کو ہوشیار کر دیا تھا۔ اور جونہی یہ پیشگوئی پوری ہوئی وہ پھر تعیش وتغافل' اور سستی وکاہلی کے بستر پر تھپک تھپک کر سلا دیا گیا۔ چنانچہ اس طرح کی پیشگوئیاں بھی قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کی بین دلائل ہیں۔

دلیل انجذابی:

قرآن حکیم کے معجزہ ہونے کی ایک دلیل انجذابی ہے یعنی اس میں ایک خاص شان جاذبیت پائی جاتی ہے جو کسی اور انسانی کلام میں نہیں پائی جاتی۔ جاذبیت کی مختلف صورتیں ہیں:

① جاذبیت کی ایک دلیل تو یہ ہے کہ نہ صرف عرب بلکہ غیر عرب بھی اس کتاب کو اجنبی زبان میں ہونے کے باوجود حفظ کر لیتا ہے۔ حالانکہ اس کے مقابلہ میں دنیا کی کسی الہامی اور غیر الہامی کتاب کا حافظ ملنا بہت مشکل ہے اور قرآن کے حافظ ہزاروں میں نہیں بلکہ لاکھوں کروڑوں میں ہیں۔ یہ قرآن کی شان جاذبیت ہے جو لوگوں کو اس کے حفظ پر آمادہ کرتی ہے حالانکہ اس کے حفظ میں کوئی دنیوی اور مادی فائدہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی حفاظت اپنے ذمہ لی کیونکہ یہ سارے عالم کے لیے ہے اور قیامت تک کے لیے ہے' لہٰذا اس میں اس اہتمام کی ضرورت تھی کہ قیامت تک ایک نقطہ' ایک شوشہ اور ایک حرکت میں تبدیلی نہ ہو سکے۔ اس قسم کی حفاظت کے لیے اس میں ایک تو شان جاذبیت رکھی جو اس کے اعجاز کی دلیل ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں فرمایا کہ "انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون." ''بے شک ہمیں نے قرآن حکیم کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر: ۹) آیت کریمہ میں "لحافظون" مطلق لایا گیا اور اصول ہے کہ "المطلق اذا اطلق یراد به الفرد الکامل" اس اصول کے مطابق حفاظت کا فرد کامل مراد لیا جانا ضروری ہے جو لفظ اور معنی دونوں کو شامل ہو۔ اس لیے آیت کا حاصل یہ نکلا کہ ہم ہی قرآن کے لفظوں کے بھی محافظ ہیں اور اس کے معنی اور بیان کے بھی محافظ ہیں۔ اس وقت سے اس امت میں قرآن حکیم کی اس شان جاذبیت کی وجہ سے ایسے ایسے حفاظ قرآن پیدا ہوتے رہیں گے جو اس کے ہر ہر حرف و معنی کی حفاظت کریں گے۔

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کی حفاظت کے دو ذریعے رکھے۔ ایک سینہ اور دوسرا سفینہ یا ایک مصاحف اور دوسرا قلوب حفاظ۔ مصاحف اور اوراق میں قیامت اور بعد قیامت قرآن حکیم کو بقاء نہیں۔ کیونکہ احادیث میں ہے کہ قرب قیامت میں قرآن کے حروف اوراق سے اٹھا لیے جائیں گے اور پھر یہ ذریعہ ختم ہو جائے گا جیسا کہ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر جلد ۱ ص ۳۲۶ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے الاکلیل ص ۱۶۹ پر نقل فرمایا ہے' لیکن قلوب حفاظ بعد قیامت بھی حفظ قرآن کے ساتھ بدستور باقی رہیں گے حتیٰ کہ جنت میں بھی قرآن حکیم حفاظ کے سینوں میں محفوظ ہو گا اور حفاظ کرام کو حکم دیا جائے گا کہ ''قرآن حکیم کو پڑھتے جاؤ اور جنت کے درجات میں چڑھتے جاؤ۔ جہاں تلاوت قرآن ختم ہو وہی جنت میں تمہارا مقام ہو گا۔''

قرآن حکیم میں سورۃ القمر آیت ۱۷' ۲۲' ۳۲ اور ۴۰ میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ﴾ (سورۃ القمر: ۱۷)

''اور ہم نے قرآن حکیم کو حفظ کے لیے آسان کر دیا پس ہے کوئی حفظ کرنے والا۔''

مطلب یہ ہے کہ قرآن حکیم میں یہ شان اعجاز رکھی گئی کہ وہ حفظ کے لیے آسان بنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیا گیا اور جو حفظ کا ارادہ کرے حق تعالیٰ شانہ اس معاملہ میں اس کی اعانت فرماتے ہیں۔
چنانچہ مشہور تابعی سیدنا سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتابوں میں قرآن حکیم کے علاوہ کوئی کتاب ایسی نہیں جو حفظ کی جا سکے۔ اور ایک اور مفسر فرماتے ہیں کہ سیدنا موسیٰ' سیدنا ہارون اور سیدنا یوشع بن نون اور سیدنا عزیر علیہم السلام تورات کے حافظ تھے۔ ان کے علاوہ بنی اسرائیل کے تمام لوگ اسے دیکھ کر پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے بنی اسرائیل تورات جل جانے کے بعد سیدنا عزیر علیہ السلام کے محتاج ہوئے تھے اور انہوں نے اپنی یادداشت سے توارت لکھ دی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے اس امت پر قرآن حکیم کے حفظ کرنے کو آسان بنا دیا تا کہ وہ اسے آسانی سے یاد کر سکیں۔ (قرطبی جلد ۱۷ص ۱۳۴)

قرآن حکیم ہی میں ایک اور مقام پر فرمایا:

﴿بَلْ هُوَ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾ (العنکبوت:۴۹)

''بلکہ یہ قرآن صاف اور کھلی کھلی آیات ہیں ان لوگوں کے سینوں میں جن کو علم دیا گیا ہے۔''

سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حفظ کرنا اس امت کی خصوصیت ہے' ورنہ اس سے قبل کے لوگ اپنی کتابوں کو صرف دیکھ کر پڑھ سکتے تھے۔ صرف ان کے نبی ہی اپنی کتابوں کے حافظ ہوتے تھے۔ اس آیت میں سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اس امت کے مومنین مراد ہیں۔ جو قرآن حکیم کی تلاوت بھی کرتے ہیں اور اسے یاد بھی کرتے ہیں۔
(تفسیر قرطبی جلد ۱۳ص ۳۵۴)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اس آیت کے بارے میں لکھتے ہیں:
''یعنی پیغمبر نے کسی سے لکھا پڑھا نہیں بلکہ یہ وحی جوان پر آئی ہمیشہ کو بن دیکھے سینہ بسینہ جاری رہے گی۔ اللہ کے فضل سے علماء اور حفاظ و قراء کے سینے اس کے الفاظ و معانی کی حفاظت کریں گے۔ اور آسمانی کتابیں حفظ نہ ہوتی تھیں۔ یہ کتاب حفظ ہی سے باقی ہے۔ لکھنا اس پر افزود ہے۔'' (فوائد عثمانی ص ۵۲۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کتاب میں یہ شان اعجاز رکھی ہے کہ ایک نو دس سال کا بچہ بھی جو عربی زبان سے بالکل نابلد اور ناآشنا ہے اس کو حفظ کر سکتا ہے اور کرتا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ اس مادی دور میں اس کو کوئی دنیوی لالچ نہیں۔ ہاں روحانی طور پر چونکہ حفظ قرآن کے بے شمار فضائل احادیث میں منقول ہیں، جن کے پیش نظر قرآن حکیم کو حفظ کیا جاتا ہے۔

حفظ قرآن کے فضائل:

مادی لحاظ سے تو قرآن حکیم کے حفظ میں اس دنیا میں کوئی فائدہ سمجھا نہیں جاتا لیکن جو روحانی فضائل احادیث نبویہ ﷺ میں آئے ہیں، وہ بے شمار ہیں۔ انہی فضائل کے حصول کے لیے آج بھی قرآن حکیم کو حفظ کیا جاتا ہے جس سے ایک تو قرآن کے الفاظ کی حفاظت ہو رہی ہے۔ اور دوسرے قرآن حکیم کی شان جاذبیت اور شان اعجاز کا دنیا میں ظہور ہو رہا ہے اور دنیا کے تمام مذاہب اپنی کتابوں کا کوئی حافظ پیش نہیں کر سکتے۔ چنانچہ حفظ قرآن کے بارے میں جو احادیث کتابوں میں مروی ہیں وہ تو بہت ہیں لیکن ہم ان میں سے چند ایک ذیل میں درج کرتے ہیں۔

① سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حفاظ قرآن کو اللہ تعالیٰ نے بطور اکرام اپنا اہل فرمایا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون ہیں؟

"حفاظ کرام اللہ کا اہل اور اس کے خاص لوگ ہیں۔"

(ابن ماجہ جلد ۱ ص ۷۸، مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۵۵۶، المناوی جلد ۳ ص ۶۷)

② سیدنا جبیر بن نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کہ بندہ کا اللہ کے ساتھ تقرب کا اور کوئی ذریعہ نہیں مگر اس کلام سے جو اس کے اندر سے نکلا ہے یعنی قرآن حکیم۔ (کنز العمال جلد ۱ ص ۵۱)

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"جس نے قرآن میں مہارت حاصل کر لی وہ معزز فرشتوں کے ساتھ ہو گا جو میر منشی ہیں اور نیکوکار ہیں۔"

(مسلم جلد ۱ ص ۲۶۹، ترمذی جلد ۲ ص ۱۱۸، ابوداؤد جلد ۱ ص ۲۰۵، تفسیر القرطبی جلد ۱ ص ۷)

④ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''میری امت کے اشراف حاملین قرآن اور رات کو عبادت کرنے والے ہیں۔''
(مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۶۱' معجم الکبیر للطبرانی)

⑤ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:
''صرف دو آدمی قابل رشک ہیں ایک وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے نعمت قرآن سے نوازا پس وہ رات دن اس کی تلاوت کرتا ہے۔ اور دوسرا وہ جس کو اللہ تعالیٰ نے مال و دولت سے نوازا اور وہ اس کو رات دن اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔
(بخاری جلد ۲ ص ۷۵۱' مسلم جلد ۱ ص ۲۷۲' کنز العمال جلد ۱ ص ۵۲۲)

⑥ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حافظ قرآن سے کہا جائے گا:
''قرآن حکیم پڑھتا جا اور جنت میں چڑھتا جا اور ہر آیت کے بدلہ میں ایک ایک نیکی کا اضافہ کیا جائے گا۔''
(ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۹' مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۵۵۲' سنن الدارمی جلد ۱ ص ۳۰۹)

⑦ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:
''وہ شخص جس کے دل میں قرآن کا تھوڑا سا بھی حصہ نہیں وہ ایک ویران گھر کی طرح ہے۔''
(شعب الایمان بیہقی' جلد ۲ ص ۳۲' ترمذی جلد ۱ ص ۱۱۹' سنن الدارمی جلد ۱ ص ۳۰۸)

⑧ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:
''جب حافظ قرآن انتقال کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ زمین کی طرف وحی کرتے ہیں کہ تو اس کے جسم کو مت کھانا۔ وہ جواب دیتی ہے: اے اللہ! میں اس کے جسم کو کیسے کھا سکتی ہوں جب کہ آپ کا کلام اس کے دل و دماغ میں موجود ہے۔''
(کنز العمال جلد ۱ ص ۵۵۵)

⑨ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جس نے قرآن پڑھا اور اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کے والدین کو ایسا تاج پہنائیں گے جس کی روشنی اس سورج کی روشنی سے زیادہ اچھی ہے جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا کے گھروں میں ہے۔ اگر وہ تاج تم میں ہوتا۔ پس اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے خود تو اس کو پڑھا اور اس پر عمل کیا؟"

(مسند احمد عن معاذ' ابوداؤد' جلد اص ۲۰۵' مجمع الزوائد جلد ۷' ص ۱۲۲' مشکوٰۃ ص ۱۸۶)

(۱۰) سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حفاظ قرآن اور علماء (حاملین قرآن) کا اکرام کرو۔ پس جس نے ان کا اکرام کیا اس نے میرا اکرام کیا۔ اور جس نے میرا اکرام کیا پس اس نے اللہ تعالیٰ کا اکرام کیا۔ خبردار! حفاظ قرآن اور حاملین قرآن کے حقوق میں کمی اور ان کی بے قدری نہ کرو کیونکہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس مقام پر فائز ہیں کہ قریب تھا کہ حفاظ قرآن انبیاء ہوتے مگر یہ کہ ان کی طرف وحی نہیں ہوتی۔"

(المناوی جلد ۲ ص ۹۱' کنز العمال جلد اص ۵۶۳' رواہ الدارقطنی والدیلمی)

یہ تو حفظ کی دس احادیث ہیں۔ قرآن حکیم تو وہ نعمت ہے کہ جس کی تلاوت پر ایک حرف کے بدلے میں ستر نیکیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ (ملاحظہ ہو تفسیر القرطبی جلد اص ۷ و مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۱۶۲ وعزاہ الی الطبرانی فی الاوسط) بلکہ یہاں تک آیا ہے۔ کہ جس نے کتاب اللہ کی کوئی آیت تلاوت کی تو وہ آیت قیامت کے دن اس کے لیے نور ہوگی اور جو توجہ سے اس کو سنے اس کے لیے نیکی لکھی جاتی ہے۔

(جمع الفوائد جلد ۲ ص ۱۲۴' کنز العمال جلد اص ۵۳۴)

قرآن حکیم کے اس اعجاز پر بعض لوگوں نے فیضی کی بے نقط تفسیر سواطع الالہام کو پیش کیا ہے۔ یہ درست ہے کہ فیضی نے بے نقط تفسیر لکھی ہے جو کہ ایک بہت بڑا کمال ہے۔ ملاحظہ ہو:

کلام الله لاحد لمحامده ولا عد لمکارمه وامواء لاساحل له

"قرآن حکیم اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جس کی تعریفوں کی کوئی انتہاء نہیں اور جس کی فضیلتیں بے حد و شمار ہیں۔ وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔"

لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود خود فیضی بھی اس کو قرآن کے مقابلہ میں بطور اعجاز پیش نہیں کرتا اور نہ ہی بلغاء و فصحاء نے قرآن کی بلاغت و فصاحت کے مقابلہ میں اسے کوئی اہمیت دی ہے۔ فیضی کے علاوہ عربوں کے اور بڑے بڑے ادیب اور دانشور پیدا ہوئے جیسے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صاحب مقامات حریری اور متنبّی وغیرہ لیکن ان میں سے کسی نے بھی قرآن حکیم کے اعجاز کے دعویٰ کو رد نہیں کیا اور نہ ہی اپنی کتابوں کو قرآن حکیم کے مقابلہ میں پیش کیا۔ لہٰذا اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ قرآن حکیم سرکار دو عالم ﷺ کا ایک زندہ جاوید معجزہ ہے۔ اور دنیا میں یہ واحد کتاب ہے جو حفظ ہو سکتی ہے اور آج دنیا میں اس کے لاکھوں کروڑوں حافظ موجود ہیں۔ اس سلسلہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''ایک مرتبہ ایک انگریز حاکم شہر سہارنپور (بھارت) کے بچوں کے ایک مدرسہ میں پہنچا اور بچوں کو تعلیم قرآن اور اس کے حفظ کرنے میں مشغول دیکھا۔ حاکم نے استاد سے سوال کیا: ''کیا ان میں سے کسی نے پورا قرآن حفظ کیا ہے؟'' استاد نے کہا: ہاں' اور چند لڑکوں کی طرف اشارہ کیا۔ اس نے جب سنا تو اسے بڑا تعجب ہوا اور کہنے لگا کہ ان میں سے ایک لڑکے کو بلاؤ اور قرآن میرے ہاتھ میں دے دو' میں امتحان لوں گا۔ استاد نے کہا: آپ خود جس کو چاہیں بلا لیجئے۔ چنانچہ اس نے خود ایک لڑکے کو بلایا جس کی عمر ۱۳ یا ۱۴ سال کی تھی' اور چند مقامات میں اس کا امتحان لیا۔ جب اسے کامل یقین ہو گیا کہ یہ پورے قرآن کا حافظ ہے تو متعجب اور حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میں شہادت دیتا ہوں کہ جس طرح قرآن کے لیے تواتر اور حفاظت ثابت ہے کسی بھی کتاب کو ایسا تواتر میسر نہیں ہے' محض ایک بچہ کے سینہ سے پورے قرآن کا صحت الفاظ اور ضبط اعراب کے ساتھ لکھا جانا ممکن ہے۔''

(بائبل سے قرآن تک)

یہ تو حفظ قرآن کے فضائل تھے' لیکن جو شخص قرآن یاد کرنے کے بعد اس کو بھلا دیتا ہے' وہ بہت بڑے گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میرے سامنے میری امت کے اعمال پیش کیے گئے حتیٰ کہ جس کوڑے کرکٹ کو انسان مسجد سے نکالتا ہے وہ بھی پیش کیا گیا۔ اور میرے سامنے میری امت کے گناہ بھی پیش کیے گئے۔ پس میں نے قرآن حکیم کی کوئی سورت یا آیت جو کسی انسان نے یاد کر کے بھلا دی' اس سے بڑا گناہ اور کوئی نہیں دیکھا۔

(الجامع الصغیر مع المناوی جلد ۴ ص ۳۱۳' کنز العمال جلد ۱ ص ۶۱۵' عن ابی داؤد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کو جو سب سے بڑا گناہ فرمایا گیا وہ اس لیے ہے کہ یہ قرآن حکیم سے بے پروائی، سستی، بے قدری اور غفلت کا نتیجہ ہے۔ چنانچہ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جس نے قرآن حکیم یا اس کے کسی حصہ کو حفظ کیا تھا تو اس سے اس کا مرتبہ بلند ہو گیا تھا، لیکن جب اس نے سستی یا کسی دوسری وجہ سے اس کو یاد نہ رکھا تو وہ اس بلند مرتبہ سے نیچے گر گیا۔ پس مناسب ہوا کہ اس پر خدا کا عتاب ہو۔ اور اس لیے بھی کہ بھلانا جہل ہے اور علم کے بعد جہل کی طرف رجوع کرنا گناہ عظیم ہے۔

ایک حدیث میں جو سیدنا سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''وہ شخص جو قرآن حکیم کو یاد کر کے بھلا دیتا ہے تو وہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کو اس حالت میں ملے گا کہ وہ مجذوم ہو گا۔

(کنز العمال جلد ۱ ص ۶۱۵، ابوداؤد جلد ۱ ص ۱۰۷، او اخرجہ مسلم والدارمی والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان کذا عزاہ السیوطی رحمۃ اللہ علیہ)

امام قسطلانی نے اپنی کتاب المواہب اللدنیہ میں چھ وجوہ اعجاز بیان فرمائی ہیں۔ اہل علم وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ (مواہب اللدنیہ جلد ۶ ص ۴۳۵ - ۴۵۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسراء اور معراج

اسراء اور معراج کا واقعہ بعض روایات کے مطابق ہجرت سے تین سال پہلے اور قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے قول کے مطابق ہجرت سے پانچ سال پہلے پیش آیا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا نماز پنج گانہ کی فرضیت سے قبل وفات پا چکی تھیں۔ اور نماز بالاتفاق معراج میں فرض ہوئی۔ پھر بخاری ہی میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ہجرت سے تین سال قبل وفات پائی تو اس حساب سے معراج ہجرت سے قبل تین سال سے کم عرصہ میں ہوئی لیکن تین سال سے کتنا کم۔ اس کے بارے میں روایات خاموش ہیں۔ بہرحال ہمارے نزدیک راویوں کی ایک کثیر تعداد کی رو سے یہ واقعہ ہجرت سے ایک سے ڈیڑھ سال پہلے کا ہے اور غالباً مہینہ رجب المرجب کا تھا۔

یہ نہایت اہم واقعہ ہے کیونکہ جس طرح اس واقعہ کا تعلق اس دنیا سے ہے اسی طرح اس دنیا سے بھی ہے جو ماوراء عقل ہے۔ اس لیے اس واقعہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد نے روایت کیا ہے جن کی تعداد علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق ۴۵ ہے۔ (زرقانی شرح مواہب جلد۱ص ۳۵۵) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر غفاری رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جیسے اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے، لیکن اس بارے میں مفصل روایات سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے سنا اور ایک اور روایت میں ہے کہ انہوں نے یہ واقعہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے بھی سنا۔ لسان نبوت سے اس واقعہ کو سننے کی کوئی تصریح نہیں ہے۔ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے یہ واقعہ سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے۔ یہی بیان سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کا بھی ہے۔ اس وجہ سے ان دونوں صحابہ کی روایات مقدم ہیں۔ پھر ان دونوں میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی ایک خاص خصوصیت ہے وہ یہ کہ وہ السابقون الاولون میں سے ہیں اور یہ واقعہ چونکہ مکہ میں پیش آیا اور یہ اس واقعہ سے پہلے اسلام لا چکے تھے اس لیے ان کا بیان سیدنا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے زیادہ مقدم ہے کیونکہ سیدنا مالک رضی اللہ عنہ انصاری ہیں اور یہ اس واقعہ کے بعد مدینہ میں اسلام لائے۔

ان تمام روایات سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ کچھ یوں ہے کہ

''سرکار دو عالم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ تین فرشتے آئے۔ انہوں نے مجھے جگایا۔ پھر انہوں نے میرا پیٹ چاک کیا۔ اس میں سے میرا دل نکال کر سونے کے طشت میں رکھا اور اس کو زمزم کے پانی سے دھویا اور پھر ایمان و حکمت بھر کر اس کو سی دیا۔ پھر خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک جانور لائے جس کو براق کہتے ہیں۔ یہ جانور میری سواری کے لیے پیش کیا گیا۔ وہ جانور تیز رفتاری میں اتنا تیز تھا کہ حد نگاہ تک اس کا ایک قدم جاتا تھا۔ چنانچہ اس پر مجھے سوار کر کے بیت المقدس لایا گیا۔ میں وہاں سواری سے نیچے اترا۔ جبریل امین نے اس سواری کو اس حلقہ کے ساتھ باندھ دیا جہاں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ میں سواری سے اتر کر مسجد میں داخل ہوا جہاں تمام انبیاء کو اللہ تعالیٰ نے میرے لیے جمع کر دیا تھا۔ جبریل علیہ السلام کے کہنے کے مطابق میں نے وہاں تمام انبیاء علیہم السلام کی امامت کرائی اور ان کو دو رکعت نماز پڑھائی۔ پھر وہاں سے جبریل مجھے پہلے آسمان پر لے گئے۔ جبریل نے آسمان کا دروازہ کھولنے کے لیے کہا۔ دربان نے پوچھا کون ہے؟ کہا جبریل ہے۔ دربان نے کہا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد ﷺ۔ پوچھا گیا: کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریل نے کہا: ہاں۔ چنانچہ جب دروازہ کھولا گیا اور آپ ﷺ آسمان اول میں داخل ہوئے تو وہاں سیدنا آدم علیہ السلام سے آپ ﷺ کی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے علیک سلیک کے بعد صالح نبی اور نیک بیٹے کے الفاظ سے آپ کو خوش آمدید کہا۔ حضور محمد ﷺ فرماتے ہیں کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے دائیں بائیں بہت سی پرچھائیاں تھیں۔ وہ جب دائیں جانب دیکھتے تو تبسم فرماتے اور جب ان کی نگاہ بائیں جانب جاتی تو گریہ طاری ہو جاتا۔ سیدنا جبریل سے جب میں نے اس کی وجہ پوچھی تو کہا کہ ان کے دائیں بائیں جو پرچھائیاں ہیں وہ ان کی اولاد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روحیں ہیں۔ دائیں جانب والے جنتی اور بائیں جانب والے جہنمی ہیں۔ اس لیے جب وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہو کر تبسم فرماتے ہیں اور جب بائیں جانب نگاہ ڈالتے ہیں تو ان پر گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ یہاں سے آپ دوسرے آسمان پر پہنچے تو اسی قسم کا سوال و جواب ہوا۔ وہاں سیدنا عیسیٰ اور سیدنا یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے نبی صالح اور برادر صالح کے الفاظ سے خطاب کرتے ہوئے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ نے انہیں سلام کیا۔ پھر تیسرے آسمان کے دروازہ کو بھی اسی طرح اجازت لے کر کھلوایا گیا اور آپ ﷺ تیسرے آسمان میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے بھی نبی صالح اور برادر صالح کے الفاظ سے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی سلام کیا۔ پھر چوتھے آسمان پر اسی طرح اجازت طلب کر کے داخل ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا ادریس علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے بھی دوسرے انبیاء کی طرح آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ اور آپ ﷺ نے انہیں بھی سلام کیا۔ پھر وہاں سے آپ ﷺ پانچویں آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں سیدنا ہارون علیہ السلام نے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی سلام کیا۔ پھر آپ ﷺ چھٹے آسمان پر تشریف لے گئے وہاں سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کا استقبال کیا۔ آپ ﷺ نے انہیں بھی سلام کیا۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جب ہم ان سے رخصت ہو کر ساتویں آسمان پر جانے لگے تو ان کے رونے کی آواز آئی۔ پوچھا: اے موسیٰ! کیوں روتے ہو؟ کہا کہ یہ نوجوان نبی میرے بعد دنیا میں آیا اور اس کی امت میری امت سے کہیں زیادہ جنت میں داخل ہو گی۔ پھر آپ ﷺ ساتویں آسمان میں داخل ہوئے۔ وہاں آپ ﷺ کی ملاقات سیدنا ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی۔ انہوں نے نبی صالح اور فرزند صالح کے الفاظ سے آپ ﷺ کو خوش آمدید کہا۔ جبریل نے بتایا کہ یہ آپ ﷺ کے باپ ابراہیم ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام بیت معمور (فرشتوں کا کعبہ) کی دیوار سے پیٹھ لگائے بیٹھے تھے۔ اس بیت معمور میں ہر روز ستر ہزار فرشتے عبادت کے لیے داخل ہوتے ہیں۔ جو ایک دفعہ داخل ہو گیا پھر پوری عمر اس کو دوبارہ وہاں جانے کا موقع نہیں ملتا۔ پھر ساتویں آسمان سے آپ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پہنچے۔ یہ ایک بیری کا درخت تھا اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی طرح تھے اور اس کا پھل قبیلہ ہجر کے مٹکوں کی طرح تھا۔ یہی وہ مقام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے جہاں سے احکام نیچے زمین پر اترتے ہیں۔ اور عبادات و اعمال اوپر چڑھ کر پہنچتے ہیں۔ وہاں سونے کے پروانوں نے اس کو گھیرے میں لے رکھا تھا۔ اس درخت پر شان ربانی کا پرتو تھا۔ یہاں پہنچ کر جبریل علیہ السلام اپنی اصلی شکل میں آپ ﷺ کے سامنے ظاہر اور نمودار ہوئے۔ پھر شاہد مستور ازل نے رخ سے پردہ اٹھایا اور خلوت گاہ راز میں ناز و نیاز کے وہ پیام ادا ہوئے کہ الفاظ اس کی لطافت و نزاکت کا تحمل نہیں کر سکتے۔ فاوحی الیٰ عبدہ ما اوحیٰ۔

بعض روایات میں ہے کہ یہاں آپ ﷺ کو تین پیالے پیش کیے گئے۔ ایک دودھ کا، دوسرا شراب کا، اور تیسرا شہد کا۔ آپ ﷺ نے ان میں سے دودھ کا پیالہ لے لیا۔ ارشاد ہوا کہ آپ ﷺ نے حسن انتخاب میں کمال کر دیا۔ ارشاد ہوا آپ ﷺ نے فطرت کو پسند کیا۔ اگر آپ ﷺ شراب کا پیالہ لے لیتے تو آپ ﷺ کی امت گمراہ ہو جاتی۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ پیالے آپ ﷺ کو مسجد اقصیٰ میں جبریل نے پیش کیے۔

یہاں پر بارگاہ رب العزت سے آپ ﷺ کو تین عطیے مرحمت فرمائے گئے۔

① سورہ بقرہ کی آخری آیات جن میں عقائد و ایمان کی تکمیل وغیرہ کا ذکر ہے۔

② رحمت خاص کی طرف سے یہ مژدہ جانفزا سنایا گیا کہ آپ ﷺ کی امت میں سے جو شخص شرک نہیں کرے گا، اس پر ابر مغفرۃ برسے گا اور حق تعالیٰ شانہ کا دامن عفو اس کو ڈھانپ لے گا۔

③ اور پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔

یہ تین تحفے لے کر سرکار دو عالم ﷺ نہایت فرحت و شادمانی کے ساتھ واپس تشریف لائے۔ جب راستہ میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے استفسار کیا کہ بارگاہ ربوبیت سے کیا عطیہ ملا؟ فرمایا: امت پر پچاس وقت کی نماز۔ انہوں نے کہا: میں بنی اسرائیل پر خوب تجربہ کر چکا ہوں۔ آپ ﷺ کی کمزور امت سے یہ گراں بار نہیں اٹھایا جا سکے گا۔ لہٰذا آپ ﷺ بارگاہ الٰہی میں تخفیف کا مطالبہ کریں۔ آپ ﷺ نے رجعت فرمائی اور بارگاہ خداوندی میں عرض پرداز ہوئے کہ یا الٰہی! میری امت نہایت کمزور ہے اور اس کے قویٰ نہایت ضعیف ہیں۔ اس درخواست پر دس نمازیں معاف ہوئیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا: ابھی بھی زیادہ ہیں اور کمی کی درخواست کریں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ پھر واپس تشریف لے گئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور بارگاہ الٰہی میں تخفیف کی درخواست کی اور دس پھر معاف ہو گئیں۔ اسی طرح بار بار آنے جانے سے شب و روز میں صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے مشورہ دیا کہ یہ پانچ بھی زیادہ ہیں۔ مزید تخفیف کی درخواست کریں' لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اب مجھے اپنے پروردگار سے شرم آتی ہے۔'' آواز آئی: اے محمد! میرے حکم میں تبدیلی نہیں۔ نمازیں پانچ ہوں گی لیکن ہر نیکی کا بدلہ دس گناہ عطا فرماؤں گا' لہٰذا یہ پانچ بھی پچاس ہوں گی۔ میں نے اپنے بندوں پر تخفیف کر دی اور اپنا فیصلہ نافذ کر دیا۔ ان تمام مقامات سے ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور صبح مسجد حرام سے بیدار ہوئے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰' ص ۵۴۸' ص ۵۵۰' جلد ۲ ص ۱۱۲۰' مسلم جلد ۱ ص ۹۲' ص ۹۳' ص ۹۶' ص ۹۷' ترمذی جلد ۲ ص ۱۳۱' ص ۱۴۱' ص ۱۳۵' مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۱۱۲۰' ابن ماجہ ص ۱۶۵' ابوعوانہ جلد ۱ ص ۱۱۶' ص ۱۲۶' ص ۱۶۸' ص ۱۳۵' مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۳۵۹' مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۲۷۴)

صبح اٹھنے کے بعد مسجد حرام میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رات کے اس واقعہ کو لوگوں کے سامنے بیان فرمایا۔ رؤسائے مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کو جھٹلایا۔ پھر مختلف سوالات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیے۔ ان میں سے اکثر لوگ شام آیا جایا کرتے تھے۔ انہوں نے بیت المقدس کو بار ہا دیکھا تھا اور انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے قبل بیت المقدس کو نہیں دیکھا ہے۔ چنانچہ انہوں نے بیت المقدس کی شکل و صورت کے بارے میں پوچھا کہ وہ کیسی ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میرے ذہن میں بیت المقدس کا نقشہ نہ تھا' لہٰذا کچھ پریشانی ہوئی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

((فجلی اللہ لی بیت المقدس فطفقت اخبرھم عن آیاتہ وانا انظر الیہ)) (بخاری' مسلم' مشکوٰۃ ص ۵۳۰)

''حق تعالیٰ شانہ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان سب پردے اٹھا دیے اور اس کو میرے سامنے کر دیا اور میں اس کو دیکھ دیکھ کر اس کے ایک ایک نشان کے بارے میں انہیں بتاتا رہا۔''

اس واقعہ کے بارے میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خالق کون و مکان نے دنیا کی عمر میں ایک محفل ایک ہی بار اور ایک ہی شخصیت کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیے سجائی اور کیا خوب سجائی جس کو سن کر بے ساختہ زبان سے سبحان اللہ نکلتا ہے لیکن اس نے اس سیر کی ابتداء کا تذکرہ "سبحان الذی اسریٰ بعبدہ" کہہ کر اس شان کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔ اور اللہ اکبر کہ اس سیر عظیم کی غایت خود ہی بیان فرما دی یعنی "لنریہ من آیاتنا" تا کہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ یہ سیر صرف آپ ﷺ کو اپنے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرانے کے لیے تھی۔ کاش کہ کوئی اہل علم ہوتا جو یہاں گن گن کر ان آیات کو شمار کراتا تا کہ دیکھنے والے دیکھ لیتے کہ تنہا سیر معراج ایک معجزہ نہیں بلکہ نہ معلوم قرآنی زبان میں اپنے دامن میں آیات کبریٰ کے کتنے لعل و جواہر لیے ہوئے ہے جن میں سے کچھ احادیث متفرقہ میں مل سکے اور بہت کچھ علم پروردگار میں باقی رہ گئے۔" فاوحیٰ الیٰ عبدہ ما اوحیٰ" اب وہ کیا تھے اس کی خبر کس کو لگ سکتی ہے۔ (ترجمان السنہ جلد۴ ص ۱۶۲)

معراج جسمانی تھی یا روحانی:

آج کل کے ذہنوں میں یہ سوال بہت کھٹکتا ہے کہ معراج جسمانی تھی یا روحانی؟ مرزا غلام احمد قادیانی' سر سید احمد خان اور دوسرے کئی ایک متنور اور ملحدانہ ذہن رکھنے والے لوگ اس واقعہ کو روحانی کہہ کر اس کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ معراج کا واقعہ بقول مولانا بدر عالم قدس سرہ دنیا کی پوری عمر میں صرف ایک ہی شخصیت کے لیے رونما ہوا اور وہ شخصیت سرکار دو عالم ﷺ کی تھی۔ علمائے سلف میں اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا چنانچہ شارحین بخاری علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اسراء اور معراج ایک ہی رات میں رسول اللہ ﷺ کو بیداری کی حالت میں ہوئی۔ جب کہ رسالتمآب ﷺ نبوت و رسالت کے منصب سے سرفراز ہو چکے تھے۔ یہی جمہور محدثین' فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے اور اس عقیدہ کے ثبوت میں متعدد صحیح اور ظاہر المعنی احادیث نبویہ موجود ہیں۔"

(عمدۃ القاری جلد ۸ ص ۹۷' فتح الباری جلد ۷ ص ۱۷۰)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۱۳ وغیرہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جو لوگ واقعہ اسراء و معراج کو جسمانی کے بجائے روحانی قرار دیتے ہیں وہ قرآن حکیم کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ

﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِي أَرَيْنٰكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ﴾ (بنی اسرائیل:۶۰)

''اور ہم نے جو رؤیا (دکھاوا) تجھ کو دکھایا اس کو ہم نے لوگوں کے لیے صرف آزمائش بنایا ہے۔''

یہ حضرات رؤیا کا معنی خواب کرتے ہیں' حالانکہ بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رؤیا خواب نہیں تھا بلکہ آنکھ کا دیکھنا تھا جو معراج میں سرکار دو عالم ﷺ کو دکھایا گیا۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ معراج روحانی نہ تھی اور نہ ایک خواب تھی بلکہ جسمانی اور بیداری میں تھی۔ (بخاری جلد۲ ص ۶۸۶' ترمذی جلد۲ ص ۱۴۱)

① قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو جس انداز میں پیش کیا ہے اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ روحانی نہیں بلکہ جسمانی ہے' کیونکہ اس واقعہ کو لفظ ''سبحان'' سے شروع فرمایا جو اس وقت بولا جاتا ہے جب خارق عادت چیزیں دیکھنے میں آتی ہوں۔ یہ لفظ اس بات کی بین دلیل ہے کہ معراج حالت بیداری میں ہوئی کیونکہ اگر خواب میں ہوتی تو یہ لفظ استعمال کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔

② دوسرا اس آیت میں ''اسریٰ بعبدہ'' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اور عبد کہتے ہیں روح اور جسم کے مرکب کو' لہٰذا بتایا کہ روح اور جسم دونوں کو سیر کرائی گئی صرف روح کو نہیں کرائی گئی۔

③ تیسری بات اس آیت میں یہ فرمائی گئی کہ اس سیر کی غایت بیان کی گئی کہ یہ سیر کہاں سے کہاں تک کرائی گئی۔ ''مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى'' مسجد حرام سے لے کر مسجد اقصیٰ تک۔ اگر یہ سیر روحانی ہوتی تو اس میں سیر کی حد بیان نہ کی جاتی کیونکہ روح کے لیے کوئی حد نہیں ہوتی۔

④ حدیث کی روایات سے بھی پتہ چلتا ہے کہ معراج جسمانی تھی روحانی نہیں تھی۔ چنانچہ بخاری اور مسلم وغیرہ میں مرقوم ہے کہ معراج کا واقعہ سن کر مشرکین مکہ ہر طرف سے امڈ آئے اور ان میں سے جو کچھ بیت المقدس سے واقف کار تھے انہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے مجھ سے اس کی علامات پوچھنا شروع کر دیں۔ مجھے وہ نشانیاں یاد نہ تھیں' لہٰذا اس وقت مجھے کچھ پریشانی لاحق ہوئی۔ محدث العصر حضرت مولانا سید محمد بدر عالم صاحب قدس سرہ نے اس بارے میں بڑے پتے کی بات لکھی کہ

''جب یہ واقعہ دنیا میں ظاہر ہوا تو اس نے دنیا میں ایک ہل چل مچا دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ اسی واقعہ کی بدولت صدیق اکبر ٹھہرے۔ کفار نے لایعنی سوالات کا ایک ڈھیر لگا دیا اور اس واقعہ کے اپنے عقول خام کے خلاف ہونے کی وجہ سے ایک سوال یہ بھی کھڑا کر دیا کہ ایک ہی رات میں بیت المقدس جا کر واپس آنا یہ (اس زمانے میں) کیسے ممکن ہے اور آپ ﷺ سے بیت المقدس کے متعلق بے معنی سوالات شروع کر دیے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مقام پر مدعو ہو کر جاتا ہے تو کیا وہ نظریں اٹھا اٹھا کر ادھر ادھر دیکھتا بھی ہے یا اس کو خفیف حرکت شمار کرتا ہے۔ رسول پاک ﷺ کی جو سیر آیات کبریٰ کے نظارہ کے لیے ہو اس کو چھتوں کی کڑیاں اور ستون گننے سے کیا غرض' مگر جہل و عناد کا علاج کیا' مقصد اصل آپ ﷺ کی تکذیب تھی' خواہ معقول طریقے سے ہو یا نامعقول طریقے سے۔ یہ صورت حال دیکھ کر آپ ﷺ پر پریشانی کا جو عالم ہو گا اس کا اندازہ ایک صادق القول نبی کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ افتمارونہ علیٰ مایریٰ۔ (ترجمان السنہ جلد۴ص ۱۶۱-۱۶۲)

ان پریشانیوں کے ازالہ کے لیے حق تعالیٰ شانہ نے بیت المقدس ہی کو آپ ﷺ کے سامنے کر دیا۔ چنانچہ مخالفین جو کچھ پوچھتے حضور اکرم ﷺ دیکھ کر وہ چیزیں بتلاتے جاتے۔ (بخاری جلد ۱ص ۴۵۸' مسلم جلد۱ص ۵۲) اگر یہ واقعہ بیداری کا نہ تھا تو مخالفین نے اعتراضات کیوں کیے؟ اور اگر کیے بھی تھے تو حضور اکرم ﷺ کو کیوں پریشانی لاحق ہوئی؟ آپ ﷺ فرما دیتے کہ یہ تو خواب کا واقعہ ہے' خواب کا کیا اعتبار۔

⑤ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کفار ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے: ''ابوبکر! کیا اب بھی تم اپنے دوست محمد (ﷺ) کی تصدیق کرو گے' کیونکہ اب تو وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ میں رات کے کچھ حصہ میں بیت المقدس جا کر واپس بھی آ گیا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر نہایت حیرانگی سے پوچھا: کیا واقعی انہوں نے ایسا کہا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ہاں، انہوں نے ایسا ہی کہا ہے۔ یہ سن کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں ان کی بات کی پوری پوری تصدیق کرتا ہوں اور دل و جان سے اس پر ایمان لاتا ہوں کہ وہ واقعی رات کے کچھ حصہ میں بیت المقدس جا کر واپس تشریف لے آئے۔ میں تو بیت المقدس سے بھی دور کی باتوں میں ان کی تصدیق کرتا ہوں کیونکہ وہ صبح وشام مجھے آسمان کی خبریں بتاتے رہتے ہیں اگر میں ان کو صحیح مانتا ہوں اور ان پر ایمان لاتا ہوں تو اس خبر میں مجھے کیا اشکال ہوسکتا ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اسی وجہ سے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کا نام ''صدیق'' رکھا گیا۔

(مستدرک حاکم جلد۳ص۶۳، زرقانی جلد۸ص۲۶۷)

اگر یہ واقعہ خواب کا ہوتا تو کفار مکہ کے یہ طوفان اٹھانے کی کیا وجہ تھی؟ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس جانے اور ان کو یہ سب کچھ کہنے کا کیا جواز تھا؟

⑥ ایک روایت میں ہے کہ

مکہ مکرمہ سے ایک قافلہ تجارت کی غرض سے شام گیا ہوا تھا۔ وہ قافلہ اب واپس آ رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ براق پر جاتے ہوئے جب ان کے پاس سے گزرے تو انہیں سلام کیا۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کی آواز سنی بھی اور پہچانی بھی۔ اور جب واپس مکہ آئے تو اس بات کی گواہی بھی دی۔ دوسرے جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے اور اہل مکہ نے آپ ﷺ کی اس بات کو جھٹلایا تو آپ ﷺ نے قافلہ کی ایک ایک نشانی لوگوں کو بتلائی۔ چنانچہ جب قافلہ مکہ پہنچا تو انہوں نے آپ ﷺ کی باتوں کی تائید وتصدیق کی۔

اسی حدیث میں یہ بھی ہے کہ ''صبح کے وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ یارسول اللہ! آپ رات کہاں تھے؟ میں نے آپ کو آپ کے مکان پر بہت تلاش کیا۔''

(تفسیر ابن کثیر جلد۵ص۱۲۶، خصائص کبریٰ جلد۱ص۱۵۸، شفا قاضی عیاض ص۸۷)

ان دلائل کے علاوہ اور بہت سے دلائل ہیں جن سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ واقعہ جسمانی ہے روحانی نہیں بلکہ قرآن وحدیث کی آیات وروایات کا لفظ لفظ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ معراج آپ ﷺ کو جسمانی ہوئی روحانی نہیں ہوئی۔ علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بارے میں ایک بڑے پتے کی بات فرمائی اور یہ اس بارے میں ایک ایسی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دلیل ہے جس کا کوئی جواب نہیں۔ فرماتے ہیں:

''اس (جسمانی معراج) کے ثبوت کا صاف و صحیح طریقہ یہ ہے کہ کلام کا فطری قاعدہ یہ ہے کہ جب تک متکلم اپنے کلام میں ظاہر نہ کر دے کہ یہ خواب تھا' تو طبعاً یہی سمجھا جائے گا کہ یہ واقعہ بحالت بیداری پیش آیا۔ قرآن پاک کے ان الفاظ میں "سبحان الذی اسری بعبدہ لیلاً" (پاک ہے وہ جو اپنے بندہ کو ایک رات لے گیا) میں کسی خواب کی تصریح نہیں' اس لیے بے شبہ یہ بیداری ہی کا واقعہ سمجھا جائے گا۔ اور یہی جمہور امت کا عقیدہ ہے اور وہ بھی بجسم۔'' (سیرۃ النبی جلد۳ ص ۳۹۵)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ پر الزام کے جوابات:

منکرین معراج جسمانی اپنے نظریہ کی تائید میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ سیدہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مافقدت جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ میں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم کو (اس رات) مفقود نہیں پایا۔

اس روایت کے کئی جوابات ہیں۔

① یہ روایت مجہول ہے کیونکہ اس کی سند میں محمد بن اسحاق یوں کہتے ہیں: حدثنی بعض آل ابی بکر کہ آل ابی بکر میں سے کسی نے یہ روایت نقل کی۔ وہ بعض آل ابی بکر کون تھے؟ کیسے تھے؟ ثقہ تھے یا ضعیف تھے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں لہٰذا یہ سند مخدوش و مجہول ہے۔

② روایت کا مرکزی راوی محمد ابن اسحاق ہے جو کذاب ہے' دجال ہے۔

(میزان الاعتدال جلد۳ ص ۲۱)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وہ دجالوں میں سے ایک دجال تھا۔ (تہذیب التہذیب جلد۹ ص ۴۱ وغیرہ) لہٰذا ایسے دجال اور کذاب راوی کی روایت کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے؟ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں بالکل صحیح کہا ہے کہ وہ مجہول رواۃ سے مجہول روایات نقل کرتا تھا۔

③ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے اول تو ایسا کہا ہی نہیں کہ اس رات آپ کا جسم مفقود نہیں ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اگر ایسا کہا بھی ہے تو یہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی روایت کے بالکل معارض ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ

"صبح کے وقت ابوبکر رضی اللہ عنہ میرے پاس آئے اور کہا کہ یا رسول اللہ! آپ رات کہاں تھے؟ میں نے آپ ﷺ کے مکان پر آپ کو تلاش بھی کیا۔"

(خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۱۵۸، تفسیر ابن کثیر جلد ۵ ص ۱۲۶)

اس سے پتہ چلا کہ آپ ﷺ اس رات گھر سے مفقود تھے۔

④ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ روایت ان کی اپنی اس روایت کے بھی خلاف ہے جس کو حاکم نے مستدرک جلد ۳ ص ۶۲ پر نقل کیا ہے اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ اس روایت میں ہے کہ جب مخالفین نے رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے نقل کی اور اس کو خلاف عقل بتاتے ہوئے اس کی تردید چاہی تو انہوں نے تردید کے بجائے اس کی تصدیق کی اور اسی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔ یہ روایت پہلے بھی نقل کی جا چکی ہے۔

⑤ اس حدیث کو تمام محدثین نے ضعیف کہا ہے کیونکہ اس کی سند میں انقطاع اور راوی مجہول ہے۔ بلکہ ابن دحیہ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے۔

⑥ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا تو اس وقت حضور علیہ السلام سے نکاح ہی نہیں ہوا تھا۔ اور اگر نکاح مان لیا جائے تو رخصتی نہیں ہوتی تھی، لہٰذا یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ انہوں نے یہ کہا ہو کہ میں نے اس رات رسول اللہ ﷺ کے جسم کو بستر سے مفقود نہیں پایا۔

(ملاحظہ ہو شفاء قاضی عیاض رحمہ اللہ اور زرقانی رحمہ اللہ وغیرہ)

اسی طرح کی ایک اور روایت سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ بھی معراج جسمانی کے منکر تھے۔

① اس روایت کا راوی بھی مشہور کذاب اور دجال محمد بن اسحاق ہے۔

② اس کی سند میں انقطاع ہے اس لیے یہ حدیث منقطع ہے۔

③ اس حدیث کے معنی غلط کیے جاتے ہیں کیونکہ روایت کے الفاظ ہیں۔

كانت رؤياء من الله صادقة (البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۱۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''معراج اللہ کی طرف سے سچا دکھاوا تھا۔''

رؤیا کے معنی صرف خواب ہی نہیں ہوتے بلکہ ظاہری آنکھوں سے دیکھنا بھی ہوتے ہیں۔ جیسے متنبّی کا مصرع ہے

رؤیاك احلیٰ فی العیون من الغمض

اس لیے یہ کہنا کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ معراج کو خواب سمجھتے تھے بالکل غلط ہے اور ان کے ذمہ ایک بہتان ہے۔

رؤیت باری تعالیٰ:

معراج کے سلسلہ میں ایک اور بات ذہن میں آتی ہے کہ معراج کی رات آپ ﷺ اس بلند مقام پر پہنچے جہاں آپ ﷺ صریف الاقلام کو سنتے تھے۔ لکھتے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اس کو ''صریف الاقلام'' کہتے ہیں اس مقام پر کارکنان قضاو قدر کے اقلام مصروف کتابت تھے اور ملائکہ احکام خداوندی کو لوح محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۸۸) یہ مقام سدرۃ المنتہیٰ سے بھی آگے ہے اس وجہ سے احادیث میں اس کو لفظ ''ثم'' سے ذکر کیا گیا ہے۔ اس کو یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بلاتشبیہ و تمثیل صریف الاقلام تدابیر الٰہی اور تقادیر خداوندی کا مرکزی ہیڈ کوارٹر ہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ اور جنت و جہنم کے بعد آپ ﷺ کو اس مرکزی دفتر اور سنٹرل ہیڈ کوارٹرز کا معائنہ بھی کروا دیا گیا۔ پھر صریف الاقلام سے چل کر اور تمام حجابات کو طے کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں پہنچے اور پھر بارگاہ دنی فتدلی فکان قاب قوسین او ادنیٰ میں پہنچے۔ اتنے اونچے مقام پر پہنچنے پر کیا ذات الٰہی بھی حجلہ حجاب سے باہر آ کر منصۂ حقیقت پر رونما ہوئی یعنی آپ ﷺ دیدار خداوندی سے بھی مشرف ہوئے؟

چنانچہ امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے مواہب اللدنیہ میں لکھا ہے:

انه رأى الله تعالىٰ بعينيه (زرقانی علی المواہب جلد ۷ ص ۲۰۴)

''بے شک آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا۔''

اس سلسلہ میں امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ نسائی نے سند جید کے ساتھ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حاکم نے بھی اس کی تصحیح کی ہے۔ عکرمہ عن ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''کیا تم لوگ اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ خلت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے لیے' اور کلام موسیٰ کے لیے اور رؤیت رسول اللہ ﷺ کے لیے ہو۔'' (زرقانی جلد ۸ ص ۲۴۵)

اگر چہ خلت اور کلام بھی ﷺ کے لیے ثابت ہے' لیکن چونکہ علیہم السلام خلیل اور علیہ السلام کو کلیم کہتے ہیں اس وجہ سے ان دونوں صفات کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے۔

ابن خزیمہ نے سند قوی کے ساتھ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

رأی محمد ربه

''محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔''

اور مسلم میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا کہ کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا: نورانی اراہ (وہ ایک نور ہے میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟) یعنی اس کا حجاب نور ہے لہٰذا میں اسے کیسے دیکھ سکتا ہوں؟ اس کا نور اسے دیکھنے سے مانع ہے۔

بعض حضرات نے ان الفاظ کو اس طرح پڑھا ہے نورانی اراہ یعنی وہ ایک نور ہے۔ اور میں نے اسے دیکھا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے لیے رؤیت باری تعالیٰ ثابت کرنے والوں میں ایک امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ کہا جاتا ہے کہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیھا فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ محمد ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے' اس نے بہت بڑا بہتان باندھا۔ ان کی اس بات کا کیا جواب ہے؟ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب سرکار دو عالم ﷺ خود فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا (رایت ربی) تو سرکار دو عالم ﷺ کی بات سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بات سے زیادہ اہم ہے؟ (زرقانی جلد ۸ ص ۲۵۱)

اس بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دو نظریات ہیں۔ ایک نظریہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کو نہیں دیکھا بلکہ جبریل کو دیکھا ہے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس مسئلہ پر سخت اصرار تھا چنانچہ ایک مرتبہ مسروق رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا: اماں! کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا تھا؟ فرمایا: یہ سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے ہیں۔ تین باتیں ایسی ہیں جن کے متعلق اگر کوئی شخص کہے تو سمجھنا چاہیے کہ وہ جھوٹ کہتا ہے۔ جس شخص نے یہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔ اس نے جھوٹ کہا' کیونکہ خدا خود کہتا ہے:

﴿لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾

(انعام:۱۰۳)

''نگاہیں خدا کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ نگاہوں کو پا لیتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔''

پھر فرماتا ہے:

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا﴾ (الشوریٰ:۵۱)

''کسی شخص میں یہ قوت نہیں کہ وہ خدا سے کلام کرے مگر یہ کہ بذریعہ وحی کے یا پردہ کی آڑ سے یا بھیجے کوئی پیغام لانے والا۔''

ان آیات کو پڑھ کر سیدہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے خدا کو نہیں دیکھا' البتہ جبریل کو ان کی اصلی صورت میں دوبار دیکھا۔ (بخاری' کتاب التفسیر)

اس بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رائے بھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہے۔

لیکن اسکے برعکس دوسرا نظریہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ دیکھا ہے۔ (مسلم)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس مسئلہ کی بابت رجوع کیا اور پوچھا کیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا؟ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ حضور اکرم ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے اس قول کو تسلیم کیا اور اس بارے میں تردد اور انکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔''

(اشعۃ اللمعات جلد۴ص ۴۳۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی اس مسئلہ میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی نے بخاری کی شرح میں اس بارے میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے موقف کی کئی روایات نقل کی ہیں۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جلد ۱۹ ص ۱۹۸)

علامہ نووی نے صحیح مسلم کی شرح میں لکھا ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اپنے اپنے موقف کی تائید میں کوئی مرفوع حدیث پیش نہیں کی بلکہ قرآن حکیم کی آیات سے عقلی استدلال کیا ہے اس لیے ان کا یہ قول حجت نہیں۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کی اس بات کا جواب یہ دیا ہے کہ صحیح مسلم کے اگلے صفحہ پر اس بارے میں مرفوع حدیث موجود ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں نے "ولقد رآه بالافق المبین" اور "ولقد رآه نزلة اخریٰ" کے بارے میں خود سرکار دو عالم ﷺ سے پوچھا تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل امین تھے۔ جب مسلم میں یہ حدیث موجود ہے تو حیرت ہے کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے کیسے انکار کیا؟

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو حضور اکرم ﷺ سے ولقد رآه بالافق المبین کے بارے میں پوچھا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس سے مراد جبریل ہے' یہ بات بلاشبہ درست ہے کیونکہ وہاں ذکر جبریل ہی کا چل رہا ہے۔ اس لیے وہاں مراد جبریل ہی ہیں۔

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال میں یوں تطبیق دی ہے:

''یہ رؤیت چونکہ صرف قلب سے نہ تھی بلکہ قلب اور بصر دونوں کو دیدار سے حصہ مل رہا تھا جیسا کہ ما زاغ البصر سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاید اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ نے طبرانی کی بعض روایات میں فرمایا: "رأه مرتين مرة بقلبه ومرة ببصره" یہاں دو مرتبہ دیکھنے کا مطلب یہ ہوا کہ ایک ہی وقت میں دو طرح دیکھا (کما قالوا فی حدیث انشق القمر بمكة مرتين) ظاہری آنکھ سے بھی اور دل کی آنکھ سے بھی' لیکن یاد رہے کہ یہ رؤیت وہ نہیں جس کی نفی "لاتدرکه الابصار" میں کی گئی ہے کیونکہ اس سے غرض احاطہ کی نفی کرنا ہے یعنی نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں۔ علاوہ بریں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جب سوال کیا گیا کہ دعویٰ رؤیت آیت "لاتدرکه

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الابصار" کے مخالف ہے تو فرمایا: "ویحك ذاك اذا تجلیٰ بنوره الذی هونوره" (رواہ الترمذی) معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی تجلیات و انوار متفادت ہیں۔ بعض انوار قاهره للبصر ہیں بعض نہیں۔ اور رؤیت رب فی الجملہ دونوں درجوں پر صادق آتی ہے۔ اور اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ جس درجہ کی رؤیت مومنین کو آخرت میں نصیب ہوگی جب کہ نگاہیں تیز کر دی جائیں گی جو اس تجلی کو برداشت کر سکیں، وہ دنیا میں کسی کو حاصل نہیں۔ ہاں ایک خاص درجہ کی رؤیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شب معراج میں ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کے موافق میسر ہوئی، اور اس خصوصیت میں کوئی بشر آپ ﷺ کا شریک و سہیم نہیں۔ نیز ان ہی انوار و تجلیات کے تفاوت و تنوع پر نظر کرتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے اقوال میں کوئی تعارض نہیں۔ شاید وہ نفی ایک درجہ میں کرتی ہیں اور یہ اثبات دوسرے درجہ میں کر رہے ہیں۔ اور اسی طرح ابوذر رضی اللہ عنہ کی روایات "رایت نورا"، "نورانی اراه" میں تطبیق ممکن ہے۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

(فوائد عثمانی ص ۶۹۹)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے رؤیت باری تعالیٰ کا انکار تو نہیں کیا البتہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اقوال میں تطبیق پیدا کی ہے۔ محدث العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے کہ

والصواب عندنا انه رأى ربه ليلة المعراج (فیض الباری جلد ۴ ص ۲۳۷)

"ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے معراج کی رات اپنے رب کو دیکھا تھا۔"

شق صدر:

مختلف روایات میں ہے کہ آپ ﷺ کا بچپن میں شق صدر کیا گیا۔ اس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے گئے ہوئے تھے کہ دو سفید لباس پہنے ہوئے آدمی آئے اور انہوں نے آپ ﷺ کو لٹا کر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کا شکم مبارک چاک کیا۔ یہ دو سفید پوش جبریل اور میکائیل تھے۔ وہ دونوں ایک سونے کا طشت برف سے بھرا ہوا لے کر آئے اور آپ ﷺ کے قلب مطہر کو نکال کر اس طشت میں رکھا۔ پھر قلب کو بھی چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو ٹکڑے خون کے جمے ہوئے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر قلب کو برف سے دھویا۔ اس کے بعد قلب کو اپنی جگہ پر رکھ کر سینہ پر ٹانکے لگا دیے۔ اور دونوں شانوں کے درمیان ایک مہر لگا دی۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر اس زخم کے ٹانکوں کے نشان ہم کو نظر آتے تھے۔

(مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۲۱، مستدرک حاکم جلد ۲ باب المعجزات، طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۹۶، سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۱۷۵ اور رواہ ابو یعلی والطبرانی ورجالہا ثقات البدایہ والنہایہ جلد ۲ ص ۲۷۵)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دوسری بار آپ ﷺ کا شق صدر دس سال کی عمر میں ہوا۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۴۰۰)

تیسری بار بعثت کے وقت آپ ﷺ کا شق صدر ہوا۔ (مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۲۱۵) اور چوتھی دفعہ واقعہ معراج سے قبل ہوا۔ (بخاری، مسلم، نسائی و ترمذی)

دوسری اور تیسری بار کے شق صدر کے بارے میں اگرچہ بعض حضرات نے ان روایات کی تضعیف کی ہے لیکن پہلی اور چوتھی بار کا شق صدر صحیح روایات سے ثابت ہے۔

بعض حضرات نے شق صدر سے مراد شرح صدر لیا ہے۔ محدثین اور دوسرے علماء کے نزدیک ان کی یہ تاویل غلط ہے۔ شق صدر اور شرح صدر دو مختلف اشیاء ہیں۔ چنانچہ علامہ زرقانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ:

''یہ جو کچھ روایات میں مروی ہوا ہے یعنی شق صدر اور قلب مبارک کا نکالنا وغیرہ اس قسم کے خوارق کا اسی طرح تسلیم کرنا واجب اور ضروری ہے جیسا کہ وہ روایات میں منقول ہوئے ہیں۔ ان واقعات کو حقیقت سے نہ پھیرنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کوئی شی محال نہیں۔'' امام قرطبی رضی اللہ عنہ، علامہ طیبی رحمۃ اللہ علیہ اور حافظ تور پشتی رحمۃ اللہ علیہ، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر اکابر علمائے اسلام بھی یہی فرماتے ہیں کہ شق صدر اپنی حقیقت پر محمول ہے اور اس میں تاویل جائز نہیں۔ اور حدیث صحیح اس کی تائید بھی کرتی ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سلائی کا نشان سرکار دو عالم ﷺ کے سینہ مبارک پر اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض جہلائے عصر شق صدر سے انکار کرتے ہیں اور اس کو امر معنوی پر محمول کرتے ہیں (جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض حضرات بھی شق صدر کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے بلکہ شرح صدر مراد لیتے ہیں) یہ بات صریح جہالت اور ایک بہت بڑی غلطی ہے جو اللہ تعالیٰ کی عدم توفیق' علوم فلسفیہ میں انہماک اور علوم سنت سے بعد کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ و مصئون رکھے۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۲۴)

معلوم ہوا کہ علماء حق کے نزدیک شق صدر سے مراد شق صدر ہی ہے شرح صدر نہیں ہے۔ سیدہ حلیمہ سعدیہ کے یہاں قیام کے دوران جو شق صدر ہوا اس میں گناہ و معصیت کا مادہ قلب مبارک سے نکالا گیا تاکہ مادۂ معصیت کا کوئی اثر قلب میں باقی نہ رہے۔ پھر اس کو برف سے دھویا گیا کیونکہ گناہ کا مزاج گرم ہوتا ہے۔ اس وجہ سے معصیت کی گرمی بجھانے کے لیے برف کا استعمال کیا گیا۔ گناہ کا مزاج اس لیے گرم ہے کہ اس کا باعث شیطان ہے اور شیطان آگ سے پیدا کیا گیا ہے۔ اور پھر اس پر مہر اس لیے لگا دی گئی تاکہ قلب مبارک شیطان کے بیرونی حملوں اور وسوسوں سے محفوظ رہے۔ اور وہ مہر دو شانوں کے درمیان تھی کیونکہ شیطان اسی راستہ سے قلب پر اثر انداز ہوتا ہے۔ (زرقانی جلد ا ص ۱۵۴)

بعض حضرات شق صدر میں قلب مبارک سے خون بستہ کا جو ٹکڑا نکالا گیا' اس پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور اکرم ﷺ پر بھی معاذ اللہ شیطانی اثر تھا۔ اس اعتراض کا جواب محدث کبیر حضرت مولانا بدر عالم مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑا نفیس دیا ہے جو کہ پڑھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں:

''نور محمدی قرن ہا قرن سے قوالب انسانیہ سے گزرتا ہوا آ رہا تھا' اور اب وہ وقت آ چکا تھا جب کہ بطن آمنہ سے براہ راست پیکر انسانی میں وہ جلوہ گر ہو جائے۔ اس لیے یہ کیونکر ممکن تھا کہ قالب انسانی کے خواص سے یکسر خالی ہوتا' مگر قدرت چاہتی ہے کہ آپ کا قالب بھی تمام دوسرے بشر سے علیحدہ اور ممتاز رہے' اس لیے اس کام کے لیے وہ اپنا سب سے مقدس فرشتہ بھیجتی ہے' وہ آ کر سب سے مقدس پانی سے اس کو صاف کرتا ہے پھر ایمان کے آب زلال میں اس کو غوطہ دیتا ہے۔ یہ تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے جسد اطہر میں پیدائشی طور پر ہی یہ حصہ نہ رکھا جاتا مگر عالم اسباب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے تحت جب یہ قالب مبارک اسی صورت سے منتقل ہوتا چلا آ رہا تھا جیسا کہ عام انسانی قالبوں کا انتقال ہوتا ہے تو ان خواص سے علیحدہ رہنا کیسے ممکن تھا۔ ادھر یہ بھی منظور تھا کہ اپنی خصوصی نظر تربیت کا اظہار کیا جائے۔ تربیت کا ترجمہ پرورش ہے۔ یہ تدریج کی متقاضی ہے' اس لیے رب محمد (ﷺ) یہ چاہتا تھا کہ اپنی خصوصی پرورش کا اظہار فرمائے اور قدم قدم پر یہ روشن فرمائے کہ یہ ذات قدسی صفات کسی دوسرے کی نگرانی میں پرورش پا رہی ہے۔ دیکھو والد کا سایہ' والدہ مبارکہ کا سایہ اور آخر میں عم بزرگوار کا سایہ یہ سب سایے اٹھے' مگر اٹھے رفتہ رفتہ اور آخر میں پھر ایک اسی ذات کا سایہ رہ گیا جس نے شروع سے آپ کو براہ راست اپنی تربیت میں لے رکھا تھا۔

حافظ سہیلی نے یہاں ایک عجیب نکتہ تحریر فرمایا ہے۔ اس کے لیے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ قالب انسانی کی تخلیق کی اصل نطفہ ہے جس کا ظہور شہوت سے ہوتا ہے۔ یہی نطفہ تدریجی طور پر بستہ خون اور پھر لوتھڑے کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہی بستہ خون مغمز شیطان کہلاتا ہے۔ چونکہ شہوت کے تمام مقامات پر شیاطین دل چسپی کے ساتھ نظر رکھتے ہیں' اس لیے قالب انسانی کے اس جزو پر بھی خاص طور پر ان کی نظر رہتی ہے اور اسی کو وہ ہر جدید مولود میں تلاش کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش چونکہ اس معہود طریقہ کے برخلاف صرف نفخہ جبرئیلی سے ظہور پذیر ہوئی تھی' اس لیے اس میں یہ حصہ ابتداء ہی سے شامل نہ تھا۔ اسی وجہ سے حدیث میں فرمایا گیا ہے کہ ولادت کے بعد ہر بچہ کو شیطان آخر انگلی سے چھیڑتا ہے سوائے ایک عیسیٰ علیہ السلام کے۔ ان کی پیدائش چونکہ نطفہ کی بجائے نفخہ سے ہوئی تھی' اس لیے اس میں مغمز شیطان ہی نہ تھا' اس لیے یہاں آ کر وہ غمز کرتا تو کس چیز کو کرتا۔

اس کے برخلاف آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت چونکہ نوع انسانی کے دستور کے مطابق ہوئی تھی اس لیے اس میں اس مغمز کا ہونا لازمی تھا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ اس مغمز کا جو تعلق بھی تھا وہ تمام تر والد کی طرف سے تھا مولود مبارک کی حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا۔ پھر جیسا کچھ بھی تھا مگر عہد طفولیت ہی میں اس مغمز کو نکال کر پھینک دیا گیا تھا۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ایمان و حکمت سے بھرا ہوا ایک طشت لا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر آپ کے قلب مبارک میں ڈال دیا گیا تھا۔ وہ بھی آب زمزم سے دھو کر پھر روح القدس جیسے مقدس فرشتے کے ہاتھوں سے۔(الروض الانف جلد ا ص ۱۱۰)

(ملاحظہ ہو ترجمان السنہ جلد ۳ ص ۳۶۸-۳۶۹)

کہا جاتا ہے کہ جب عہد طفولیت میں شق صدر ہو گیا تھا تو پھر معراج کی رات میں دوبارہ شق صدر کی کیا ضرورت تھی' لیکن یہ بات جہالت پر مبنی ہے۔ جب ایک ملک سے دوسرے ملک میں کوئی جاتا ہے تو ویزا اور میڈیکل سٹرفکیٹ کا ہونا ضروری ہے کیونکہ اس ملک کی آب و ہوا' وہاں کا ماحول وہاں کا رہن سہن مختلف ہے۔ آب و ہوا کی تبدیلی سے اس کی صحت پر کوئی اثر پڑ سکتا ہے' وغیرہ وغیرہ۔ اور سفر معراج تو ایک دنیا سے دوسری دنیا میں سفر کرنا تھا۔ ان دونوں کی ماہیت اور ماحول میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ ایک کا کائنات کا تعلق آب و گل سے اور دوسری کا انوار و تجلیات سے۔ یہاں کے باشندے وہاں کے انوار کو برداشت کرنے کی قابلیت ہی نہیں رکھتے۔ اس وجہ سے اس عالم میں لے جانے سے قبل قلب مبارک کو شق کر کے اس میں اس دنیا کا ایمان و حکمت بھر دیا تاکہ وہاں کے نظاروں اور ماحول اور آیات کبریٰ کو دیکھنے میں قلب و نظر کو کوئی تنگی اور دقت محسوس نہ ہو۔ حضرت مولانا سید محمد بدر عالم قدس سرہ نے اس کے بارے میں بھی خوب لکھا۔ فرماتے ہیں:

''اس واقعہ کے تعدد میں شبہ اسی کو ہو سکتا ہے جس کے ذہن میں واقعہ معراج کی کوئی اہمیت ہی نہ ہو۔ ایک ارضی مخلوق کو سماویات اور فوق السماوات کی سیر معمولی بات نہیں۔ یہ شرف دنیا میں صرف ایک ہی رسول اعظم ﷺ کو نصیب ہوا اور وہ بھی تمام عمر میں بحالت بیداری صرف ایک بار' پھر عہد طفولیت کا واقعہ دوسروں کا چشم دید تھا اور یہ واقعہ خود آپ کی زبان فیض ترجمان کا بیان کردہ ہے۔ ایک برق رفتار سواری پر سوار ہونا اور سماوات کو طے کر کے فوق السماوات جا پہنچنا اس کے لیے قلب میں کتنی کہربائیت الٰہیہ کی طاقت درکار ہو گی۔ ایک مادی طبیعت بھلا اس کا کیا اندازہ کر سکتی ہے۔ اگر اس کو بھی شرح صدر بنا ڈالا جائے تو شق صدر سرے سے احادیث میں معدوم ہو جائے گا۔ اور پھر کیا یہ سوال پیدا نہیں ہو سکتا کہ جب شرح صدر آپ کے زمانہ طفولیت میں ہو چکا تھا تو پھر قبل از معراج دوبارہ اس کے ہونے کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ضرورت کیا تھی؟ مگر جو شخص حدیث سے بے خبر ہو اس کی نظر عقلی دائرہ میں اتنی محدود ہوتی ہے کہ وہ یہ سمجھنے سے بھی قاصر ہوتا ہے کہ جو شق کی تفاصیل احادیث میں موجود ہیں کیا ان کو شرح صدر پر محمول کرنا معقول ہے۔ یہاں صرف ایک شق کے لفظ پر بحث نہیں بلکہ غور کرنا یہ ہے کہ شق کی جو تفصیلی کیفیات آئی ہیں کیا وہ بھی اس تاویل کی متحمل ہوسکتی ہیں یا نہیں' مثلاً ایک فرشتہ کی آمد اور شکم مبارک کو اس کا چاک کرنا اور حدود شق کی تحدید کرنا اور پھر قلب مبارک کو باہر نکالنا' پھر ایک طشت میں اس کو دھونا اور اس طشت کا سونے کا ہونا' پھر اس پانی کا نام لے کر ماء زمزم بتانا' اسی طرح سے پھر اس کی درستگی کی تفصیلی کیفیت بیان کرنا' اگر ان سب چیزوں کا نام شرح صدر ہے تو کیا یہ تاویل ہوگی یا الفاظ کا مسخ کرنا ہوگا؟ اور اس طرح کی تاویلات کرنے سے جن کے لیے الفاظ میں گنجائش نہ ہو کیا شریعت سے امان اٹھا دینا نہیں؟ اگر یہ شق صدر بہ معنی شرح صدر ہوا ہے جو بقول منکرین ہر نبی کو حاصل ہے تو کیا ان تفصیلات کا ثبوت کسی نبی کی زندگی میں پیش کیا جا سکتا ہے۔''

''پھر اس پر بھی غور کر لینا چاہیے کہ ابتداء نزول وحی میں جبرئیل علیہ السلام کا آپ کو اپنی طرف تین بار کھینچنا اور ہر بار (اقراء) کہنا اور آپ کا ہر بار ما انا بقاری کا جواب دینا یہ کس لیے ہوگا؟ کیا پہلی بار آپ پڑھنا شروع نہیں کر سکتے تھے؟ اس سے آپ کو کچھ اندازہ لگ سکتا ہے کہ ارضی مقدس رسول کی سماوی قدوسیوں سے خلا و ملا پیدا کرنے سے کچھ صعوبتیں ضرور ہوں گی۔ پھر جب نزول وحی کی ابتداء ہی میں ہم کو تکرار ملتا ہے تو شق صدر کے تکرار میں ہم سے یہ تکرار کیوں ہے؟ بالخصوص جب کہ سیر معراج کا انتہائی مقصد اس کا دیدار ہو جس کی شان یہ ہو کہ ''لاتدرکہ الابصار وھو یدرك الابصار'' (ترجمان السنہ جلد۴ص ۱۵۹-۱۶۰)

شق قمر:

نبی اور رسول چونکہ خدا تعالیٰ کا اس دنیا میں ایک نمائندہ ہوتا ہے' اس وجہ سے اس کی صداقت کی گواہی کائنات کا ذرہ ذرہ دیتا ہے۔ نہ صرف اس کرۂ ارض کی چیزیں اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صداقت کا ثبوت فراہم کرتی ہیں بلکہ زمین و آسمان اور چاند و سورج اور کائنات علوی کی بھی ہر شی اس کی صداقت کا راگ الاپتی ہے۔ اسی وجہ سے بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نبی جہاد کے لیے گیا اور عصر کے وقت یا اس کے قریب اس بستی کے پاس وہ اپنے لشکر کو لے کر پہنچا جہاں اس نے جہاد کرنا تھا۔ اس پیغمبر نے آفتاب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ "تجھے غروب ہونے کا حکم ہے اور مجھے جہاد کرنے کا۔ اے اللہ! تھوڑی دیر کے لیے تو اس کو غروب ہونے سے روک دے"۔ چنانچہ سورج ٹھہر گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس نبی کو جہاد میں فتح عطا فرما دی۔ بعض روایات کے مطابق یہ پیغمبر یوشع بن نون علیہ السلام تھے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر شق قمر کا معجزہ وقوع پذیر ہوا۔ جس کا ذکر قرآن حکیم میں بھی ہے:

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ﴾ (قمر: ۱-۲)

"قیامت نزدیک آ گئی اور چاند شق ہو گیا۔ اگر کافر کوئی سا بھی نشان دیکھیں تو اس سے اعراض ہی کریں اور کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔"

بعض حضرات قرب قیامت کی مناسبت سے اس کی تاویل کرتے ہیں کہ یہ قیامت کا واقعہ ہے۔ اگر یہ قیامت کا واقعہ ہوتا تو اس کے بعد حق تعالیٰ شانہ یہ کیوں فرماتے کہ "یہ کافر اگر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیں اور یہ کہیں کہ یہ تو جادو ہے جو ہوتا آیا ہے۔" قیامت سامنے آ جانے کے بعد کافر کے انکار کے کیا معنی؟ اور اس کو "سحر مستمر" کہنا کیوں کر درست اور صحیح ہو سکتا ہے۔؟

اس بارے میں بخاری میں حدیث ہے کہ اہل مکہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی فرمائش کی کہ آپ ان کو کوئی معجزہ دکھائیں۔ آپ نے انہیں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو جانے کا معجزہ دکھایا (بخاری و مسلم) ترمذی میں ہے کہ اس کے بعد ہی سورۃ قمر نازل ہو گئی۔ اس سے ثابت ہوا کہ سورۂ قمر میں جو چاند کا پھٹنا ہے وہ یہی ہے' قیامت کا واقعہ نہیں ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد ہمایوں میں چاند پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دیکھو، گواہ رہنا۔ (بخاری)

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے "انشق القمر" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: کہ سرکار دو عالم ﷺ کے عہد ہمایوں میں ہم لوگ مکہ میں تھے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا، یہاں تک کہ ایک ٹکڑا اس پہاڑ پر دوسرا اس پہاڑ پر نظر آنے لگا۔ اس پر مشرکین نے یہ بات بنائی کہ محمد (ﷺ) نے ہمارے اوپر جادو کر دیا ہے۔ پھر کسی نے کہا: اگر جادو کیا ہو گا تو صرف ہم پر ہی کیا ہو گا ساری دنیا پر تو نہیں کر سکتا۔ (مسند احمد، بیہقی)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مقام منیٰ میں تھے کہ چاند پھٹ گیا۔ اور اس کا ایک ٹکڑا پھٹ کر اس پہاڑ کی طرف چلا گیا اور دوسرا دوسرے پہاڑ کی طرف۔ آپ نے فرمایا: گواہ رہنا۔ (بخاری)

یہ واقعہ ہجرت مدینہ سے قریباً پانچ سال قبل کا ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین مکہ نے جمع ہو کر آپ ﷺ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان ہمیں فراہم کریں۔ ایک روایت میں ہے کہ چاند دو ٹکڑے کر دکھایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا: ضرور۔ اس رات کو چاند کی چودھویں تاریخ تھی، گویا پورا چاند تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ فرمایا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے اس اشارہ فرمانے سے اسی وقت چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا جبل بوقبیس پر نظر آتا تھا اور دوسرا جبل قیقعان پر۔ لوگ دیر تک حیرت سے اسے دیکھتے رہے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ اپنی آنکھوں کو کپڑے سے پونچھتے تھے اور چاند کی طرف دیکھتے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ اس وقت مشرکین کا نام لے لے کر فرما رہے تھے: اے فلاں! اے فلاں! گواہ رہو۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے جب اس عظیم معجزہ کو دیکھا تو ایمان لانے کے بجائے انہوں نے کہا: ھذا من سحر ابن ابی کبشہ (یہ ابی کبشہ کے بیٹے کا جادو ہے) بہتر یہ ہے کہ تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے دریافت کرو۔ اگر وہ بھی اس طرح اپنا مشاہدہ بیان کریں تو سچ ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ ہم نے نہیں دیکھا تو پھر یہ سمجھنا کہ محمد (ﷺ) نے تم پر جادو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر دیا ہے۔ چنانچہ جب وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو چاند کو پھٹتے تم نے دیکھا ہے؟ سب نے اس کی تصدیق کی' لیکن ان تمام شہادتوں کے باوجود انہوں نے یہی کہا کہ یہ سحر مستمر ہے۔

(واقعہ کی یہ تفصیل فتح الباری جلد ۷ص ۱۳۸ باب انشقاق القمر' البدایہ والنہایہ جلد ۳ص ۱۱۸-۱۲۰ اور تفسیر القرطبی تفسیر سورۃ القمر میں مذکور ہے)

شق القمر کا معجزہ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانہ میں واقع ہونا نص قرآن' احادیث متواترہ صحیحہ صریحہ سے ثابت ہے اور تمام سلف وخلف کا اس پر اجماع ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک کثیر تعداد نے جن میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ' سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ، سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ، سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اور سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ وغیرہ سے منقول ہے۔ (زرقانی جلد ۵ص ۱۶۴) علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک انشقاق قمر متواتر ہے اور نص قرآن سے ثابت ہے۔ بخاری اور مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں بھی اتنی سندوں سے مروی ہے کہ اس کے تواتر میں شک کی کوئی گنجائش نہیں رہتی۔ (روح المعانی) اللہ تعالیٰ نے اس معجزہ کے ثبوت کے لیے ممکن سے ممکن ہر ثبوت کو جمع کر دیا ہے' لیکن اس کے باوجود اس کے جتنے مضبوط دلائل اور قطعی ثبوت جمع ہوتے رہے اس کی تاویل کرنے میں طبائع کی سرگرمیاں اتنی ہی تیز ہوتی رہیں۔

یہ معجزہ قدیم زمانہ ہی سے فلاسفہ قدیم اور علمائے متکلمین کے نزدیک معرکتہ الآراء رہا ہے۔ فلاسفہ قدیم کا اعتقاد یہ ہے کہ اجرام فلکی میں خرق والتیام محال ہے' اس لیے شق قمر ناممکن ہے۔ لیکن جدید طبیعات اور سائنس نے پرانے فلسفہ کے ہر اصول کو ختم کر کے رکھ دیا ہے اور ہماری معلومات کے آسمان و زمین کو بدل کر رکھ دیا ہے۔ لہٰذا اس زمانہ میں یہ ساری فلسفیانہ موشگافیاں بے کار ہیں۔ ہمارا اس بارے میں سیدھا سادہ یہی ایک جواب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے منکرین نبوت کو ان کی خواہش کے مطابق ایک نشانی دکھائی۔ وہ قادر مطلق ہے وہ چاند تو کیا سورج کو بھی روک سکتا ہے۔ اس کو ہر قسم کی قدرت حاصل ہے۔

قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کے معجزہ شق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

القمر کے بارے میں ایک بڑے پتے کی بات کہی ہے فرماتے ہیں: ''حضور اکرم ﷺ کا معجزہ شق القمر (سیدنا یوشع بن نون علیہ السلام کے حبس شمس) کے معجزہ سے بڑھ کر معجزہ ہے کیونکہ کسی متحرک جسم کا ساکن ہو جانا اتنا عجیب نہیں جتنا کہ ایک مضبوط جسم کے دو ٹکڑے ہو جانا عجیب ہے۔''

(حجۃ الاسلام ص ۳۴)

بعض حضرات اس معجزہ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ کسی تاریخ میں نہیں لکھا ہوا کہ چاند دو ٹکڑے ہوا تھا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''اگر ایسے وقائع کا ذکر تاریخوں میں لکھا جانا ضروری ہے تو اس اندھیری کا کون سی تاریخ میں ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سولی دینے کے دن واقع ہوئی تھی۔ اور اس ستارہ کا کون سی کتاب میں ذکر ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تولد کے دنوں میں نمایاں ہوا تھا۔ اور آفتاب کے ساکن رہنے کا کہاں کہاں چرچا ہے اور کون کون سی کتاب میں ذکر ہے۔ علی ہذا القیاس اور وقائع کو خیال فرمالیجئے۔ علاوہ بریں دن کے واقعات اور رات کے حوادث میں عام اطلاع کے لحاظ سے زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے' خاص کر اندھیری رات ہو جانا۔ (یعنی دن میں) کہ اس کی اطلاع تو ہر کس و ناکس کو ضرور ہونی چاہیے۔ انشقاق قمر کی اطلاع تو سوائے ان صاحبوں کے ضروری نہیں جو اس وقت بیدار ہوں اور پھر نگاہ بھی ان کی چاند ہی کی طرف لگ رہی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ بات رات کے وقت بہت کم اتفاق میں آتی ہے کہ انسان بیدار بھی ہو اور اس کی نگاہ بھی چاند کی طرف ہو۔ اور اگر فرض کیجئے کہ موسم سرما ہو تو یہ بات اور بھی مستبعد ہو جاتی ہے۔ علاوہ بریں طلوع قمر کے تھوڑی دیر بعد یہ قصہ واقع ہوا تھا۔ اس لیے جبل حراء کے دونوں ٹکڑوں کے بیچ میں حائل ہو جانے کا ذکر آتا ہے۔ اس صوت میں ممالک مغرب میں تو اس وقت عجب نہیں کہ طلوع بھی نہ ہوا ہو۔ اور بعض بعض مواقع میں عجب نہیں کہ ایک ٹکڑا دوسرے ٹکڑے کی آڑ میں آ گیا ہو۔ اور اس لیے انشقاق قمر اس جگہ محسوس نہ ہوا ہو۔ ہاں ہندوستان میں اس جگہ ارتفاع قمر البتہ زیادہ ہوگا۔ اور اس لیے وہاں اور جگہ کی نسبت اس کی اطلاع کا زیادہ احتمال ہے۔ مگر جیسے اس وقت ہندوستان میں ارتفاع قمر زیادہ ہوگا ویسے ہی اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وقت رات بھی آدھی ہو گی۔ اور ظاہر ہے کہ اس وقت کون جاگتا ہوتا ہے۔ سوائے اس کے ہندوستانیوں کو قدیم سے اس طرف توجہ ہی نہیں کہ تاریخ لکھا کریں۔ بایں ہمہ تاریخوں میں موجود ہے کہ یہاں کے ایک راجہ نے ایک رات یہ واقعہ بچشم خود دیکھا ہے۔" (حجتہ الاسلام ص ۴۸-۴۹)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ نے بھی اس آیت کے تحت بڑی نفیس بحث فرمائی ہے اہل علم فوائد عثمانی ص ۷۰۱ پر ملاحظہ فرمالیں آخر میں علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

"بایں ہمہ تاریخ فرشتہ وغیرہ میں اس کا ذکر موجود ہے۔ ہندوستان میں مہاراجہ "مالیبار" کے اسلام کا سبب اسی واقعہ کو لکھتے ہیں۔" (فوائد عثمانی ص ۷۰۱)

بعض مستند علماء نے جن میں شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ بھی شامل ہیں' یہ لکھا ہے کہ "درحقیقت چاند میں شگاف نہیں ہوا تھا بلکہ لوگوں کو چاند دو ٹکڑے نظر آیا یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں ہی ایسا تصرف کر دیا تھا کہ ان کو چاند دو ٹکڑے ہو کر نظر آیا۔

حضرت مولانا بدر عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اس بات کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمارے نزدیک یہ تاویل صحیح نہیں کیونکہ معجزہ اور سحر میں فرق یہی ہے کہ سحر میں صرف نظر بندی ہوتی ہے اور معجزہ میں انقلاب حقیقت ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قرآن میں انشق القمر (چاند پھٹ گیا) اس کی دلیل ہے کہ اس واقعہ میں جو تصرف کیا گیا تھا وہ چاند میں تھا۔ اس لیے اس کو قیامت کی دلیل قرار دیا گیا۔"

(ترجمان السنہ جلد ۴ ص ۱۶۷)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت اور وحی

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ پیغمبر کی ذات ہی معجزہ ہوتی ہے۔ اس کی صورت و سیرت' اس کے اقوال و افعال۔ اس کی پیدائش' اس کا بچپنہ اور لڑکپن' اس کی جوانی' اس کا بڑھاپا غرض کہ ہر شی ایک معجزہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مخلوق میں ایک نمائندہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس وجہ سے اس کا قول وفعل دین ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی خاموشی بھی سنت کا درجہ رکھتی ہے۔ وہ اللہ سے لیتا ہے اور مخلوق کو دیتا ہے۔ (انما انا قاسم واللہ یعطی) اس وجہ سے اس کی کچھ خصوصیات ہوتی ہیں' اور یہ خصوصیات اس وحی کی وجہ سے اس میں پیدا ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر نازل ہوتی ہیں۔ چنانچہ کسی قوم اور کسی زمانہ میں جس قدر بھی نبی آئے ان میں یہ خصوصیات پائی جاتی تھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کسی نہ کسی طرح اپنے کلام اور وحی سے نوازا جس سے ان کے ادراک واحساس کی قوتوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ انہوں نے وہ کچھ سنا جو دوسرے نہیں سن سکتے تھے' وہ کچھ دیکھا جو دوسرے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ان کا سونا بھی دوسروں سے مختلف تھا اور ان کی بیداری بھی دوسروں سے الگ تھی۔ وہ بعض دفعہ پیچھے سے بھی اسی طرح دیکھتے تھے جیسے آگے سے دیکھتے تھے۔ ان کی زبان نہ صرف چیزوں کا ذائقہ چکھتی تھی بلکہ حلال وحرام کا احساس بھی اسے ہوتا تھا۔

نبی کیا ہوتا ہے؟

اس کائنات میں چار قسم کی چیزیں موجود ہیں:

① جمادات ② نباتات ③ حیوانات ④ انسان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جمادات ان اشیاء کو کہتے ہیں جو نہ تو اپنی جگہ سے ہل سکیں اور نہ ہی ان میں نمو اور بڑھوتری کی طاقت ہو۔ اس جمادات میں نشوونما اور بڑھنے کی صفت کا اضافہ ہو جائے تو وہ ایک الگ نوع ہو جائے گی اور اس کا نام نباتات ہو جائے گا۔ نباتات میں اگر ایک صفت یعنی چلنے پھرنے کا اضافہ ہو جائے تو نوع بدل جائے گی اور وہ حیوان بن جائے گا۔ حیوان میں اگر ایک صفت عقل کا اضافہ کر دیا جائے تو وہ انسان بن جاتا ہے۔ اور انسان میں اگر ایک صفت وحی کا اضافہ ہو جائے تو وہ نبی کے زمرہ میں چلا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ وحی کی صفت انبیاء علیہم السلام کی خصوصیات میں سے ہے۔ اسی لیے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا گیا:

﴿قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰى اِلَيَّ﴾ (کہف:۱۱۰)

''اے پیغمبر! کہہ دے کہ میں تمہاری مثل ایک بشر ہوں لیکن میری طرف وحی ہوتی ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بشر اور نبی کے مابین فرق صرف وحی کا ہے اور وحی خصوصیات نبوی میں سے ہے۔ اسی وجہ سے نوع نبوت میں علم و تعقل اور حافظہ و تفکر کی ایک ایسی قوت موجود ہوتی ہے جس سے تمام غیر نبی محروم ہوتے ہیں۔ حکمائے اسلام نے اسی چیز کو ''ملکہ نبوت'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ اور یہ ملکہ نبوت اس درجہ بلند ہوتا ہے کہ جہاں انسانی ذہن و فکر کی تمام قوتوں کی انتہا ہوتی ہے وہاں اس ''ملکہ نبوت'' کی ابتداء ہوتی ہے۔ چنانچہ حواس صرف مادیات کو دریافت کرتے ہیں' دماغی اور فکری قویٰ مادیات کے اوپر کا درجہ ذہنیات اور عقلیات کو' لیکن یہ ملکہ نبوت ان سب سے ماوراء وہاں تک پہنچتا ہے جہاں نہ طائر احساسات کی پرواز ہو سکتی ہے اور نہ ہی ذہنیات و عقلیات کی رسائی۔ ملکہ نبوت کی دریافت نے ان حقائق کو ''غیبیات'' کے الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں یعنی حواس' ذہن اور عقل کے احاطہ سے باہر کی چیزیں جہاں کسی دوسرے انسان کی رسائی کسی صورت میں نہیں ہو سکتی۔ اس ذریعہ علم سے حقائق اس طرح سامنے آتے ہیں جس طرح فطریات' محسوسات اور بدیہیات سامنے آتے ہیں۔ اور انہی کی طرح یقینی اور قطعی ہوتے ہیں۔ اس ذریعہ سے چونکہ علم انسانی کے عام ذرائع سے معلومات حاصل نہیں ہوتے بلکہ خود علام الغیوب ان کو عطاء فرماتا ہے' اس لیے شرح کی زبان میں اس کو وحی اور الہام کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مکتوبات میں نبوت کی حقیقت پر بحث فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

چنانچہ طور عقل ورائے طور حس است کہ آنچہ بحس مدرک نشود عقل ادراک آں می نمائد۔ ہم چنیں طور نبوت ورائے طور عقل است۔ آنچہ بعقل مدرک نشود بتوسل نبوت بدرک می درآید۔ وہر کہ ورائ طور عقل طریقے از برائے معرفت اثبات نمی نماید فی الحقیقت منکر طور نبوت است ومتصادم بداہت۔ (مکتوبات جلد ا ص ۲۳۳)

''یعنی جس طرح طور عقل طور حس سے بلند تر ہے کہ جن اشیاء کا ادراک حس سے نہیں ہوسکتا' عقل اس کا ادراک کر لیتی ہے۔ اسی طرح طور نبوت طور عقل سے بلند تر ہے' اور جن چیزوں کا عقل سے ادراک نہیں ہوسکتا ان کا طور نبوت سے ادراک کیا جاتا ہے۔ اور جو شخص عقل کے علاوہ معرفت اور ادراک کا کوئی اور ذریعہ نہیں مانتا وہ ایک بدیہی چیز کا مخالف اور طور نبوت کا منکر ہے''۔

فلاسفہ نے اس بارے میں بڑی عقلی ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں لیکن علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''النبوت'' میں اس کی ہر بات کا بڑا مدلل جواب دیا ہے۔

(ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ''اسلام کا تصور نبوت'')

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وحی

وحی کے لغوی معنی:

نبوت کی خصوصیات میں سے سب سے بڑی خصوصیت وحی ہے جس سے وہ دوسرے انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے۔ اس کا دوسرا نام مکالمہ الٰہی بھی ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے۔

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّكَلِّمَهُ اللّٰهُ اِلَّا وَحْيًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ يُرْسِلَ رَسُوْلًا فَيُوْحِيَ بِاِذْنِهٖ مَا يَشَآئُ اِنَّهٗ عَلِيٌّ حَكِيْمٌ﴾ (الشوریٰ:۵۱)

''کسی بشر کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے دوبدو کلام کرے' مگر وحی کے ذریعہ سے' یا پردہ کی آڑ سے' یا یہ کہ وہ کسی رسول (قاصد) کو بھیجے جو اس کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے' آدمی کو پہنچا دیتا ہے' کیونکہ وہ بہت بلند اور حکمت والا ہے۔''

ان تینوں صورتوں میں سب سے پہلی صورت کلام بالوحی ہے۔ لیکن وحی کیا ہے؟ اہل لغت کے نزدیک وحی کے معنی ہیں۔

الوحی: الاشارۃ والکتابۃ والرسالۃ والالھام والکلام الخفی وکل ماالقیتہ الی غیرك (لسان العرب جلد۲۰ص ۲۷۵' تاج العروس جلد ا ص ۲۸۴' مختار الصحاح ص ۶۰۲)

''وحی کے معنی ہیں اشارہ کرنا' لکھنا' پیغام دینا' الہام (دل میں ڈالنا) پوشیدہ کلام اور جو کچھ تم دوسروں کے دل میں ڈالو۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایسا ہی مجمع البحار الانوار جلد۳ ص۴۲۴، منتہی الارب جلد۴ ص۲۹۲ اور لغت کی دوسری کتابوں میں مرقوم ہے۔

امام ابواسحاق لغوی کہتا ہے کہ

واصل الوحي في اللغة كلها اعلام في خفاء

''وحی کا اصل مفہوم اس کے تمام معنوں میں چھپا کر اطلاع دینے کے ہیں۔''

چنانچہ عربی کے ایک مشہور شاعر کا شعر ہے ۔

يرمون بالخطب الطوال وتارة

وحي الملاحظة الرقباء

یعنی کبھی یہ تو لمبی لمبی تقریریں جھاڑتے ہیں اور کبھی رقیبوں کے ڈر سے چپکے چپکے صرف آنکھوں سے اشارے کرتے ہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی وحی کے یہی معنی لکھے ہیں۔

الاعلام في خفاء (فتح الباری جلد۱ ص۵)

''چھپا کر اطلاع دینا۔''

وحی کی اس ساری بحث کے خلاصہ کو علامہ راغب رحمہ اللہ نے مفردات میں چند لفظوں میں یوں بیان کیا ہے۔

الوحي الاشارة السريعة في خيفة (مفردات ص۵۳۶)

''اس سے وحی کی بابت تین باتیں معلوم ہوئیں۔''

① اشارہ: یعنی لمبی اور طویل شی کو مختصر اور اجمالی طور پر بیان کرنا۔ امام راغب نے اس کو رمز سے تشبیہ دی ہے۔ اشارہ اور رمز دونوں میں ایک مضبوط اور وسیع مضمون کو مختصر پیرایہ میں بیان کر دیا جاتا ہے۔

② سرعت: وحی میں دوسری چیز سرعت ہے یعنی بہت جلدی سے اس کا نزول ہونا چاہیے۔

③ خفاء: تیسری شی وحی میں مخفی ہونا ہے یعنی اشارہ ایسا خفی ہو کہ کسی کو خبر بھی نہ ہو۔

امام لغت علامہ مجدالدین فیروز آبادی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''بصائر ذوی التمیز فی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لطائف الکتاب العزیز' جلد اص ۸۸ پر اس بارے میں بڑی نفیس بحث کی ہے۔ اہل علم اسے ملاحظہ فرمالیں۔

وحی کے شرعی معنی:

یہ تو تھے وحی کے لغوی معنی' لیکن شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں وحی خاص اس ذریعہ غیبی کا نام ہے جس کے ذریعہ کسب ونظر' غور وفکر' تجربہ واستدلال اور قیاس وتخمین کے بغیر اللہ تعالیٰ نوع بشر میں خاص افراد کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے۔ اس کے لغوی اور شرعی معنوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ لغت میں بھی وحی کا لفظ خفیہ اشارہ سے بات کرنے کے معنوں میں آتا ہے اور شریعت اسلامیہ میں بھی صرف اس کلام کو وحی کہا گیا ہے جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے مابین ہوتا ہے۔ یہاں بھی متکلم اور اس کا کلام اتنے خفیہ ہوتے ہیں کہ اس کی اطلاع سوائے رسول کے اور کسی کو نہیں ہوتی یہاں تک کہ پاس بیٹھنے والے صحابہ رضی اللہ عنہم بھی اس سے مطلع نہیں ہوتے۔

وحی کا استعمال اس خاص معنی میں اس کثرت سے ہوا ہے کہ وہ اس معنی میں منقول شرعی بن گیا۔ لہٰذا جب کسی نبی کے بارے میں وحی کا لفظ استعمال ہوتا ہے تو اس سے یہی معنی مراد ہوں گے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض الفاظ جب شریعت کی اصطلاح میں کسی خاص معنی کے لیے مخصوص ہو جائیں تو اب قرآن اور حدیث میں ان کے لغوی معنی یا عام معنی مراد لینا صحیح نہیں' مثال کے طور پر صلوٰۃ' صوم' ایمان اور اسلام وغیرہ الفاظ اصطلاح شریعت میں خاص خاص معنوں میں استعمال ہوئے ہیں' لہٰذا قرآن وحدیث میں ان کے وہی معنی مراد ہوں گے جو شریعت کی اصطلاح میں متعین ہو چکے ہیں۔ اسی طرح وحی کا لفظ ہے۔ لغت میں خواہ اس کے کچھ معنی ہوں لیکن جب قرآن وحدیث میں یہ لفظ استعمال ہوگا تو اس کے وہی معنی لیے جائیں گے جو قرآن وحدیث میں مخصوص اور متعین ہو چکے ہیں۔ ہاں سیاق وسباق میں کوئی قرینہ صارفہ ہو تو اس وقت کوئی دوسرے معنی مراد لیے جا سکتے ہیں۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو شیخ الاسلام کی کتاب النبوات وغیرہ)

اس وحی سے جو علم حاصل ہوتا ہے وہ وجدانیات' فطریات' بدیہیات اور محسوسات کے علم سے بھی زیادہ یقینی اور قطعی ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہر علم غلط ہو سکتا لیکن اس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غلطی کا معمولی سا بھی شائبہ نہیں ہوتا۔ نبی اپنی آنکھوں سے ان حقائق کو دیکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا فرشتہ اس کو بتاتا ہے یہاں تک کہ **ماز اغ البصر وما طغی** کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

وحی کی اقسام:

نبی کو جو علم وحی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے اس علم کو نبی یا تو انہی الفاظ سے لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرشتہ نبی کے قلب پر القاء کرتا ہے۔ یا نبی اس کو اپنے الفاظ میں لوگوں کے سامنے بیان کرتا ہے۔ یہ علم نبی کے ملکہ نبوت یا فہم نبوت کا نتیجہ ہوتا ہے۔ قسم اول کو قرآن اور قسم ثانی کو حدیث کہتے ہیں۔ اصول کی کتابوں میں اول الذکر وحی کو ''وحی متلو'' اور ثانی الذکر کو ''وحی غیر متلو'' کے الفاظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ گویا کہ ان کے نزدیک ''قرآن'' اس وحی کا نام ہے جس کی باقاعدہ تلاوت کی جاتی ہے اور حدیث اس وحی کو کہتے ہیں جس کی باقاعدہ تلاوت نہیں کی جاتی۔ دوسرے لفظوں میں قرآن ''وحی حقیقی'' اور سنت ''وحی غیر حقیقی''، یعنی پہلا علم اصلی، دوسرا ضمنی یا پہلا اصولی اور دوسرا فروعی یا پہلا متبوع اور دوسرا تابع ہے۔

مراتب وحی:

وحی کی تقسیم اور اقسام کے بعد وحی کی مختلف صورتوں کا جاننا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ انبیاء علیہم السلام پر کن مختلف طریقوں سے وحی نازل ہوا کرتی تھی۔ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے قرآن اور حدیث کی روشنی میں وحی کی درج ذیل صورتیں بیان فرمائی ہیں، اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ان صورتوں پر کچھ روشنی ڈالی ہے۔ (ملاحظہ ہو عمدۃ القاری جلد ۱ ص ۴۰ - ۴۱)

① رویائے صادقہ۔ (سچے خواب)
② القاء فی القلب۔ (دل میں کسی بات کا ڈالنا)
③ تمثل۔ (فرشتہ کا انسانی شکل میں آنا)
④ صلصلۃ الجرس۔ (گھنٹے کی آواز کی طرح آنا)
⑤ فرشتہ کا اصلی صورت میں نظر آنا۔
⑥ اللہ تعالیٰ کا آسمانوں سے وحی کرنا۔
⑦ اللہ تعالیٰ کا بلا واسطہ کلام کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑧ اللہ تعالیٰ کا بغیر حجاب کے کلام فرمانا۔ (زاد المعاد جلد ۱ ص ۱۸)
⑨ کتابت کے ذریعہ وحی فرمانا۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۸۳)
⑩ تفہیم غیبی۔ (مدارج السالکین جلد ۱ ص ۲۲)

وحی کے ان مراتب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

① رویائے صالحہ یا صادقہ:

رویائے صادقہ یا صالحہ کے معنی ہیں سچا خواب۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو جو خواب آتے ہیں وہ بھی سچے اور درست ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ وہ دیکھتے ہیں وہ بھی سپیدہ صبح کی طرح صحیح نکلتا ہے۔ عربی زبان میں خواب کے لیے دو لفظ ہیں ایک ''حلم'' جس کی جمع احلام آتی ہے۔ اس کے معنی خواب وخیال کے ہیں یعنی محض وہم وتخیل۔ دوسرا رویاء۔ یہ اس خواب کو کہتے ہیں جس میں حقیقت بینی اور رمز شناسی ہو۔ ان دونوں لفظوں میں ایک اور فرق یہ ہے کہ پہلے میں وسوسہ شیطانی کا دخل ہوتا ہے۔ اور دوسرا اس سے پاک ہے۔ یہ فرق سورہ یوسف کی آیات نمبر.......... سے صاف نظر آتا ہے۔

حدیث میں خواب (رؤیا) کو جزو نبوت بتایا گیا ہے۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ: ''سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں اور ایک روایت ہے کہ ۴۳ واں حصہ ہیں۔'' (بخاری جلد ۲ ص ۱۰۳۴)

مسلم اور ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اصدقکم رؤیا اصدقکم حدیثاً))

''تم میں سب سے سچا خواب دیکھنے والا وہ ہے جو سب سے زیادہ سچ بولتا ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کا ظاہر اس کے باطن کا آئینہ ہوتا ہے جس کی زبان سچ بولے گی اس کی روح یقینی بات ہے کہ سچ دیکھے گی۔

اسی حدیث میں ہے کہ خواب تین قسم کے ہوتے ہیں۔

① ایک رؤیائے صالحہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتی ہے۔
② دوسرا غم پیدا کرنے والا خواب یہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ تیسرا وہ خواب ہوتا ہے جو انسان کے اپنے دل کی باتیں اور خیالات ہوتے ہیں۔
(مسلم، ترمذی کتاب الرؤیا)

رویائے صالحہ کو نبوت کا جزو اس لیے فرمایا گیا کہ جس طرح نبی کی خبر بالکل صحیح ہوتی ہے اسی طرح رویائے صالحہ بھی بالکل صحیح ہوتی ہے۔ اس میں کذب اور دروغ بیانی کا کوئی شائبہ نہیں ہوتا۔ رات کو جو خواب میں نظر آتا ہے، صبح کو وہ بالکل صحیح دیکھ لیا جاتا ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ نے حضور اکرم ﷺ کی ابتدائے وحی کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے:

فکان لایری رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح (بخاری مع فتح الباری جلد ا ص ۱۸)
''آپ جو رات کو خواب دیکھتے وہ صبح کو سپیدۂ صبح کی طرح واضح ہو جاتا۔''

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے لکھا ہے کہ رویائے صالحہ سے وحی کے آغاز کی حکمت یہ ہے کہ جو ''قول ثقیل'' یعنی وحی الٰہی آپ ﷺ پر نازل ہونے والی تھی، اس کے لیے بطور تمہید اور توطیہ پہلی وحی خواب کے ذریعہ نازل فرمائی تاکہ آپ ﷺ ان خوارق عادات چیزوں کے عادی ہو جائیں اور آپ ﷺ کی طبیعت غیر مادی یا روحانی امور کی طرف مانوس ہو جائے۔
(فتح الباری جلد ا ص ۱۸)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ ''فلق الصبح'' کی تشبیہ میں ایک خاص سر و لطافت ہے کہ تمام انبیاء میں سرکار مدینہ ﷺ بمنزلہ شمس ہیں (جیسا کہ سورۂ احزاب میں آپ ﷺ کو ''سراج منیر'' کہا گیا ہے) آپ کی نبوت ساری دنیا میں چمکنے والی ہے، اور باقی تمام انبیاء بمنزلہ ستاروں کے ہیں۔ تو جس طرح صبح صادق مبادی طلوع شمس سے ہوتی ہے اور یہ خبر دیتی ہے کہ اب آفتاب طلوع ہونے والا ہے، ایسے ہی یہ رؤیائے صالحہ آپ ﷺ کی وحی کے مبادی تھے اور یہ خبر دے رہے تھے کہ عنقریب شمس نبوت چمکنے والا ہے، لہٰذا اس کی تشبیہ صبح صادق کے ساتھ بہت لطیف تشبیہ ہے۔ (فضل الباری جلد ا ص ۱۶۲)

یہ تو ایک نبی کی رویائے صالحہ کی بات تھی۔ ایک مومن کے رویائے صالحہ کے متعلق حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ سیدنا عبادہ بن صامت کے حوالہ سے نقل فرماتے ہیں:

رؤیاء المومن کلام یکلم به الرب عبده فی المنام۔
(مدارج السالکین جلد ا ص ۲۸، النبوات ص ۱۶۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''مومن کا خواب ایک کلام ہوتا ہے جو حق تعالیٰ اپنے بندے سے خواب میں فرماتے ہیں۔''

اب اسی سے اندازہ لگا لیا جائے کہ ایک نبی کے رویاء کی کیا حقیقت ہوگی اور پھر افضل النبیین اور سید المرسلین کے خواب کی کیا حقیقت ہوگی؟ کیونکہ نبوت کے افعال دوسروں سے ایک امتیازی حیثیت رکھتے ہیں یہاں تک کہ ایک نبی کے خواب کے ادراکات دوسروں کی بیداری کے ادراکات سے بڑھ کر ہوتے ہیں' اور ان کی قطعیت عام انسانوں کے عالم بیداری کے واقعات کی قطعیت سے بھی زیادہ ہوتی ہے یہاں تک کہ وہ بھی وحی ربانی کی ایک قسم میں شمار ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے فرمایا کہ انہوں نے اپنے بیٹے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''اے میرے بیٹے! میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں تجھے ذبح کر رہا ہوں' بھلا بتا تو سہی کہ تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے؟'' (الصافات)

ملاحظہ فرمائیں کہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کا معاملہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ نہ شریعت اس کی اجازت دیتی ہے اور نہ عقل' بلکہ اس کا تصور کرتے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں' لیکن جب اللہ کا نبی اپنے خواب میں یہ کیفیت دیکھ لیتا ہے تو اس کی تکمیل و تعمیل میں ذرہ برابر بھی تامل اور تردد نہیں کرتا بلکہ فوراً تیاری شروع کر دیتا ہے۔ پھر اپنی منامی وحی میں تردد کی وجہ سے نہیں بلکہ بیٹے کی تسلی خاطر اور اطلاع کے لیے مشورہ طلب کیا جاتا ہے' لیکن بیٹا جو مستقبل میں ایک اولوالعزم پیغمبر ہونے کا اعلان کرنے والا تھا' نبوت کی ان کیفیات سے طبعی طور پر آشنا ہونے کی وجہ سے فوراً پکار اٹھتا ہے:

یا ابت افعل ما تؤمر۔

''اے ابا جان جو کچھ آپ کو حکم دیا گیا ہے اس کو کر گزریئے۔''

معلوم ہوتا ہے کہ بیٹا بھی باپ کے خواب کو صرف ایک خواب ہی نہیں سمجھتا تھا بلکہ وحی ربانی سمجھتا تھا جس کی تعمیل انبیاء علیھم السلام پر ضروری اور واجب ہوتی ہے۔ اسی لیے کہا ''ماتؤمر'' (جس کا آپ کو حکم دیا گیا ہے) چنانچہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یعنی ''سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ وہ اسے (اپنے بیٹے کو) ذبح کر رہے ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی کے اقسام میں سے ہوتا ہے۔''

(تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۱۴۹)

سیدنا عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ان رؤیا الانبیاء وحی ثم قرأ انی اریٰ فی المنام انی اذبحك

(بخاری جلد ۱ ص ۲۵' ص ۱۱۹)

کہ انبیاء کا خواب بھی وحی ہوتا ہے اور دلیل کے طور پر آپ نے قرآن حکیم کی یہ آیت تلاوت کی۔

ترمذی میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

رؤیا الانبیاء وحی۔ (ترمذی جلد ۲ ص ۲۳۲)

''انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے۔''

یہ صرف کسی ایک گروہ یا فرقہ کا مسئلہ نہیں بلکہ پوری امت کا اجماعی اور اتفاقی مسئلہ ہے۔ چنانچہ حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''انبیاء علیہم السلام کا خواب وحی ہوتا ہے اس لیے وہ شیطانی اثرات سے محفوظ ہے۔ اس پر تمام امت کا اتفاق و اجماع ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا ابراہیم سیدنا اسماعیل علیہما السلام کے ذبح کرنے پر آمادہ ہو گئے۔''

عام انسانوں کے خواب کے ادراکات چونکہ حواس کے تعطل اور قوت واہمہ کے غلبہ کی حالت میں ہوتے ہیں' لہٰذا ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام کی نیند ان دونوں علتوں سے منزہ ہوتی ہے۔ وہ عین نیند کی حالت میں بھی اپنی بیداری کی طرح عالم غیب کے مشاہدات سے خبردار رہتے ہیں' اس لیے ان کی نیند کے عوارض صرف وہی ہوتے ہیں جن کا تعلق ان کی ظاہری اور جسمانی آنکھ کے ساتھ ہے یعنی وہ نیند کی حالت میں انسانوں کی صورتیں نہیں دیکھتے' ان کی آوازیں نہیں سنتے اور اسی طرح دوسرے امور جن کا تعلق ظاہری حواس سے ہوتا ہے' ان سے معطل ہو سکتے ہیں لیکن عالم غیب سے وہ کسی حالت میں بھی غافل نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے ان کے خواب اور نیند کے ادراکات کی حیثیت وہی رہتی ہے جو ان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بیداری کے ادراکات کی ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۱۵۲ پر بڑی اچھی بحث کی ہے' اہل علم اس کو ملاحظہ فرمالیں۔

یہی وجہ ہے کہ حدیث میں انبیاء علیہم السلام کے بارے میں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''ہم انبیاء کا گروہ ہماری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن ہمارے دل نہیں سوتے۔''

(خصائص)

سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے بہت دیر تک تہجد کی نماز پڑھی' لیکن ابھی وتر نہیں پڑھے تھے کہ آپ لیٹ گئے۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: ''یا رسول اللہ! آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ فرمایا: اے عائشہ! میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا'' معراج کے ذکر میں ہے کہ آپ اس حالت میں تھے کہ آپ کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن دل بیدار تھا۔ اور انبیاء کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ ان کی آنکھیں سوتیں ہیں لیکن ان کے دل بیدار رہتے ہیں۔''

انبیاء علیہم السلام کو بعض مرتبہ بیداری میں بھی عالم غیب کا مشاہدہ ہو جاتا ہے' حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نماز کی حالت میں سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے جنت اور جہنم کی صورتیں جلوہ گر کی گئیں۔ چنانچہ مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس حالت اور حدیث کے اس مفہوم کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

''میرے لیے جنت اور جہنم مصور کی گئیں یعنی میرے سامنے جنت اور جہنم کی صورت پیش کی گئی یہاں تک کہ میں نے ان کو اس دیوار کے پاس دیکھا۔''

(بخاری باب التعوذ من الفتن)

بخاری ہی کی ایک اور روایت میں جو باب الکسوف میں ذکر کی گئی ہے' آپ نے فرمایا:

''میں نے جنت کو دیکھا اور دوزخ بھی مجھے دکھائی گئی۔''

گویا ایک ہی مفہوم کو مختلف راویوں نے اپنے اپنے الفاظ میں بیان کیا لیکن مفہوم سب کا یہی ہے کہ آپ نے عین بیداری کی حالت میں جنت اور جہنم کا مشاہدہ فرمایا۔

یہ صفت تمام انبیاء علیہم السلام میں موجود تھی۔ اور خود سرکار دو عالم ﷺ میں بدرجہ اتم موجود

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا:

ان عینای تنامان ولا ینام قلبی۔ (بخاری جلد ا ص ۱۵۴، ص ۵۰۴، مسلم جلد ا ص ۲۵۴)

''میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن میرا دل کسی حالت میں نہیں سوتا۔''

سرکار دو عالم ﷺ کے خواب کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ ہیں جو آپ کو تمثیلی رنگ میں دکھائی گئیں اور حضور اکرم ﷺ نے اس کی تشریح و تعبیر خود اپنی زبان مبارک سے بیان فرما دی۔ دوسرے خواب وہ ہیں جو عین حقیقت کے مطابق ہیں، لہٰذا آپ نے ان کو بیان فرماتے وقت ان کی تشریح و توضیح نہیں فرمائی۔ پھر ان دوسری قسم کے خوابوں کی بھی دو قسمیں ہیں۔

① ایک وہ جن میں بعض اوقات دنیا کے متعلق پیشگوئی ہے۔

② دوسری وہ جن میں احوال آخرت اور اسرار غیب کا اظہار ہے۔

چنانچہ احادیث کی کتابوں میں آپ کے کئی خواب مذکور ہیں۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''آج رات کو جب میں سویا تو میرے سامنے کچھ لوگ پیش کیے گئے۔ ان میں سے کسی کے بدن پر کرتا سینے تک تھا، کسی کے اس کے نیچے تک۔ عمر رضی اللہ عنہ جب سامنے آئے تو ان کے بدن پر کرتا اتنا بڑا تھا کہ اس کا دامن زمین پر لوٹ رہا تھا۔ سننے والوں نے پوچھا: یا رسول اللہ! اس کی کیا تعبیر ہے؟ فرمایا: دین۔''

(بخاری کتاب التعبیر مناقب عمر، ترمذی، ابواب الرؤیا)

''ایک مرتبہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ سے ورقہ بن نوفل کے بارے میں پوچھا: یا رسول اللہ! ورقہ جنت میں گئے یا دوزخ میں؟ انہوں نے تو آپ کی تصدیق کی تھی، لیکن آپ کی دعوت سے قبل ان کا انتقال ہو گیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے خواب میں دکھائے گئے کہ وہ سفید براق کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اگر وہ جہنم میں ہوتے تو ان کے جسم پر اس قسم کا لباس نہ ہوتا۔'' (مشکوٰۃ کتاب الرؤیا بحوالہ ترمذی و مسند احمد)

اسی طرح ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ صبح کی نماز کے لیے آپ گھر سے دیر سے برآمد ہوئے۔ نماز کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو اشارہ فرمایا کہ اپنی اپنی جگہ پر ٹھہر جائیں۔ چنانچہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاں بیٹھے تھے، وہیں بیٹھے رہے۔ آپ ﷺ نے انہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: آج رات جتنی رکعتیں مقدر تھیں اتنی میں نے پڑھیں۔ پھر نماز کے اندر ہی مجھے اونگھ آ گئی۔ میں نے جمال الٰہی بے پردہ اپنے سامنے مشاہدہ کیا۔ پھر خطاب ہوا' اے محمد ﷺ! تم جانتے ہو کہ ملائکہ خاص کس بارے میں گفتگو کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ نہیں۔ بارالہا! میں نہیں جانتا۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں مونڈھوں کے درمیان میری پیٹھ پر رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی اور زمین و آسمان کی تمام چیزیں میری نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہو گئیں۔ پھر پوچھا! اے محمد ﷺ! تم جانتے ہو کہ فرشتگانِ خاص کس ا۰ رے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں؟ عرض کیا: ہاں' اے میرے رب! یہ ان اعمال کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں جو گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔ پوچھا: ''وہ کیا ہیں؟'' عرض کی: ''نماز با جماعت کی شرکت کے لیے قدم اٹھانا' نماز کے بعد مسجد میں ٹھہر جانا اور ناگواری کے باوجود اچھی طرح وضو کرنا۔ جو شخص ایسا کرے گا اس کی زندگی اور موت دونوں اچھی ہوں گی۔ وہ گناہوں سے ایسا ہی پاک و صاف ہو جائے گا جیسا کہ وہ اس دن تھا جب اس کو اس کی ماں نے جنا تھا۔'' پھر پوچھا گیا: ''اے محمد ﷺ! درجات کیا ہیں؟'' عرض کی: ''کھانا کھلانا' خوش خلقی اور نرمی سے باتیں کرنا اور جب تمام لوگ سو رہے ہوں اس وقت اٹھ کر بارگاہ رب العزت میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔'' پھر حکم ہوا: ''اے محمد ﷺ! مجھ سے مانگو۔'' میں نے عرض کیا: ''اے اللہ! میں تجھ سے نیک کاموں کے کرنے' برے کاموں سے بچنے اور غریبوں سے محبت کرنے کی توفیق چاہتا ہوں۔'' میری مغفرت فرما کر مجھ پر رحم فرما۔ جب کسی قوم کو تو آزمانا چاہے تو مجھے بغیر آزمائے اٹھا لینا۔ میں تجھ سے محبت اور جو تجھ سے محبت رکھے اس کی محبت اور جو عمل تیری محبت کے قریب کر دے اس کی محبت کا خواستگار ہوں۔ اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جو کچھ تھا حق تھا' اور اس دعا کو پڑھا کرو۔'' (ترمذی' تفسیر سورۂ ص' مسند احمد جلد ۵ ص ۲۴۳)

اسی قسم کے اور کئی خواب حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہیں ہم یہاں طوالت کے خوف سے انہیں نقل نہیں کر رہے' لیکن جیسا کہ عرض کیا گیا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے سامنے جیسے عالم غیب کی اشیاء خواب کے ذریعہ بتا دی جاتیں ایسے ہی کبھی کبھی عالم بیداری میں بھی عالم آخرت ان کے سامنے ظاہر کر دیا جاتا ہے اور وہ جنت و جہنم اور دوسری تمام چیزوں کا جن کا تعلق عالم آخرت اور عالم غیب سے ہوتا ہے' اس دنیا میں عین بیداری کے عالم میں ان کا مشاہدہ فرما لیتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں، جیسے کہ آپ ﷺ نے سورج گرہن کے موقع پر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور بہت دیر تک نماز میں مصروف و مشغول رہے۔ اسی دوران میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ نے ایک بار عین نماز کی حالت میں اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ پھر کسی قدر پیچھے ہٹ گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس وقت میرے سامنے وہ تمام چیزیں پیش کی گئیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے۔ جنت اور جہنم کی صورت اس دیوار کے پاس مجھے دکھائی گئی۔ میں نے جنت کو دیکھا کہ انگور کے خوشے لٹک رہے ہیں۔ میں نے ہاتھ بڑھایا اور چاہا کہ توڑ لوں۔ اگر میں توڑ لیتا تو تا قیامت تم اس کو کھا سکتے، لیکن پھر خیال آیا کہ نہیں یہ عالم آخرت اور عالم باقی کی شی ہے۔ پھر میں نے جہنم کو دیکھا جس سے زیادہ کوئی بھیانک شی میں نے آج تک نہیں دیکھی، مگر میں نے اس میں زیادہ تر عورتوں کو پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''یا رسول اللہ! ﷺ اس کی کیا وجہ ہے؟'' فرمایا: ''اپنے خاوندوں کی ناشکری کے سبب سے۔ اگر ایک عورت پر تم عمر بھر احسان کرو یعنی ہر قسم کی نعمت مہیا کرتے رہو لیکن ایک دفعہ اگر تمہارے کسی فعل سے وہ آزردہ ہو جائے تو یہ کہے گی کہ میں نے کبھی تمہارا اچھا برتاؤ نہیں دیکھا۔'' پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں نے جہنم میں اس چور کو بھی دیکھا جو حاجیوں کا مال و اسباب چرایا کرتا تھا۔'' پھر فرمایا کہ میں نے جہنم میں ایک یہودی عورت کو دیکھا جس پر اس لیے عذاب ہو رہا تھا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ رکھا تھا۔ اس کو نہ تو وہ کچھ کھانے کو دیتی تھی اور نہ ہی چھوڑتی تھی کہ وہ خود زمین پر گری پڑی چیزیں کھا لے۔ آخر اسی بھوک سے وہ مر گئی۔

(بخاری باب رفع البصر و باب التعوذ من الفتن، مسلم باب صلوٰۃ الکسوف)

اس قسم کے اور کئی واقعات رسول اللہ ﷺ نے اس دنیا میں عالم بیداری میں مشاہدہ فرمائے اور عالم غیب کے سارے پردے آپ کی آنکھوں کے سامنے سے یک قلم اٹھا لیے گئے۔ چنانچہ یہ حدیث بھی اسی سلسلہ میں مذکور ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ تہجد کے وقت خواب سے بیدار ہوئے تو فرمایا: ''سبحان اللہ! آج رات کو کیا کیا دولت کے خزانے اور کیا کیا فتنے نازل ہوئے ہیں۔ ان حجروں میں رہنے والیوں یعنی ازواج مطہرات کو کون جگائے۔ افسوس، دنیا میں کتنی عورتیں سامان آرائش و زینت سے آراستہ و پیراستہ ہیں لیکن آخرت میں وہ ننگی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں گی۔'' (بخاری کتاب التہجد جلد ا ص)

ایک مرتبہ آپ ﷺ مدینہ طیبہ سے باہر تشریف لے گئے۔ ایک ٹیلے پر چڑھے اور پھر فرمایا: ''لوگو! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تم دیکھ رہے ہو؟'' صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ''نہیں' یا رسول اللہ!'' فرمایا: میں تمہارے گھروں کے درمیان فتنوں کو موسلا دھار بارش کی طرح برستے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔'' (بخاری و مسلم)

اسی طرح مسلم میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ سفر میں جاتے ہوئے وادی ارزق میں سے گزرے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ کون سی وادی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یہ وادی ارزق ہے فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ موسیٰ (علیہ السلام) تلبیہ پڑھتے ہوئے گھاٹی سے اتر رہے ہیں۔ اس کے بعد ہرشا کی گھاٹی آئی۔ پوچھا: یہ کون سی گھاٹی ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ یہ ہرشا کی گھاٹی ہے۔ فرمایا: گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ یونس بن متی سرخ اونٹ پر سوار ہیں' کمبل کا جبہ پہنے ہوئے ہیں اور اونٹ کی مہار کھجور کی چھال کی ہے اور وہ تلبیہ کہتے جا رہے ہیں۔ (مسلم' باب الاسراء)

جیسا کہ روایات میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اپنی امت کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی۔ ایک روز ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کے کناروں کو میری نگاہوں کے سامنے کر دیا۔ میں نے اس کے مشرق و مغرب کا مشاہدہ کیا اور دیکھا کہ میری امت کی حکومت و سلطنت ان تمام کناروں تک پہنچ جائے گی جو مجھے دکھائے گئے ہیں۔ مجھے سرخ و سفید (یعنی سونا چاندی) کے دونوں خزانے عطا کیے گئے۔ میں نے حق تعالیٰ کے حضور میں دعا کی: اے اللہ! میری امت کو کسی عالم گیر قحط سے برباد نہ کرنا اور نہ ان پر کسی غیر مسلم کو مسلط فرمانا۔ حکم ہوا کہ میرے دربار میں فیصلہ کی تبدیلی نہیں ہوتی' میں نے تمہاری دعا قبول کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اب میری امت کو کوئی دوسرا تباہ و برباد نہیں کرے گا بلکہ وہ خود ایک دوسرے کو تباہ کریں گے۔

(مسلم' باب الفتن)

ایک دفعہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ آپ ﷺ اپنے ہاتھوں سے کوئی شی پیچھے ہٹا رہے ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے کوئی شی نظر نہیں آ رہی تھی اور مجھے تعجب ہو رہا تھا کہ آپ ﷺ کس شی کو ہاتھوں سے پیچھے ہٹا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نے پوچھا: یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رسول اللہ! آپ کس شئی کو ہٹا رہے ہیں؟ فرمایا: یہ دنیا ہے جو میرے سامنے متمثل ہو کر آئی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ میرے پاس سے چلی جا۔ اس نے کہا: اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بچ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے لوگ مجھ سے نہیں بچ سکتے۔ (مستدرک جلد۴ص ۳۰۹)

ایک مرتبہ کسی جہاد میں مسلمانوں کا ایک آدمی میدان جنگ میں مارا گیا۔ لوگوں نے کہا: وہ شہید ہوا۔ (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ فوری طور پر عالم غیب تک پہنچ گئی) فرمایا: ہرگز نہیں' میں نے اسے جہنم میں دیکھا ہے کیونکہ اس نے مال غنیمت سے ایک عبا چرائی تھی۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اعلان کر دیں کہ جنت میں صرف اہل ایمان جائیں گے۔ (ترمذی' باب ماجاء فی الخلول)

خلاصہ یہ ہے کہ احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ایسے بے شمار واقعات درج ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم رؤیا میں یا بیداری کی حالت میں عالم آخرت اور عالم غیب کو مشاہدہ فرمایا اور امت کو اس بارے میں مطلع فرمایا۔

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ انبیاء علیہم السلام کی یہ صفت تیقظ دائمی ہوتی ہے' یہ صرف حالت نوم پر منحصر نہیں۔ اس بیداری کی اصل حقیقت کیا ہے' یہ مسئلہ ہمارے ادراک کی حدود سے بہت اونچا اور ارفع ہے' الفاظ اس غیبی حقیقت کو بیان کرنے سے قاصر ہیں۔

حدیث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں اس رؤیا صالحہ کو ''مبشرات'' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نبوت میں سوائے مبشرات کے اور کچھ باقی نہیں رہا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ فرمایا ''رویائے صالحہ'' یعنی سچے خواب۔ (بخاری جلد۲ص ۱۰۳۵)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''نبوت اور رسالت کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے۔ اب میرے بعد نہ کوئی نبی پیدا ہوگا اور نہ ہی کوئی رسول۔ البتہ مبشرات باقی ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یا رسول اللہ! مبشرات کیا ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبشرات مسلمانوں کے وہ سچے خواب ہیں جو نبوت کے اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔

(ترمذی جلد۲ص ۱۲۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② القاء فی قلب:

وحی کی دوسری صورت القاء فی القلب ہے کہ فرشتہ نبی کے قلب میں کوئی بات القاء کر دیتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جبریل نے میرے قلب میں یہ بات القاء کی کہ کوئی جان جب تک کہ اپنے مقدر کے رزق کو مکمل نہ کر لے' ہرگز نہیں مر سکتی' لہٰذا خدا تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور صبر و اعتدال سے رزق کو طلب کرو۔ اور اگر مقدر رزق ملنے میں ذرا دیر ہو جائے تو خدا تعالیٰ کی نافرمانی کے ذریعہ اس کو حاصل کرنے کے لیے تیار نہ ہو جایا کرو۔''

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۲۱)

اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے وحی کی اس قسم کی تشریح فرمائی ہے کہ بعض مرتبہ اللہ تعالیٰ کا فرشتہ جو وحی لے کر آتا ہے' بجائے اس بات کے کہ وہ خود نظر آئے' قلب ہی میں ایک بات القاء کر دیتا ہے' یقین اور قطعیت کے لحاظ سے ان دونوں قسم کی وحی میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ صورت وحی کے اختلاف سے حقیقت وحی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ فرشتہ نظر آئے یا نہ آئے وحی کی قطعیت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔

قلب میں کسی اکتساب اور استدلال کے بغیر حق تعالیٰ شانہ یا ملاء اعلیٰ کی جانب سے اگر القاء ہو جانے کو قرآن حکیم میں لفظ ''وحی'' سے بھی تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں شہد کی مکھی اور آسمان کی طرف وحی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ (واوحیٰ ربك الیٰ النحل)

اسی القاء فی القلب کو شریعت اسلامیہ میں ''الہام'' کے لفظ سے بھی تعبیر کیا گیا ہے۔ سیدنا حصین بن منذر خزاعی رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں یہ دعا تعلیم فرمائی:

((اللھم الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی))

''اے اللہ مجھ کو ہدایت کا الہام فرما اور مجھے میری نفس کے شر سے محفوظ فرما۔''

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ الہام نبی اور غیر نبی دونوں کو ہوتا ہے لیکن ان دونوں کے الہاموں میں وہی فرق ہے جو نبی اور غیر نبی میں ہے۔ چنانچہ حافظ تورپشتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''الہام انبیاء اور الہام اولیاء میں بہت فرق ہے۔ انبیاء علیہم السلام کا الہام قطعی اور یقینی ہوتا ہے لیکن اولیاء کے الہام کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔ نیز انبیاء چونکہ خود خطاء سے معصوم ہوتے ہیں' لہٰذا ان کا الہام بھی خطاء سے معصوم ہوتا ہے' لیکن اس کے برعکس اولیاء کرام خطا سے معصوم نہیں ہوتے اس لیے ان کا الہام یقینی اور قطعی نہیں ہوتا بلکہ ظنی ہوتا ہے اور اس میں ہر وقت غلطی کا امکان رہتا ہے۔'' (المعتمد ص ۵۶)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی فرق بیان کیا ہے۔ (النبوات ص ۱۹۷)

القاء فی القلب کی وحی کو ہم ''وحی روعی'' کے نام سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں۔

③ تمثل (فرشتہ کا انسانی شکل میں آنا)

وحی کی تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ وحی کسی انسانی صورت میں آئے اور وہ نبی سے خطاب کرے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں سیدہ مریم کے پاس جبریل انسانی شکل میں آئے' جیسا کہ سورہ مریم میں اس کا ذکر ہے۔ احادیث نبویہ ﷺ میں بھی اس کی بہت سی مثالیں ملتی ہیں۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم جناب رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص آیا جس کے کپڑے بہت زیادہ سفید اور بال بہت زیادہ سیاہ تھے۔ اس شخص پر سفر کے کوئی آثار نظر نہیں آتے تھے یعنی وہ مسافر بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اور ہم میں سے اسے کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ یہ شخص سرکار دو عالم ﷺ کے گھٹنہ سے گھٹنہ ملا کر بیٹھ گیا اور اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی رانوں پر رکھ دیے۔ پھر اسلام' ایمان' احسان' قیامت اور علامات قیامت کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کیے۔ آپ ﷺ نے ان کے سوالات کے جوابات دیے۔ اور وہ آپ ﷺ کے منہ سے جواب سن کر ہر جواب پر ''صدقت'' کہتا جاتا تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوتا کہ وہ سوال بھی کرتا اور جواب کی تصدیق بھی کرتا۔ گویا اسے جوابات کا پہلے ہی علم تھا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سوال و جواب کے اس سلسلہ کے بعد وہ شخص چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: ''عمر! جانتے ہو یہ سائل کون تھا؟ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے عرض کی کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((فانه جبریل أتا کم یعلمکم دینکم)) (بخاری جلد ا ص ۱۲)
''وہ جبریل تھے اور تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔
ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:
''جبریل ایک ایسے فرشتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسولوں کے مابین واسطہ بنتے ہیں۔ اور فرشتے کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ وہ انسانی شکل اختیار کر لیتا ہے اور انسان اس کو جسمانی لحاظ سے دیکھ لیتا ہے۔'' (مرقاۃ جلد ا ص ۶۵)
ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:
''اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ فرشتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے جو شکل چاہے اختیار کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں ''فتمثل لھا بشراً سویاً'' یعنی وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں اس کے پاس (یعنی سیدہ مریم کے پاس) ظاہر ہوا۔ اور جبریل علیہ السلام کے انسانی شکل اختیار کرنے میں یہ حکمت ہے تاکہ فرشتہ اور رسول میں موانست پیدا ہو کیونکہ جنسیت میل جول کا سبب ہوتی ہے۔
(مرقاۃ جلد ا ص ۵۰)
ایسا ہی حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری جلد ا ص ۱۷ پر لکھا ہے۔
حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ فرشتے کے انسانی شکل میں ظاہر ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کی ذات انسان میں تبدیل ہو جاتی ہے بلکہ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس شکل میں ظاہر ہوتا ہے تاکہ اپنے مخاطب کے لیے انسیت کا سبب بن سکے۔ (فتح الباری جلد ا ص ۱۷)
سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ میں سے سیدنا دحیہ کلبی رحمۃ اللہ علیہ نہایت وجیہ اور شکیل آدمی تھے اور حسن و جمال کے لحاظ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک امتیازی حیثیت رکھتے تھے۔ (عینی جلد ا ص ۴۰) اس لیے جبریل اکثر ان کی شکل میں آپ ﷺ کے پاس آتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جبریل امین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باتیں کرنے لگے۔ اس وقت ام المومنین سیدہ ام سلمہ آپ ﷺ کے پاس تشریف فرما تھیں۔ آپ ﷺ نے سیدہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: یہ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ تو دحیہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ سیدہ ام سلمہ فرماتی ہیں: بخدا میں انہیں دحیہ رضی اللہ عنہ ہی سمجھتی رہی یہاں تک کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کا خطبہ سنا جس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ نے جبریل کے آنے کی خبر دی۔ تب مجھے معلوم ہوا کہ جبریل دحیہ رضی اللہ عنہ کی شکل میں آئے تھے۔" (بخاری جلد۲ ص۷۴۴)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ پیش آیا۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص جو سواری پر سوار ہے' حضور اکرم ﷺ سے باتیں کر رہا ہے۔ جب آپ ﷺ واپس تشریف لائے تو سیدہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: وہ کون شخص تھا جس سے آپ ﷺ گفتگو فرما رہے تھے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ جبریل تھے' انہوں نے مجھے کہا ہے کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں۔ (فتح الباری جلد۹ ص۴۔ طبقات ابن سعد جلد۸ ص۴۵۰)

سیدنا سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ نے بنو قریظہ کے واقعہ میں روایت کیا ہے کہ" جبریل کے کہنے پر سرکار دو عالم ﷺ بنو قریظہ کی طرف نکلے۔ آپ ﷺ کا گذر ایک ایسی مجلس پر ہوا جو آپ ﷺ کے اور بنو قریظہ کے درمیان تھی۔ آپ ﷺ نے ان لوگوں سے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس سے کوئی گذرا ہے؟ انہوں نے کہا: جی ہاں' ہمارے پاس سے دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ گزرے ہیں جو سرخی مائل خچر پر سوار تھے اور ان کے نیچے دیبا کی چادر تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دحیہ رضی اللہ عنہ نہیں تھے بلکہ جبریل تھے۔ وہ بنو قریظہ کی طرف بھیجے گئے ہیں تاکہ ان کے قلعوں میں زلزلہ پیدا کر دیں اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔"

(حلیۃ الاولیاء جلد۴ ص۱۸۲)

ان واقعات کے علاوہ اور بے شمار واقعات ہیں جن میں سیدنا جبریل سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کبھی رمضان المبارک میں آپ ﷺ کے ساتھ قرآن حکیم کا دور فرماتے۔ (بخاری جلد۱ ص۴۵۷) کبھی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا پر سلام بھیجتے۔ (ایضاً) اور کبھی امت کی تعلیم کے لیے آپ ﷺ سے سوال کرتے۔ (بخاری جلد۱ ص۱۲) جبریل اور دوسرے فرشتوں کا آپ ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آنا اور باتیں کرنا وحی کی ایک قسم "تمثیلی وحی" میں شامل ہے۔

(4) صلصلۃ الجرس:

وحی کی چوتھی قسم صلصلۃ الجرس یعنی گھنٹہ کی گونج اور آواز کی طرح کی آواز کا سنائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دینا ہے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ سیدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ آپ ﷺ سے پوچھا:

''یا رسول اللہ! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کبھی تو گھنٹہ کی آواز کی طرح آتی ہے۔''

پھر اس کی کیفیت یہ بیان فرمائی کہ ''وحی کی یہ قسم مجھ پر بہت سخت ہوتی ہے۔ جب وہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے تو فرشتہ نے جو کچھ کہا ہوتا ہے وہ مجھ کو یاد ہو جاتا ہے۔''

(بخاری جلد ا ص ۲' ص ۴۵۷)

وحی کی اس سخت کیفیت کو سیدہ عائشہ ام المومنین رضی اللہ عنہا ان الفاظ میں بیان فرماتی ہیں:

''میں نے آپ ﷺ کو شدید سردی کے دنوں میں دیکھا کہ وحی آپ ﷺ سے منقطع ہوتی تھی اور پسینہ آپ ﷺ کی پیشانی سے ٹپک رہا ہوتا تھا۔''

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اور شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے پسینہ آنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ

''شیخ ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے فتوحات میں اور شاہ ولی اللہ نے حجۃ اللہ البالغہ میں پیشانی پر اس قدر پسینہ آنے کی ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ جبریل فرشتہ نورانی ہے اور جو پیغام وہ لے کر آتے یعنی قرآن حکیم وہ بھی محض نور ہی نور ہے اور نبی کا باطن بھی نور سے پُر ہوتا ہے۔ اور نور کا فطری اثر حدت اور گرمی ہوتا ہے۔ جب یہ تینوں ایک ساتھ جمع ہو گئے تو گرمی پیدا ہونا ایک لازمی امر ہے۔ اور یہ ایک طبعی امر ہے کہ جب اندر گرمی زیادہ ہو جائے تو طبیعت اس کو باہر پھینکتی ہے جس سے اندر کے بخارات پانی کی شکل میں مسامات کے راستے سے باہر نکلتے ہیں۔ اور یہ بھی طبعی امر ہے کہ جب پسینہ کی صورت میں اندر کی گرمی نکل گئی اور مسامات کھل گئے تو اب ہوا جو بدن کو لگے گی اور مسامات کے راستہ اندر گھسے گی تو ضرور سردی محسوس ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ نزول وحی کے بعد آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''دثرونی''، ''دثرونی'' یعنی مجھے چادر اوڑھا دو۔'' (فضل الباری جلد ا ص ۱۵۷)

حدیث میں وحی کی اس کیفیت کو جو ''صلصلۃ الجرس'' کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔اس کا کیا مطلب ہے؟''صلصلۃ'' دراصل اس آواز کو کہتے ہیں جو لوہے کے ایک ٹکڑے کو دوسرے ٹکڑے پر مارنے سے پیدا ہوتی ہے۔ پھر اس کا اطلاق ہر اس آواز پر کیا جانے لگا جس میں جھنجھلاہٹ ہو۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''وحی کی آواز کو 'صلصلۃ الجرس'' سے تشبیہ دینے کی یہ وجہ ہے کہ جس طرح گھنٹے کی آواز صوت محض کی صورت میں سنائی دیتی ہے اور اس کا کوئی مبداء اور مقطع نہیں ہوتا۔ اس وجہ سے یہ آواز مرکب نہیں بلکہ بسیط ہوتی ہے۔ (فیض الباری جلد ا ص ۱۹)

بعض محدثین فرماتے ہیں کہ ''صلصلۃ الجرس'' سے مراد فرشتوں کے پروں کی آواز ہوتی ہے۔ کیونکہ دوسری احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ فرشتوں کے پروں سے بھی اسی قسم کی آواز آتی ہے۔

اس بارے میں کہ یہ آواز کس کی ہوتی ہے' علماء کے تین مسلک ہیں۔

① پہلا مسلک جو کہ سب سے نمایاں ہے' امام بخاری رحمہ اللہ کا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آواز ہوتی تھی جو تمام فضا میں گھوم جاتی تھی۔ چنانچہ وہ اپنی صحیح میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی لائے ہیں جس میں صاف الفاظ ہیں:

اذا تکلم اللہ بالوحی۔ (فتح الباری جلد ۹ ص ۴۳۶)

''جب اللہ وحی کے ساتھ کلام کرتا ہے۔''

علاوہ ازیں آپ نے جہمیہ کی تردید میں کتاب التوحید میں کئی احادیث ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کے لیے صوت کا ثبوت بہم پہنچایا ہے۔ ایسا ہی شیخ اکبر رحمہ اللہ نے لکھا ہے

② دوسرا مسلک یہ ہے کہ یہ فرشتہ کی پیروں کی آواز ہوتی تھی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اور دوسرے کئی علماء کا یہی مسلک ہے۔ (فتح الباری جلد ا ص ۱۶)

③ تیسرا مسلک اس بارے میں یہ ہے کہ فرشتہ کی زبان کی آواز ہوتی تھی۔ کئی شارحین بخاری اور جلیل القدر محدثین اس کے بھی قائل ہیں۔ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔

محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ کے نزدیک راجح یہی ہے کہ یہ کلام باری تعالیٰ کی آواز ہے۔ حضرۃ شاہ صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی آواز احادیث کی روشنی میں تین جگہ معلوم ہوتی ہے۔ عرش اعظم پر جب اللہ تعالیٰ اس کو صادر فرماتے ہیں۔ دوسرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب فرشتہ وحی اسے لیتا ہے اور تیسرے جب کہ فرشتہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس آتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں آواز کا مبداء عرش اعظم اور منتہیٰ پیغمبر کی ذات گرامی ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فیض الباری جلد ۱ ص ۱۹ پر جو بحث فرمائی ہے۔ اہل علم اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ بہرحال یہ آواز اللہ تعالیٰ کی ہو یا فرشتوں کے پروں کی اس میں ہمیں کوئی بحث نہیں اور نہ ہی ہم اس پر بحث کر سکتے ہیں کیونکہ یہ مسئلہ عالم غیب کا ہے اور عالم غیب ہمارے ادراک کی پرواز سے بہت دور ہے۔ یہ ادراک میں آئے یا نہ آئے اس پر ایمان لانا شریعت میں واجب ہے کہ عالم غیب سے نبی اور رسول کو ایک آواز سنائی دیتی ہے جو بسیط ہوتی ہے اور بے جہت مسموع ہوتی ہے جیسا کہ محدث العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے۔ (فیض الباری جلد ۱ ص ۱۹) یہ آواز صرف نبی تک محدود نہیں رہتی بلکہ بعض دفعہ کوئی جلیل القدر صحابی بھی اسے سن لیتا ہے جیسا کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ ﷺ کے روئے اقدس کے پاس مکھیوں کے گنگنانے کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔''

(مشکوٰۃ ص ۲۱۱' البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۲۱)

رسول اللہ ﷺ جس آواز کو ''صلصلۃ الجرس'' کی آواز سے تشبیہ دے رہے ہیں' سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کو سن کر ''شہد کی مکھیوں کی گنگناہٹ'' کی تشبیہ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ الفاظ مختلف ہیں لیکن تعبیر میں کوئی فرق نہیں۔ پیغمبر علیہ السلام نے اپنے کانوں سے جب اسے سنا تو آواز کی تیزی کے باعث اسے گھنٹے کی آواز سے تشبیہ دی لیکن سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پاس بیٹھ کر سننے میں اس کی خفت کے باعث اسے ''شہد کی مکھیوں کی گنگناہٹ'' سے تشبیہ دی۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ وحی کی آواز کو فرشتے سنتے تھے "کسلسلة علي صفوان" اور نبی سنتے تھے ''مثل صلصلۃ الجرس'' نبی کے قریب والے سنتے تھے کدوی النحل۔

آواز کے اس تیز احساس اور خفیف احساس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وحی خواب و خیال سے بالاتر ایک محسوس شی ہے یہاں تک کہ بعض دفعہ اس کی بے کیف آواز کا مجلس میں بیٹھنے والے بھی ادراک کر لیتے تھے۔ جو لوگ وحی کو محض (معاذ اللہ) ایک دماغی تخیل سمجھتے ہیں وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت کی حقیقت سے جاہل و ناآشنا ہیں۔

کہا جا سکتا ہے کہ وحی کی اس "گھنٹے کی آواز کی طرح" سے نبی کو احکام الٰہی کا پتہ کیسے چلتا؟ اس سوال کا جواب شاید زمانہ ماقبل میں مشکل ہوتا لیکن عصر جدید میں ٹیلی گرام کی ایجاد نے اس سوال کے جواب کو نہایت آسان بنا دیا ہے۔ تار گھر میں جا کر دیکھئے کہ وہاں صرف ٹک ٹک کی آواز سنائی دے گی جس کو آپ فضول اور لایعنی سمجھیں گے لیکن تار کلرک جو اس فن سے واقف ہے' اسی آواز کو سن کر تار لکھتا ہے۔ آواز ایک ہی ہے لیکن ایک کے نزدیک بامعنی اور دوسرے کے نزدیک بے معنی' بالکل اسی طرح وحی کی آواز اگر کوئی دوسرا سن بھی لے تو وہ اس کی کیفیت کو اپنے علم کے لحاظ سے اپنے الفاظ میں بیان تو کر سکتا ہے لیکن اس بسیط اور بے جہت آواز سے کلام الٰہی کو اخذ نہیں کر سکتا۔ یہ کام صرف اور صرف ایک نبی اور رسول ہی کر سکتا ہے جس پر وہ وحی اترتی ہے۔ چنانچہ محدث العصر حضرۃ مولانا سید انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"اور گھنٹہ کی آواز ٹیلیگراف کی ٹک ٹک کی طرح ہے جو پیغام رسانی کے لیے کی جاتی ہے۔" (مشکلات القرآن ص ۱۶۴)

ثقل وحی:

یوں تو وحی کی ہر قسم کی شدت ہوتی ہے اور وحی کے ثقل کو برداشت کرنا بھی پیغمبر کا ایک بہت بڑا معجزہ ہوتا ہے' لیکن وحی کی یہ قسم جس کو حدیث میں "صلصلۃ الجرس" کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے' سب سے زیادہ ثقیل اور شدید ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

((احياناً ياتيني مثل صلصلة الجرس و هواشد علي))

(بخاری جلد ۱ ص ۳' ص ۴۵۷)

"کبھی تو وحی کی یہ صورت ہوتی ہے کہ مجھے ایک گھنٹی کی سی آواز آتی ہے اور وحی کی یہ قسم مجھ پر سب سے زیادہ شدید اور گراں ہوتی ہے۔"

وحی کی اس شدت کی مثالیں حدیث میں بہت ملتی ہیں۔ صفوان بن یعلی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے والد نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ جب حضور اکرم ﷺ پر وحی آئے تو اس وقت ذرا مجھے دکھایئے گا۔ چنانچہ اتفاق ایسا ہوا کہ مقام جعرانہ پر ایک شخص نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ سے کوئی مسئلہ پوچھا۔ آپ ﷺ کچھ دیر کے لیے خاموش ہو گئے اور آپ ﷺ پر وحی کا نزول شروع ہوا۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ کو اشارہ کیا کہ آگے آؤ۔ وہ آگے آئے۔ اس وقت آپ ﷺ کے چہرۂ اقدس پر ایک باریک کپڑا پڑا ہوا تھا۔ سیدنا یعلی رضی اللہ عنہ نے اپنا سر اس کپڑے کے اندر داخل کیا تو انہوں نے دیکھا کہ

''آپ ﷺ کا چہرۂ اقدس سرخ ہو رہا ہے اور وحی کی شدت سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے آپ ﷺ کا دم گھٹا جا رہا ہے۔'' (بخاری جلد ۱ ص ۲۰۸' جلد ۲ ص ۷۴۵)

ایک اور روایت میں ہے کہ

''جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو اس کی شدت سے آپ ﷺ کا چہرہ مبارک متغیر ہو جاتا۔'' (مسلم)

ایک اور روایت میں ہے کہ

''آپ ﷺ اپنا سر مبارک جھکا لیتے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اپنے سروں کو جھکا لیتے۔'' (مسلم)

مسند احمد کی ایک روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ جب آپ ﷺ پر وحی آتی ہے تو آپ ﷺ کو اس وقت کیا محسوس ہوتا ہے۔؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میں پہلے گھنٹوں کی سی آواز سنتا ہوں۔ پھر میں بالکل خاموش ہو جاتا ہوں۔ اور جب کبھی مجھ پر وحی آتی ہے تو مجھے یہ گمان ہونے لگتا ہے کہ میری جان اب نکلی۔''

(مسند احمد جلد ۲ ص ۲۰۴)

وحی کی اس کیفیت کو آپ ﷺ نے اس وقت جب کہ آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی' ان الفاظ میں بیان فرمایا: "لقد خشیت علی نفسی" مجھے اپنی جان کا خطرہ ہو گیا تھا۔ بعض جہلاء نے آپ ﷺ کے ان الفاظ سے آپ ﷺ پر اور حدیث پر طرح طرح کے اعتراضات شروع کر دیے' لیکن وہاں بھی ثقل وحی کو بیان کیا گیا ہے۔ اور یہاں بھی اسی کیفیت کا اظہار ہے۔ الفاظ مختلف ہیں لیکن تعبیر ایک ہی ہے ؏

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''وحی کی حقیقت اور کیفیت کو تو صرف صاحب وحی ہی جان سکتا ہے۔ دوسرے لوگ کیا جانیں۔''

احادیث کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ پر جب بھی وحی آتی تو آپ ﷺ کو یہی کیفیت پیش آتی اور آپ ﷺ کا جسم اطہر نزول وحی کے وقت نچڑ جاتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وحی عظمت کی شی ہے اور یہ نہایت ثقیل اور گراں بار چیز ہے۔ آپ ﷺ کی عمر مبارک کا اکثر و بیشتر حصہ اسی کیفیت کو برداشت کرتے ہوئے گزر گیا۔ سیدنا آدم علیہ السلام پر پوری زندگی میں صرف دس مرتبہ نزول وحی ہوا۔ سیدنا نوح علیہ السلام پر پورے دور نبوت میں پچاس مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام پر ۴۸ مرتبہ وحی آئی۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر صرف دس مرتبہ نزول وحی ہوا اور جناب رسول اللہ ﷺ پر چوبیس ہزار مرتبہ وحی نازل ہوئی اور اتنی بار آپ ﷺ نے اس تکلیف کو برداشت کیا۔

وحی کی یہ شدت اور اس کا یہ ثقل نہ صرف آپ ﷺ کو محسوس ہوتا بلکہ اس وقت اگر کوئی صحابی آپ ﷺ کے قریب ہوتا تو وحی کے اس ثقل کو وہ بھی تھوڑا سا برداشت کرتا۔ چنانچہ سیدنا مروان بن الحکم رضی اللہ عنہ' سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی تو میری ران کے اوپر رسول اللہ ﷺ کی ران رکھی ہوئی تھی۔ اس نزول وحی سے میری ران پر اس قدر بوجھ آن پڑا یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہو گیا کہ کہیں میری ران چورا چورا نہ ہو جائے۔ (بخاری جلد اص ۵۳)

انسان تو درکنار جانور بھی وحی کے اس ثقل اور بوجھ کو محسوس کرتے تھے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب کہ آپ ﷺ اپنی سواری پر سوار تھے تو سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ پر وحی کے نزول کو دیکھا' فرماتے ہیں کہ:

''وحی کے بوجھ سے آپ کی اونٹنی آواز کرتی تھی اور اپنے دونوں پاؤں اس طرح ادل بدل کرتی تھی کہ مجھے یہ گمان ہوتا تھا کہ اس کے بازو ٹوٹے جاتے ہیں۔ وہ کبھی بیٹھتی اور کبھی اپنے پاؤں پر سہارا لے کر کھڑی ہو جاتی۔ وحی کے وزن سے اس کی یہی کیفیت رہتی تھی یہاں تک کہ وحی ختم ہو جاتی۔ ادھر آپ ﷺ کی کیفیت یہ ہوتی کہ آپ ﷺ کی پیشانی مبارک سے پسینے کے قطرات اس طرح ٹپکتے جیسے موتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ٹپک رہے ہیں۔'' (خصائص جلد اص ۱۱۹)

وحی کی یہ قسم اتنی شدید اور ثقیل کیوں تھی بلکہ قرآن حکیم کو بھی اسے ''قولاً ثقیلاً'' (وزنی کلام) کہنا پڑا۔ اس کا جواب حافظ ابن حجر نے یہ دیا ہے کہ عادت یہ ہے کہ بات کہنے والے اور بات سننے والے کے درمیان مناسبت ہونی چاہیے' لیکن جب قائل اور سامع دو الگ الگ نوع سے تعلق رکھتے ہوں تو پھر دو ہی صورتیں ہیں:

① یا تو سامع قائل اور متکلم کے اوصاف سے متصف ہو جائے۔

② اور یا قائل سامع کے اوصاف سے متصف ہو جائے۔

یہاں چونکہ پہلی صورت ہوتی ہے اس لیے آپ ﷺ کی ذات قدسی صفات میں تصرف کر سکے' اسے مادیت سے وراء الوراء کر کے ملاء اعلیٰ سے بہت قریب کر دیا جاتا ہے۔ اس وقت چونکہ آپ ﷺ کی جہت بشری اور جہت ملکوتی میں تصادم ہوتا ہے' اس لیے وحی کی یہ قسم آپ ﷺ پر شدید تر ہوتی تھی۔ نتیجہ یہ ہوتا کہ اس شدت اور ثقل کے باعث آپ کی جبین اقدس عرق آلود ہو جاتی اور اس تاثر میں اس درجہ شدت ہوتی کہ آپ ﷺ کے پاس بیٹھنے والوں کو بھی اس حالت کا بین طور پر احساس ہو جاتا۔

(فتح الباری جلد اص ۱۶' فیض الباری جلد اص ۲۰-۲۱)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی قدس سرہ سورۃ شعراء کی ایک آیت کی تفسیر کے ذیل میں لکھتے ہیں:

''شاید ''علیٰ قلبك'' کے لفظ میں یہ بھی اشارہ ہو کہ نزول وحی کی جو دو کیفیتیں احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہیں۔ (یعنی کبھی ''صلصلۃ الجرس'' کی طرح آنا اور کبھی فرشتہ کا آدمی کی صورت میں سامنے آ کر بات کرنا) ان میں سے قرآن کی وحی اغلباً پہلی کیفیت کے ساتھ آتی تھی کیونکہ دونوں حالتوں میں محققین کے نزدیک فرق یہ تھا کہ پہلی حالت میں پیغمبر کو بشریت سے منخلع ہو کر ملکیت کی طرف جانا پڑتا تھا۔ گویا اس وقت آلات جسدانیہ کو بالکل معطل کر کے صرف روحی قوتوں اور قلبی حواس سے کام لیتے تھے۔ دل کے کانوں سے وحی کی آواز سنتے تھے اور دل کی آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے تھے۔ اور دل کی انہی قوتوں سے ان علوم کی تلقی کرتے تھے اور محفوظ رکھتے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ بخلاف دوسری حالت کے کہ اس میں فرشتہ کو ملکیت سے نزول کر کے بشریت کی طرف آنا پڑتا تھا۔ اس وقت پیغمبران ہی ظاہری آنکھوں سے فرشتہ کو دیکھتے اور ان ہی کانوں کے توسط سے آواز سنتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ وحی کی پہلی قسم کو احادیث میں فرمایا کہ "ھو اشد علی" (وہ مجھ پر بہت بھاری ہوتی) کیونکہ اس میں آپ ﷺ کو بشریت سے ملکیت کی طرف صعود کرنا پڑتا تھا۔" واللہ اعلم۔ (فوائد عثمانی ص ۴۸۶)

قریباً قریباً یہی جواب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۲۰۶۔

وحی کی علمی بحث کے لیے ملاحظہ ہو امام رازی رحمۃ اللہ کی تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۷۰۴ اور علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ کی تقریر بخاری فیض الباری جلد ۱ ص ۱۴-۲۲۔

⑤ فرشتہ کا اصلی شکل میں آنا:

وحی کا پانچواں طریقہ یہ ہے کہ فرشتہ اپنی اصلی شکل میں نبی کے پاس آتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے۔ جیسا کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"محمد ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اس کی اصل شکل میں دو مرتبہ دیکھا۔"

(بخاری جلد ۲ ص ۷۶۰)

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں یہ الفاظ نقل فرمائے ہیں:

"آپ ﷺ نے جبریل علیہ السلام کو اس کی اصلی صورت میں صرف دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ سدرۃ المنتہیٰ پر اور دوسری مرتبہ اجیاد میں۔ اور اس کے چھ سو پر تھے جس سے سارا افق بھرا ہوا تھا۔" (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۲۵۰)

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"حضور نبی اکرم ﷺ نے جبریل امین کو (ان کی اصلی شکل میں) دیکھا اور ان کے چھ سو پر تھے۔" (بخاری جلد ۱ ص ۷۲۰، ابن کثیر جلد ۴ ص ۲۵۱، ۲۴۱)

بعض علماء کا قول ہے کہ سورۃ النجم کی مندرجہ ذیل آیات میں جبریل امین علیہ السلام کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھنے کا بیان ہے:

﴿ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى O ذُوْ مِرَّةٍ فَاسْتَوٰى O وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى O ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى O فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى ﴾ (النجم:۵۔۹)

''انہیں بڑی قوتوں والا (فرشتہ) سکھاتا ہے جو پیدائشی طاقتور ہے۔ پھر وہ اصلی صورت پر ظاہر ہوا اس حال میں کہ وہ آسمان کے بلند کنارہ پر تھا۔ پھر وہ نزدیک ہوا اور زیادہ نزدیک ہوا سو دو کمانوں کا فاصلہ رہ گیا۔''

سورۃ تکویر میں بھی سیدنا جبریل علیہ السلام کی صفات ذکر فرماتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے جبریل علیہ السلام کو دیکھنے کا ذکر فرمایا:

﴿ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ O ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ O مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ O وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ O وَلَقَدْ رَاٰهُ بِالْاُفُقِ الْمُبِيْنِ ﴾ (تکویر:۱۹۔۲۳)

''یہ کلام (قرآن) ہے ایک معزز قاصد کا لایا ہوا جو مالک عرش کے نزدیک قوت و طاقت والا ہے۔ اور ذی مرتبت ہے۔ اس کا کہا مانا جاتا ہے۔ اور وہ امانت دار ہے۔ اور یہ تمہارے ساتھی کوئی مجنون نہیں ہیں۔ اور وہ اس فرشتہ کو آسمان کے روشن کنارے پر دیکھ بھی چکے ہیں۔''

ان آیات سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

① سیدنا جبریل علیہ السلام کی صفات ''شدید القوی''، 'ذومرۃ''، ''رسول کریم''، ''ذی قوۃ''، ''مطاع'' اور امین' بیان کی گئی ہیں۔ یہ سب صفات بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ جبریل جو محمد ﷺ پر وحی لاتا ہے' کوئی معمولی فرشتہ نہیں بلکہ وہ فرشتوں میں بھی سروری اور سرداری کا مرتبہ رکھتا ہے اور امین ہونے کی وجہ سے وہ پیغام رسانی میں معمولی سی خیانت بھی نہیں کر سکتا' نہ لفظاً نہ معناً' نہ سہواً اور نہ عمداً ''کریم'' یعنی معزز فرشتہ ہے کوئی ایسا ویسا نہیں۔ ''ذی قوۃ'' یعنی قوت والا ہے اس وجہ سے پیغام خداوندی کو بسرعت تمام لاتا ہے کیونکہ تار برقی میں اگر قوت نہ رہے تو پیغام بسرعت ادا نہیں کر سکتی۔ یہی قوت جبریلیہ ہے کہ جب کسی نبی کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو اس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے جمیع تخیلات وتوہمات کو جو غلطی میں پڑنے کے ذرائع اور اسباب ہیں' یک قلم معطل کر دیتی ہے اور اس وقت اس میں قوت بہیمیہ کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ پھر جو کچھ وہ بولتے ہیں وہی بولتے ہیں' جو کچھ وہ کہتے ہیں وہی کہتے ہیں۔ پھر ذی قوت ہونے کی وجہ سے وہ دبو بھی نہیں کہ کسی سے ڈر کر اور مرعوب ہو کر پیغام خداوندی کو صحیح نہ پہنچائیں۔ "عند ذی العرش مکین" فرما کر اس بات کی طرف اشارہ فرما دیا کہ جو فرشتہ بارگاہ خداوندی سے وحی لاتا ہے اس کو بارگاہ الوہیت میں رسائی بھی ہے' یہ نہیں کہ وہ اوروں سے سن کر پیغام لاتا ہے بلکہ بارگاہ قدس میں رسائی ہونے کی وجہ سے خود پیغام سنتا ہے۔ اور وہاں وہ مطاع بھی ہے یعنی اس کو سروری اور سرداری کا مقام حاصل ہے۔

(۲) سرکار دو عالم ﷺ نے جبریل امین کو دیکھا بھی ہے کیونکہ شبہ ہو سکتا تھا کہ جبریل کو آپ ﷺ نے دیکھا نہ ہو۔ صرف غیب سے آواز سن لی ہو اور وہ جبریل کی نہ ہو بلکہ کسی اور کی ہو اور آپ ﷺ نے اسے جبریل سمجھ لیا ہو۔ اس شبہ کا جواب بھی ان آیات میں دیا کہ آپ ﷺ نے خود اپنی آنکھوں سے جبریل کو دیکھا اور وہ اس کو پہچانتے بھی ہیں۔

(۳) سورہ النجم میں فرمایا کہ آپ ﷺ نے جبریل کو "افق اعلیٰ" پر دیکھا اور سورۃ تکویر میں "افق مبین" پر دیکھنا فرمایا۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ "افق اعلیٰ" اور "افق مبین" ایک ہی ہے۔

(۴) آپ ﷺ نے جبریل کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ "ثم دنا فتدلی" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(۵) فرشتہ کو اپنی زبان سے وحی کا تلفظ ادا کرتے ہوئے حضور اکرم ﷺ نے سنا ہے۔ چنانچہ "اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ" میں اسی طرف اشارہ ہے۔

پہلی بار اس فرشتہ وحی کو (یعنی جبریل کو) آپ ﷺ نے سطح ارضی پر دیکھا اور دوسری بار شب معراج میں سدرۃ المنتہٰی کے پاس دیکھا۔ جس کا ذکر سورۃ النجم میں ہے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ نے جبریل کو ان کی اصلی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صورت میں جس پر کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا فرمایا صرف دو مرتبہ دیکھا۔

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۲۴۹' ۲۵۱' احکام القرآن للجصاص جلد ۳)

وحی کی ان سب صورتوں پر ہم نے اپنی کتاب ''اسلام کا تصور نبوت'' میں مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اہل علم وہاں ملاحظہ فرمالیں۔ یہاں ہم نے صرف وحی کی پانچ صورتوں کے بارے میں اجمالی طور پر کچھ بیان کیا ہے تاکہ یہ ثابت ہو کہ وحی کی جو صورت بھی نبی پر نازل ہوتی ہے وہ بھی اپنی جگہ پر ایک معجزہ ہے کیونکہ ایک عام انسان نہ تو اللہ تعالیٰ کی انوار و تجلیات کو برداشت کرسکتا ہے اور نہ ہی فرشتہ کی نورانیت کا متحمل ہوسکتا ہے۔

احوال نبوت:

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں عرض کیا گیا ہے کہ نبی مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ اس دنیا میں ہوتا ہے اس کی زندگی کے تمام احوال بھی معجزہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس کی پیدائش' اس کا بچپنہ' اس کا لڑکپن' اس کی جوانی' اس کا بڑھاپا یہاں تک کے اس کی وفات بھی ایک معجزہ ہوتی ہے اور دوسرے تمام انسان اس کے احوال زندگی کو نمونہ تو بنا سکتے ہیں' لیکن اس جیسے احوال اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتے' بلکہ نبی کی زندگی کا مکمل طور پر ادراک کرنا بھی مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

فلاینبغی ان یتکلم فی مقام الرسول الا رسول ولا فی مقام الانبیاء الانبی ولا ذوق لنا فی مقام الانبیاء حتی نتکلم علیه

''ایک رسول کے مقام میں رسول ہی اور نبی کے مقام میں ایک نبی ہی گفتگو کرسکتا ہے۔ جب انبیاء کے مقام ہی سے ہم آشنا نہیں تو ہم ان کے بارے میں گفتگو اور بحث کیا کر سکتے ہیں۔''

ان کی پہچان ہی سے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ چنانچہ جو لوگ نبوت و رسالت کا انکار کر کے اللہ تعالیٰ کو پہچاننے کی کوشش کرتے ہیں وہ دراصل اللہ تعالیٰ کو کسی صورت نہیں پہچان سکتے۔ اسی وجہ سے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ بات حقیقت پر مبنی ہے کہ

''جس شخص نے نبوت و رسالت کا انکار کیا اس نے دراصل اللہ تعالیٰ کی ذات کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

معرفت سے آشنائی حاصل نہیں کی۔ (تفسیر کبیر جلد ۴ ص ۱۴۸)

معلوم ہوا کہ معرفت خداوندی کے لیے انبیاء کی معرفت ضروری ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ ہر نبی اور رسول کو سراپا معرفت بنا کر بھیجتا ہے۔ اور اگر کسی کی آنکھ ذرہ برابر بھی حقیقت بین ہو تو اس کو نبی کی معرفت میں ذرا بھی دشواری نہیں ہوتی کیونکہ اس کی زندگی کی ایک ایک حالت اور اس کی حیات ارضی کا ہر دور ایک معجزہ کی حیثیت رکھتا ہے۔

اگر چہ وہ بشر ہی ہوتا ہے اور اس کی بشریت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ایک بشر کے پورے لوازمات اس میں ہوتے ہیں۔ وہ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوتا ہے۔ اس پر بچپن آتا ہے' لڑکپن آتا ہے' جوانی آتی ہے اور بڑھاپے کی منزلوں سے بھی اس کو گزرنا پڑتا ہے۔ وہ کھاتا بھی ہے۔ پیتا بھی ہے۔ شادی بھی کرتا ہے۔ اس کے ہاں اولاد بھی ہوتی ہے۔ رنج وغم سے بھی اس کو دوچار ہونا پڑتا ہے۔ خوشی اور مسرت کے لمحات بھی اس پر آتے ہیں۔ کبھی میدان کارزار میں اس کو دیکھا جاتا ہے تو کبھی غریبوں' بیواؤں اور یتیموں کی غم خواری میں اس کی حالت غیر ہو جاتی ہے۔ کبھی وہ دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ مسجد کی تعمیر اور خندق کی کھدائی میں شریک ہوتا ہے اور کبھی ذکر اللہ اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوتا ہے' لیکن یہ بات بھی درست نہیں کہ وہ عام بشر کی طرح ہوتا ہے۔ وہ عام انسانوں سے اتنا ممتاز ہوتا ہے کہ اگر بیک وقت دونوں پر نظر ڈالی جائے تو یوں معلوم ہونے لگتا ہے کہ گویا وہ الگ الگ دو صنفوں کے افراد ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے دو رخ ہوتے ہیں۔ ایک طرف تو وہ بشریت کے جامہ میں ملبوس ہوتے ہیں اور بشریت کے جملہ خواص ان میں موجود ہوتے ہیں لیکن دوسری طرف وہ اپنی روحانیت' پاک دامنی اور معصومیت میں عام انسانوں سے اس قدر بلند ہوتے ہیں کہ ان کی گرد راہ کو بھی نہیں پہنچا جا سکتا۔ دوسرے لفظوں میں وہ بلاشبہ انسان اور بشر ہوتے ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ وہ اپنے فوق البشر اوصاف اور خصوصیات کی وجہ سے فوق البشر بھی ہوتے ہیں۔ ان کا ہاتھ گو صورتاً ایک عام انسان کے ہاتھ کی طرح ہوتا ہے لیکن اس کے ہاتھ کی انگلیوں سے کبھی پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں اور کبھی اس کی انگلی کے اشارہ سے چاند کے دو ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ کبھی ایک اشارہ سے مدینہ طیبہ سے ہٹ کر بادل اطراف کا رخ کر لیتے ہیں۔ ان کا ہاتھ اگر بیمار پر پھر جائے تو وہ صحت یاب ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بعض اثرات وقتی اور غیر اختیاری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہیں ہوتے بلکہ طبعی ہوتے ہیں۔

ان کی آنکھیں اگرچہ عام انسانوں کی طرح ہوتی ہیں' لیکن ان میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ جس طرح وہ آگے دیکھتے ہیں اسی طرح ان کی نگاہ پیچھے بھی جاتی ہے حتی کہ وہ اپنے ساتھیوں سے بھی کہہ دیتے ہیں کہ اپنی صفوں کو سیدھا رکھا کرو اور خوب مل مل کر کھڑے ہوا کرو کیونکہ میں تم کو اپنی پشت کی طرف سے بھی دیکھتا ہوں۔ اور اگر آخری صف میں کھڑا آدمی بھی اپنی نماز میں کچھ کوتاہی کرتا ہے تو وہ نماز کے اختتام کے بعد اس کو آواز دے کر فرماتے ہیں: اے فلاں! اللہ سے ڈرتا نہیں' دیکھتا نہیں کیسی نماز پڑھتا ہے۔ تم لوگوں کو شاید یہ خیال ہو گا کہ جو حرکتیں تم کرتے ہو وہ مجھ سے پوشیدہ رہتی ہیں۔ بخدا! جیسا میں اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں اسی طرح پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

ان کی زبان گو عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے لیکن نہ صرف وہ تلخ و شریں کا احساس کرتی ہے بلکہ حلال و حرام کا احساس بھی کرتی ہے۔ اور اگر کبھی حرام یا ناجائز ذرائع سے حاصل شدہ چیز ان کو کھلائی جائے تو ان کی زبان کا ذوق سلیم اس شی کے پیٹ میں جانے سے پہلے ہی بتا دیتا ہے کہ یہ شی ناجائز طریقہ سے حاصل کی گئی ہے' اور وہ اس کے کھانے سے اجتناب کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک انصاری صحابی فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک جنازہ میں شرکت کے لیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کے اوپر سے گورکن کو یہ ہدایت فرماتے جاتے تھے کہ قبر کو پائنتی کی جانب سے ذرا اور کشادہ کرو۔ ذرا سرہانے کی جانب سے اور کشادہ کرو۔ جب اس شخص کو دفن کر کے آپ ﷺ واپس ہوئے تو اس کی بیوی کی طرف سے ایک شخص آپ ﷺ کو بلانے کے لیے آیا۔ آپ ﷺ اس کے ساتھ ہو لیے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ کے سامنے کھانا پیش کیا گیا۔ حسب دستور کھانے کے لیے پہلے آپ ﷺ نے ہاتھ بڑھایا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ہاتھ بڑھائے۔ ہم نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ چبا رہے ہیں لیکن نگلتے نہیں۔ پھر فرمایا! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ گوشت کسی ایسی بکری کا ہے جو مالک کی اجازت کے بغیر حاصل کی گئی ہے۔ میت کی بیوی نے جواباً کہلا بھیجا' یا رسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میں نے نقیع کے بازار میں جہاں بکریاں فروخت ہوتی ہیں ایک آدمی بھیجا تھا تاکہ وہ میرے لیے ایک بکری خرید لائے۔ جب وہاں بکری نہ ملی تو میں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے پڑوسی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے ایک بکری خریدی تھی کہ جس قیمت میں اس نے وہ خریدی ہے اسی قیمت میں وہ مجھے دے دے۔ اتفاقاً وہ نہ ملا۔ پھر میں نے اس کی بیوی کے پاس آدمی بھیجا۔ اس نے مجھ کو یہ بکری بھیج دی ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تو پھر یہ کھانا قیدیوں کو کھلا دو۔ (ابوداؤد)

مقام غور ہے کہ لوگ میت کے مال میں قرض کی ادائیگی اور تقسیم وراثت سے قبل ہی تیجے اور دسویں کے نام سے کھانے پکا پکا کر خود کھا لیتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ اس قسم کے کھانوں سے میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ وہ اس پر ذرا ٹھنڈے دل سے غور و خوض کریں۔ کہیں وہ یتامیٰ کا مال تو نہیں کھا رہے؟

ان کے پاؤں گو عام انسانوں کی طرح ہوتے ہیں لیکن ان میں کبھی یہ خصوصیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ جس پتھر پر قدم رکھتے ہیں وہ موم کی طرح نرم ہو جاتا ہے حتی کے پاؤں کے نشان اس پر پڑ جاتے ہیں اور پتھر تو کیا لوہا بھی ان کے ہاتھ میں نرم ہو جاتا ہے اور وہ اس کو جس طرح چاہتے ہیں توڑتے موڑتے ہیں۔

ان کی آواز اگرچہ عام انسانوں کی طرح ہوتی ہے لیکن اس میں یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ وہ دلوں کی اجڑی ہوئی بستیوں کو ایک لمحہ میں آباد کر دیتی ہے اور زمانہ کے وحشی اور بداخلاق لوگوں کو معلم اخلاق بنا دیتی ہے۔ اور کبھی اس میں یہ خاصیت بھی پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دور و نزدیک یکساں سنی جاتی ہے۔

ان کا لعاب دہن اگرچہ صورتاً عام انسانوں کے لعاب کی طرح ہوتا ہے لیکن حق تعالیٰ نے اس میں طرح طرح کی خصوصیات رکھی ہوتی ہیں۔ اس کے لگانے سے جسم کے زخم بھی اچھے ہو جاتے ہیں' ٹوٹی ہوئی ہڈی بھی جڑ جاتی ہے۔ دکھتی ہوئی آنکھیں بھی درست ہو جاتی ہیں اور بیمار کی بیماری لمحوں میں چلی جاتی ہے۔ پانی کا کھاری پن دور ہو کر اس میں مٹھاس اور حلاوت پیدا ہو جاتی ہے۔

ان کا پسینہ اگرچہ دیکھنے میں عام انسانوں کے پسینہ کی طرح ہوتا ہے لیکن اس میں بجائے بدبو کے مشک و عنبر کی خوشبو بسی ہوتی ہے اور عطر اور خوشبو کی جگہ استعمال کیا جاتا ہے۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ جس کپڑے کو ان کا پسینہ لگ جائے اس کپڑے کو آگ بھی نہیں جلاتی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی نیند اگر چہ ظاہری طور پر عام انسانوں کی نیند کی طرح ہوتی ہے لیکن وہ جب سوتے ہیں تو ان کی صرف آنکھیں سوتی ہیں' دل جاگتا رہتا ہے اور ان کا خواب وحی ہوتا ہے۔

غرضیکہ انبیاء کی روحانی زندگی کی بلندی اور ان کی ہر شی میں ایک درجہ اختصاص پیدا کر دیا جاتا ہے۔ زندگی کی کیفیات تو الگ رہیں ان کی موت بھی عام انسانوں کی موت کی طرح نہیں ہوتی بلکہ وہ اپنی قبروں میں زندہ ہوتے ہیں کھاتے پیتے بھی ہیں، نماز بھی ادا کرتے ہیں اور باہر سے پڑھا ہوا درود وسلام بھی سنتے ہیں۔ (انبیاء کے قبروں میں زندہ ہونے کے مسئلہ کے لیے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب "اسلام کا تصور نبوت") ان کے اجسام مدفون ہونے کے بعد بھی زمین کے تخریبی اثرات سے محفوظ رہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ایسا سمجھئے کہ ان کے جسموں میں اہل جنت کے خواص پائے جاتے ہیں یا وہ جنت کے خمیر سے پیدا ہوئے ہوتے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں اہل جنت کے بارے میں منقول ہے کہ وہ کھائیں گے بھی اور پئیں گے بھی' مگر نہ تھوکیں گے اور نہ ان کو پیشاب اور پاخانہ کی حاجت ہوگی اور نہ ہی ناک صاف کریں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس استفسار پر کہ پھر ان کا یہ کھانا پینا کیا ہوگا؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خوشبودار ڈکار اور مشک بیز پسینہ کی راہ سے خارج ہو جائے گا اور حق تعالیٰ شانہ کی تسبیح وتحمید ان کے لیے اس طرح غیر اختیاری ہو جائے گی جس طرح کہ سانس کی آمد ورفت غیر اختیاری ہوتی ہے۔

معلوم ہوا کہ اہل جنت کی ایک خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی غذا معطر اور خوشبودار پسینہ کی شکل میں جسم سے خارج ہو جایا کرے گی اور دوسری خصوصیت یہ ہوگی کہ ان کی عبادت دائمی ہوگی اور سانس کی طرح غیر اختیاری ہوگی۔ یہ دونوں صفات انبیاء میں اس دنیا میں صاف نظر آتی ہیں یعنی ان کے فضلات اور پسینہ کا پاک اور خوشبودار ہونا اور سونے کی حالت میں بھی ان کی قلبی بیداری اور بیداری کے تمام حالات میں ذکر اللہ حتیٰ کے وفات کے بعد قبروں میں بھی نماز میں مشغولی ان کی دائمی عبادت پر دلالت کرتی ہے۔ اگر کہیں غذا کی مادیت حائل نہ ہو جاتی تو شاید انبیاء علیہم السلام کا فضلہ اس عالم میں بھی پسینہ بن کر رہ جاتا۔ گویا فرق اگر کچھ رہا تو وہ صرف غذا کی نوعیت کا رہا ورنہ بلحاظ خواص جسم کا جو خاصہ اہل جنت کے جسم میں تھا وہی یہاں ہے۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے جنت میں رہ کر جب غذا کھائی تو وہی جسم جو فضلہ کا محتاج نہ تھا اب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فضلہ دفع کرنے کے لیے مجبور ہو گیا۔ پس جسم ایک ہی تھا فرق جو ہوا وہ غذا کی نوعیت سے پیدا ہوا۔ سیدنا آدم علیہ السلام جنتی جسم لے کر ان جہاں کی آبادی کے لیے تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا یہی جسم عنصری لے کر دیدار خداوندی کے لیے تشریف لے گئے اور اسی جسم اطہر کے ساتھ جنت کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے نوازا۔ پس اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اس عالم میں بھی اہل جنت کے خواص رکھتے ہیں۔

حضرت محمد ﷺ کی معصوم فطرت:

ہر نبی پیدائشی طور پر معصوم الفطرت ہوتا ہے۔ اس کی فطرت سلیمہ اتنی پاکیزہ اور شفاف ہوتی ہے کہ وہ خود تو کوئی گناہ اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنا بڑی بات ہے' دوسروں کو بھی قوانین خداوندی توڑتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ دوسروں کی معمولی سی غلطی بھی اس کے قلب کے آئینہ کو مکدر کر دیتی ہے۔ چنانچہ نسائی میں حدیث ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے نماز فجر پڑھائی۔ اور اس میں سورۂ روم تلاوت فرمائی۔ تلاوت میں آپ کو ایک دو مقامات پر کچھ التباس ہوا اور آپ اٹکے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو حاضرین کی جماعت کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

''لوگوں کا بھی کچھ عجیب حال ہے کہ نماز تو ہمارے ساتھ پڑھتے ہیں لیکن وضوء ٹھیک طور پر نہیں کرتے اور مجھے قرآن پڑھنے میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔''

یہ ایک پیغمبر کی فطرت کی پاکیزگی ہے کہ ناتمام وضوء کرنے والوں کے اس عمل کی پرچھائیاں اس کے قلب پر ایک گونہ اثر ڈالتی ہیں جس میں انسے قرآن پڑھنے میں التباس واقع ہوتا ہے۔

اسی طرح کی ایک اور حدیث بخاری اور مسلم دونوں کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک ریشمی عباء پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اسے زیب تن فرمایا اور اسی حالت میں نماز ادا فرمائی۔ جونہی نماز سے فارغ ہوئے تو صحابی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے نفرت کے انداز میں اس کو اتار پھینکا اور فرمایا:

لا ينبغي هذا اللمتقين۔

''یہ لباس متقین کے شایان شان نہیں۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ریشم ابھی تک حرام نہ ہوا تھا لیکن مستقبل میں جوشی حرام ہونے والی تھی' پیغمبر علیہ السلام کی پاکیزہ فطرت کے لیے وہ پہلے ہی باردوش بن گئی۔ چنانچہ نماز کے فوراً بعد حضور اکرم ﷺ نے اس باردوش سے اپنے کو سبک دوش فرمالیا۔ اور اس کو اتار پھینکا۔

اسی فطرت سلیمہ کی پاکیزگی ہی تھی کہ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ جب کبھی سرکار دو عالم ﷺ کو دو باتوں میں سے کسی ایک بات کا اختیار دیا گیا تو امت کی سہولت کی خاطر آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے آسان کو اختیار فرمایا' لیکن جب کہیں گناہ کا معاملہ آجاتا تو پھر آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور رہنے والے ہوتے۔ اور سرکار دو عالم ﷺ نے کبھی کسی سے اپنی ذات کی خاطر انتقام نہیں لیا سوائے اس صورت کے جس میں اللہ تعالیٰ کے احترام پر کوئی زد پڑتی ہو پھر تو آپ انتقام لے کر رہتے تھے۔ (بخاری و مسلم)

اسلام میں رسول اور نبی کے بارے میں اصولی تصور یہ ہے کہ اس کی ذات بلکہ اس کی ایک ایک اداء امت کے لیے اسوۂ حسنہ اور مرضیات الٰہیہ کا نمونہ بنا کر بھیجی جاتی ہے۔ چنانچہ نگاہ واجب میں جتنی بھی پسندیدہ صفات ہیں وہ سب اس کی ذات میں جمع کر دی جاتی ہیں اور ناپسندیدہ صفات ایک ایک کر کے اس سے علیحدہ کر دی جاتی ہیں۔ اس لیے اگر نبی کے کسی قول و عمل میں معصیت کی گنجائش تسلیم کر لی جائے تو دو باتوں میں اس سے ایک بات ضرور تسلیم کرنا پڑے گی۔ یا رسول کی ذات اسوہ اور نمونہ نہ رہے یا پھر معصیت بھی اسوہ کا جزو بن جائے اور امتوں کے حق میں معصیت کا یہ عمل بھی مذموم نہ رہے' کیونکہ جب معصیت خدا تعالیٰ کے پیش کردہ نمونہ میں موجود ہے تو پھر اس کی اتباع پر امت سے باز پرس کیوں ہو؟ جب نبی اور رسول کی اتباع امت کے لیے واجب اور ضروری ہے تو رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک ادا ہی معجزہ ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے شباب اور طفولیت کو بھی معصوم رکھا۔ آپ ﷺ کے پورے بچپن میں ایک واقعہ بھی ایسا نظر نہیں آتا جس میں بے حیائی' بداخلاقی' کذب بیانی یا کسی معمولی سی معصیت کی جھلک نظر آتی ہو۔ سیر اور حدیث کی کتابوں میں ایک مشہور واقعہ ہے کہ آپ ﷺ کے عہد طفولیت میں جب تمام اہل مکہ باہمی چندہ کر کے خانہ کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے آپ ﷺ بھی اپنے اعزاء و اقرباء کے ساتھ اس تعمیر میں پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ اور آپ ﷺ نے اپنا تہ بند باندھ رکھا تھا۔ آپ ﷺ کے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھتیجے! اگر تم اپنا تہ بند کھول کر اپنے کاندھوں پر پتھر کے نیچے رکھ لیتے تو آسانی ہو جاتی۔ ان کے کہنے پر آپ ﷺ نے تہ بند کھول کر کاندھوں پر ڈال لیا' لیکن اسی وقت آپ ﷺ بے ہوش ہو گئے اور نیچے گر گئے اور غیب سے آواز آئی کہ اے محمد ﷺ! اپنا ستر ڈھکو۔ اس روز کے بعد پھر کبھی آپ ﷺ کو برہنہ نہیں دیکھا گیا۔ (بخاری جلد ا ص ۵۴۰)

قدم قدم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ روک ٹوک آپ کی زندگی کو معجزہ بنا کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا تھا۔ آپ کی شان تو اس بارے میں بہت بلند ہے۔ آپ کے دست راست اور رفیق غار و قبر کے بارے میں شیخ ابوالحسن اشعری سے جب کسی نے پوچھا کہ زمانہ جاہلیت میں ان کا حال کیا تھا تو شیخ نے ایک عجیب جملہ ارشاد فرمایا جس نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری زندگی پر روشنی ڈال دی۔ شیخ نے فرمایا:

انہ مازال بعین الرضاء من اللہ عز وجل۔ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ ص ۷۳)

یعنی ''وہ تو ہمیشہ اللہ عزوجل کی چشم رضا کے تحت رہے۔''

جب ایک امتی کا حال یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی عین رضا کے نیچے رہتا ہے تو خود رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہوگا؟ اسی وجہ سے ابن ہشام نے آپ کی پوری زندگی کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ کچھ یوں ہے:

''رسول اللہ ﷺ جوان ہوئے تو حق تعالیٰ شانہ آپ کی نگرانی فرماتا اور آپ ﷺ کی حفاظت کرتا اور دور جاہلیت کی تمام گندی اور ناشائستہ حرکتوں سے آپ ﷺ کو دور دور رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اپنے عنفوانِ شباب میں مروت کے لحاظ سے سب سے افضل' اخلاق کے لحاظ سے سب سے بہتر' پڑوس کی سب سے زیادہ رعایت رکھنے والے' حلم و بردباری میں سب سے بڑھ کر' بات چیت میں سب سے زیادہ راست باز' امانت داری میں سب سے زیادہ عظیم' تمام فحش باتوں اور ان تمام بداخلاقیوں سے جو انسان کے لیے بدنما داغ ہوں کوسوں دور رہنے والے تھے اور ان ہی بہترین اخلاق کی وجہ سے آپ کی قوم میں آپ کا لقب امین تھا۔'' (ابن ہشام جلد ا ص ۱۲۶)

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ تمام طاغوتی طاقتیں آپ کی مطیع و منقاد تھیں۔ خود قرآن حکیم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شیطان سے یہ فرمایا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ﴾ (الحجر:۴۲)

''یعنی جو میرے خاص بندے ہیں ان پر تجھے کوئی غلبہ نہیں ہوگا۔''

اور نبی سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کا خاص بندہ کون ہوسکتا ہے؟ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے ہر ایک پر اللہ تعالیٰ نے دو قوتیں مقرر فرمائی ہیں جو اس کے ساتھ رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک جن (شیطان) اور دوسرا فرشتہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا یہ دونوں قوتیں آپ کے ساتھ بھی ہیں۔ فرمایا: ہاں' میرے ساتھ بھی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے شر کی قوت کے مقابلہ میں میری مدد فرمائی ہے' اس لیے مجھ کو وہ بھی نیکی اور بھلائی کا مشورہ دیتی ہے۔'' (مسلم)

مختصر یہ کہ رسول اللہ ﷺ کی تمام زندگی اور زندگی کے تمام احوال ایک معجزہ تھے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسی زندگی بسر نہیں کرسکتا جیسی آپ ﷺ نے بسر فرمائی۔ کیونکہ جیسے دست واجب نے عالم امکان میں آپ ﷺ جیسی کوئی ہستی نہیں بنائی ایسے ہی آپ ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی ذات کے مختلف احوال بھی کسی انسان میں موجود نہیں تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ صرف آپ کے روئے انور کو دیکھ کر حلقۂ اسلام میں یہ کہہ کر داخل ہوگئے کہ ایسا چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ نبوت کا وجود' اس کے اخلاق' اقوال اور اعمال و احوال ایک معجزہ ہوتے ہیں۔ اور خود نبوت اس ظلمت کدہ میں روشنی کا مینار ہوتی ہے جس کو دیکھ کر لوگ اپنی زندگی کی سمت اور راہ متعین کرتے ہیں۔ ان کے اخلاق کو دیکھ کر اپنے اخلاق بناتے ہیں۔ ان کے اعمال کو دیکھ کر اپنے اعمال کی درستی کرتے ہیں اور ان کی عبادات کو دیکھ کر اپنی عبادت کا ڈھنگ متعین کرتے ہیں۔ نبی وقت میں ویسے ہر صفت کامل و اکمل ہوتی ہے لیکن دو صفات میں وہ خاص طور پر کامل ہوتا ہے۔ (۱) علم باللہ اور (۲) تقویٰ۔ اب ان صفات میں نبی کا رتبہ اور خصوصی طور پر سرکار دو عالم ﷺ کا مرتبہ خود قیاس کرلیں جن کا دامن قیامت تک کے انسانوں تک پھیلا ہوا ہے۔ پھر بھی ان کی زندگی کو معجزہ نہ سمجھنا کتنی بڑی علم کی کوتاہی ہے۔ اس بارے میں مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ''اسلام کا تصور نبوت''۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ کے ہاتھ کی برکات

ان روحانی اور باطنی قویٰ کے علاوہ آپ ﷺ کے جسمانی اعضاء بھی معجزہ تھے اور ان میں بھی ایک خصوصی برکت موجزن تھی۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ ایک دفعہ آپ ﷺ دوپہر کے وقت بطحاء کی طرف چلے۔ وہاں آپ ﷺ نے ظہر اور عصر کی دو دو رکعت نماز پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ نے جب وضو فرمایا تو لوگ لپکے اور آپ ﷺ کے دونوں ہاتھوں کی تری پونچھتے اور اس کو اپنے چہروں پر ملتے۔ صحابی ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کا ایک دست مبارک اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے چہرے سے لگایا تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور مشک سے زیادہ بہتر خوشبودار تھا۔ (بخاری جلد۱ ص۵۰۲)

ام معبد کے ہاں آپ ﷺ نے جو بکری کو دھویا اور اس کا دودھ نوش فرمایا وہ بھی آپ ﷺ کے ہاتھ کی برکات کی وجہ سے ہے۔ یہ واقعہ اگرچہ صحاح کا نہیں لیکن واقعہ کی صحت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ یہ واقعہ ہجرت کے سفر میں پیش آیا اور حاکم نے مستدرک میں، سہیلی نے الروض الانف میں، حافظ ابن قیم نے زاد المعاد جلد۳ ص ۵۵ میں، ہیثمی نے مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۱۳ اور حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد۲ ص ۱۹۲ میں اور دوسرے کئی ایک اصحاب سیر نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کو نقل کر کے اس کی توثیق کر دی ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ جا رہے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، ان کے غلام عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن اریقط آپ کے ساتھ تھے۔ ان حضرات کا گذر ام معبد کے خیمے پر ہوا۔ ام معبد ایک بوڑھی اور سن رسیدہ عورت تھی اور اپنے خیمہ کے سامنے بیٹھی رہتی تھیں، اور اس راستہ پر آنے جانے والے مسافروں کی خاطر داری اور مہمان نوازی کرتی رہتی تھی۔ ان حضرات نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سے کچھ گوشت اور کھجوروں کے بارے میں دریافت کیا تا کہ اس سے خرید لیں۔ اس بستی اور اس کے گردونواح میں قحط کی سی کیفیت تھی' اس لیے انہیں کچھ نہ ملا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی نگاہ ایک بکری پر پڑی جو ایک کونہ میں کھڑی تھی۔ آپ ﷺ نے پوچھا: ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ یہ اپنی کمزوری اور لاغرپن کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکتی۔ حضور اکرم ﷺ نے دریافت کیا کہ اس کے نیچے کچھ دودھ ہے؟ ام معبد نے عرض کی کہ اس میں دودھ کہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اجازت ہو تو میں دودھ نکال کر دیکھوں؟ ام معبد نے عرض کی: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان' آپ ﷺ شوق سے دودھ نکال دیکھیں۔ آپ ﷺ نے اس بکری کو اپنے پاس بلایا اور اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور بسم اللہ پڑھ کر برکت کی دعا فرمائی۔ اس نے فوراً ٹانگیں پھیلا دیں اور جگالی کرنے لگی اور دودھ اس کے خشک تھنوں میں اتر آیا۔ آپ نے ایک برتن اتنا بڑا منگوایا جو ایک جماعت کو سیراب کر سکے۔ پھر اس میں خوب دھاروں کے ساتھ دودھ نکالا۔ یہاں تک کہ برتن پر جاگ آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے وہ دودھ ام معبد کو پلایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئیں۔ پھر اپنے ساتھیوں کو پلایا یہاں تک کہ انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر پیا۔ بعد میں آپ ﷺ نے خود نوش فرمایا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے تمام رفقاء سیر ہو کر زمین پر سو گئے۔

آپ نے کچھ دیر کے بعد پھر دودھ نکالا یہاں تک کہ وہ برتن بھر گیا جس کو آپ ﷺ نے اسی کے پاس چھوڑ دیا۔ اس کو بیعت فرمایا اور اپنے رفقاء کے ساتھ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کے شوہر ابو معبد آ گئے تا کہ لاغر اور لڑکھڑاتی بکریوں کو بھی ہانک کر لے جائیں۔ جب ابو معبد کی نظر دودھ پر پڑی تو انہیں سخت حیرت ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا: ام معبد! یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بکریوں میں سے تو کوئی بھی دودھ دینے والی یا بچہ والی بکری نہ تھی۔ پھر یہ دودھ کیسا؟ ام معبد نے جواب دیا: اور تو کچھ نہیں' ایک مبارک شخص کا ہمارے خیمے سے گذر ہوا۔ یہ انہی کے دم قدم کی برکت سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس مبارک شخص کا نقشہ تو بیان کرو۔ ام معبد نے سرکار دو عالم ﷺ کا نقشہ نہایت اچھوتے انداز میں یوں بیان کیا:

''کھلا ہوا جمال' نہایت خوش رو' جسم کی ساخت بڑی خوش صورت' پیٹ نہ بڑا اور سر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ چھوٹا۔ دیکھنے میں انتہائی خوبصورت' آنکھیں نہایت سیاہ اور سفید' مژگان دراز' آواز بڑی شیریں' گردن دراز' ریش گھنی' ابرو خمیدہ اور درمیان سے ملی ہوئی اور گھنی۔ اگر خاموش رہیں تو وقار چہرہ سے ٹپکتا اگر گفتگو فرمائیں تو فصاحت میں سب سے بلند و بالا۔ بس مجسم جمال ہی جمال۔ گفتگو نہایت صاف اور شیریں۔ ایک ایک حرف الگ الگ' نہ بیکار نہ زیادہ' یوں معلوم ہوتا کہ ہار کے موتی ایک ایک کر کے گر رہے ہیں۔ قد میانہ' نہ بہت دراز کہ برا معلوم ہو اور نہ اتنا پست کہ اس پر نظر پڑے گویا متوسط۔ تینوں میں سے دیکھنے میں سب سے زیادہ حسین اور بلند قامت' ان کے خدام دست بستہ' اگر آواز نکالیں تو ہمہ تن گوش اور اگر حکم دیں تو تعمیل کے لیے دوڑیں۔ قابل غبطہ' نہ ان کا منہ چڑھا ہوا' نہ کسی کی برائی کرنا۔ یہ سارے اوصاف سن کر ابو معبد نے بے ساختہ کہا: بخدا! تم نے یہ اوصاف جس کے بیان کیے ہیں یہ تو وہی قریش والے ہیں۔ بخدا! میرے دل میں آتا ہے کہ میں بھی ان کے ہمراہ جاؤں اور اگر کوئی صورت نکلی تو ضروری مجھ کو یہ کرنا ہے۔''

اس حدیث میں بھی یہ معجزہ کہ ایک دبلی' کمزور اور نحیف بکری نے اتنا دودھ دیا کہ دو دفعہ وہ بڑا سا برتن بھر گیا' رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی برکت اور دعا کی استجابت کا نتیجہ تھا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ امام مسلم نے باب اکرام الضیف میں نقل کیا ہے جس کو سیدنا مقداد روایت فرماتے ہیں کہ میں اور میرے دو ساتھی ایسی تنگ دستی کی حالت میں آئے کہ ہماری شنوائی اور بینائی دونوں جا چکی تھیں۔ ہم نے سرکار دو عالم ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی خدمت میں اپنے آپ کو پیش کیا لیکن کسی نے ہمارا بار اٹھانا منظور نہ کیا۔ (شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی تنگ دست تھے) آخر کار ہم حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ہمیں لے کر اپنے کاشانہ میں تشریف لائے۔ دیکھا تو گھر میں تین بکریاں موجود تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان بکریوں کا دودھ دھو کر سب کے درمیان تقسیم کر لیا کرو۔ چنانچہ ہم ہر روز ان بکریوں کا دودھ نکالتے اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا حصہ پی لیتا اور آپ ﷺ کے حصہ کا دودھ رکھ چھوڑتا۔ رات کو جس وقت آپ تشریف لاتے تو اتنی مدھم آواز سے سلام کرتے کہ آدمی سوتا ہو تو بیدار نہ ہو اور اگر جاگ رہا ہو تو سن لے۔ اس کے بعد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ ﷺ مسجد تشریف لے جاتے اور نماز پڑھتے۔ اس کے بعد تشریف لا کر اپنے حصہ کا دودھ نوش فرماتے۔ ایک رات یوں ہوا کہ میں اپنے حصہ کا دودھ پی چکا تھا۔ شیطان نے مجھے بہکایا کہ آپ تو انصار کے ہاں تشریف لے جاتے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت میں کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہی ہیں اور آپ ان کے ہاں کچھ تناول بھی فرما لیتے ہیں۔ بھلا ایک گھونٹ بھر دودھ کی کیا ضرورت ہے۔ یہ سوچ کر میں نے آپ ﷺ کے حصہ کا دودھ بھی پی لیا۔ جب میں نے اس کو اپنے پیٹ میں ڈال لیا تو شیطان نے مجھے شرمندہ کیا اور کہا: کم بخت تو نے یہ کیا ناشائستہ بات کی کہ آپ کے حصہ کا دودھ بھی پی گیا۔ جب آپ تشریف لا کر اپنے حصہ کا دودھ نہ پائیں گے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے حق میں بددعا کریں۔ اور تیری دنیا و دین دونوں برباد نہ ہو جائیں۔ میں ایک چھوٹی سی چادر اوڑھے ہوئے تھا جس سے اگر پاؤں ڈھانپتا تو سر کھل جاتا اور اگر سر ڈھانپتا تو پاؤں کھل جاتے۔ اور اس فکر میں نیند مجھ سے کوسوں بھاگ گئی۔ میرے دونوں ساتھی جنھوں نے یہ حرکت نہ کی تھی وہ بڑے آرام کی نیند سو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ ﷺ تشریف لائے اور حسب عادت سلام کیا پھر آپ ﷺ مسجد تشریف لے گئے اور نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپ اپنے حصہ کا دودھ پینے کے لیے تشریف لائے۔ برتن کا ڈھکنا اٹھایا تو وہ خالی تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔ میں نے دل میں کہا کہ آپ ﷺ نے بددعا فرمائی اور میں برباد ہوا‘ لیکن آپ ﷺ نے بددعا نہیں فرمائی بلکہ دعا فرمائی: ”اے اللہ! جو مجھ کو کھلائے تو اس کو کھلا اور جو مجھ کو پلائے تو اس کو پلا۔“ آپ ﷺ کی یہ دعا سن کر میں نے اپنی چادر سنبھالی اور چھری ہاتھ میں لے کر بکریوں کی طرف بڑھا کہ ان میں جو فربہ ہو میں اس کو ذبح کر ڈالوں۔ جونہی میں نے بکریوں کو ہاتھ لگایا دیکھا کہ سب کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر میں ایک برتن کی طرف بڑھا جس کے بارے میں آپ کے گھر والوں کو کبھی یہ خیال بھی نہ گذرا تھا کہ وہ بھرے گا‘ لیکن میں نے اس میں دودھ دھویا تو وہ بھر گیا یہاں تک کہ اس کے اوپر جھاگ آ گیا۔ میں وہ بھرا ہوا برتن لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے پوچھا: کیا تم لوگوں نے اپنا اپنا حصہ نوش کر لیا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ اپنا حصہ نوش فرما لیجیے۔ آپ نے تھوڑا سا پی کر باقی ماندہ مجھ کو عنایت فرما دیا۔ میں نے عرض کیا کہ اور نوش فرمائیے‘ آپ نے اور پی لیا اور پھر مجھ کو عنایت فرما دیا۔ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سمجھ گیا کہ آپ نے پیٹ بھر کر نوش فرمالیا ہے اور آپ کی دعا مجھ کو لگ گئی ہے تو میں ہنس پڑا اور اتنا ہنسا کہ ہنستے ہنستے زمین پر گر پڑا آپ نے فرمایا: مقداد! یہ کیا ناشائستہ حرکت ہے؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرا پورا واقعہ یہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ برکت صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک رحمت ہے' تم نے پہلے اس بات کی خبر مجھ کو کیوں نہ کی کہ ہم تمہارے دونوں رفیقوں کو بھی جگا لیتے اور وہ بھی اس برکت خداوندی میں تمہارے ساتھ شریک ہو جاتے۔ میں نے عرض کی: اس اللہ کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے' جب وہ برکت آپ کو پہنچ گئی اور آپ کی وجہ سے مجھے بھی پہنچ گئی تو پھر مجھ کو اس بات کی کوئی پروا نہیں کہ وہ کسی اور کو بھی پہنچی یا نہیں۔ (مسلم)

اس حدیث میں صرف آپ ﷺ کی دعا کا ذکر ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے تینوں بکریوں کے تھن دودھ سے بھر گئے اور ایک بڑا برتن دودھ سے بھر گیا جس کے دودھ سے بھر جانے کا خیال اہل بیت نبوت کے کبھی حاشیۂ خیال میں بھی نہ آیا تھا۔ پھر اس صحابی کا یہ کہنا کہ جب مجھے برکت مل گئی اب دوسروں کی مجھے کوئی پروا نہیں' لیکن اس کے مقابلہ میں پیغمبر علیہ السلام کا ظرف کتنا وسیع ہے اور حوصلہ کتنا بلند ہوتا ہے کہ وہ ہر رحمت اور برکت میں اپنے امتیوں کو شریک فرماتے ہیں۔ اسی عالی حوصلگی کی وجہ سے آپ ﷺ قیامت کے روز بجائے نفسی نفسی پکارنے کے امتی امتی پکاریں گے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میری ابھی اٹھتی جوانی تھی اور میں مکہ میں عقبہ بن معیط ایک قریشی رئیس کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ادھر سے گذر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: لڑکے تمہارے پاس دودھ ہے' ہم کو پلاؤ گے؟ میں نے عرض کی: جناب میں تو امین ہوں' میں آپ کو دودھ نہیں پلا سکتا۔ آپ نے فرمایا: اچھا کوئی بکری کا بچہ ہے؟ میں نے عرض کی: ہاں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں ایک بچہ کو آپ کے پاس لے آیا۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس بچہ کو پکڑا اور سرکار دو عالم ﷺ نے تھن کو ہاتھ لگایا اور بارگاہ الوہیت میں دعا فرمائی۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ایک گہرا پتھر لے آئے۔ اس میں دودھ دھویا گیا۔ پہلے آپ نے خود پیا' پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے پیا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے پیا۔ دودھ پی کر آپ ﷺ نے تھن سے فرمایا: سکڑ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جا۔ وہ سکڑ کر خشک ہو گیا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ معاملہ دیکھ کر میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ اس عمدہ اور بہترین کلام میں سے مجھے بھی کچھ سکھایئے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تم سیکھنے والے لڑکے ہو۔'' فرماتے ہیں کہ میں نے خود سرکار دو عالم ﷺ کی لسانِ مبارک سے ستر سورتیں سیکھیں جن میں کوئی دوسرا میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔

(مسند احمد جلد ا ص ۳۷۹' طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۲۲)

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میرے اسلام لانے میں اس معجزہ کو بہت دخل ہے۔ (طبقات جلد ا ص ۱۲۲)

اسی قسم کا ایک معجزہ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ میرے ابا خباب رضی اللہ عنہ ایک سریہ میں چلے گئے۔ ان کی غیر حاضری میں ہماری گھریلو ضروریات کا خیال خود سرکار دو عالم ﷺ فرمایا کرتے تھے یہاں تک کہ ہماری ایک بکری تھی اس کا دودھ بھی آپ ﷺ ایک پیالہ میں دھو دیا کرتے تھے۔ آپ کی برکت سے وہ پیالہ اتنا بھر جاتا کہ چھلکنے لگتا تھا۔ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ جب واپس آئے تو انہوں نے جب خود دودھ دہویا تو وہ اتنا ہی نکلا جتنا کہ وہ پہلے نکلتا تھا۔ وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ دودھ نکالا کرتے تھے تو ہمارا وہ برتن بھر جایا کرتا تھا' لیکن جب ابا نے دودھ نکالنا شروع کیا تو وہ بہت گھٹ گیا۔

(مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۳۱۲ مسند احمد اور طبرانی میں بھی یہ روایت موجود ہے)

ان واقعات سے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ کی برکت اور دعا سے اللہ تعالیٰ نے دودھ میں برکت فرما دی۔ اور یہ سب روایات آپ کے معجزات پر دلالت کرتی ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھانے میں برکت

انبیاء علیہم الصلواۃ والسلام جب اس دنیا میں تشریف لاتے ہیں تو ان پر سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں غریب و نادار اور فقیر و قلاش لوگوں کی اکثریت ہوتی ہے۔ چنانچہ کھانے اور کھانے والی دوسری چیزوں میں برکت یہ قریباً ہر نبی کو معجزہ عطا فرمایا گیا۔ بائیبل میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے کئی سو آدمیوں کا پیٹ بھر دیا' اس قسم کے معجزات سرکار دو عالم ﷺ کی زندگی میں ایک دو نہیں بلکہ کئی ہیں اور اس کثرت سے ہیں جن سے انکار کی کوئی مجال نہیں۔ چنانچہ غزوہ خندق کے موقع پر جب مہاجرین و انصار خندق کھود رہے تھے اس زمانہ میں مسلمانوں کی اقتصادی حالت نہایت کمزور تھی۔ باہر سے دشمن کا سخت خطرہ تھا، اس وجہ سے بھوکے پیٹوں مہاجرین و انصار مل کر دن رات خندق کی کھدائی میں مصروف تھے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو بھوکا دیکھا تو اپنی اہلیہ کے پاس آ کر پوچھا: کیا تمہارے ہاں کچھ کھانے کے لیے ہے کیونکہ میں نے آج سرکار مدینہ علیہ الصلواۃ والسلام میں سخت بھوک کے اثرات کو دیکھا ہے۔ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری اہلیہ نے ایک تھیلا نکالا جس میں صرف ایک صاع جو ہوں گے۔ اور ہمارے ہاں گھر میں پلا ہوا بکری کا ایک بچہ تھا۔ میں نے اس کو ذبح کیا اور اہلیہ نے جو پیسے۔ ادھر وہ جو پیس کر فارغ ہوئی اور ادھر میں نے گوشت بنانے سے فراغت حاصل کی۔ اہلیہ نے گوشت ہنڈیا میں ڈال کر چولھے پر پکنے کے لیے رکھا اور آٹا گوندھنے لگی۔ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بیوی نے مجھے کہا تھا کہ دیکھنا تھوڑا سا کھانا ہے۔ ہم کو آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے سامنے شرمندہ نہ ہونا پڑے۔ چنانچہ جب میں دعوت دینے کے لیے آپ کی خدمت میں حاضر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوا اور میں نے نہایت خاموشی سے آپ کے کان میں کہا: یا رسول اللہ! ہم نے ایک چھوٹا سا بکری کا بچہ ذبح کیا ہے' اور میری اہلیہ نے ایک صاع بھر جو کا آٹا پیسا ہے۔ لہٰذا صرف آپ ہی اور آپ کے چند خاص ساتھی ہمارے ہاں کھانے کے لیے تشریف لائیں۔ آپ ﷺ نے میرے منہ سے یہ سن کر تمام اہل خندق کو آواز دی۔ اہل خندق! آؤ جابر رضی اللہ عنہ نے تم سب کی دعوت کی ہے۔ اور سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جب تک میں نہ آؤں چولہے پر سے گوشت کی ہنڈیا نہ اتاری جائے اور نہ ہی روٹی پکائی جائے۔ میں آپ ﷺ کی یہ بات سن کر فوراً گھر آیا اور اپنی اہلیہ کو یہ تمام ماجرا سنایا۔ اہلیہ نے مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیا (کیونکہ وہ سمجھ رہی تھی کہ آدمی زیادہ ہیں اور کھانا بہت کم ہے لہٰذا شرمندگی ہوگی) میں نے کہا کہ میں نے تو تمہارے کہنے کے مطابق نہایت خاموشی سے آپ ﷺ کو عرض کیا تھا' لیکن میں کیا کروں' آپ نے سب کو دعوت دے دی۔ جب آپ ﷺ میرے گھر میں تشریف لائے تو میں نے آٹا نکال کر آپ کے سامنے پیش کیا۔ آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کے لیے دعا فرمائی۔ اس کے بعد آپ ﷺ ہماری ہانڈی کے پاس تشریف لائے اور اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ اپنے ساتھ ایک اور عورت بلا لاؤ جو تمہارے ساتھ روٹیاں پکاتی رہے۔ اور اپنی ہنڈیا سے گوشت نکال نکال کر دیتی رہو' لیکن دیکھنا ہنڈیا کو چولہے سے ہرگز نہ اتارنا۔ اس وقت کھانا کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔ اور خدا کی قسم' وہ ہزار آدمی سب کھانا کھا کر واپس چلے گئے اور گوشت اور آٹا میں کوئی کمی نہ ہوئی۔ کھانا اسی طرح تھا اور ہماری ہنڈیا بھی جیسی تھی ویسی ہی لبالب بھری تھی۔ ان دونوں چیزوں میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی۔

(بخاری جلد۲ ص ۵۸۸-۵۸۹' غزوہ خندق' مسلم جلد۲ ص ۱۷۸' زرقانی علی المواہب جلد ۷ ص ۳۹-۴۲)

اسی طرح کی ایک اور روایت امام ترمذی نے شمائل میں نقل فرمائی ہے کہ

''سیدنا ابو عبید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کے لیے سالن کی ایک ہنڈیا پکائی۔ چونکہ آپ کو دست کا گوشت بہت مرغوب تھا اس وجہ سے میں نے پہلے دست ہی آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ اس کے بعد آپ نے دوسرا دست

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طلب فرمایا۔ میں نے دوسرا دست بھی آپ کو پیش کر دیا۔ اس کے بعد جب آپ نے تیسرا دست طلب فرمایا تو میں نے نہایت ادب سے گذارش کی: اے اللہ کے رسول! بکری کے اور کتنے دست ہوتے ہیں۔ (یعنی صرف دو دست ہوتے ہیں وہ میں نے آپ کی خدمت میں پیش کر دیے۔ دو سے زیادہ دست تو ہوتے نہیں جو میں آپ ﷺ کے طلب فرمانے پر پیش کر دیتا) سرکار دو عالم ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: ''اس جان کی قسم! جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر تم خاموشی کے ساتھ مجھے دست دیتے رہتے تو جب تک میں تم سے مانگتا رہتا، تم مجھ کو دست پر دست دیتے رہتے۔''

اس حدیث سے پتہ چلا کہ رسول ﷺ یا کسی وارث رسول ﷺ اور بزرگ کو ٹوکنا نہیں چاہیے۔ قدرت خداوندی ان کے ہاتھ پر کوئی معجزہ اور کرامت دکھا سکتی ہے۔ اگر وہ صحابی آپ ﷺ کو نہ ٹوکتے تو ایک عجیب تر معجزہ وقوع میں آتا کیونکہ اس طرح اور بھی کئی واقعات گزرے ہیں۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی والدہ سیدہ ام سلیمؓ کا ہے۔ سیدہ ام سلیمؓ کو رسول اللہ ﷺ سے بڑی محبت تھی اس لیے وہ اکثر آپ کے لیے کچھ کھانے کو ضرور بھیجا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ انہوں نے ایک خاص قسم کا کھانا پکایا اور سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سرکار دو عالم ﷺ کو بلا لائیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اپنی والدہ کا پیغام دیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا میرے ساتھیوں کو بھی بلایا ہے؟ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر والدہ سے پوچھا۔ چنانچہ ان کے والد ابوطلحہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ کھانا بہت تھوڑا ہے جس کو ام سلیمؓ نے تیار کیا ہے۔ آپ اپنے ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائے۔ وہ کھانا آپ کے سامنے رکھا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو بلاؤ۔ اس طرح چالیس آدمی پیٹ بھر کر اس تھوڑے سے کھانے کو کھا گئے۔ آپ ﷺ کے جانے کے بعد دیکھا گیا تو کھانا ویسا ہی تھا۔ اس میں کوئی کمی نہیں ہوئی تھی۔

(بخاری جلد۲ ص ۸۱۶)

اسی سیدہ ام سلیم کا ایک اور واقعہ بخاری اور مسلم میں موجود ہے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو سیدہ ام سلیم نے تھوڑا سا حَیس (حریرہ کی قسم کا ایک کھانا) تیار کر کے ایک طشت میں ڈالا اور کہا انس رضی اللہ عنہ! اسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں لے جاؤ۔ وہ اس طشت کو آپ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی کہ میری والدہ نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور آپ کی خدمت میں یہ ہدیہ (حَیس) بھی بھیجا ہے اور عرض کیا ہے کہ یہ ہماری طرف سے ایک حقیر ہدیہ ہے۔ (ان ھذا لك منا قلیل) آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا اسے رکھ دو۔ اور فلاں‘ فلاں اور فلاں کو بلا لاؤ۔ اور فرمایا کہ جو تمہیں ملے ان سب کو بلا لاؤ۔ اس پر راوی حدیث جعد رضی اللہ عنہ نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کہ ان سب آدمیوں کی کتنی تعداد تھی؟ سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ کوئی تین سو سے اوپر تھے۔ جب وہ آدمی آ گئے تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: انس! وہ برتن لاؤ۔ مہمانوں سے آپ ﷺ کا حجرہ اور صفہ سب بھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ان آدمیوں سے فرمایا کہ دس دس آدمی حلقہ بنا کر بیٹھ جائیں‘ اور ہر شخص اپنے سامنے سے لے کر کھائے۔ راوی حدیث کہتے ہیں کہ دس دس آدمیوں کی ٹولی آتی اور پیٹ بھر کر کھانا کھا کر چلی جاتی یہاں تک کہ سبھی لوگوں نے شکم سیر ہو کر کھا لیا۔ اب سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس! اسے اٹھاؤ۔ جب میں نے اس برتن کو اٹھایا تو وہ جوں کا توں تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اسی موقع کا واقعہ ہے کہ ان میں سے کچھ لوگ کھانا کھا کر وہیں بیٹھ گئے اور ادھر ادھر کی باتیں کرنے لگے اور آیت حجاب نازل ہوئی۔

(بخاری جلد ا‘ مسلم جلد ا ص ۵۵۰ مع زرقانی جلد ۷ ص ۵۴)

سیدہ ام سلیم کا ایک اور واقعہ حدیث کی کتابوں میں مرقوم ہے جس کے راوی سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے آج حضور اکرم ﷺ کی آواز میں نقاہت اور کمزوری دیکھی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کئی روز سے بھوکے ہیں‘ لہٰذا بتاؤ کہ تمہارے پاس کچھ کھانے کو ہے۔ سیدہ ام سلیم نے کہا کہ ہاں چند جو کی روٹیاں ہیں۔ چنانچہ انہوں نے وہ روٹیاں نکالیں اور کپڑے کے ایک حصہ میں لپیٹ کر اور کپڑے کا دوسرا حصہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کو اوڑھا دیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ میں وہ روٹیاں چھپا کر حضور اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ اس وقت مسجد میں تشریف فرما

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے اور آپ کے ساتھ بہت سے لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہیں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ آپ نے فرمایا: کچھ کھانا دے کر بھیجا ہے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے پاس بیٹھے لوگوں سے فرمایا: اٹھو چلیں۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب سرکار دو عالم ﷺ چلے تو میں بھی آپ کے ساتھ تھا یہاں تک کہ میں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا۔ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو بتایا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم سے کہا کہ سرکار دو عالم ﷺ تمام ساتھیوں کو لے کر تشریف فرما ہو گئے ہیں۔ اور ہمارے پاس تو کھلانے کے لیے کچھ ہے نہیں۔ ام سلیم نے کہا: اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر سمجھتے ہیں۔ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر آئے اور سرکار دو عالم ﷺ سے ملے۔ رسول اللہ ﷺ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں داخل ہوئے اور فرمایا: ہاں ام سلیم! لاؤ دیکھیں تمہارے پاس کھانے کے لیے کیا ہے؟ ام سلیم وہی چند روٹیاں آپ کے پاس لے آئیں۔ آپ ﷺ نے ان روٹیوں کو توڑ کر چورا کیا۔ اس کے بعد سیدہ ام سلیم گھی کا برتن لے آئیں اور ان روٹیوں کے چورا پر گھی ڈالا۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ نے ان روٹیوں پر کچھ پڑھا جو اللہ تعالیٰ نے ان سے پڑھوایا۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ دس دس آدمیوں کو اندر بلا لو۔ چنانچہ دس آدمی اندر آئے انہوں نے پیٹ بھر کر کھایا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ دس اور بلا لو۔ انہوں نے بھی پیٹ بھر کر کھایا اور باہر چلے گئے پھر فرمایا کہ دس اور بلا لو۔ اس طرح دس دس آدمی اندر آتے گئے اور دستر خوان سے پیٹ بھر کر کھاتے رہے یہاں تک کہ پوری جماعت نے پیٹ بھر کر کھا لیا۔ اس وقت اس جماعت میں بخاری کی روایت کے مطابق اسی آدمی تھے۔

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۵' زرقانی جلد ۷ ص ۴۴' مسلم جلد ۲ ص ۱۷۹' دارمی جلد ۱ ص ۲۷' ترمذی جلد ۲ ص ۲۲۶)

پھر آپ نے ایک اور روایت کے مطابق ابوطلحہ رضی اللہ عنہ' ام سلیم اور انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم حضرات بھی کھا لو چنانچہ انہوں نے بھی خوب سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی بہت کچھ بچ گیا جو پڑوسیوں کے ہاں بھیجا گیا۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کا حدیث میں آتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں ایک سو تیس آدمی سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: کسی کے پاس کچھ کھانے کا سامان ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ میرے پاس ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹا ہے۔ آپ کے ارشاد کے مطابق اس نے اسے گوندھا۔ اتنے میں پراگندہ بالوں والا ایک شخص کچھ بکریاں لے کر ادھر آیا۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: کیوں میاں! ایک بکری قیمت سے دو گے یا عطیہ کے طور پر دو گے؟ اس نے کہا: قیمت سے دوں گا۔ آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی اور اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت بنایا گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی کلیجی، دل اور گردوں وغیرہ کو بھوننے کا حکم فرمایا، اور خدا کی قسم ایک سو تیس آدمیوں میں سے ایک شخص بھی باقی نہ بچا جس کو اس کی کلیجی وغیرہ نہ دی گئی ہو۔ اگر وہ موجود ہوتا تو اسے دے دیتے اور جو موجود نہ ہوتا اس کا حصہ رکھ لیتے۔ اور اس سے ایک پیالہ بھر کر رکھا۔ سب لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر اس میں سے کھایا۔ اس کے بعد دو پیالے بچ گئے اور ہم اسے اونٹ پر لاد کر لے گئے۔ (بخاری جلد۲ ص ۸۱۱، مسلم جلد۲ ص)

سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہم سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں تھے اور صبح و شام ایک ہی پیالہ میں سے کھانا کھاتے رہتے۔ اور ہم باری باری دس دس آدمی بیٹھتے ہم نے پوچھا: اس پیالہ میں یہ برکت کہاں سے ہوتی تھی؟ جواب ملا کہ تمہیں کس بات پر تعجب ہے۔ پھر آسمان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ آسمان سے آتی تھی۔

(زرقانی جلد۷ ص ۵۸، ترمذی، الدرامی)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اصحاب صفہ میں سے تھے۔ مسجد ہی میں رہتے تھے۔ بعض دفعہ کئی کئی روز بھوکے رہتے۔ یہاں تک کہ بھوک سے نڈھال ہو جاتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کہ ایک وقت مجھ پر ایسا بھی گذرا ہے کہ میں بھوک سے نڈھال ہو کر اپنا کلیجہ زمین پر لگا لیا کرتا تھا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بھوک کی وجہ سے کمر سیدھی رکھنے کے لیے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا تھا۔ اور ایک روز تو میں اس راستہ پر جا بیٹھا جس سے مسلمان گذرا کرتے تھے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے تو میں نے ان سے قرآن حکیم کی ایک آیت کا مطلب صرف اس لیے پوچھا کہ شاید یہ میرا حال پوچھیں اور جب انہیں پتہ چلے کہ میں بھوکا ہوں تو مجھے ساتھ لے جا کر کچھ کھانے کو دیں۔ مگر وہ گزرتے ہوئے تشریف لے گئے اور مجھ سے میرا حال نہ پوچھا۔ پھر ابوالقاسم سرکار دو عالم ﷺ گزرے۔ انہوں نے جب مجھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیکھا تو تبسم فرمایا اور میرے چہرہ کو دیکھ کر میرے دل کا حال سمجھ گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! عرض کی لبیک یا رسول اللہ! فرمایا آؤ میرے ساتھ چلو۔ چنانچہ میں آپ کے پیچھے پیچھے ہولیا۔ آپ گھر میں تشریف لے گئے۔ پھر میں نے آپ سے اجازت مانگی۔ آپ نے مجھے اندر آنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ آپ ﷺ نے ایک پیالے میں کچھ دودھ رکھا ہوا پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دودھ کہاں سے آیا؟ بتایا گیا کہ فلاں مرد یا عورت نے آپ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا ہے۔ پھر آپ نے مجھے فرمایا: ابوہریرہ! جاؤ اور تمام اہل صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ فرماتے ہیں کہ یہ اصحاب صفہ اسلام کے مہمان تھے۔ ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا اور نہ ان کے پاس کوئی مال تھا۔ جب کبھی آپ کے پاس کوئی صدقہ آجاتا تو آپ وہ سارے کا سارا ان لوگوں کے پاس بھیج دیتے اور خود اس میں سے کچھ نہ لیتے (کیونکہ پیغمبر اور اس کی آل کے لیے صدقہ جائز نہیں) اور جب آپ کے پاس کوئی ہدیہ آتا تو آپ ان کے پاس بھی بھیجتے اور خود بھی اس میں سے کچھ رکھتے۔ فرماتے ہیں کہ مجھے اصحاب صفہ کا یہ بلوانا اور وہ بھی میرے ذریعہ سے کچھ اچھا نہ لگا۔ میں نے دل میں سوچا کہ اصحاب صفہ تو بہت ہیں' اور یہ ایک پیالہ دودھ بھلا کیسے کافی ہو سکے گا؟ میں زیادہ اس دودھ کا مستحق تھا اور اس دودھ سے مجھے اتنا کچھ مل جاتا کہ مجھ میں کچھ جان آجاتی۔ چنانچہ وہ لوگ آئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے ہی حکم فرمایا کہ ان میں یہ دودھ تقسیم کرو۔ اس لیے میں ہی انہیں یہ دودھ پلاتا تھا اور امید نہ تھی کہ اس میں سے کچھ بچ کر مجھے بھی مل جائے گا لیکن کیا کرتا۔ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل کے سوا اور کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ چنانچہ میں رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل میں اصحاب صفہ کے پاس آیا اور آپ کا پیغام دیا۔ وہ سب لوگ آ گئے اور انہوں نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمائی۔ وہ لوگ اندر آ کر اپنی اپنی جگہ بیٹھ گئے۔ اب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ابوہریرہ! یہ لو اور ان سب لوگوں میں تقسیم کر دو۔ میں نے وہ پیالہ لے کر ہر آدمی کو باری باری دیا اور جب وہ خوب سیر ہو جاتا تب وہ پیالہ مجھے واپس کرتا یہاں تک کہ میں وہ دودھ سب کو پلا کر پیالہ لے کر آپ ﷺ کے پاس پہنچا۔ آپ ﷺ نے وہ پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا' میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا' اور ارشاد فرمایا: اب میں اور تم ہی باقی رہ گئے۔ میں نے عرض کی: جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا ﷺ اب تم بیٹھو اور پیو۔ میں بیٹھ گیا اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نے وہ دودھ پیا۔ حضور اکرم ﷺ بار بار فرماتے اور پیو اور پیو۔ آخر میں نے عرض کی: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق دے کر بھیجا ہے اب میرے پیٹ میں ذرا بھی گنجائش نہیں۔ اب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اچھا تو لاؤ اب مجھے پلاؤ۔ میں نے وہ پیالہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ آپ نے اللہ کی حمد کر کے اور بسم اللہ پڑھ کر باقی ماندہ دودھ خود نوش فرما لیا۔ (بخاری جلد۲ص ۹۵۶)

اسی سلسلہ میں یہ حدیث بھی کتابوں میں مرقوم ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو سعید رضی اللہ عنہ اور سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ہم لوگ سرکار دو عالم ﷺ کی معیت میں ایک سفر میں جا رہے تھے۔ دوران سفر تمام لوگوں کے زاد راہ ختم ہو گئے اور کھانے کو کچھ نہ رہا۔ معاملہ یہاں تک پہنچا کہ بعض حضرات نے بار برداری کے اونٹوں کو ذبح کر کے کھانے کا ارادہ کیا۔ اس لشکر میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی: یا رسول اللہ! کیا ہی اچھا ہو کہ پوری جماعت کے باقی ماندہ زاد راہ کو اکٹھا کیا جائے اور اس پر برکت کی دعا فرمائیں۔ رسول اللہ! نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز کے مطابق تمام جماعت کے توشوں کو اکٹھا کرنے کا اعلان فرمایا۔ آپ کے اس اعلان کے بعد گیہوں والا گیہوں لایا اور جس کے پاس کھجوریں تھیں وہ کھجوریں لایا اور جس کے پاس کھجوروں کی گٹھلیاں تھیں وہ گٹھلیاں لے آیا۔ کسی شخص نے پوچھا کہ کھجوروں کی گٹھلیوں سے کیا کام لیا جاتا تھا؟ تو کہنے لگے کہ ہم ان کو چوس لیتے تھے اور پھر اس پر پانی پی لیتے تھے۔ راوی حدیث کا بیان ہے کہ جب یہ سب کچھ جمع ہو گیا تو سرکار دو عالم نے برکت کی دعا فرمائی۔ آپ کی دعا سے اتنی برکت ہوئی کہ تمام لوگوں نے اپنے اپنے توشہ دان بھر لیے۔ اس موقع پر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور میں یقیناً اللہ کا رسول ہوں۔ نیز فرمایا کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ان دونوں باتوں کی گواہی لے کر ملے گا کہ اسے ان دونوں باتوں میں معمولی سا بھی شک نہ ہو تو وہ جنت میں جائے گا۔

راوی کا بیان ہے کہ جب جنگ تبوک میں لوگوں کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو بعض لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ کاش آپ ہمیں اجازت مرحمت فرماتے کہ ہم اپنے بعض دودھ والے جانور ذبح کر کے ان کا گوشت کھاتے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان کی چربی بدن پر ملتے۔ یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا: اچھا ایسا ہی کر لو لیکن اتنے میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آ نکلے۔ انہوں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! اگر آپ نے ایسا کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی تو سواریاں کم ہو جائیں گی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اونٹوں کے ذبح ہونے کے بعد پھر ان کی زندگی بے کار ہو جائے گی اس کے بجائے آپ ان کے بچے کھچے توشے منگوائیے اور پھر اس پر برکت کی دعا فرمائیے۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرمائے گا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس تجویز کو پسند فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے چمڑے کا دستر خوان منگوا کر بچھایا۔ پھر سب کو اپنا بچا کھچا توشہ لانے کے لیے ارشاد فرمایا۔ کوئی ایک مٹھی آٹا لایا' کوئی کھجور اور کوئی روٹی کا ایک ٹکڑا۔ اس طرح اس دستر خوان پر کچھ تھوڑا سا کھانے کا سامان اکٹھا ہو گیا۔ پھر سرکارِ دو عالم ﷺ نے اس پر برکت کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا: اپنے اپنے برتنوں کو لے کر آؤ اور انہیں بھر لو۔ چنانچہ لوگ اپنے برتن لائے اور پورے لشکر کا کوئی برتن ایسا نہ بچا جس کو لوگوں نے نہ بھرا۔ اس کے بعد سب لوگوں نے پیٹ بھر کر کھایا اور بہت کچھ باقی بھی بچ گیا۔ (بخاری جلد ۲، مسلم جلد ۱ ص ۴۳' مشکوٰۃ ص ۵۳۸)

اسی ضمن میں سرکارِ دو عالم ﷺ کا وہ واقعہ بھی ہے جس میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے ساتھ ایک جنگ میں شریک تھا۔ لشکر میں کھانے کی قلت پیدا ہو گئی۔ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ابو ہریرہ! کچھ کھانے کو ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! تھوڑی سی کھجوروں کے سوا اور کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا وہی لے آؤ۔ میں وہ تھوڑی سی کھجوریں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا: چمڑے کا ایک دستر خوان لاؤ۔ میں وہ لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا اور مٹھی میں ساری کھجوریں لے لیں جو کہ ۲۱ (اکیس) تھیں۔ پھر آپ نے بسم اللہ پڑھی۔ پھر ہر کھجور کو بسم اللہ پڑھ کر رکھتے جاتے یہاں تک کہ کل کھجوریں آپ نے رکھ دیں۔ پھر فرمایا: جاؤ' فلاں شخص اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ میں ان کو بلا لایا۔ ان سب نے پیٹ بھر کے کھایا اور چلے گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ فلاں شخص اور اس کے ساتھیوں کو بلا لاؤ۔ وہ لوگ آ گئے اور انہوں نے بھی شکم سیر ہو کر کھایا اور چلے گئے۔ پھر بھی کھجوریں بچ گئیں۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: بیٹھو۔ میں بیٹھ گیا۔ چنانچہ میں نے اور آپ ﷺ نے بھی کھجوریں نوش کیں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کھجوریں بچ گئیں۔ آپ نے ان کھجوروں کو میرے توشہ دان میں رکھ دیا۔ اور مجھ سے فرمایا: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جب تم ان میں سے کچھ کھانا چاہو تو توشہ دان کے اندر ہاتھ ڈال کر کھجوریں نکالنا۔ اس کو انڈیلنا نہ ورنہ ختم ہو جائیں گی۔ فرماتے ہیں کہ مجھے جب کھجوریں کھانا ہوتیں تو میں اس توشہ دان میں ہاتھ ڈالتا اور انہیں نکال لیتا۔ اس طرح میں نے اس توشہ دان سے پچاس وسق کھجوریں تو اللہ کی راہ میں دیں۔ اور جو کھائیں وہ اس کے علاوہ تھیں یہ توشہ دان میری پیٹھ کے پیچھے لٹکا رہتا تھا۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کے زمانہ میں وہ توشہ دان مجھ سے غائب ہو گیا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ پر اسلام میں تین مصیبتیں سب سے سخت پڑیں۔ پہلی سرکار دو عالم ﷺ کی وفات۔ دوسری سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت اور تیسری میرے توشہ دان کی گم شدگی۔ میں نے دو سو وسق سے زیادہ کھجوریں کھائیں۔

(مسند احمد، ترمذی، ابن سعد، بیہقی اور ابن حبان، البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۱۷)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ مسند احمد وغیرہ میں مروی ہے۔ سیدنا دکین ابن سعید مدنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم چار سو چالیس آدمی تھے (اور دوسری روایت میں ۴۱۴ آدمی ہیں) ہم سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانے کی چیزوں کی درخواست کی۔ حضور اکرم ﷺ نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ان کو کھانے کے لیے کچھ دو۔ انہوں نے عرض کی اب تو چند صاع کھجوریں میرے پاس ہیں اور یہ موسم گرما میں میرے بچوں کے لیے کافی نہ ہوں گی۔ ارشاد فرمایا: جاؤ ان کو دے دو۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: بہت اچھا۔ تعمیل ارشاد میں کوئی عذر نہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کمرے کی چابی نکالی اور دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ کھجوروں کا اتنا بڑا ڈھیر ہے جیسا کہ چھوٹے جانور کا بچہ بیٹھا معلوم ہو۔ چنانچہ انہوں نے ہم سب سے فرمایا کہ ان میں سے لیتے جاؤ۔ ہم میں سے ہر ایک نے جتنا چاہا لے لیا۔ میں ان میں سب سے آخری آدمی تھا۔ میں نے بھی اپنی خواہش کے مطابق جتنا چاہا لے لیا۔ پھر میں نے ڈھیر کی طرف توجہ کی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم نے اس میں ایک کھجور بھی نہیں لی۔ گویا وہ ڈھیر جتنا تھا اتنا ہی رہا۔ (مسند احمد بن حنبل عن دکین، ابن حبان و ابن سعد عن نعمان بن مقرن)

سیدنا سلمہ رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے صحابی تھے۔ فرماتے ہیں کہ ہم غزوہ خیبر میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے ہمیں حکم فرمایا کہ جو کچھ کھجوریں ہمارے توشہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دانوں میں ہیں ان کو ایک جگہ اکٹھا کریں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے چمڑے کا ایک دستر خوان بچھایا اور اسی پر ہمارے توشہ دانوں کی کھجوروں کو انڈیل دیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے گردن اٹھا کر اس ڈھیر کو دیکھا تو میرے اندازے کے مطابق وہ ڈھیر بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر تھا۔ ہم لوگوں کی تعداد اس وقت چودہ سو تھی۔ ہم سب نے اس دستر خوان سے لے کر خوب پیٹ بھر کر کھایا۔ کھانے کے بعد میں نے پھر گردن اٹھا کر دیکھا تو وہ ڈھیر اتنا ہی تھا جتنا پہلے تھا یعنی بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر۔ (مسلم جلد ا ص ۳۲ مصر)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور آپ سے کھانے کو کچھ مانگا۔ آپ نے اس کو تھوڑے سے جو عطا فرمائے۔ وہ لے کر چلا گیا اور کافی عرصہ تک وہ اور اس کی بیوی ان کو کھاتے رہے۔ اور جو مہمان بھی ان کے ہاں آتے وہ بھی خوب سیر ہو کر کھاتے رہے۔ ایک دن اس نے وہ جو ناپ ڈالے (لہٰذا وہ برکت جاتی رہی) چنانچہ ایک روز وہ شخص سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور یہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کاش کہ تم نے انہیں ناپا نہ ہوتا تو برابر اس میں سے کھاتے رہتے اور وہ ختم نہ ہوتے بلکہ اسی طرح باقی رہتے۔

(مسلم باب معجزات النبی' مسند احمد عن جابر)

اسی طرح کا ایک واقعہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہے۔ فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کا انتقال اس حال میں ہوا کہ میرے یہاں کوئی ایسی شی نہ تھی جس کو کوئی جاندار کھا سکے۔ صرف تھوڑے سے جو تھے۔ میں اسی میں سے کھاتی رہی یہاں تک کہ ایک مدت گزر گئی۔ میں نے ایک روز اسے ناپ یا تول لیا اسی روز سے وہ برکت ختم ہو گی۔ (بخاری جلد ۲ ص ۹۵۵)

ان دو حدیثوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ برکت کی چیزوں پر بے وجہ اعتراض' اندازہ اور ناپ تول کرنا اس کی برکت کو ختم کر دیتا ہے۔ برکت کا تعلق عالم غیب سے ہے اور عالم غیب کی ٹوہ لگانی کوئی اچھی بات نہیں۔ لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

اسی قسم کا ایک اور واقعہ جس میں کھانے کی اشیاء میں برکت اور حضور اکرم ﷺ کی دعا سے اشیاء میں اضافہ ہوتا ہے' خود سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے والد عبداللہ رضی اللہ عنہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ ان پر کچھ قرض تھا اور پس ماندگان میں چھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیٹیاں تھیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے قرض کی بہت فکر تھی۔ چنانچہ جب کھجوریں توڑنے کا زمانہ آیا تو میں نے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ﷺ کو پتہ ہے کہ میرے والد جنگ احد میں جام شہادت نوش فرما گئے تھے اور ان پر بہت قرض تھا۔ میری یہ خواہش ہے کہ آپ میرے کھجوروں کے ڈھیروں کے پاس تشریف لے چلیں۔ آپ کی وجہ سے قرض خواہ لوگ اپنے مطالبہ میں سختی نہیں کریں گے۔ یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کے الگ الگ ڈھیر لگا دو۔ جب قرض خواہوں نے ان ڈھیروں کو دیکھا تو وہ میرے بارے میں کچھ مشتعل ہو گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب یہ حالت دیکھی کہ وہ لوگ کیا کر رہے ہیں تو آپ ﷺ نے ان ڈھیروں میں سے سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین چکر لگائے اور پھر اس پر بیٹھ گئے۔ پھر مجھ سے فرمایا: جاؤ اور اپنے قرض خواہوں کو بلا لاؤ۔ جب وہ آئے تو سرکار دو عالم ﷺ ان کو ناپ ناپ کر دیتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے میرے والد کا سارا قرض ادا فرما دیا حالانکہ میں تو اس بات پر بھی راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے والد کا قرض ادا کر دے خواہ میں اپنی بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی بچا کر نہ لے جا سکوں۔ لیکن حق تعالیٰ شانہ نے آپ ﷺ کی برکت سے وہ سب کے سب کھجوروں کے ڈھیر بالکل ہی بچا دیے۔ اور جس ڈھیر پر سرکار دو عالم ﷺ تشریف فرما تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اس میں سے ایک کھجور بھی کم نہیں ہوئی (حالانکہ قرض کی ساری کھجور اسی سے قرض خواہوں کو دی تھیں۔) (بخاری جلد۲ ص ۵۸۰)

ایک اور روایت میں ہے کہ ان کے والد پر تیس وسق کھجوریں ایک یہودی کی قرض تھیں۔ (ایک وسق ۵ من اڑھائی سیر کا ہوتا ہے) سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کا خیال تھا کہ اس قرض خواہ سے کچھ مہلت لے لیں لیکن اس نے مہلت دینے سے انکار کر دیا۔ تب وہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ اس یہودی سے مہلت دینے کی سفارش کر دیں۔ آپ ﷺ اس یہودی کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ تم اپنے قرض کے عوض ایک درخت کی کھجوریں لے لو۔ اس نے آپ کی اس تجویز کو منظور نہ کیا۔ چنانچہ آپ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے نخلستان میں تشریف لے گئے۔ آپ کچھ ٹہلے پھر فرمایا کہ جابر! کھجوریں لے کر اس کا پورا قرض ادا کر دو۔ یہ کہہ کر آپ واپس تشریف لے گئے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے سرکار دو عالم ﷺ کے حکم کے مطابق

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تیس دسق کھجوریں اسے تول کر دے دیں۔ اس کے بعد بھی سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے پاس ۷۰ (ستر) دسق کھجوریں بچ گئیں۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ اس بارے میں آپ کو اطلاع دینے کے لیے آئے۔ دیکھا کہ آپ نماز عصر پڑھ رہے ہیں۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سیدنا جابر رضی اللہ عنہ نے آپ کو قرض کی ادائیگی کے بعد کھجوروں کے بچ جانے کی اطلاع دی۔ آپ نے فرمایا: جابر! اس کی اطلاع عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو کر دو۔ جابر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خبر سن کر فرمایا کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے اس باغ میں چہل قدمی فرمائی تھی تو میں اسی وقت یہ سمجھ گیا تھا کہ حق تعالیٰ شانہ ضرور بالضرور اس میں برکت دے کر رہیں گے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ام مالک رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں' وہ ایک برتن میں سرکار مدینہ ﷺ کو گھی ہدیۃً بھیجا کرتی تھیں۔ جب ان کے بچے ان سے سالن مانگتے اور سالن گھر میں نہ ہوتا تو وہ اس برتن کو اٹھا لاتیں جس میں رسول اللہ ﷺ کو گھی بھیجتی تھیں اور اس میں سے بقدر ضرورت گھی ڈالتیں۔ وہ کافی عرصے تک ایسا کرتی رہیں اور وہ برتن آپ کو گھی مہیا کرتا رہا۔ ایک روز انہوں نے اس برتن کو نچوڑ لیا۔ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور سرکار دو عالم ﷺ سے اس برتن کے نچوڑنے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: اگر تم اسے نہ نچوڑتیں بلکہ اس کو ویسے ہی رہنے دیتیں تو ہمیشہ اس میں سے گھی نکلا کرتا۔

(دلائل النبوۃ جلد ۲ ص ۵۵۹' مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۳۱۲ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۰۴' مسلم باب معجزات النبی جلد ۲' مسند احمد عن جابر' طبرانی' معجم کبیر جلد ۲۵ ص ۱۴۵)

امام بیہقی سیدنا نافع سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ ہم قریباً چار سو آدمی تھے۔ دوران سفر میں ہم ایسے مقام پر ٹھہرے جہاں پانی نہیں تھا۔ ہم سب شدت پیاس سے مضطرب تھے اور جی نہیں چاہتا تھا کہ حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں اس بارے میں کچھ شکایت کریں۔ ہم نے دیکھا کہ ایک سینگوں والی بکری آپ ﷺ کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اس کا دودھ دھویا۔ خود بھی پیا اور ہم سب کو بھی خوب پیٹ بھر کر پلایا۔ پھر مجھے فرمایا: نافع رضی اللہ عنہ! اسے قابو کر لو اور مجھے امید ہے کہ تم اس کی حفاظت نہ کر سکو گے۔ سیدنا نافع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے رسی سے باندھ دیا۔ پھر میں رات کو اٹھا تو دیکھا کہ وہ اپنے تھان پر نہ تھی اور خالی رسی پڑی ہوئی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں حاضر ہو کر سارا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: نافع! جو اسے لایا تھا وہی لے گیا۔

(السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد ۴ ص ۹۸)

اسی قسم کی ایک اور روایت سعد مولیٰ ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ بکری کا دودھ لاؤ جب کہ وہاں بکری کا نام ونشان نہ تھا۔ میں اٹھا تو دیکھا کہ وہاں ایک بکری کھڑی ہے اور اس کی تھنوں میں دودھ بھی ہے۔ میں نے اسے دھو کر اس کی حفاظت کرنے کی تاکید کی۔ اسی دوران ہم سواریوں کی نگہداشت میں مشغول ہو گئے اور وہ گم ہو گئی۔ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو اس کی گمشدگی کی اطلاع دی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کا مالک اسے لے گیا۔ (مطلب یہ تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی تھی وہی اسے لے گیا۔) (السیرۃ النبویہ لابن کثیر جلد ۴)

حافظ ابو یعلی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے سیدنا ام سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ انہوں نے بکری کے گھی کا ایک ڈبہ بھر کر ربیبہ (لونڈی) کے ہاتھ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیجا اور ربیبہ سے کہا کہ بارگاہ رسالت میں یہ کہنا کہ یہ گھی ام سلیم نے بھیجا ہے۔ جب ربیبہ وہ گھی لے کر بارگاہ رسالت میں پہنچی اور آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ یہ گھی ام سلیم نے بھیجا ہے' تو آپ نے فرمایا: اسے یہ ڈبہ خالی کر دو۔ چنانچہ ربیبہ خالی ڈبہ لے کر واپس آ گئی۔ اس وقت سیدہ ام سلیم گھر پر نہ تھیں۔ ربیبہ نے وہ ڈبہ (برتن) ایک کھونٹی سے لٹکا دیا۔

جب سیدہ ام سلیم گھر آئیں تو انہوں نے اس لٹکتے ہوئے ڈبہ کو دیکھا وہ لبالب گھی سے بھرا ہوا تھا۔ سیدہ ام سلیم نے یہ دیکھ کر ربیبہ کو ڈانٹا کہ میں نے تمہیں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں گھی دے کر بھیجا تھا' لیکن تم ڈبہ اسی طرح واپس لے آئی ہو۔ ربیبہ نے کہا کہ میں تو گھی آپ ﷺ کو دے آئی تھی۔ اگر یقین نہ آئے تو حضور اکرم ﷺ سے جا کر پوچھ لیں۔ چنانچہ سیدہ ام سلیم ربیبہ کو ساتھ لے کر آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے آپ کی خدمت میں گھی کا ایک ڈبہ بھیجا تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: بالکل آیا اور ربیبہ اسے لے کر آئی۔ سیدہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: واللہ! ڈبہ تو گھی سے لبالب بھرا ہوا ہے۔ یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: "ام سلیم! اس میں تعجب کی کون سی بات ہے؟ تم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ کے نبی کو کھلایا اللہ نے تمہیں کھلایا۔ جاؤ خوب کھاؤ۔" وہ فرماتی ہیں کہ میں نے گھر آ کر اس سے استعمال کے لیے گھی نکالا اور اس ڈبہ سے مسلسل ایک ماہ یا دو ماہ گھی کھاتے رہے۔

(زرقانی جلد ۷ ص ۵۰)

ام اوس برزیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے گھی صاف کر کے ایک برتن میں ڈالا اور سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے اسے قبول فرما لیا اور تھوڑا سا گھی ڈبہ میں باقی رہنے دیا اور اس پر آپ نے کچھ پڑھا اور خیر و برکت کی دعا فرمائی۔ اور وہ برتن مجھے واپس کر دیا۔ میں نے دیکھا تو وہ گھی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ میں سمجھی کہ سرکار دو عالم ﷺ نے میرے اس ہدیہ کو قبول نہیں فرمایا۔ میں واویلا کرتی اور چیختی چلاتی ہوئی واپس آئی اور بارگاہِ رسالت پناہ میں عرض کی: یارسول اللہ! میں آپ کے کھانے کے لیے گھی لائی تھی لیکن آپ نے میرا ہدیہ قبول کیوں نہیں فرمایا:؟ رسول اللہ ﷺ سمجھ گئے کہ دعا قبول ہو گئی۔ چنانچہ اسے فرمایا: جاؤ' کھاؤ اور برکت کی دعا کرو۔ چنانچہ وہ آپ کی وفات کے بعد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور حکومت تک اس برتن میں سے گھی کھاتی رہیں۔

(السیرۃ النبویہ لابن ہشام جلد ا ص ۲۲۵' زرقانی جلد ۷ ص ۵۶)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ دوس کی ایک خاتون ام شریک رمضان میں مسلمان ہوئیں اور سفر ہجرت کے دوران ایک یہودی سے پانی مانگا۔ اس نے کہا یہودیت اختیار کر لو پھر پانی ملے گا۔ اس عورت نے یہودی ہونے سے انکار کر دیا۔ جب وہ سوئیں تو انہوں نے خواب میں پانی پیا اور جب اٹھیں تو بالکل سیر تھیں۔ چنانچہ جب وہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یہ واقعہ عرض خدمت کیا تو آپ نے اس کو نکاح کی دعوت دی۔ لیکن اس نے اپنے کو کم تر سمجھ کر عرض کیا کہ آپ جس سے چاہیں نکاح فرما دیں۔ چنانچہ آپ نے اس کا نکاح زید رحمۃ اللہ علیہ سے کر دیا اور اسے تیس صاع جو دیے اور فرمایا: خوب کھاؤ اور ناپو نہیں۔

اس عورت نے ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں گھی کا ایک ڈبہ ارسال کیا۔ آپ ﷺ نے خالی ڈبہ ارسال کر کے فرمایا کہ اس کو بند کیے بغیر لٹکا دے۔ سیدہ ام شریک نے دیکھا کہ وہ گھی سے بھرا ہوا ہے۔ اس نے لونڈی سے کہا: میں نے تو تجھے یہ گھی رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں پہنچانے کے لیے کہا تھا تو نے یہ کیوں نہیں پہنچایا؟ اس نے جواب دیا کہ میں تو ابھی آپ کو دے کر آئی ہوں۔ یہ بات سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا: اسے بند نہ کرو۔ جب ام شریک نے اس کا منہ بند کر دیا تو وہ گھی ختم ہو گیا۔ اسی طرح انہوں نے ایک دن جوناپ لیے تو وہ بھی پورے تیس صاع ہوئے ذرا بھی کم نہ ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۰۴)

سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دعوت کی اور صرف ان دو آدمیوں کا کھانا تیار کیا۔ میں سرکار دو عالم ﷺ کو لینے کے لیے آیا تو فرمایا کہ انصار میں سے ۳۰ معززین کو بلا لاؤ۔ آپ کی یہ بات سن کر مجھے کچھ شاق گذرا کیونکہ میرے ہاں اس کے سوا اور کھانا نہ تھا۔ میں نے کچھ ہچکچاہٹ سی محسوس کی۔ آپ نے دوبارہ فرمایا کہ تیس معزز انصاریوں کو بلا لائیں۔ چنانچہ میں بلا لایا۔ وہ آکر کھانا کھا گئے تو انہوں نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور پھر بیعت کی۔ پھر فرمایا کہ ساٹھ معززین انصار کو بلا لاؤ۔ ابو ایوب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے ساٹھ انصاری بلانے میں اتنا تردد نہ تھا جتنا تیس انصاریوں کے بلانے پر تھا۔ چنانچہ وہ ساٹھ بھی آئے اور شکم سیر ہو کر کھا گئے اور جانے سے قبل وہ بھی بیعت کر گئے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ نوے انصاریوں کو بلا لاؤ۔ چنانچہ وہ بھی آئے اور کھا کر چلے گئے۔ ان دو آدمیوں کے کھانے پر ایک سو اسی انصاری شکم سیر ہوئے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۱۰-۱۱۱)

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ کو ان کی والدہ عمرہ بنت رواحہ نے کچھ کھجوریں دے کر کہا کہ اپنے والد اور ماموں عبداللہ کے پاس لے جاؤ۔ وہ کہتی ہیں کہ میں کھجوریں لے کر اپنے ماموں اور ابا کو تلاش کرتے ہوئے گذری۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: بیٹی! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ کچھ کھجوریں ہیں جو امی نے ابا اور ماموں کے لیے بھیجی ہیں۔ آپ نے فرمایا: ادھر لاؤ۔ فرماتی ہیں: میں نے وہ کھجوریں آپ کے دونوں ہاتھوں میں ڈال دیں۔ کھجوریں اتنی تھوڑی تھیں کہ آپ کے ہاتھ بھرے نہیں۔ پھر آپ نے دستر خوان بچھوایا اور وہ کھجوریں اس پر ڈال دیں۔ پھر آپ نے اعلان کروایا کہ سب اہل خندق کھانے کے لیے چلے آئیں۔ چنانچہ انہوں نے آ کر وہ کھجوریں خوب سیر ہو کر کھائیں۔ اور دستر خوان

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے معلوم ہوتا تھا کہ ایک بھی کھجور نہیں کھائی گئی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۱۶)

سیدنا عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سفر و حضر میں آپ کی خدمت میں رہتا تھا۔ تبوک میں ایک رات کسی ضرورت سے چلا گیا۔ میں جب واپس آیا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھانے سے فارغ ہو چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کہاں تھا؟ میں نے بتایا۔ اتنے میں جعال بن سراقہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن مغفل مزنی رضی اللہ عنہ بھی آ نکلے۔ ہم تینوں نے کھانا نہیں کھایا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے کھانے کے لیے کچھ طلب فرمایا' لیکن کچھ نہ ملا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا: تیرے پاس کچھ ہے؟ انہوں نے تھیلی سے صرف سات کھجوریں نکالیں۔ اور ایک پلیٹ میں رکھ کر آپ کو پیش کیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دست مبارک رکھ کر کچھ پڑھا اور فرمایا: بسم اللہ کیجئے میں کھاتا جاتا تھا اور ان کی گٹھلیاں بائیں ہاتھ میں رکھتا جاتا تھا۔ میں نے ۵۴ کھجوریں کھائیں اور میرے ساتھیوں نے پچاس پچاس۔ ہم خوب سیر ہو گئے تو ہم نے دیکھا کہ کھجوریں بدستور سات تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: انہیں تھیلی میں رکھ لو۔ دوسرے دن پھر پلیٹ میں رکھ کر فرمایا: کھاؤ۔ دس اشخاص نے خوب شکم سیر ہو کر کھائیں اور کھجوریں بدستور اسی طرح تھیں۔ پھر آپ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ سے شرم سار نہ ہوتا تو مدینہ سے واپسی تک انہی سے کھاتے رہتے۔ چنانچہ آپ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے وہ کھجوریں ایک لڑکے کو دے دیں۔ وہ انہیں کھاتا ہوا چلا گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۸۸)

امام بیہقی نے سیدنا نوفل رضی اللہ عنہ بن حارث بن عبدالمطلب کا واقعہ نقل فرمایا ہے کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی شادی کے سلسلہ میں تعاون کی درخواست کی۔ آپ کے پاس اس وقت کچھ نہ تھا۔ چنانچہ آپ نے ابو رافع رضی اللہ عنہ اور ابو ایوب رضی اللہ عنہ کو اپنی زرہ دے کر ایک یہودی کے پاس بھیجا کہ وہ زرہ کو رہن رکھ کر تیس صاع جو لے آئے۔ چنانچہ وہ دونوں تیس صاع جو لے آئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ جو نوفل رضی اللہ عنہ کے سپرد کر دیے۔ سیدنا نوفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ جو چھ ماہ تک کھائے۔ پھر تولے تو پورے تیس صاع تھے۔ میں نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائی۔ آپ نے فرمایا: اگر تم نہ ناپتے تو جب تک زندہ رہتے انہی کو کھاتے رہتے۔ (لولم تكله لأ كلت منه ما عشت) (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پانی کے بارہ میں آپ ﷺ کے معجزات

یہ تو تھے آپ کے وہ معجزات جو آپ کی دعا کی وجہ سے کھانے اور کھجوروں کے بارے میں وقوع پذیر ہوئے۔ اب ان معجزات کا ذکر کیا جاتا ہے جو پانی کے بارے میں ہیں۔ عرب میں ویسے ہی پانی کی بہت کمی تھی کیونکہ وہ ایک ریگستانی علاقہ تھا اور ریگستان میں پانی کم ہوتا ہے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی دعا سے اللہ تعالیٰ نے بعض مشکل اوقات میں مسلمانوں کے لیے وافر پانی مہیا کر دیا۔ قرآن حکیم میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ہے کہ ان کے عصاء کی ایک ضرب سے پتھر سے بارہ پانی کے سوتے پھوٹ پڑے۔ اور بنی اسرائیل کے بارہ قبائل اس سے سیراب ہوئے۔ چشمے تو پتھروں ہی سے نکلتے ہیں اگرچہ عصاء کی ایک ضرب سے نہیں نکلتے۔ اس لحاظ سے یہ ایک معجزہ ہے لیکن گوشت و پوست کی انگلیوں سے کبھی پانی کے چشمے نہیں پھوٹے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی پانچوں انگلیوں سے پانی کے پانچ چشمے ابلنے لگے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تھے۔ دوران سفر پانی کی کمی واقع ہو گئی آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تلاش کرو اگر کسی کے پاس کچھ پانی بچا ہوا ہو تو لے آؤ۔ لوگ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے آئے۔ آپ نے اس برتن میں اپنا دست مبارک ڈال دیا۔ اور فرمایا: وضو کا پانی اور اللہ تعالیٰ کی برکت لو۔ میں نے بچشم خود دیکھا کہ آپ کی انگلیوں سے چشمہ کی طرح پانی پھوٹ رہا تھا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۰۵ احمد جلد ۴ ص ۱۹۹)

ایک اور روایت میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کسی سفر میں تھے۔ نماز کا وقت آیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی تلاش کیا لیکن دور و نزدیک کہیں پانی نہ تھا۔ ایک صحابی پیالہ میں تھوڑا سا پانی لائے۔ پہلے آپ نے اس سے وضو فرمایا پھر پیالے پر آپ نے اپنی انگلیاں پھیلا دیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ پانی کی مقدار میں اس قدر برکت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئی کہ وہ پانی ستر آدمیوں کے وضوء کے لیے کافی ہوا۔

(بخاری جلد ا ص ۵۰۴‘ مسند احمد عن انس بن مالک‘ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۶)

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز آپ مقام زوراء میں تھے کہ نماز عصر کا وقت آ گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پانی کی تلاش کی لیکن انہیں صرف سرکار دو عالم ﷺ کے لیے پانی ملا۔ چنانچہ انہوں نے وہ پانی ایک برتن میں ڈال کر آپ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ نے اس برتن میں اپنا ہاتھ ڈال دیا اور آپ کی انگلیوں سے پانی کا فوارہ چھوٹنے لگا یہاں تک کہ قریباً تین سو آدمیوں نے اس سے وضو کیا۔ (بخاری‘ جلد ا ص ۵۰۵ و صحیح مسلم‘ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۶)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی موجودگی میں مسجد میں اذان ہوئی۔ جن لوگوں کے گھر مسجد کے قریب تھے وہ گھر سے وضو کر آئے اور دور دراز کے لوگ مسجد میں باقی رہ گئے۔ اس اثناء میں رسول اللہ ﷺ کے پاس پتھر کا ایک پیالہ لایا گیا جس میں آپ کی انگلیاں بھی نہ سما سکیں۔ آپ ﷺ نے انگلیاں بند کر کے اپنی مٹھی اس میں ڈال دی اور باقی ماندہ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وضو کر لیا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے جب ان وضو کرنے والوں کی تعداد پوچھی گئی تو فرمایا: ۸۰ (اسی) یا کچھ کم زیادہ ہو گی۔

(بخاری جلد ا ص ۵۰۵‘ مسند احمد عن انس بن مالک)

بخاری میں بھی یہ واقعہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ اس میں ۸۰ (اسی) افراد وضو کرنے والے بتائے گئے ہیں۔ (بخاری جلد ا ص ۵۰۵‘ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۴)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ سے شکایت کی کہ ہم بہت پیاسے ہیں۔ آپ نے ایک پیالے میں پانی منگوایا اور اپنا دست مبارک اس میں ڈال دیا اور فرمایا: پیتے جاؤ۔ چنانچہ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ پانی پی لیا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کے سوتے پھوٹتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

(مسند احمد عن جابر بن عبداللہ‘ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۵)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور واقعہ مسلم میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم ایک لشکر میں جناب رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے وضو کے لیے پانی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مانگا۔ جب پانی نہ ملا۔ انصار میں سے ایک شخص تھے جو سرکار دو عالم ﷺ کے لیے اپنی مشکوں میں پانی ٹھنڈا کیا کرتے تھے' آپ نے فرمایا کہ ان کے پاس جا کر دیکھو کہ ان کی مشک میں کچھ پانی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور ان کی مشک میں بھی اتنا ہی پانی تھا کہ اگر میں اس کو انڈیلتا تو مشک کو جو حصہ خشک تھا وہ اس پانی کو پی جاتا۔ (مطلب یہ کہ بہت تھوڑا پانی تھا) میں نے آ کر عرض حال کیا۔ فرمایا جاؤ جو تھوڑا بہت پانی مشک میں ہے وہی لے آؤ۔ میں وہی لے آیا۔ آپ نے اس کو اپنے دست مبارک میں لیا اور اس پر کچھ پڑھا جو میں نہیں جان سکتا کہ کیا پڑھا اور اس کو اپنے ہاتھ سے ملنے لگے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس کسی کے پاس اتنا بڑا برتن ہو جو پورے قافلے کو کفایت کرے' اس کو آواز دو۔ میں نے اعلان کر دیا کہ جس کسی کے پاس اتنا بڑا برتن ہو وہ لے آئے۔ چنانچہ اتنا بڑا برتن خدمت نبوی میں پیش کیا گیا جس کو لوگ اٹھا کر لائے۔ میں نے اس برتن کو آپ کے سامنے رکھ دیا۔ آپ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال کر اپنی انگلیاں پھیلا دیں اور اس کو ایک طشت میں رکھ دیا۔ اور فرمایا: جابر! لو اور بسم اللہ کہہ کر میرے ہاتھ پر پانی ڈالو میں نے بسم اللہ پڑھ کر پانی ڈالا۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ پہلے آپ کی مبارک انگلیوں سے پانی نکلا پھر پورے برتن میں پانی جوش سے چکر لگانے لگا حتیٰ کہ برتن پانی سے بھر گیا۔ آپ نے فرمایا: جابر! اعلان کر دو کہ جس کو پانی کی ضرورت ہو وہ آ کر لے لے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگ دوڑ دوڑ کر آتے رہے اور پانی پی پی کر سیراب ہوتے رہے۔ انہوں نے پھر اعلان کیا کہ کوئی اور شخص ایسا ہے جس کو پانی کی ضرورت ہو؟ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے برتن سے اپنا ہاتھ باہر نکال لیا اور برتن اس طرح لبالب بھرا ہوا تھا۔ (مسند احمد جلد۲ ص ۴۱۸' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۶)

امام احمد نے اپنی مسند میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک لشکر میں تھے۔ پانی سب کے پاس ختم ہو گیا۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! پورے لشکر میں کسی کے پاس پانی نہیں رہا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تمہارے پاس کچھ پانی ہے۔ عرض کی کہ ہے۔ فرمایا: اس کو میرے پاس لے آؤ۔ وہ ایک برتن میں تھوڑا سا پانی لے آئے۔ آپ ﷺ نے اپنی انگشتانِ مبارک اس برتن کے اوپر پھیلا دیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ برتن میں آپ ﷺ کا ہاتھ ڈالنا تھا

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ کی انگلیوں میں سے پانی کے چشمے ابل پڑے۔ آپ نے سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ تمام لشکر میں اعلان کر دو کہ وضوء کے لیے برکت کا پانی لے لیں۔

(مسند احمد عن ابن عباس' طبرانی' البدایۃ والنہایہ جلد ۶ ص ۹)

اسی ضمن میں یہ واقعہ بھی بخاری اور حدیث کی دوسری کتابوں میں مرقوم ہے کہ ایک دفعہ آپ سفر میں تھے۔ صبح کو آنکھ کھلی اور آپ نے نماز پڑھانی شروع کی' لیکن ایک صحابی جماعت سے الگ ہو گئے۔ آپ نے اس سے جماعت میں شامل نہ ہونے کی وجہ پوچھی۔ اس نے عرض کیا کہ میں جنبی تھا اس وجہ سے شامل جماعت ہونے سے اجتناب کیا۔ چونکہ پانی نہ تھا اس لیے آپ نے اسے تیمّم کا حکم فرمایا۔ اس کے بعد آپ نے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پانی کی تلاش میں روانہ فرمایا۔ ان صحابہ کو ایک عورت ملی جو اونٹ پر دو مشکیزوں میں پانی لاد کر لیے جا رہی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے اس سے پوچھا کہ پانی کا چشمہ کہاں ملے گا؟ اس نے جواب دیا کہ پانی یہاں کہاں۔ ہم نے پوچھا کہ تیرے گھر اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ اس نے کہا: ایک دن رات کا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نے کہا: تو رسول اللہ ﷺ کے پاس چل۔ اس نے کہا: رسول اللہ کس کو کہتے ہیں؟ ہم اس کے ساتھ اور کوئی بات نہ کر سکے۔ بس اس کو ساتھ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے بھی اس سے پانی کے بارے میں وہی کچھ پوچھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا تھا۔ اس نے آپ کو بھی وہی جواب دیا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا کہ میں ایک بیوہ عورت ہوں اور میرے بچے یتیم ہیں۔ آپ نے حکم فرمایا کہ اس کی اونٹنی بٹھا دی جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے اس کے مشکیزوں کے اوپر کے دہانے میں کلی کر کے پانی ڈال دیا اور اس کی اونٹنی کو کھڑا کر دیا۔ تاکہ نیچے کے دہانے سے پانی لیا جا سکے۔ صحابہ کہتے ہیں کہ اس وقت ہم چالیس آدمی تھے اور سب شدید پیاس سے تھے۔ ہم سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور اپنے پانی کے اونٹ اور مشکیزے اور سب برتن پانی سے بھر لیے اور ہمارے اس جنبی ساتھی نے غسل بھی کر لیا' مگر اپنے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا لیکن مشکیزے تھے کہ پانی کے جوش سے پھٹے جا رہے تھے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب جو کھانے کا سامان تمہارے پاس موجود ہے' وہ اس عورت کے لیے لے آؤ۔ ہم نے اس عورت کے لیے کچھ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دیں۔ آپ نے ان کو ایک تھیلی میں ڈال کر اس سے کہا کہ اپنے بچوں کو جا کر کھلا دے۔ اور یہ ذہن میں رکھنا کہ ہم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے تمہارے پانی کا کوئی نقصان نہیں کیا۔ جب وہ اپنے گھر آئی تو اس نے کہا کہ میں نے اتنا بڑا جادوگر کوئی نہیں دیکھا' ورنہ تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ شخص سچا نبی ہے جیسا کہ اس کا دعویٰ ہے۔ اس نے یہ یہ کرشمے دکھائے۔ راوی حدیث سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس عورت کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس کے سارے قبیلے کو ہدایت نصیب فرمائی۔ چنانچہ وہ اور اس کا سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۰۴' باب علامات النبوۃ' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۸)

اسی سلسلہ میں سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی روایت بھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کے لیے چلے۔ آپ اس سفر میں دو دو نمازیں ملا کر ادا فرماتے تھے۔ پہلے ظہر و عصر کی نمازیں پڑھیں اس کے بعد آپ اندر تشریف لے گئے اور پھر باہر تشریف لا کر مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا: انشاء اللہ کل تم لوگ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے اور اس وقت تک نہیں پہنچو گے جب تک کہ دن نہ چڑھ جائے۔ فرمایا: جو شخص وہاں پہنچے وہ میرے آنے تک پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے پہلے دو شخص تبوک کے چشمہ پر پہنچ گئے۔ جب ہم پہنچے تو دیکھا کہ چشمہ تاگے کی طرح باریک بہ رہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان دونوں شخصوں سے پوچھا کہ تم نے اس چشمہ کے پانی کو ہاتھ تو نہیں لگایا۔ انہوں نے عرض کی کہ ہاں لگایا تھا۔ اس پر سرکار دو عالم ﷺ نے ناگواری کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے چلوؤں سے تھوڑا پانی جمع کر لیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس پانی میں اپنا چہرہ مبارک اور دونوں ہاتھ دھوئے اور وہ پانی اس چشمہ میں واپس ڈال دیا۔ آپ کا پانی ڈالنا تھا کہ اسی وقت وہ ایک بڑے چشمہ کی طرح ابلنے لگا اور لوگوں نے خوب پانی پیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے مجھے فرمایا: ''معاذ تمہاری زندگی طویل ہوگی اور تم اس جگہ اتنا پانی دیکھو گے کہ یہاں ہر طرف باغات ہی باغات ہوں گے۔'' (مسلم جلد ۱ ص' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۰۰)

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں فرمایا کہ تم لوگ آج شام اور پوری رات سفر کرنے کے بعد کل انشاء اللہ چشمہ پر جا پہنچو گے۔ چنانچہ لوگ چل پڑے اور ایک دوسرے کی طرف کوئی توجہ نہ کرتا تھا بلکہ سب سفر طے کرنے میں مشغول تھے۔ اس کے بعد آپ وادی میں پہنچے اور وہاں غفلت کی نیند سو جانے کا قصہ بیان کیا۔ اس کے بعد یہ کہتے ہیں کہ وضوء کے پانی کا جو برتن میرے ساتھ تھا آپ نے اس کو منگوایا اس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ نے اس پانی میں سے تھوڑا سا پانی لے کر مختصر سا وضو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا اور جو پانی بچا اس کے بارے میں فرمایا کہ اس کو محفوظ رکھنا۔ آئندہ چل کر اس سے ایک بڑا معجزہ ظاہر ہوگا۔ چنانچہ جب صبح ہوگئی تو انہوں نے دیکھا کہ سرکار دو عالم ﷺ ابھی تک تشریف نہیں لائے۔ اس پر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ نہیں ہوسکتا کہ سرکار دو عالم ﷺ وعدہ فرمائیں اور پھر اس کا خلاف کریں۔ لوگوں نے یہ مشورہ دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ تو تم لوگوں کے سامنے ہیں۔ یہاں پر ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ جیسے حضرات موجود ہیں' اگر ان کی رائے پر عمل کرو گے تو کامیاب ہو گے۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے اس وقت ملے جب کہ دن چڑھ چکا تھا اور آفتاب کی گرمی سے ہر شی جلنے لگی تھی۔ لوگوں نے آپ سے فریاد کی: یا رسول اللہ! ہم پیاس سے مرے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔ یہ کہہ کر آپ نے وضو کے پانی کا برتن منگوایا۔ رسول اللہ ﷺ برتن سے پانی ڈالتے تھے اور سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ لوگوں کو پلاتے جا رہے تھے۔ لوگوں کا برتن کے پانی کو دیکھنا تھا کہ اس پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے فرمایا: صبر سے کام لو تم میں سے ہر شخص پانی پیٹ بھر کر پیئے گا۔ چنانچہ لوگوں نے آپ کے اس حکم کی فوراً تعمیل کی اور بدستور پانی ڈالتے رہے۔ اور سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ آپ سے پانی لے کر لوگوں کو پلاتے رہے یہاں تک کہ تمام لوگوں میں سوائے میرے اور سرکار دو عالم ﷺ کے اور کوئی پانی پینے والا نہ رہا۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کی حضور! جب تک آپ نہ پی لیں میں کیسے پی سکتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: دستور یہی ہے کہ تقسیم کرنے والا سب سے آخر میں پیتا ہے۔ (ان ساقي القوم آخرهم) چنانچہ میں نے پی لیا اور پھر آپ ﷺ نے بھی نوش فرما لیا۔ (بخاری ومسلم اخرجہ ابونعیم ۳ فی الدلائل ص ۱۴۴)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۸ میں کچھ اختلاف کے ساتھ اس روایت کو مسند احمد کے حوالے سے یوں بیان فرماتے ہیں کہ

''ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ آج اگر پانی نہ ملا تو کل پیاسے رہو گے۔ چنانچہ تیز رفتار لوگ پانی کی تلاش میں ادھر ادھر روانہ ہو گئے۔ اور میں جناب ختمی مرتبت ﷺ کے ساتھ ہو لیا۔ آپ کو سواری پر اونگھ آ گئی۔ میں نے آپ کو سہارا دیا۔ آپ سنبھل گئے۔ پھر سر جھکا دیا۔ میں نے پھر سہارا دیا اور آپ سنبھل گئے۔ پھر آپ اس (اونگھ کی وجہ سے) اس قدر جھکے کہ قریب تھا کہ آپ سواری سے گر پڑیں۔ میں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر سہارا دیا تو آپ بیدار ہو گئے۔ پوچھا کون ہے؟ میں نے عرض کیا: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! پوچھا تو کب سے میرے ساتھ ہے؟ عرض کیا کہ آغاز شب سے۔ آپ نے مجھے بہت دعا دی کہ اللہ تعالیٰ تجھے محفوظ رکھے جیسے تو نے اس کے رسول کی حفاظت اور نگہداشت کی۔ پھر فرمایا: اگر ہم آرام کر لیتے تو بہتر تھا۔ چنانچہ آپ ایک درخت کے قریب آرام فرما ہوئے اور فرمایا: دیکھو' کوئی ہمارے قریب ہے؟ عرض کیا کہ چھ سات آدمی ہمارے قریب ہیں۔ فرمایا: نماز کے وقت کا خیال رکھنا۔ چنانچہ ہم سب سو گئے۔ پھر سورج کی تمازت نے ہمیں نیند سے بیدار کیا۔ پھر وہاں سے تھوڑی دور جا کر ہم نے پڑاؤ کیا۔ آپ نے پوچھا: کیا پانی ہے؟ عرض کیا: جی ہاں' تھوڑا سا پانی ہے۔ فرمایا: لاؤ' میں نے لا کر حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو فرمایا: اس سے وضو کرو۔ سب نے اس سے وضو کر لیا تو ایک گھونٹ اور معمولی سا پانی بچ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! اس پانی کو احتیاط سے رکھ لو۔ اس سے ایک عجیب بات ظاہر ہو گی۔ پھر سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی اور ہم نے دو رکعت سنت کے بعد فرض ادا کیے۔

پھر جب آپ نے وہاں سے کوچ کیا تو لوگ آپس میں چہ میگوئیاں کرنے لگے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا کیا سرگوشیاں ہو رہی ہیں؟ اگر کوئی دنیوی بات ہے تو تم جانو' لیکن اگر کوئی دینی مسئلہ ہے تو مجھ سے پوچھ لو۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم سے نماز میں کوتاہی ہوئی ہے۔ آپ نے فرمایا: کوتاہی اور غفلت بیداری کی حالت میں ہوتی ہے' نیند میں غفلت کا دخل نہیں ہوتا۔ جب کبھی تمہیں ایسا موقع آ جائے تو جب اٹھو اسی وقت نماز ادا کر لیا کرو۔ آئندہ اس کو اپنے وقت ہی پر پڑھو۔ سرکار دو عالم ﷺ نے پوچھا کہ باقی حضرات کہاں ہیں؟ عرض کیا کہ آپ نے کل فرمایا تھا کہ اگر آج پانی نہ ملا تو کل کو پیاسے رہو گے لہٰذا وہ پانی کی تلاش میں گئے ہیں۔

جب صبح ہوئی تو سرکار دو عالم ﷺ وہاں موجود نہیں تھے اور لوگ آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ پانی کے چشمے پر قیام پذیر ہیں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: لوگو! رسول اللہ ﷺ تمہارے بغیر پانی کے چشمے پر نہیں جا سکتے۔ اگر لوگ ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کی بات پر یقین کریں تو رشد و ہدایت پر ہوں گے۔ کچھ دیر بعد سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ بھی تشریف لے آئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! پیاس سے حلق سوکھے جا رہے ہیں اور جان نکل رہی ہے۔ آپ نے لوگوں کو تسلی دی اور فرمایا: فکر نہ کرو۔ اب آپ نے ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پانی کا برتن لاؤ اور فرمایا: ایک پیالہ بھی لے آؤ۔ وہ دونوں چیزیں لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آئے۔ چنانچہ وہ پانی ڈالتے جاتے تھے اور لوگ پی رہے تھے۔ پانی چونکہ دیکھنے میں تھوڑا معلوم ہو رہا تھا اس وجہ سے لوگوں نے کچھ ہجوم کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ٹھہرو، ٹھہرو، سب سیراب ہوں گے۔ ہر ایک کو پانی ملے گا۔

ابوقتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سب لوگوں نے پیٹ بھر کر پانی پی لیا سوائے میرے اور رسول اللہ ﷺ کے۔ اب سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے فرمایا: آؤ اب تم بھی پی لو۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! پہلے آپ نوش فرمائیں، بعد میں میں پیوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دستور یہ ہے کہ پلانے والا بعد میں پیئے۔ چنانچہ میں نے پیا اور میرے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے نوش فرمایا اور میں نے دیکھا کہ برتن میں پانی اسی طرح تھا۔ جیسے پہلے تھا اور ہماری تعداد تین سو تھی۔

سیدنا ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کے شاگرد عبداللہ بن رباح انصاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ حدیث جامع مسجد میں بیان کر رہا تھا تو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم کون ہو؟ میں نے عرض کی: عبداللہ بن رباح انصاری رضی اللہ عنہ۔ انہوں نے فرمایا: لوگوں کو اپنی بات خوب یاد ہوتی ہے۔ نہایت توجہ سے بیان کرو۔ میں اس رات ساتواں آدمی تھا۔ جب میں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث بیان کر چکا تو سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا: میں سمجھتا تھا کہ میرے علاوہ یہ حدیث کسی کو یاد نہ ہو گی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب رات کو کہیں قیام فرماتے تو دائیں ہاتھ کا تکیہ بنا لیتے اور صبح کے قریب آرام کرتے تو بازو کھڑا کر کے دائیں ہتھیلی پر سر رکھ لیتے تاکہ زیادہ غفلت کی نیند نہ آئے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۸-۹۹)

حبان الصدائی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میری قوم حالت کفر میں تھی۔ مجھے پتہ چلا کہ سرکار دو عالم ﷺ اس پر حملہ کرنے کے لیے فوجی تیاریاں فرما رہے ہیں۔ میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری قوم مسلمان ہے۔ پھر میں نے تمام رات آپ کے ساتھ سفر کیا۔ جب صبح ہوئی تو میں نے اذان دی۔ آپ نے پانی کا ایک برتن مجھے عطا فرمایا۔ میں نے اس سے وضو کیا۔ پھر آپ نے اپنی انگلیاں اس میں ڈال دیں۔ اور آپ کی انگلیوں کے درمیان سے چشمہ کی طرح پانی ابلنے لگا۔ پھر آپ نے حکم فرمایا کہ جو شخص چاہے اس سے وضو کر لے۔ (مسند احمد جلد ۴ ص ۱۶۹)

امام احمد نے سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ہم ۲۱۷ آدمی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ نماز کا وقت آ گیا۔ آپ ﷺ نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پوچھا پانی ہے؟ اک صحابی برتن میں تھوڑا سا پانی لے کر آئے۔ آپ نے وہ پیالے میں انڈیل دیا اور اس سے وضو فرمایا اور پیالہ وہیں چھوڑ دیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ایک جم غفیر اس پر ٹوٹ پڑا اور اسے بالکل ختم کر دیا۔ آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: ٹھہرو، ٹھہرو، پھر سرکار دو عالم ﷺ نے بسم اللہ پڑھ کر اپنی ہتھیلی برتن میں رکھی اور فرمایا وضو کرو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: واللہ! میں نے اس روز رسول اللہ ﷺ کی انگلیوں سے پانی کے سوتے پھوٹتے دیکھے اور جب تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پانی سے وضو فرمالیا تو رسول اللہ ﷺ نے برتن میں سے ہاتھ مبارک اٹھالیا۔

زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نے ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: یا رسول اللہ! ہمارا کنواں ہے، جب جاڑوں کا موسم آتا ہے تو اس کا پانی ہمارے لیے کافی ہوتا ہے اور ہم اس کے اردگرد آباد ہو جاتے ہیں لیکن موسم گرما آتا ہے تو اس میں پانی بہت کم رہ جاتا ہے اور ہم پھر اردگرد کے پانیوں پر جا کر اپنا گزارہ کرتے ہیں۔ اور ہمارے چاروں طرف ہمارے دشمن آباد ہیں۔ آپ ہمارے کنویں کے لیے دعا فرمائیں کہ اس کا پانی ہمیشہ ہم کو کافی رہے اور ہم کو ادھر ادھر متفرق نہ ہونا پڑے۔ آپ نے سات کنکریاں منگوائیں۔ اور ان کو اپنے ہاتھ میں ملا اور ان پر دعا پڑھی اور پھر مجھے فرمایا: ان کنکریوں کو لے جاؤ اور جب اپنے کنویں پر جانا تو ان کو بسم اللہ پڑھ کر ایک ایک کر کے ڈالنا۔ زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تو کنویں میں اتنا پانی ہو گیا کہ ہم انتہائی کوشش کر کے بھی اس کی تہہ کو نہ دیکھ سکتے تھے۔ یہ حدیث مسند احمد، سنن ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ میں مختصر ہے لیکن دلائل النبوۃ، بیہقی میں طویل ہے۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں ہم کو پانی نہ مل سکا اور ہم کو سخت پیاس لگی۔ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے ایک چمڑے کا تھیلا تھا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ آپ ﷺ نے اس سے پانی لے کر وضو کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ کے ہاتھ میں پانی دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس طرف لپکے۔ آپ نے ان کا ازدحام دیکھ کر فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ انہوں نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارے پاس نہ پینے کے لیے پانی ہے اور نہ وضو کے لیے۔ بس یہی تھوڑا سا پانی ہے جو آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے اس تھیلے میں اپنا دست مبارک ڈالا۔ پس پانی آپ کی انگشتانِ مبارک سے چشمے کی طرح ابل ابل کر نکلنے لگا۔ ہم نے وہ پانی خوب پیا اور وضو بھی کیا۔ میں نے پوچھا: تم لوگ کتنے تھے؟ فرماتے ہیں اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو یہ پانی ہمارے لیے کافی تھا،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لیکن اس وقت ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (بخاری جلد۲ص ۵۹۸ مسلم جلد اص' البدایہ والنہایہ جلد۶ص ۹۶)

سیدنا سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں چودہ سو یا اس سے مزید افراد موجود تھے اور کنویں کا پانی بہت تھوڑا تھا جو پچاس (۵۰) آدمیوں کو بھی سیراب نہیں کر سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے کنویں کی منڈیر پر بیٹھ کر دعا فرمائی یا ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اپنا لعاب دہن اس میں ڈالا۔ اس میں اس قدر پانی جوش مارنے لگا کہ ہم سب سیراب ہو گئے۔ (مسلم' البدایہ والنہایہ جلد۶ص ۹۷)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک سفر میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ تھے۔ دوران سفر ایک معمولی پانی کا کنواں ہمیں نظر آیا۔ ہم نے وہاں قیام کیا۔ ہم چھ آدمی اس کنویں میں اترے اور سرکار دو عالم ﷺ کنویں کی منڈیر پر تشریف فرما تھے ہم نے کنویں سے پانی کا ڈول نصف یا اس سے کم بھرا اور کنویں میں حلق تر کرنے کا بھی پانی باقی نہ رہا۔ ڈول آپ کی طرف اٹھایا گیا اور آپ نے ڈول میں ہاتھ ڈبویا اور کچھ پڑھا اور ڈول واپس کنویں میں لوٹا دیا گیا۔ پھر اچانک اس کنویں میں اتنا پانی جمع ہو گیا کہ ڈوبنے کے خطرہ سے ہم نے فوراً اپنے کپڑے باہر نکال لیے اور وہ ایک نہر بن گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد۶ص ۹۵ بخاری جلد۲ص ۵۹۸)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ قباء میں تشریف لائے۔ اور ایک کنویں کی بابت پوچھا۔ میں نے ان کو وہ کنواں بتایا تو سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کنویں کا پانی ختم ہو جاتا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس میں سے ایک ڈول پانی کھینچنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا یا اس میں لعاب دہن ڈالا اور پھر وہی پانی اس میں ڈال دیا گیا۔ اس کے بعد پھر کبھی بھی اس کا پانی ختم نہیں ہوا۔ (البدایہ والنہایہ جلد۶ص ۱۰۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور اکرم ﷺ کے لعاب دہن کی برکات

کئی معجزات ایسے ہیں جن کا تعلق آپ کے لعاب دہن سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لعاب دہن میں بھی خاص تاثیر اور برکات رکھی ہوئی تھیں۔ کبھی اس سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھیں درست ہوگئیں تو کبھی قتادہ رضی اللہ عنہ بن نعمان کی آنکھ جو باہر نکل کر رخسار پر لٹک رہی تھی واپس آنکھ میں لگ گئی۔ ذیل میں ہم وہ چند واقعات نقل کر رہے ہیں جن کا تعلق آپ کے لعاب دہن سے ہے۔

سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ابو رافع یہودی کے قتل کے لیے چند انصاری مجاہدین کو مقرر فرمایا تھا۔ اور ان پر عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کو امیر مقرر فرمایا۔ یہ ابو رافع یہودی سرکار دو عالم ﷺ کو بہت اذیت دیا کرتا تھا اور آپ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔ سرزمین حجاز میں اس کی ایک زمین تھی اس کی رہائش وہیں ہوتی تھی۔ جب یہ حضرات اس کے قریب پہنچ گئے اور سورج غروب ہو گیا اور لوگ اپنے اپنے ڈھور ڈنگروں کو لے کر چلے گئے تو عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آپ حضرات یہیں بیٹھیں، میں اکیلا جاتا ہوں اور دربان سے دل بہلانے کی باتیں کرتا ہوں ممکن ہے کہ اندر جاسکوں۔ سیدنا براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے یہاں تک کہ پھاٹک کے قریب پہنچے۔ پھر اوپر چادر اوڑھی گویا قضائے حاجت کے لیے گئے تھے۔ بہت سے لوگ اندر جا چکے تھے۔ دربان نے انہیں دیکھ کر آواز دی اے اللہ کے بندے! اگر اندر جانا چاہتے ہو تو جلد آجاؤ کیونکہ میں اب پھاٹک بند کرنا چاہتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ میں اندر داخل ہو گیا اور ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گیا۔ جب اور لوگ بھی اندر داخل ہو گئے تو اس نے پھاٹک بند کر دیا اور کنجیوں کا گچھا ایک کیل یا کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیا۔ سیدنا عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چابیوں کے پاس جا کر ان پر قبضہ کر لیا اور پھاٹک کا تالہ کھول دیا۔

ابورافع کے پاس رات کو کہانیاں سنائی جاتی تھیں۔ وہ اپنے اوپر کے ایک کمرے میں تھا۔ جب تمام افسانہ گو اس کے پاس سے اٹھ کر چلے گئے تو میں اس کی چھت پر چڑھا اور جس دروازہ کو کھول کر میں اندر جاتا اندر سے اسے بند بھی کرتا جاتا تھا۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ اگر میرے متعلق میرے ساتھیوں کو کوئی خطرہ بھی محسوس ہوا اور وہ میری مدد کرنے میرے پاس آنا چاہیں تو وہ میرے پاس نہیں پہنچ پائیں گے۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ میرے پاس پہنچیں میں اس کا کام تمام کر چکا ہوں گا۔ مختصر یہ کہ میں ابورافع کے پاس پہنچ گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک اندھیرے کمرے میں اپنے اہل وعیال کے درمیان میں ہے' لیکن مجھے یہ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس اندھیرے کمرے میں کہاں لیٹا ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اس کا نام لے کر پکارا۔ وہ بولا کون ہے؟ اس کی آواز پر میں اس کی طرف بڑھا اور تلوار سے ایک وار کیا۔ میں کچھ گھبرایا ہوا تھا' اس لیے پورا کام نہیں کر سکا اور جب وہ چیخا تو میں کمرے سے باہر نکل گیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر میں پھر اس کے اس اندھیرے کمرے میں گیا اور اب کی بار میں نے آواز بدل کر پوچھا: ابورافع یہ آواز کیسی تھی؟ اور تمہیں کیا ہوا؟ وہ بولا: تیرے مال پر مصیبت آن ٹوٹے' گھر میں کوئی آدمی ابھی ابھی مجھے تلوار مار گیا ہے۔ سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے پھر اس پر ایک وار اور کیا جس سے اس کا خون بہت بہ گیا مگر وہ ابھی مرا نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے تلوار اس کے پیٹ میں بھونک دی جو پیٹھ تک دھنستی چلی گئی۔ تب میں نے یہ سمجھ لیا کہ میں نے اس کا کام تمام کر دیا ہے۔ پھر میں ایک ایک کر کے تمام دروازے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں وہاں پہنچ گیا جہاں سیڑھیاں ختم ہوتی تھیں۔ اس کے بعد میں نے اپنا پاؤں یہ سمجھ کر رکھا کہ سیڑھیاں ختم ہو گئی ہیں اور زمین پر پاؤں رکھ رہا ہوں۔ لیکن وہاں زمین نہیں تھی؛ لہٰذا میں چاندنی رات میں زمین پر گر پڑا۔ گرنے سے میری پنڈلی کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ میں نے اس کو اپنے عمامہ سے کس کر باندھ دیا۔ پھر میں وہاں سے چلا اور پھاٹک کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ اور دل میں یہ سوچا کہ میں اس وقت تک یہاں سے نہیں جاؤں گا جب تک یقینی طور پر یہ معلوم نہ کر لوں کہ میں نے واقعی اسے قتل کر دیا ہے۔ چنانچہ جب صبح کے وقت مرغ نے اذان دی تو ایک شخص نے فصیل پر چڑھ کر آواز دی کہ میں حجاز والوں کے تاجر ابورافع کی موت کی خبر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سناتا ہوں۔ تب میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس پہنچا اور ان سے کہا کہ بس اب بھاگو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ابورافع کا قصہ تمام کر دیا ہے۔ پھر ہم سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں پہنچے اور آپ سے یہ سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنی ٹانگ پھیلاؤ۔ میں نے اپنی ٹانگ پھیلا دی اور آپ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ ہاتھ پھیرنا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے اس میں کبھی کوئی تکلیف نہ تھی۔ (بخاری جلد۲ص ۵۷۷، مشکوٰۃ ص ۵۳۱)

سیدنا سہل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ خیبر میں سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں کل ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ خیبر کے قلعہ کی فتح نصیب فرمائے گا۔ اور اسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ﷺ سے محبت ہوگی۔ اس بشارت کو سن کر تمام لوگ تمام رات بے چین رہے کہ دیکھیں کل کس کو جھنڈا ملتا ہے۔ دوسرے روز ہر شخص اسی امید میں آپ ﷺ کے سامنے حاضر ہوا (مگر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نہیں تھے۔) آپ نے پوچھا: علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی کہ ان کی آنکھیں دکھ رہی ہیں۔ آپ ﷺ نے ان کو بلایا۔ وہ آئے۔ آپ ﷺ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن لگایا اور دعا فرمائی۔ بس اسی وقت ان کی آنکھیں بالکل درست ہوگئیں گویا ان میں اس سے پہلے کوئی تکلیف ہی نہ تھی۔ پھر آپ نے علم ان کے حوالے فرمایا۔ (بخاری جلد۱ص ۵۲۵، جلد۲ص ۶۰۵، مسلم جلد۲ص ۲۷۱)

سیدنا عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ عنہ اپنے والد قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد میں سرکار دو عالم ﷺ کی معیت میں کفار مکہ سے جنگ کرتے ہوئے ان کی آنکھ کچھ اس طرح زخمی ہوئی کہ باہر خسار پر لٹک آئی۔ لوگوں نے اسے کاٹ کر پھینکنا چاہا۔ چنانچہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس اس بارے میں مشورہ کے لیے حاضر ہوئے۔ آپ نے انہیں ایسا کرنے سے روکا۔ پھر انہیں اپنے پاس بلایا اور ان کی آنکھ کے ڈھیلے کو پکڑ کر اپنی ہتھیلی سے آنکھ کے حلقہ میں ذرا سا دبا دیا۔ وہ آنکھ اپنی جگہ پر اسی وقت ایسی پیوست ہوگئی کہ معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ میں زخم آیا تھا اور وہ آنکھ ان کی دوسری آنکھ سے زیادہ خوبصورت اور تیز ہوگئی تھی۔

(مسند ابویعلی جلد ۳ حدیث نمبر ۱۵۴۹، دلائل النبوۃ بیہقی جلد ۳ ص ۹۹، الاصابہ جلد ۵ ص ۱۰۳۱۸، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۷۰)

سیدنا قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کمان مجھے دے دی۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو کر تیر مار رہا تھا کہ وہ کمان ٹوٹ گئی اور میں بغیر کمان کے مستقل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے کھڑا رہا اور جو تیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روئے انور کی طرف آتا میں اس تیر کے سامنے اپنا چہرہ کر دیتا، حتی کہ ایک تیر میری آنکھ میں آ کر لگا جس سے میری آنکھ کا ڈھیلا نکل کر میرے چہرے پر آ گیا۔ میں نے وہ ڈھیلا نکال کر اپنے ہاتھ پر رکھا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے ہاتھ میں نکلی ہوئی آنکھ کا ڈھیلا دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ نے دعا فرمائی ﷺ ''اے اللہ! قتادہ رضی اللہ عنہ نے تیرے نبی کے چہرے کو اپنے چہرے سے بچایا ہے تو اس کی اس آنکھ کو دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین اور تیز نظر والی بنا دے۔ سو ان کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ حسین اور تیز نظر والی تھی۔

(المعجم الکبیر طبرانی جلد ۱۹ ص ۸، دلائل النبوہ لابی نعیم جلد ۲ حدیث نمبر ۴۱۷، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۲۹۵، مجمع الزوائد جلد ۶ ص ۱۱۳، الاصابہ جلد ۵ ص ۳۱۸، الاستیعاب جلد ۳ ص ۳۳۸، اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۷۰)

سیدنا عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے جب مجھے طائف کا گورنر مقرر کر کے بھیجا تو وہاں مجھے یہ شکایت لاحق ہو گئی کہ نماز میں میری ایسی حالت ہو جاتی کہ مجھے کوئی پتہ نہ چلتا کہ میں نماز میں کیا پڑھتا ہوں۔ چنانچہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: ابن ابی العاص رضی اللہ عنہ! ضرور کسی ضرورت سے آئے ہو؟ میں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! نماز میں میری یہ حالت ہو جاتی ہے کہ میرے سامنے کوئی ایسی چیز آ جاتی ہے اور مجھے پتہ نہیں رہتا کہ میں نماز میں کیا پڑھتا ہوں؟ آپ نے یہ کیفیت سن کر فرمایا یہ شیطان ہے؟ ذرا میرے قریب آؤ، میں آپ کے قریب ہو کر دونوں پاؤں پر بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر مارا اور میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: ''او دشمنِ خدا نکل جا۔'' تین بار ایسا ہی فرمایا۔ اس کے بعد مجھے فرمایا: ''اچھا اب جاؤ اور اپنا کام کرو۔'' سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں خدا کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں کہ اس کے بعد پھر کبھی مجھ کو اس کا اثر نہیں ہوا۔ (ابن ماجہ ص ۲۶۲)

یزید بن ابی عبید رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں ایک زخم کا نشان دیکھا تو میں نے کہا: اے ابو مسلم! یہ کیسا زخم ہے؟ انہوں نے فرمایا: اس زخم کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نشان ہے جو میں نے جنگ خیبر میں کھایا تھا۔ میرا یہ زخم دیکھ کر لوگوں نے شور مچا دیا کہ سلمہ رضی اللہ عنہ تو کام آ گئے۔ فرماتے ہیں کہ میں فوری طور پر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا آپ نے اس پر تین بار دم کیا۔ اس وقت سے لے کر اب تک مجھے کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔

(بخاری باب غزوہ خیبر' مسند احمد بن حنبل جلد ۴ ص ۱۲۶)

ام جندب رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ ہیں۔ فرماتی ہیں کہ میں نے ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو وادی کے اندر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کو جمرۃ العقبہ کو رمی جمار کرتے ہوئے دیکھا۔ جب آپ رمی سے واپس ہوئے تو قبیلہ خثعم کی ایک عورت اپنا بچہ لیے ہوئے آپ کے پیچھے پیچھے ہو لی۔ وہ بچہ بیمار تھا اور بول نہیں سکتا تھا۔ اس نے بارگاہ رسالت پناہ میں عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہ میرا بچہ ہے اور پورے خاندان میں صرف یہی رہ گیا ہے۔ اور اس کو کوئی بیماری ہے جس کی وجہ سے یہ بولتا نہیں۔ آپ نے اسے تھوڑا سا پانی لانے کے لیے فرمایا۔ وہ پانی لے کر آئی۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اس پانی میں دھوئے اور منہ میں پانی لے کر کلی کی اور وہ پانی اس کو دے دیا اور فرمایا: کہ یہ پانی اس بچہ کو پلا اور کچھ اس پر چھڑک اور حق تعالیٰ سے اس کی صحت کے لیے دعا کر۔ میں نے ان سے درخواست کی کہ اس پانی میں سے تھوڑا سا مجھ کو بھی عطا فرما دیجیے؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ تو صرف اس بیمار بچہ کے لیے ہے۔ فرماتی ہیں کہ آئندہ برس میری پھر اس عورت سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے اس کے بچے کا حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ وہ بالکل اچھا ہو گیا اور وہ اتنا سمجھ دار ہو گیا کہ عام لوگ ایسے سمجھ دار نہیں ہوتے۔ (ابن ماجہ ص ۲۶۰' ابونعیم جلد ۶ ص ۱۶۱)

ابن ابی شیبہ' حبیب بن مریط سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ ان کی آنکھیں بالکل سفید ہو چکی تھیں اور کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ آپ ﷺ نے انہیں پوچھا: کیا ہوا؟ عرض کی: میں اونٹوں کا چرواہا تھا' میرا پاؤں ایک سانپ پر پڑا تو میری بینائی ختم ہو گئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے دم فرمایا تو ان کی بینائی بحال ہو گئی۔ بینائی صرف بحال ہی نہ ہوئی بلکہ اتنی تیز ہو گئی کہ وہ ۸۰ (اسی) برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۲۶)

غزوہ حنین میں سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں زخم ہو گیا۔ لڑائی کے اختتام پر سرکار دو عالم ﷺ کو معلوم ہوا۔ آپ سیدنا خالد رضی اللہ عنہ کے خیمہ میں تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ انٹ کے کجاوہ سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ آپ نے ان کے زخم پر ایک نگاہ ڈالی اور اس پر اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس سے زخم فوری طور پر اچھا ہو گیا۔ (مسند احمد جلد ۴ ص ۸۸)

محمد بن حاطب ایک صحابی ہیں۔ وہ جب بچے تھے تو اپنی ماں کی گود سے گر کر آگ میں گر پڑے اور کچھ حصہ بدن کا جل گیا۔ ان کی والدہ ان کو لے کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن انہیں لگایا اور کچھ پڑھ کر دم فرمایا۔ مسند ابی داؤد الطیالسی اور مسند احمد میں اسی قدر ہے۔ لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ ان کی والدہ فرماتی ہیں کہ بچہ کو لے کر میں وہاں سے اٹھنے نہ پائی تھی کہ بچہ کا زخم بالکل درست ہو گیا۔

(مسند ابی داؤد الطیالسی ص ۱۶۵ زرقانی علی المواہب جلد ۵ ص ۱۹۲' مسند احمد جلد ۴ ص ۲۵۹' خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص ۶۹)

سیدنا خبیب بن یساف رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ایک جنگ میں شریک تھا۔ جنگ کے دوران ایک کافر نے مجھ پر حملہ کیا۔ تلوار میرے بازو پر ماری جس سے میرا بازو لٹک گیا۔ میں اسی حالت میں بارگاہ رسالت پناہ میں پہنچا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا کر میرا بازو میرے کندھے سے جوڑ دیا۔ اور میں اسی وقت ٹھیک ہو گیا۔ میں واپس میدان جنگ میں گیا اور اسی بازو سے اس دشمن کو قتل کر دیا جس نے میرا بازو کاٹا تھا۔

(خصائص کبریٰ سیوطی جلد ۲ ص ۷۰' شفا قاضی عیاض جلد ۱ ص ۲۱۳)

اسی سلسلہ میں امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہ نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے گھر میں ایک کنواں تھا۔ اس کا پانی کھاری تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔ اور اس کنویں میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا تو وہ ایسا میٹھا ہو گیا کہ پورے مدینہ طیبہ میں اس جیسا میٹھا پانی کسی کنویں کا نہیں تھا۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۶۱)

موجودہ سائنس یہ بتاتی ہے کہ پانی کا اپنا کوئی مزہ نہیں۔ پانی اگر کھاری زمین سے آئے تو اس کا مزہ کھاری ہو گا اور اگر میٹھی زمین سے آئے تو مزہ میٹھا ہو گا۔ پتہ یہ چلا کہ آپ کے لعاب دہن نے زمین کے ان کیمیکلز کو ہی تبدیل کر کے رکھ دیا جن سے وہ پانی آ رہا تھا۔ پہلے وہ زمینی عناصر کھاری تھے آپ کے لعاب دہن کی برکت سے میٹھے ہو گئے اور پانی کا مزہ شیریں ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر

حضور اکرم ﷺ کی دعاؤں کے اثرات

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ جلالت پناہ میں دعاؤں کا قبول ہونا یہ بھی نیک بندوں کی ایک نشانی اور علامت ہے۔ انبیاء علیہم السلام چونکہ دوسرے سب بندوں سے زیادہ نیک اور متقی ہوتے ہیں' اس لیے ان کی دعاؤں کی قبولیت سب سے زیادہ ہوتی ہے بلکہ ''اجابت از درحق بہر استقبال می آید۔'' ادھر دعا ان کے منہ سے نکلتی ہے ادھر در استجابت کھل جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے بھی اپنی اس دنیوی زندگی میں مختلف موقعوں پر اللہ تعالیٰ سے اپنی امت کے مختلف افراد کے لیے رات کی تنہائیوں میں' دن کے اجالے میں اور میدان جنگ میں دعائیں کیں۔ حاجت مندوں اور بے کسوں کی نصرت کے لیے' فقر و فاقہ کے دور کرنے کے لیے حق تعالیٰ کے حضور اپنے ہاتھ پھیلائے۔ شریروں کے شر سے بچنے کے لیے' مومنین کی غیبی امداد کے لیے دست دعا بڑھائے اور قرآن واحادیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر موقع پر استجابت وقبولیت نے ان دعاؤں کا استقبال کیا اور قبولیت واجابت کا دروازہ ان پر کھولا گیا بلکہ احادیث میں تو یہاں تک آتا ہے کہ قیامت میں بھی امت کے لیے ان کی دعائیں رنگ لائیں گی۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ سرکار دو عالم ﷺ ہوں یا دوسرے انبیاء علیہم السلام' ان سب حضرات نے اپنے لیے تو شاذ و نادر دعا کی' ان کی زیادہ تر دعائیں دوسروں کے لیے ہوتی تھیں۔ انبیاء علیہم السلام کی دعاؤں کی اس قبولیت کا دشمنوں کو بھی اقرار اور یقین تھا چنانچہ جب بھی آپ نے رؤسائے قریش کے لیے بددعا کی تو وہ خوف سے کانپ اٹھے اور انہیں یقین تھا کہ آپ کی یہ بددعا ضرور قبول ہوگی۔ چنانچہ جب آپ ﷺ نے ابولہب کے بیٹے کے لیے یہ بددعا کی کہ ''اللھم سلط علیہ کلباً من

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کلابك" کہ اے اللہ اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے تو اسے یقین ہو گیا تھا کہ میرا یہ بیٹا اب نہیں بچے گا۔ ایسے ہی قریش کے ان رؤساء کے لیے جب آپ نے بددعا کی جو آپ کی نماز میں خلل ڈالتے تھے تو وہ کانپ اٹھے۔ (مسلم و بخاری)

(۱) ابی بن خلف کا قتل:

کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابی بن خلف نے جو بنو جمح کا بھائی لگتا تھا' مکہ مکرمہ میں اس بات پر قسم اٹھائی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو ضرور قتل کرے گا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس کی اس قسم کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "ان شاء اللہ میں ہی اس کو قتل کروں گا۔" چنانچہ جب ابی بن خلف پوری طرح مسلح ہو کر اور ہر قسم کے ہتھیار سے لیس ہو کر میدان جنگ میں آیا تو اس نے بلند آواز سے پکارا: "اگر آج محمد (ﷺ) بچ گئے تو خدا کرے کہ میں زندہ نہ بچوں۔" یہ کہہ کر اس نے آپ پر حملہ کیا۔ سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ جو بنو عبدالدار کے بھائی لگتے تھے' فوری طور پر سامنے آ گئے اور شہید ہو گئے۔ ادھر سرکار دو عالم ﷺ نے دیکھا تو اس کے خود اور لمبی چوڑی زرہ کے درمیان ایک ہنسلی کے پاس تھوڑی سی جگہ کھلی ہوئی تھی' آپ نے ایک نیزہ لے کر اسے اس کھلی جگہ پر مارا۔ بس نیزہ لگنا تھا کہ ابی بن خلف اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا۔ اور حال یہ تھا کہ آپ کے نیزہ سے ذرا سا خون بھی نہ نکلا۔ اس کے ساتھی اس کو اٹھا کر لے گئے اور وہ بیل کی سی آواز نکال رہا تھا۔ اس پر اس کے ساتھیوں نے کہا۔ تو کتنا بزدل شخص ہے۔ یہ کیا زخم ہے؟ صرف ایک معمولی سی خراش ہے۔ یہ سن کر اس نے سرکار دو عالم ﷺ کی اس پیشگوئی کا ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ہی ابی کو قتل کروں گا۔ اس کے بعد کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' جو تکلیف مجھے ہے اگر یہ سارے ذی المجاز (ایک بازار کا نام ہے) والوں کو ہوتی تو وہ سب اس کی وجہ سے ختم ہو جاتے۔ یہ کہہ کر وہ (بے ایمان) واصل جہنم ہو گیا۔ (مستدرک حاکم جلد۲ ص ۳۲۷)

(۲) سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

سیدنا علی فرماتے ہیں کہ مجھے سرکار دو عالم ﷺ نے یمن میں قاضی بنا کر بھیجا۔ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے قاضی بنا کر بھیج رہے ہیں حالانکہ میں ابھی بالکل نوجوان ہوں اور کم عمر ہوں اور مجھے تنازعات اور جھگڑوں کا فیصلہ کرنا نہیں آتا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حق تعالیٰ شانہ تمہارے دل کو صحیح اور درست بات ہی کی طرف راہ نمائی فرما دیا کرے گا۔ اور تمہاری زبان کو حق بات پر جما کر رکھے گا' لہٰذا جب بھی تمہارے پاس دو فریق آئیں تو تم ایک ہی فریق کی باتوں کو سن کر فیصلہ نہ کر دیا کرنا جب تک کہ تم دوسرے فریق کی بات بھی نہ سن لو۔ کیونکہ دونوں فریقوں کی بات سننے سے معاملہ تمہارے سامنے زیادہ واضح صورت میں آ جائے گا۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی اس بات کو سن کر اور اس پر عمل کر کے مجھے کسی معاملہ میں کوئی شک وشبہ نہ رہا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۵ ص ۱۰۷)

(۳) سیدنا عمر بن الخطاب کے اسلام کے لیے دعا:

سرکارِ دو عالم ﷺ نے سرزمین مکہ میں جونہی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اپنی رسالت کا اعلان فرمایا اہل مکہ آپ کے سخت دشمن ہو گئے اور جس کو اس سے قبل ''الصادق'' اور ''الامین'' کے القاب سے یاد کرتے تھے' اب اس کو کاہن اور شاعر کہنے لگے۔ بعض لوگوں نے آپ کو جادوگر بھی کہا لیکن جو کھلم کھلا دشمنی کا اظہار' ابوجہل اور اس کے بھانجے عمر بن الخطاب نے کیا' پورے مکہ میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ یہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت اور پیش پیش تھے۔ جب ان کی دشمنی حد سے بڑھ گئی تو اب لسانِ نبوت نے وہ حربہ اختیار کیا جس کے وار کو دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ آپ نے ان دونوں کے لیے یہ دعا فرمائی:

''اے اللہ! ابوجہل اور عمر میں جو تیرے نزدیک زیادہ محبوب ہو' اس سے اسلام کو معزز فرما۔''

(ترمذی باب مناقب عمر جلد ۲ ص ۲۰۹' طبقات ابن سعد جلد ۳ حصہ اول ص ۱۹۱' الاصابہ)

ترجمہ عمر میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت مسند ابی یعلی اور عبد بن حمید وغیرہ میں بھی ہے۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب خصائص کبریٰ میں لکھا ہے کہ یہ روایت حاکم' طبرانی' ابن ماجہ' مسند احمد اور صحیح ابن حبان میں بھی ہے۔

ابن ماجہ اور امام حاکم کی روایت میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ سرکارِ دو عالم ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا نام لیا تھا۔ (ابن ماجہ ص ۱۱) آپ کی اس دعا کو ابھی چند روز ہی گزرے تھے کہ سیدنا عمر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا سبب خود بیان فرماتے ہیں کہ بعثت نبوی سے کچھ عرصہ بعد وہ ایک صنم کدہ میں لیٹے ہوئے تھے کہ ایک شخص ایک بچھڑا لے کر آیا اور اسے ذبح کیا اور اس کے ذبح ہوتے ہی ایک چیخنے والے کی آواز سنائی دی:

یا آل ذریح' امر نجیح' رجل یصیح' بلسان فصیح' یدعوالیٰ شھادۃ ان لا الٰه الا الله وان محمداً رسول الله

"اے آل ذریح! ایک کامیاب بات ہے کہ ایک مرد ہے جو فصیح زبان سے اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔"

یہ آواز سن کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے لیکن میں وہیں کھڑا رہا تاکہ دیکھوں کہ اس کے بعد کیا ہوتا ہے لیکن پھر وہی آواز آئی۔ اس واقعہ کے تھوڑے عرصے بعد یہ مشہور ہوا کہ محمد ﷺ نبی ہونے کے مدعی ہیں۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۴۶' فتح الباری جلد ۷ ص ۱۳۸' زرقانی جلد ۱ ص ۲۷۶)

اس غائبانہ آواز نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے دل و دماغ پر کیا اثر چھوڑا' اگرچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خود تو بیان نہیں فرمایا لیکن آواز کے نشیب و فراز اور واقعات کی کروٹیں بتا رہی ہیں کہ اسلام کے اثرات قلب عمر رضی اللہ عنہ میں منقش ہو چکے تھے۔ چنانچہ اب ان کا رویہ اہل اسلام کے بارے میں مختلف ہو گیا۔ سختی کے بجائے اب اس میں نرمی آ گئی۔ آپ کے اپنے قبیلہ کی ایک عورت لیلیٰ بنت ابی حشمہ رضی اللہ عنہا جو السابقون الاولون میں سے ہیں' فرماتی ہیں کہ مکہ میں ہم پر ظلم و ستم ڈھانے والے کافروں میں عمر بن خطاب سب سے زیادہ شدید تھے۔ جب ہم نے ہجرت حبشہ کا فیصلہ کیا تو عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ میں سامانِ سفر باندھ رہی تھی۔ میرے شوہر عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کسی کام سے باہر نکلے ہوئے تھے اور میرا شیر خوار بیٹا عبداللہ کھیل رہا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر پوچھا! ام عبداللہ! کدھر کا ارادہ ہے؟ میں نے جواب دیا: تم لوگوں نے خدا کے دین کی پاداش میں ہم پر مکہ کی سرزمین تنگ کر دی ہے' لیکن اللہ کی زمین بڑی وسیع ہے۔ ہم گھر بار چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ لیلیٰ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری یہ بات سن کر عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھنڈی آہ بھری اور صرف اتنا کہا! صحبکم الله (اللہ تمہارا ساتھی اور حامی ہو) پھر وہ چلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ یہ کہتے ہوئے ان کی آنکھوں میں رقت پیدا ہو گئی جو قبل ازیں میں نے کبھی نہیں دیکھی تھی اور انہیں ہمارے مکہ سے جانے کا بہت ملال تھا۔ جب میرے خاوند عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ آئے تو میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا۔ وہ فرمانے لگے: ''امید رکھو! عمر اسلام میں داخل ہو جائے گا۔''

(البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۷۹)

اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے رویہ اور مزاج میں مسلمانوں کے بارے میں کافی تبدیلی آ چکی تھی اور اب مسلمانوں سے دشمنی محبت میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اور اب انہیں اذیتیں دینے کی بجائے ان کے لیے دعائیں کی جا رہی تھیں۔ اور شاید ابھی تک انہیں داعی اسلام ﷺ سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔ خود فرماتے ہیں کہ ایک رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ سلم سے آمنا سامنا کرنے کے لیے گھر سے نکلا۔ آپ بڑھ کر مسجد میں داخل ہو گئے۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے نماز شروع کر دی اور اس میں سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع کر دی۔ میں کھڑا سنتا رہا یہاں تک کہ قرآن حکیم کے نظم و اسلوب نے مجھے حیرت میں ڈال دیا۔ میں نے اپنے دل میں کہا: بخدا! جیسا کہ قریش کہتے ہیں یہ شخص واقعی شاعر ہے۔ میں دل میں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

﴿انه لقول رسول کریم ' وما هو بقول شاعر قلیلاً ما تومنون﴾

''یہ ایک بزرگ رسول کا کلام ہے' یہ کسی شاعر کا کلام نہیں' تم بہت کم ایمان رکھتے ہو۔''

میں نے کہا یہ تو پھر کاہن ہے' تبھی تو یہ میرے دل کی بات جان گیا ہے' لیکن اس کے بعد ہی آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

﴿وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ O تَنزِيلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِينَ﴾ (الحاقہ: ۴۲-۴۳)

'یہ کسی کاہن کا کلام بھی نہیں' تم بہت کم نصیحت پکڑتے ہو۔ یہ تو جہانوں کے پروردگار کی طرف سے اترا ہے۔''

جب یہ سورت آپ ﷺ نے ختم کی تو (فوقع فی قلبی الاسلام کل موقع) اسلام میرے دل میں پوری طرح گھر کر گیا۔ (مسند احمد جلد ۱ ص ۱۷' تاریخ الخلفاء ص ۱۰۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ ہے آپ کے اسلام لانے کے اصل واقعات جن کو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے خود اپنی زبان سے بیان فرمایا ہے اور بخاری اور مسند احمد بن حنبل جیسی معتبر کتابوں کی روایات میں بتایا گیا ہے، لیکن اس کے برعکس جو واقعہ کذاب راویوں نے بیان کیا ہے اس کو اتنی شہرت دی گئی کہ بخاری اور مسند احمد کی روایات ان کے نیچے دب کر رہ گئیں۔ وہ واقعہ مشہور ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادہ سے برہنہ شمشیر لے کر گھر سے نکلے کہ راستہ میں ایک صحابی نعیم بن عبداللہ رضی اللہ عنہ مل گئے اور انہوں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ تمہاری ہمشیرہ اور تمہارا بہنوئی دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدھے بہن کے گھر گئے اور اس کو اور اس کے شوہر کو خوب مارا پیٹا۔ لیکن پھر آخر بعد میں مسلمان ہو گئے۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ''سیرۃ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ'') سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کا یہی واقعہ قریباً اردو کے ہر مورخ اور سیرۃ نگار نے لکھا ہے جن میں علامہ شبلی نعمانی بھی شامل ہیں۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب الفاروق اور سیرۃ النبی میں اس کو نقل کیا ہے لیکن کسی نے بھی اس واقعہ کی اسناد کی طرف کوئی توجہ نہیں دی یہاں تک کہ یہ غلط واقعہ زبان زد خلائق ہو گیا۔ مولانا شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں حاشیہ میں لکھا:

''دار قطنی نے اس روایت کو مختصراً لکھ کر کہا ہے کہ اس کا ایک راوی قاسم بن عثمان بصری قوی نہیں (باب طہارۃ القرآن) ذہبی نے مستدرک حاکم ص ۵۱۹ جلد ۴ کے استدراک میں لکھا ہے کہ یہ روایت واہی اور منقطع ہے۔ اور میزان الاعتدال میں قاسم بن عثمان کے حال میں، جو اس روایت کا ایک راوی ہے، لکھا ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کا قصہ بیان کیا ہے ''وھی منکرۃ جداً'' اور وہ نہایت منکر ہے۔ کنز العمال (فضائل عمر بن الخطاب) میں بھی اس روایت کی کمزوری ظاہر کی گئی ہے۔ ان روایتوں کے مشترک راوی اسحاق بن یوسف، قاسم بن عثمان، اسحاق بن ابراہیم الحسینی اور اسامہ بن زید بن اسلم ہیں اور یہ سب پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں۔''

(سیرۃ النبی جلد ۳ ص ۵۷۸)

اس قصہ میں سورۃ الحدید کی تلاوت کا ذکر ہے لیکن ایک دوسری روایت میں سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات کا ذکر ہے اور بقیہ کہانی وہی ہے۔ یہ روایات طبقات ابن سعد، مسند ابی یعلیٰ،

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سنن دار قطنی، مستدرک حاکم، بیہقی، طبرانی، بزار اور ابونعیم وغیرہ میں موجود ہیں۔ ان سب روایات میں جو راوی ہیں علمائے جرح و تعدیل نے ان پر جو جرح کی ہے اس کی تفصیل ہماری کتاب ''سیرۃ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ'' میں ملاحظہ فرمائیں۔

بہر حال سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام سرکار دو عالم ﷺ کی دعا کا نتیجہ تھا۔ اور آپ کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی۔ آپ کی دعا تھی: ''اے اللہ! عمر بن الخطاب سے اسلام کو عزت دے'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے سے اسلام کو وہ عزت نصیب ہوئی کہ آج بھی پوری دنیا اس کی معترف ہے اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر۔ (بخاری باب اسلام عمر)

''عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو عزت اور قوت حاصل ہوگئی۔''

ایک اور روایت میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول ان الفاظ میں منقول ہے۔

''عمر کا اسلام لانا اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت نصرت تھی اور آپ کی امامت رحمت۔ ہم میں وہ ہمت و طاقت نہیں تھی کہ بیت اللہ میں نماز پڑھ سکیں، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ نے مشرکین سے اس قدر جدال و قتال کیا کہ انہوں نے عاجز آ کر ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ میں نہایت سکون و اطمینان سے نماز پڑھنے لگے۔'' (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۷۰، تاریخ الخلفاء ص ۱۱۵)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جب سے عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تب سے اسلام کی حالت ایک ایسے اقبال مند شخص کی سی ہوگئی جس کا ہر قدم ترقی کی جانب ہوتا ہے۔ اور جب آپ نے جام شہادت نوش فرمایا تو اسلام کے عروج اور ترقی میں کمی آتی گئی اور اس کا ہر قدم پیچھے کی جانب پڑنے لگا۔'' (طبقات ابن سعد جلد ۳ ص ۲۷۱، تاریخ الخلفاء سیوطی رحمہ اللہ ص ۱۱۵)

(۴) قریش کو قحط کے عذاب سے نجات:

قریش مکہ نے سرکار دو عالم ﷺ کے دعویٰ نبوت کی سخت مخالفت کی۔ غیرت خداوندی جوش میں آئی اور ان پر قحط کا عذاب نازل ہوا، قحط نازل ہونے کی وجہ سے اہل مکہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سخت مصیبت میں مبتلا ہوئے۔ وہ اندر سے یہ سمجھتے تھے کہ اس قحط کے عذاب کا مداویٰ صرف اور صرف رحمت عالم ﷺ کی بارگاہ ہے۔ چنانچہ قحط کے ہاتھوں وہ جب بہت تنگ آ گئے تو بارگاہ رسالت پناہ کی طرف رجوع کیا۔ اور ان کے اشراف اور رؤساء نے خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہو کر عرض کیا: اے محمد ﷺ! آپ کی قوم تباہ و برباد ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اسے اس قحط کے عذاب سے نجات دلائے۔ ان کی التجاء پر رحمت عالم ﷺ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور خوب بارش ہوئی اور اہل مکہ کو قحط کے عذاب سے نجات مل گئی۔ (بخاری تفسیر سورۃ الدخان وصلوٰۃ الاستسقاء)

(۵) رؤسائے قریش کے لیے بددعا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ کے پاس نماز ادا فرما رہے تھے اور ابوجہل اور اس کے رفقاء جو اس وقت وہاں موجود تھے' ان میں سے کسی شخص نے ایک اونٹ ذبح کیا تھا اور اس کی اوجھڑی وہاں پڑی ہوئی تھی۔ ابوجہل نے کہا: تم میں سے ہے کوئی شخص ہے جو وہ اونٹ کی اوجھڑی لے آئے اور جب آپ سجدہ کریں تو آپ کے مونڈھوں پر جا کر رکھ دے۔ آخر جو ان میں سب سے زیادہ بدبخت اور شقی تھا' اس نے یہ ہمت کی اور جب آپ سجدہ میں تشریف لے گئے تو اس نے وہ اوجھڑی لا کر آپ ﷺ کے شانوں پر رکھ دی۔ اوجھڑی رکھنا تھا کہ سب بدبختوں نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور ہنسی کے مارے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔ کاش کہ میرے ساتھ کوئی چھوٹی سی جماعت ہوتی تو میں اس اوجھڑی کو آپ کے مونڈھوں پر سے اٹھا کر پھینک دیتا۔ ادھر سرکار دو عالم ﷺ اپنے شانوں پر اس اوجھڑی کا بوجھ اٹھائے بدستور سجدے میں پڑے رہے اور اپنا سر مبارک نہ اٹھاتے تھے۔ اتنے میں کسی شخص نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جا کر اس واقعہ کی خبر دی۔ یہ اس زمانہ میں بہت چھوٹی تھیں۔ فوراً بھاگ کر آئیں اور آپ کے شانوں سے وہ اوجھڑی اٹھا کر پھینک دی۔ پھر ان ٹولہ خبثاء کو برا بھلا کہا اور طعن و تشنیع کی۔ سرکار دو عالم ﷺ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے با آواز بلند ان پر بددعا کی۔ اور آپ کا دستور مبارک یہ تھا کہ جب بددعا فرماتے تو تین بار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرماتے۔ چنانچہ فرمایا: اللھم علیك بقریش ''اے اللہ! قریش سے انتقام لے'' قریش کے ان رئیسوں نے جب آپ کی زبان مبارک سے یہ بددعا کا کلمہ سنا تو ان کی ہنسی اور قہقہے سب ختم ہو گئے اور وہ بہت زیادہ ڈر گئے۔ اس کے بعد آپ نے نام لے کر بددعائیں فرمائیں۔ بارالہا! ابوجہل، عتبہ، شیبہ، ولید، امیہ اور عقبہ بن ابی معیط سے (اور ساتویں شخص کا نام راوی کو یاد نہیں رہا) انتقام لے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس ذات کی قسم جس نے محمد ﷺ کو دین حق دے کر بھیجا ہے جن جن مشرکین کے آپ نے نام لیے تھے میں نے ان میں سے ایک ایک کو میدان بدر میں مقتول پڑا ہوا دیکھا۔ اس کے بعد وہ گھسیٹ کر وہاں ایک کنویں (قلیب بدر) میں ڈال دیئے گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرماتے ہوئے ان ساتوں سے انتقام لیا۔ (بخاری جلد۲ ص ۵۶۵)

(۶) سراقہ کے گھوڑے کا زمین میں دھنسنا:

سراقہ بن مالک بنی مدلج کا رئیس تھا اور بہت بڑا بہادر بھی۔ اس کا اپنا بیان ہے کہ ہمارے پاس مشرکین قریش کے قاصد یہ پیام لے کر آئے کہ جو رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو قتل کرے یا گرفتار کرے اس کو ان میں سے ہر ایک کے عوض ایک دیت کے برابر مال ملے گا۔ (یعنی ہر ایک کے عوض سو اونٹ ملیں گے) کہتے ہیں کہ یہ پیغام پہنچے ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی اور میں اپنی قوم بنی مدلج میں بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ایک شخص سامنے سے آیا اور کہنے لگا: اے سراقہ! سمندر کے کنارے میں نے ابھی ابھی کچھ لوگ دیکھے ہیں جن کا تعلق میرے گمان کے مطابق یہ ہے کہ وہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہوں گے۔ اس کے بتانے پر میں سمجھ تو گیا کہ یہ وہی ہوں گے لیکن بات ٹالنے کے لیے میں نے ان سے کہہ دیا وہ بھلا کہاں ہوں گے، شاید تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہو گا۔ یہ بات کہہ کر وہ چلا گیا لیکن تھوڑی دیر کے بعد میں وہاں سے اٹھا اور اپنے گھر جا کر اپنی لونڈی سے کہا کہ میرا گھوڑا باہر نکالے۔ وہ ایک ٹیلہ کے پیچھے تھا۔ وہ اس کو لے کر کھڑی رہی۔ ادھر میں اپنا نیزہ لے کر مکان کی پشت کی طرف سے نکلا اور اس کی پھال زمین کی طرف کر دی یعنی اس کے اوپر کے حصہ کو زمین کی طرف کر دیا تاکہ کسی کی نظر نہ پڑے یہاں تک کہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو گیا اور اس کو تیز کر دیا تاکہ میں ان کو جلدی پکڑ سکوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جب میں ان کے نزدیک پہنچا تو میرا گھوڑا دفعتاً پھسلا۔ بعض روایات میں ہے کہ جب سراقہ آپ کے قریب پہنچ گیا تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اسے دیکھ لیا کیونکہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی حفاظت کی خاطر ادھر ادھر دیکھ رہے تھے تاکہ کوئی دشمن آپ ﷺ پر حملہ آور نہ ہو۔ جب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سراقہ کو دیکھا تو گھبرا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! اب ہم پکڑے گئے کیونکہ یہ شخص ہماری تلاش میں آرہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ "لاتحزن ان الله معنا" مت گھبرا بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ اور سراقہ کے لیے بددعا فرمائی۔ بخاری میں ہے کہ آپ نے فرمایا "اللهم اصرعه" اے اللہ! اس کو پچھاڑ دے۔ اور ایک اور روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: "اللهم اكفنا بما شئت" اے اللہ! تو ہم کو کفایت فرما جس طرح تو چاہے۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۱۸۷) بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ سراقہ کا بیان ہے کہ دفعتاً میرا گھوڑا پھسلا اور میں اس کے اوپر سے جا پڑا۔ کھڑے ہو کر میں نے اپنے فال کے تیر نکالے اور ان کا پانسہ گھمایا تاکہ یہ دیکھوں کہ میں انہیں نقصان بھی پہنچا سکوں گا یا نہیں؟ دیکھا تو اس میں ایسی بات نکلی جس کو میں ناپسند کرتا تھا' لیکن پھر بھی میں نے اس کی کوئی پروا نہ کی اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر ان کے اور نزدیک جا پہنچا جہاں سرکار دو عالم ﷺ کے قرآن حکیم پڑھنے کی آواز آرہی تھی۔ آپ کسی طرف توجہ نہ فرماتے تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ بار بار مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ جب میں اتنا قریب جا پہنچا تو اس مرتبہ میرے گھوڑے کے دونوں ہاتھ زمین میں دھنس گئے یہاں تک کہ گھٹنوں تک جا پہنچے اور میں پھر اس کی پشت سے جا پڑا۔ میں پھر اٹھ کھڑا ہوا اور اس کو (گھوڑے کو) زور سے ڈانٹا لیکن وہ اپنے ہاتھ (اگلے پاؤں) زمین سے نہ نکال سکا۔ پھر جب نہایت مشکل کے ساتھ وہ سیدھا کھڑا ہوا تو زمین سے دھوئیں کی طرح ایک غبار نکلا۔ میں نے پھر اپنے تیروں سے فال نکالی لیکن پھر وہی بات نکلی جو مجھے پسند نہ تھی۔ اس پر میں نے امن کے لیے آواز دی۔ وہ ٹھہر گئے۔ میں گھوڑے پر سوار ہو کر جب بالکل ان کے پاس پہنچ گیا تو اپنی اس تاخیر کی وجہ سے میرے دل میں اب یہ یقین ہو گیا کہ آپ کا دین ضرور غالب ہو کر رہے گا۔

ایک اور روایت میں جو سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس میں وہ سراقہ کا یہ بیان نقل فرماتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ ہم پتھریلی زمین میں تھے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ! ہم اب پکڑے گئے۔ آپ نے فرمایا: فکر نہ کرو، یقین جانو، اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ نے اسے بددعا دی تو اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ اس نے کہا: اچھا میں سمجھ گیا کہ تم دونوں نے مجھے بددعا دی ہے۔ اب آپ دونوں میرے لیے یہاں سے خلاصی کی دعا کریں، خدا کی قسم، آپ دونوں کا احسان میرے اوپر ہے اور اس کے لیے میں اب یہ کروں گا کہ تمہیں ڈھونڈنے والوں کو یہیں سے واپس کر دوں گا۔ تب سرکار دو عالم ﷺ نے اس کے حق میں دعا فرمائی تو وہ اس مصیبت سے نجات پا گیا۔ پھر سراقہ وہاں سے واپس لوٹا اور راستہ میں جس سے بھی ملتا اس کو وہیں سے واپس کر دیتا کہ جاؤ کچھ فکر کی ضرورت نہیں، وہ ادھر نہیں گئے۔ غرض وہ واپسی میں جس سے بھی ملتا واپس لوٹا دیتا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا تو وہ کود پڑا اور کہنے لگا: اے محمد ﷺ! میں سمجھ گیا کہ یہ آپ ہی کا کام ہے۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے اس مصیبت سے خلاصی عطاء فرمائے اور میں آپ کے لیے یہ کروں گا کہ جو شخص بھی میرے پیچھے آئے گا اس کو دھوکے میں ڈال کر آپ کے پیچھے نہیں آنے دوں گا۔ بخاری میں یہ واقعہ کئی جگہ پر ہے۔ (بخاری جلد اص ۵۱۰، ص ۵۱۵، ص ۵۵۷)

روایات میں آتا ہے کہ سراقہ نے ابوجہل کو مخاطب کر کے یہ کہا:

ابا حکم واللہ لو کنت شاھداً
لامر جواری حین ساخت قوائمہ
علمت ولم تشکک بان محمداً
نبی ببرھان فمن ذا یقاومہ

اے ابوجہل! خدا کی قسم اگر تو اس وقت موجود ہوتا جب میرے گھوڑے کے قدم زمین میں دھنس رہے تھے تو تو پختہ یقین کر لیتا اور تجھے ذرہ برابر شک نہ رہتا کہ محمد ﷺ اللہ کے نبی ہیں اور دلائل کے ساتھ مبعوث ہوئے ہیں۔

(فتح الباری جلد ۷ ص ۱۸۹، البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۱۸۶، روض الانف جلد ۲ ص ۶)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے سراقہ سے فرمایا تھا: اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تو کسریٰ ایران کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدائن فتح ہوا تو کسریٰ کا کئی من وزنی تاج، اس کے کنگن اور دیگر زیورات مسجد نبوی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر ڈھیر کر دیئے گئے۔ آپ نے فرمایا: سراقہ کو بلاؤ۔ سراقہ جب حاضر ہوئے تو امیر المومنین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہاتھ اٹھا اور یہ کہا "پاک ہے وہ ذات جس نے یہ کنگن کسریٰ سے چھینے اور ایک گنوار اور دیہاتی سراقہ کو پہنائے۔ (اللہ اکبر، الحمدللہ الذی سلبھما من کسریٰ بن ھرمزو البسھما سراقۃ الاعرابی)

(زرقانی جلد اص ۳۴۸، الاصابہ ترجمہ سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ، الاستیعاب جلد ۲ ص ۱۲۰)

(۷) ایک نوجوان کی ہدایت کے لیے دعا:

سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک روز سرکار دو عالم ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک نوجوان نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا: یارسول اللہ! مجھے زنا کی اجازت دیجئے۔ اس نوجوان کے منہ سے یہ الفاظ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حیران رہ گئے اور انہوں نے اسے ملامت کرنا شروع کر دی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ملامت کرنے سے روکا۔ آپ ﷺ نے اس نوجوان کو اپنے پاس بٹھایا پھر نہایت محبت سے پوچھا: کیا تم اس فعل کو اپنی ماں کے ساتھ پسند کرو گے؟ اس نے عرض کی: بالکل نہیں۔ فرمایا: "اور لوگ بھی اس کو اپنی ماؤں کے لیے پسند نہیں کریں گے۔" پھر فرمایا: کیا تم اپنی بیٹی کے لیے اس کو پسند کرو گے؟ اس نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! ہرگز نہیں۔ فرمایا: تو اور لوگ بھی اپنی بیٹیوں کے لیے اسے پسند نہیں کریں گے۔ پھر فرمایا: "کیا تم اپنی بہن کے لیے اس کو پسند کرو گے؟" اس نے کہا: یارسول اللہ! ہرگز نہیں"۔ فرمایا: "تو اور لوگ بھی اپنی بہنوں کے لیے اس کو پسند نہیں کریں گے۔" پھر اسی طرح خالہ اور پھوپھی کے لیے بھی آپ ﷺ نے اس سے پوچھا۔ اس نوجوان نے وہی جواب دیا اور آپ بھی اسی طرح فرماتے گئے جس طرح ماں، بیٹی اور بہن کے لیے فرمایا تھا۔ پھر آپ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا فرمائی: "اے اللہ! اس کے گناہوں کی مغفرت فرما اور اس کے دل کو گناہوں سے پاک کر دے اور اس کو عصمت عطا فرما۔" سیدنا ابوامامہ الباہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ اس کے بعد اس نوجوان کا یہ حال ہوا کہ وہ کسی کی طرف مڑ کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۲۵۶، بیہقی شعب الایمان)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۸) ابولہب کے بیٹے کے لیے بددعا:

ابولہب آپ کا چچا ہوکر آپ کا بہت بڑا دشمن تھا اور ہر وقت آپ کی مخالفت میں سرگرداں رہتا۔ سرکار دو عالم ﷺ کی دو صاحبزادیاں رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا اس کے دو بیٹوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ منسوب ہوچکی تھیں۔ ایک روز اس نے اپنے دونوں بیٹوں کو حکم دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی دونوں صاحبزادیوں رقیہ رضی اللہ عنہا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو چھوڑ دیں۔ عتیبہ نے سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے جا کر بدتمیزی کی اور کہا کہ میں تمہارے دین کو ہرگز نہیں مانتا اور میں نے تمہاری لڑکی کو چھوڑ دیا کہ نہ وہ میرے بلانے پر آئے اور نہ میں اس کے بلانے پر آؤں۔ پھر اس شقی اور بدبخت نے رحمت عالم ﷺ کو ایذا دینے کا ارادہ کیا اور آپ کا پیراہن مبارک پھاڑ دیا۔ اب سرکار دو عالم ﷺ کے ہونٹ مبارک اس کے حق میں بددعا کے لیے یوں ہلے: "اللهم سلط عليه كلب من كلابك" اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس پر مسلط فرما دے۔

کچھ دنوں کے بعد قریش کے ایک قافلے کے ساتھ عتیبہ کسی سفر کو نکلا۔ جب یہ قافلہ ملک شام میں پہنچا تو ایک مقام زرقا نامی پر اس نے پڑاؤ ڈالا۔ جب رات ہوئی تو ایک شیر اس کے پاس سے گھوم گیا۔ شیر کو جب عتیبہ نے دیکھا تو کہنے لگا: اے بھائی بڑا غضب ہوگیا۔ یہ شیر بخدا مجھے کھا جائے گا کیونکہ محمد (ﷺ) نے مجھ پر بددعا کی ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت مکہ میں ہیں اور میں شام میں ہوں۔ قافلہ رات کو جب سو گیا تو انہوں نے احتیاط کی وجہ سے عتیبہ کو قافلہ کے درمیان میں سلایا لیکن شیر رات کو آیا اور قافلہ کے درمیان میں سے گزر کر اور کسی آدمی کو اس نے کچھ نہیں کہا، صرف اسی کو پکڑا اور اسے مار ڈالا۔

(سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۲۰۴، مدارج النبوۃ جلد ۱ ص ۴۳۹)

اور ہشام بن عروہ سے یوں روایت ہے کہ جب شیر اس رات ان کے پاس سے گھوم گیا تو قافلہ والے اٹھ بیٹھے اور انہوں نے عتیبہ کو اپنے درمیان میں کر کے چاروں طرف خود پھیل گئے۔ چنانچہ رات کو جب وہ شیر آیا تو وہ سب کے درمیان میں سے گزرتا ہوا آگے آیا اور اس نے عتیبہ کا سر پکڑا اور اسے توڑ ڈالا۔

(مستدرک حاکم وصححہ الذہبی، البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۳۶۳، وذکرہ القرطبی فی تفسیرہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۹) مدینہ کی خوشگواری کے لیے دعا:

مہاجرین جب ہجرت کر کے مدینہ طیبہ گئے تو وہاں کی آب وہوا انہیں راس نہ آئی۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دوسرے کئی ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم شدید بیمار ہوگئے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی شدید تپ لرزہ میں مبتلا ہو گئے۔ روایت میں ہے کہ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اس حالت میں باپ کی مزاج پرسی کے لیے آئیں تو یہ شعران کے وردِ زبان تھا ؎

كـل امرئٍ مـصبـح فـي اهـلـهٖ والـمـوت ادنىٰ من شراك نعله

ہر شخص اپنے اہل وعیال میں داد عیش دیتا ہے۔ حالانکہ موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی قریب ہے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی دگرگوں حالت کو دیکھ کر سیدہ گھبرا گئیں اور سرکار مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر تمام حالات عرض کیے۔ آپ نے بارگاہ خداوندی میں دعا کی۔

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کی آب وہوا اگرچہ اچھی نہ تھی۔ وبا کا بھی اثر تھا اس وجہ سے اکثر مہاجرین بیمار ہو گئے۔ ان کی بیماری میں کچھ وطن کی یاد کا بھی حصہ تھا۔ چنانچہ بیمار ہونے والے صحابہ بیماری میں بھی اپنے وطن مکہ کو بار بار یاد کرتے۔ صحابہ کی یہ حالت دیکھ کر سرکار دو عالم ﷺ نے دعا فرمائی: ''اے اللہ! مدینہ کو بھی ہمارے لیے ایسا ہی محبوب بنا دے جیسے مکہ ہمارے لیے محبوب ہے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنا دے۔ الٰہی! ہمارے صاع اور مد (یعنی پیمانوں میں) برکت ڈال دے۔ اور اس کو ہمارے لیے صحت بخش بنا دے اور یہاں کا بخار حجفہ میں منتقل فرما دے۔ آپ کی یہ دعا حرف بحرف پوری ہوئی اور مہاجرین کو اس شہر سے اتنی محبت ہوگئی کہ پھر انہوں نے کبھی مکہ کا نام نہ لیا۔ حالانکہ شروع میں چند روز ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہاں سے گھبرا گئے تھے، لیکن اس دعا کے بعد مدینہ کے والا و شیدا ہو گئے۔

(بخاری جلد ا ص ۵۵۴، ص ۵۹ جلد ۲ ص ۹۴۳ مسلم باب الترغیب فی سکنی المدینۃ و باب صیانۃ المدینۃ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۰) حضور ﷺ کی دعا سے گھوڑے پر جمنا:

سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دفعہ مجھ کو فرمایا کہ تم اس ذی الخلصہ (بت کدہ) کو نیست و نابود کر کے مجھ کو راحت پہنچا سکتے ہو؟ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ! میں ایسا ضرور کروں گا' لیکن حالت یہ تھی کہ میں گھوڑے پر جم کر سوار نہیں ہو سکتا۔ اس لیے میں نے آپ سے اپنی اس شکایت کا تذکرہ کیا۔ میری شکایت سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے میرے سینہ پر اپنے دست مبارک سے ایک دوہتڑ لگائی جس کا اثر میں نے اپنے سینہ میں محسوس کیا۔ پھر آپ نے دعا فرمائی۔ فرماتے ہیں: اس دن سے لے کر آج تک میں اپنے گھوڑے سے کبھی نہیں گرا اور جب بھی بیٹھتا خوب جم کر بیٹھتا۔ چنانچہ یہ قبیلہ احمس کے ڈیڑھ سو سوار لے کر گئے اور اس ذی الخلصہ کے بت کدہ کو توڑ پھوڑ کر نیست و نابود کر کے چلے آئے۔ بخاری میں ہے کہ جب ہم نے آپ کو اس کے نیست و نابود ہونے کی اطلاع دی تو آپ نے مجھ کو اور قبیلہ احمس کو بہت دعا دی۔

(بخاری باب مناقب جریر بن عبداللہ جلد۲، مسلم' جلد۲ ص ۲۹۷)

(۱۱) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے علم و حکمت کی دعا:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے' لیکن عمر میں آپ سے بہت چھوٹے تھے۔ آپ کے انتقال کے وقت ان کی عمر ۱۲-۱۳ سال تھی۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ بیت الخلاء تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے وضوء کے لیے پانی رکھ دیا۔ جب آپ تشریف لائے تو پانی رکھا ہوا دیکھ کر دریافت فرمایا یہ پانی کس نے رکھا ہے؟ بتایا گیا کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی: "اللھم فقھہ فی الدین وعلمہ التاویل" اے اللہ! اس کو دین کی سمجھ اور تفسیر کا علم عطا فرما۔ آپ کی اس دعا کے اثرات ظاہر ہوئے کہ لوگ انہیں "حبر الامت" کہنے لگے۔

ان کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر ابن عباس رضی اللہ عنہ ہم لوگوں کی عمر کے ہوتے تو کوئی بھی انہیں عشرہ مبشرہ سے خارج نہ کر سکتا۔ سیدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمر رضی اللہ عنہ اکثر معاملات میں ان کو آگے بڑھاتے تھے۔ اوران کو اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں داخل فرمایا کرتے تھے۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کا علم تو لوگوں میں مشہور ہے۔ (وعلم ابن عباس مشهور في الامة) (بخاری جلد۲' مسلم جلد ا ص ۲۶۸)

(۱۲) سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لیے رزق کی دعا:

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ عشرہ مبشرہ کے صحابی تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت نے کیسۂ فضل وکمال کو علمی زر وجواہر سے پر کر دیا تھا۔ اصابت رائے' خوف خدا' تقویٰ' حب رسول ﷺ' صدق وعفاف' ترحم' فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ ان کے نہایت درخشاں اوصاف تھے۔ خوف خدا کا تو یہ حال تھا کہ دنیا کا ہر واقعہ ان کے لیے واقعہ عبرت بن جاتا تھا اور اس کی ہیبت وجلال کو یاد کر کے اکثر رونے لگتے۔ ایک مرتبہ دن بھر روزہ سے تھے۔ شام کے وقت کھانا سامنے آیا تو بے اختیار مسلمانوں کا گذشتہ فقر وفاقہ یاد آ گیا۔ فرمایا: ''معصب بن عمیر رضی اللہ عنہ مجھ سے بہتر تھے۔ وہ شہید ہوئے تو کفن میں صرف ایک چادر تھی جس سے سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور پاؤں چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ اسی طرح حمزہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے حالانکہ وہ بھی مجھ سے بہتر تھے' لیکن اب دنیا ہمارے لیے کشادہ ہو گئی ہے اور ہمیں اس قدر دنیوی نعمتیں عطا کی گئی ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ شاید ہماری نیکیوں کا معاوضہ دنیا ہی میں مل گیا ہے۔ اس کے بعد اس قدر رقت طاری ہوئی کہ کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔

(بخاری باب غزوہ احد)

یہی سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب وہ ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ان میں اور سیدنا سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ میں بھائی چارہ کرا دیا۔ مؤاخات کے بعد سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ سیدنا عبدالرحمٰن ان کے مال اور بیویوں میں نصف کے شریک ہو جائیں یہاں تک کہ وہ اپنی ایک بیوی کو طلاق دے دیں اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ اس سے شادی کر لیں۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے ان کی اس پیش کش کے جواب میں فرمایا: ''بارك الله لك في اهلك و مالك'' (اللہ تعالیٰ تمہارے اہل اور مال میں برکت عطا فرمائے) تو مجھ کو صرف یہ بتا دے کہ بازار کدھر ہے۔ چنانچہ یہ بازار گئے اور معمولی سا مال خرید کر اتنا نفع حاصل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کر لیا کہ اس سے کچھ گھی اور کچھ پنیر خرید کر اپنے گھر واپس آئے۔ دوسرے روز پھر مارکیٹ میں گئے اور رسول اللہ ﷺ کی دعا کی برکت ہوئی۔ اور آپ کی دعا کے اثر سے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ رفتہ رفتہ اتنے مال دار ہو گئے کہ ابن شہاب زہری کے بیان کے مطابق چار لاکھ دینار تو انہوں نے صدقہ وخیرات میں صرف کیے اور پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اونٹ جہاد کے لیے لوگوں کو دیے۔ ان کا یہ سب مال تجارت کی کمائی کا تھا۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کی بیویوں نے جب ان کے ترکہ میں آٹھواں حصہ باہم تقسیم کیا تو ہر ایک کے حصہ میں تین لاکھ بیس ہزار آیا۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ ہی کا بیان ہے کہ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے وصیت فرمائی کہ ان میں سے ہر شخص کو چار چار سو دینار دیے جائیں۔ چنانچہ اس وقت جب بدری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو شمار کیا گیا تو ان کی تعداد سو تھی۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۷)

ایک مرتبہ سات سو اونٹوں پر گیہوں' آٹا اور دوسری اشیائے خوردنی مدینہ میں آئیں۔ اس قافلہ کی آمد سے مدینہ میں شور مچ گیا۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے اونٹوں کا یہ پورا قافلہ مع مال واسباب بلکہ اونٹ اور کجاوہ تک راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۶)

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے وفات کے وقت پچاس ہزار دینار ایک ہزار گھوڑے راہ خدا میں وقف کیے۔ امہات المومنین کے لیے بھی ایک باغ کی وصیت کی جو چار لاکھ درہم میں فروخت ہوا۔ تجارت کے علاوہ زراعت کا کاروبار بھی نہایت وسیع پیمانہ پر تھا۔ صرف جرف کے کھیتوں میں بیس اونٹ آب پاشی کا کام کرتے تھے۔ (الاستیعاب جلد ۲ ص ۴۰۳)

سرکار دو عالم ﷺ کی دعا سے اتنی برکت ہوئی کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر میں پتھر بھی اٹھاتا ہوں تو اس کے نیچے سے بھی سونا نکل آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس قدر فیاضی اور انفاق فی سبیل اللہ کے باوجود وہ اپنے وارثوں کے لیے نہایت وافر دولت چھوڑ گئے۔ سونے کی اینٹیں اتنی بڑی بڑی چھوڑیں کہ کلہاڑی سے کاٹ کاٹ کر تقسیم کی گئیں اور کاٹنے والوں کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے۔ جائداد غیر منقولہ اور نقدی کے علاوہ ایک ہزار اونٹ' سو گھوڑے اور تین ہزار بکریاں چھوڑیں۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۳۱۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(۱۳) ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مؤذن مکہ کے لیے دعا:

سیدنا ابو محذورہ رضی اللہ عنہ مکہ کے مؤذن ہونے اور اپنے اسلام لانے کا واقعہ ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حنین سے نکلے تو اہل مکہ میں سے دس افراد ان کی تلاش میں نکلے جن میں دسواں میں تھا۔ ہم نے نماز کے لیے آپ کے رفقاء کی اذانیں سنیں تو کھڑے ہو کر ان کا مذاق اڑانے کے لیے ہم نے بھی اذانیں دینا شروع کر دیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان میں سے ایک شخص کی اذان میں نے سنی ہے جس کی آواز بہت اچھی تھی۔ چنانچہ ہمارے بلانے کے لیے آپ نے ایک شخص کو بھیجا۔ وہ ہم کو پکڑ لایا۔ ہم میں سے ہر ہر شخص نے آپ کے سامنے حاضر ہو کر اذان دی۔ سب کے آخر میں میں نے اذان دی۔ جب میں اذان دے چکا تو آپ نے مجھ کو بلایا اور اپنے سامنے بٹھا کر میری پیشانی کے اوپر اپنا دست مبارک پھیرا اور تین بار برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد مجھ کو حکم دیا' جاؤ اور بیت اللہ کے پاس جا کر اذان دیا کرو۔ (نسائی)

(۱۴) اہل بدر کے بارے میں دعا:

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ غزوۂ بدر میں تین سو پندرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلے۔ وہ بھوکے' ننگے اور بغیر سواری کے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی: ''اے اللہ! یہ سب پیادہ پا ہیں ان کو سواری عطا فرما۔ خداوندا! یہ سب ننگے ہیں ان کو لباس مرحمت فرما۔ الٰہی یہ سب بھوکے ہیں ان کو پیٹ بھر کر کھانا دے۔'' اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی اس دعا کو ایسا قبول فرمایا کہ ایک تو ان کو فتح نصیب ہوئی اور دوسرے ایک شخص بھی نہ بچا کہ جب وہ میدانِ جنگ سے واپس لوٹا تو اس کے پاس سواری کے لیے ایک یا دو اونٹ نہ ہوں اور سب کو لباس بھی ملا اور سب شکم سیر بھی ہو گئے۔ (ابوداؤد)

(۱۵) عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا:

عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ ایک صحابی رسول ﷺ تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ جب وہ بازار کی طرف نکلتے تو سیدنا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور سیدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملتے تو یہ دونوں ان سے کہتے کہ ہمیں بھی اپنے ساتھ شریک کر لیجئے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے آپ کے لیے برکت کی دعا فرمائی تھی۔ وہ ان کو اپنے ساتھ شریک کر لیتے۔ پھر بسا اوقات تجارت اور خرید و فروخت میں ان کو اتنا نفع ہوتا کہ وہ اپنی اونٹنی سامان سے بھری ہوئی جوں کی توں اپنے گھر واپس لے آتے۔ (بخاری)

(۱۶) اوڑھنی کے بارے میں دعا:

سیدہ ام خالد رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس کچھ کپڑے لائے گئے جن میں ایک کالی اوڑھنی (ایک روایت کے مطابق قمیض) تھی۔ آپ نے فرمایا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے' یہ اوڑھنی میں کسی کو پہنانا چاہتا ہوں؟ تمام موجود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا: ام خالد رضی اللہ عنہا کو بلاؤ۔ لوگ مجھے حضور اکرم ﷺ کے پاس بلا کر لے گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے وہ اوڑھنی مجھے پہنائی اور دوبارہ یہ دعا فرمائی: ام خالد رضی اللہ عنہا: خوب پرانا کر اور خوب پہن۔ پھر آپ ﷺ اوڑھنی کی دھاریوں کو دیکھنے لگے اور اپنے دست مبارک سے میری طرف اشارہ کر کے فرمایا: ام خالد! یہ سنا ہے۔ ''سنا'' حبشی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ہیں بہت اچھا۔ وہ اوڑھنی بہت دنوں تک چلتی رہی حتیٰ کے وہ بہت بوسیدہ ہو گئی۔ (بخاری و مسلم)

(۱۷) عروہ رضی اللہ عنہ کے کاروبار میں دعا:

سیدنا عروہ بن ابی الجعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے ایک دودھار بکری پیش کی گئی۔ سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے مجھے ایک دینار عطا فرمایا اور یہ بھی فرمایا: اے عروہ! دودھ کے جانوروں میں جا کر ایک بکری خرید لاؤ۔ چنانچہ میں جانوروں کی مارکیٹ میں گیا اور اس کے مالک سے بھاؤ کیا اور میں نے اس سے ایک دینار میں دو بکریاں خرید لیں' میں ایک بکری اور ایک دینار ساتھ لایا۔ جب میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو عرض کی یا رسول اللہ! یہ آپ ﷺ کا ایک دینار ہے اور یہ آپ کی بکری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ تم نے کیسا سودا کیا کہ دینار بھی واپس لے آئے اور بکری بھی خرید لی۔ میں نے سارا واقعہ آپ سے عرض کیا۔ آپ بہت خوش ہوئے اور مجھے یوں دعا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دی۔"اللھم بارك له في صفقة يمينه" (اے اللہ! اس کے خرید و فروخت میں برکت عطا فرمانا) سیدنا عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میں کوفہ کے کباڑ خانے میں جا کھڑا ہوتا تھا اور اہل و عیال میں پہنچنے سے پہلے پہلے چالیس ہزار دینار منافع کما لیتا تھا۔ (مسند احمد بن حنبل)

(۱۸) اونٹ کی تیز رفتاری کے لیے دعا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں ایک اونٹ پر سفر کر رہا تھا۔ وہ بہت تھک گیا (یا تو سفر کے طویل ہونے کی وجہ سے یا اونٹ کے بیمار یا کمزور ہونے کی وجہ سے) اور میں چاہتا تھا کہ اسے چھوڑ دوں۔ اتنے میں سرکار دو عالم ﷺ میرے برابر آ گئے' اور آپ ﷺ نے اسے چلانے کے لیے مارا اور اس کے لیے دعا بھی فرمائی۔ آپ کی اس دعا کی برکت سے اب وہ اس طرح چلنے لگا کہ اس طرح وہ پہلے نہیں چل سکتا تھا۔ (بخاری جلد ا ص ۴۱۶)

ایک دوسری روایت میں یوں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہارے اونٹ کو کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ بیمار ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی جگہ سے ذرا پیچھے ہٹے اور اس کے لیے دعا فرمائی۔ بس پھر وہ ہر اونٹ سے آگے چلنے لگا۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا' تمہارا اونٹ اب اچھا ہو گیا؟ میں نے عرض کی: جی ہاں' اب بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔ آپ کی دعا کی برکتیں اسے مل گئی ہیں۔ آپ نے فرمایا: اب اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔

(۱۹) عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ کے حسن و جمال کی دعا:

سیدنا یزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا۔ ذرا میرے قریب آؤ۔ میں جب آپ کے قریب ہوا تو آپ نے اپنا دست مبارک میرے سر اور ڈاڑھی پر پھیرا اور فرمایا: "اللھم جمله و ادم جماله" (اے اللہ! اس کو حسن و جمال عطا فرما اور اس کے حسن و جمال کو قائم و دائم رکھ) راوی بتاتے ہیں کہ ان کی عمر اسی سے کچھ اوپر تھی مگر ان کی داڑھی میں بس چند ہی بال سفید تھے۔ وہ بہت ہنس مکھ تھے اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مرتے وقت بھی ان کے چہرے پر بڑھاپے کی جھریاں نہ تھیں۔

(مسند احمد' مدارج النبوۃ فارسی جلد ا ص ۲۳۸)

ترمذی کی روایت میں ہے: فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے میرے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیرا اور میرے حق میں یہ دعا فرمائی۔ عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ ۱۲۰ برس تک زندہ رہے لیکن ان کے سر میں صرف چند بال سفید ہوئے تھے۔ (مسند احمد' بیہقی و ترمذی)

اسی طرح کی ایک اور حدیث سیدنا قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ ابو یعلی فرماتے ہیں کہ میں قتادہ بن ملحان رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے مرض الموت کے وقت موجود تھا۔ تو ایک شخص گھر کے آخری حصہ سے گزرے۔ میں نے ان کا عکس سیدنا قتادہ رضی اللہ عنہ کے چہرہ پر دیکھا۔ انہوں نے بتایا کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے چہرہ پر اپنا دست مبارک پھیر دیا تھا۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی میں انہیں دیکھتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا گویا ان کے چہرہ پہ ملا گیا ہو۔ (مسند احمد)

(۲۰) حضور ﷺ کی دعا سے عمر و صحت میں برکت:

سیدنا حزیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا حنظلہ کے والد حنظلہ کو لے کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ''یا رسول اللہ! میں ایک ضعیف و ناتواں آدمی ہوں اور یہ میرا سب سے چھوٹا لڑکا ہے۔ میں نے اپنا مال تقسیم کر کے اسے دے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا: برخوردار لڑکے! آگے آؤ۔ میں آگے ہوا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی کہ اللہ تجھے برکت دے یا یوں فرمایا کہ تجھ میں برکت ہو۔ راوی کہتے ہیں کہ میں نے حنظلہ رضی اللہ عنہ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے پاس ورم والا انسان (ایک اور روایت کے مطابق بکری اور اونٹ بھی) لایا جاتا اور سیدنا حنظلہ رضی اللہ عنہ اس پر بسم اللہ پڑھ کر ہاتھ پھیر دیتے تو اس کا ورم اور سوجن اسی وقت ختم ہو جاتی۔ ابو سفیان رضی اللہ عنہ (جن کا نام مدلوک ہے) فرماتے ہیں کہ وہ حنظلہ رضی اللہ عنہ کو سرکار دو عالم ﷺ کے پاس لے کر آئے تو وہ اسلام لے آئے۔ حضور اکرم ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمادی اور ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور ان کے لیے برکت کی دعا فرمائی۔ جہاں سرکار دو عالم ﷺ نے ان کے اگلے حصہ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا' صرف وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصہ سیاہ رہا یعنی بڑھاپے میں باقی تمام سر سفید ہو گیا۔ (یہ آپ کے ہاتھ رکھنے اور دعا کا نتیجہ تھا)۔ (بخاری)

(۲۱) سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے لیے برکت کی دعا:

سرکار دو عالم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لائے تو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ان کو چادر میں لپیٹ کر لائیں اور آپ کی خدمت میں بطور خادم کے پیش کیا اور ان کے لیے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے عمر کی طوالت کے ساتھ ساتھ مال و اولاد کی ترقی کے لیے بھی دعا دی۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا اپنا بیان ہے کہ آج اس دعا کی برکت سے میرے پاس کثرت سے دولت ہے اور میرے لڑکوں اور پوتوں کی تعداد سو کے قریب پہنچ گئی ہے۔ (مسلم فضائل انس بن مالک جلد ۲ ص ۱۲۶) اس دعا کا یہ اثر تھا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کا ایک باغ تھا جو سال میں دو مرتبہ پھل لاتا تھا۔ اور اس میں ایک پھول کا درخت تھا جس سے مشک کی بو آتی تھی۔ ان کی اپنی عمر ایک سو سال تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی "اللھم اطل عمرہ" (اے اللہ! اس کی عمر طویل کرنا)

(ترمذی باب مناقب انس بن مالک جلد ۲ ص ۲۴۶ مرقاۃ جلد ۱۱ ص ۴۱۶ البدایہ والنہایہ جلد ۶)

(۲۲) سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی شفایابی کے لیے دعا:

سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اسلام میں چھٹے یا ساتویں مسلمان تھے۔ ویسے وہ خود اپنے بارے میں تیسرا مسلمان بتاتے ہیں۔ رشتہ میں آپ کے ماموں لگتے تھے کیونکہ ان کا تعلق بنو زہرہ سے تھا جو آپ ﷺ کے ننہال تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے خود بھی اس رشتہ کا اعتراف فرمایا ہے۔ (اسد الغابہ جلد ۲ ص ۲۹۱) نہایت دلیر اور مجاہد تھے۔ قریباً ساری جنگوں میں شریک ہوئے۔ غزوہ احد میں تو یہ اعزاز حاصل ہوا کہ کفار کے نرغہ کے وقت سرکار دو عالم ﷺ اپنے ترکش سے تیر دیتے اور فرماتے تھے "ارم فداك ابی و امی" (اے سعد! تیر چلا میرے ماں باپ تجھ پر قربان)

عشرہ مبشرہ کے صحابی تھے اور بعد میں فاتح ایران بھی ہوئے۔ ۱۰ھ میں سرکار دو عالم ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے حجتہ الوداع کا ارادہ فرمایا تو سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ آپ کے ہم رکاب تھے لیکن مکہ مکرمہ پہنچ کر سخت علیل ہو گئے۔ یہاں تک کہ مرنے کے قریب ہو گئے اور وصیت کی تیاری بھی شروع کر دی۔ سرکار دو عالم ﷺ کو آپ کی علالت کا علم ہوا تو آپ عیادت کے لیے تشریف لائے۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میں اس سرزمین میں مرنا نہیں چاہتا جہاں سے اللہ کے نام سے ہجرت کی ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ عیادت کے لیے تشریف لے گئے تو دیکھا کہ رو رہے ہیں۔ سرکار مدینہ حضرت محمد ﷺ نے اشکبار دیکھ کر پوچھا: روتے کیوں ہو؟ عرض کی: معلوم ہوتا ہے کہ اسی سرزمین کی خاک نصیب ہو گی جس کو خدا و رسول کی محبت میں ہمیشہ کے لیے ترک کر چکا تھا۔ آپ نے تسلی دی اور فرمایا نہیں انشاء اللہ۔ پھر آپ ﷺ نے ان کے قلب پر ہاتھ رکھ کر تین دفعہ دعا فرمائی! "اللھم اشف سعداً" (یعنی اے اللہ! سعد کو صحت عطا فرما) لسانِ نبوت سے جونہی یہ الفاظ نکلے' مریض بستر مرگ کے لیے آب حیات ثابت ہوئے۔ درِ استجابت کھل گیا۔ صحیح اور تندرست ہو گئے۔ لسان نبوت نے ایک اور خوش خبری سنائی۔ فرمایا: اے سعد! تم اس وقت تک نہیں مرو گے جب تک تم سے ایک قوم کو نقصان اور دوسری کو نفع نہ پہنچ جائے۔

(مسلم کتاب الوصیۃ' جلد۲ ص ۳۹' نسائی' کتاب الوصیۃ)

سرکار دو عالم ﷺ کے انتقال کے بعد قریباً ۴۵ سال زندہ رہے یعنی ۵۵ھ میں وفات پائی اور آپ کی یہ پیشگوئی ایرانی فتوحات کے ذریعہ پوری ہوئی جن میں ایرانیوں نے آپ کے ہاتھوں سے نقصان اور عرب قوم نے فائدہ اٹھایا۔

(۲۳) سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے مستجاب الدعوات ہونے کی دعا:

انہیں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حق میں رسول اللہ ﷺ نے شفایاب ہونے کے بعد یہ دعا بھی فرمائی کہ اے اللہ! اس کی دعا مستجاب ہو اور اس کا نشانہ درست ہو اور تیر بہدف ہو۔ چنانچہ آپ کی یہ دعا بھی مستجاب ہوئی۔

(ترمذی مناقب سعد بن ابی وقاص جلد۲ ص ۲۳۹' المستدرک حاکم جلد۳ ۴۹۹' مشکوٰۃ ص ۵۶۶)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آپ کی اس دعا کا یہ اثر تھا کہ وہ جس کو دعا دیتے تھے وہ یقیناً قبول ہو جاتی تھی۔ کوفہ کی گورنری کے ایام میں بعض شریروں نے بارگاہِ فاروقی میں ان کی جھوٹی شکایت کی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے تحقیق احوال کے لیے انکوائری آفیسر بھیجا۔ وہ ہر ایک مسجد میں جا کر لوگوں سے سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کے بارے میں تحقیق حال کرتا پھرتا تھا۔ ایک محلّہ کی مسجد میں ایک شخص نے آپ کے بارے میں جھوٹی گواہی دی کہ

فان سعداً كان لايسير بالسرية ولا يقسم بالسوية ولا يعدل في القضية

''سعد رضی اللہ عنہ مجاہدین کے دستہ کے ساتھ خود نہیں جاتے۔ (کسی اور کو کمانڈر بنا کر بھیج دیتے ہیں۔ اور مال غنیمت مساوی طور پر تقسیم نہیں کرتے اور مقدمات کا فیصلہ عدل و انصاف سے نہیں کرتے۔''

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ ان الزامات کے خلاف اپنی صفائی میں ہزاروں شہادتیں پیش کر سکتے تھے' لیکن انہوں نے اپنا معاملہ انسانوں کے بجائے خدا کے سپرد کر دیا اور یہ دعا کی:

''اے اللہ! اگر یہ شخص جھوٹا ہے اور اس نے نمائش اور شہرت کے لیے یہ بیان دیا ہے تو اس کی عمر دراز کر' اس کے فقر کو طویل کر اور اس کو فتنوں کا نشانہ بنا۔''

آپ کی یہ دعا مقبول ہوئی اور راوی کا بیان ہے کہ اس شخص کو میں نے بھی دیکھا ہے۔ اس کی عمر طویل ہوئی۔ بڈھا کھوسٹ ہو گیا۔ حالت یہ تھی کہ بھویں آنکھوں پر لٹک آئی تھیں۔ راستہ میں لڑکیوں کو چھیڑا کرتا تھا۔ جب اس حماقت پر اس کو تنبیہ کی جاتی تو جواب دیا کرتا۔ ''شیخ مفتون' اصابتني دعوة سعد'' یعنی سعد رضی اللہ عنہ کی بددعا مجھے لگ گئی۔ (بخاری جلد ا ص ۱۰۴)

احادیث و سیر کی کتابوں میں ان کی قبولت دعا کے اور بھی کئی واقعات مرقوم ہیں۔

(۲۴) ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ کی سلامتی کی دعا:

ابو امامہ الباہلی رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے جلیل القدر صحابی تھے۔ وہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کسی مقام پر لشکر بھیج رہے تھے۔ میں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میرے لیے دعا فرمائیں کہ مجھے شہادت نصیب ہو۔ آپ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! اس کو سالم اور غانم واپس لا۔'' فرماتے ہیں کہ ہم صحیح و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلامت مال غنیمت لے کر واپس آئے۔ پھر کہیں فوج جانے لگی میں نے پھر حاضر خدمت ہو کر وہی درخواست کی۔ بارگاہ نبوت سے پھر وہی دعا کی گئی۔ تیسری مرتبہ پھر کہیں لشکر جانے لگا تو میں نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں قبل ازیں بھی دو دفعہ عرض کر چکا ہوں اور تیسری مرتبہ پھر عرض پرداز ہوں کہ میرے لیے شہادت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے پھر وہی دعا عطا فرمائی: ''خداوندا! اس کو سالم اور غانم واپس لا۔'' چنانچہ فرماتے ہیں کہ میں اب کی بار بھی سالم اور غانم واپس آیا۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۴۸)

(۲۵) شہادت کی دعا:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کو سرکار دو عالم ﷺ نے پرانا لباس پہنے ہوئے دیکھا حالانکہ اس کے پاس اور لباس بھی تھا۔ آپ ﷺ نے اسے نیا لباس زیب تن کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ پہن کر آیا اور پھر واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: وہ کیسا ہے! اللہ اس پر موت طاری کرے۔ کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ! خدا کی راہ میں (فی سبیل اللہ) فرمایا: ہاں فی سبیل اللہ۔ چنانچہ وہ جہاد میں شہید ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶)

(۲۶) ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے لیے برکت اولاد کی دعا:

سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ سیدہ ام سلیم نہایت باخبر اور ہوش مند خاتون تھیں۔ انہیں اسلام اور داعی اسلام ﷺ سے والہانہ محبت تھی۔ ایک مرتبہ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ باہر سفر پر گئے ہوئے تھے اور ان کا بچہ سخت بیمار ہو گیا۔ پھر وہ جلد ہی انتقال بھی کر گیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ابھی تک باہر سفر ہی پر تھے۔ جس روز بچہ نے انتقال کیا اسی روز ہی سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے سفر سے واپس گھر پہنچنا تھا۔ ان کی اہلیہ نے فوت شدہ بچے کو گھر کے ایک گوشہ میں لٹا دیا۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ جب گھر واپس تشریف لائے تو اہلیہ سے بچے کی خیریت کی بابت پوچھا۔ اس نیک بخت خاتون نے جواب دیا کہ وہ آرام پا گیا ہے۔'' ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سمجھے کہ وہ خیریت سے ہے اور صحیح اور تندرست ہے۔ دونوں میاں بیوی نے رات بسر کی۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ صبح اٹھے۔ جب غسل کر کے مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کے لیے جانے لگے تو اہلیہ نے بتایا کہ بچہ کل کا فوت ہو گیا ہوا ہے۔ اور اس کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لاش یہ پڑی ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ ساری بات سرکار دو عالم ﷺ سے بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید آج رات اللہ نے تم کو برکت عطا کی ہو۔ چنانچہ اس رات کی برکت مقررہ مہینوں کے بعد پوری ہوئی۔ (مسلم فضائل ابی طلحہ رضی اللہ عنہ) ایک انصاری کا بیان ہے کہ اس برکت کا یہ اثر ہوا کہ میں نے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی نو اولادیں دیکھیں اور وہ سب کی سب قرآن خوان تھیں۔

(بخاری جلد ا ص ۱۷۳-۱۷۴)

(۲۷) ایک مغرور کا ہاتھ شل ہو جانا:

سیدنا سلمہ ابن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے کھانا شروع کر دیا آپ نے فرمایا: ''دائیں ہاتھ سے کھاؤ (کل بیمینك) اس کے دماغ میں کچھ رعونت ونخوت کے جراثیم بھرے ہوئے تھے' لہٰذا اس نے جواب دیا: میں نہیں کھا سکتا۔ چونکہ اس نے یہ الفاظ غرور سے کہے تھے' اس لیے آپ نے فرمایا: اللہ کرے تو نہ کھا سکے۔ (لا استطعت) چنانچہ اس کا دایاں ہاتھ بیکار ہو گیا اور وہ اسے اٹھا کر اپنے منہ تک نہیں لے جا سکتا تھا۔

(مسند احمد جلد ۴ ص ۴۶' مسلم' باب ادب الطعام والشراب جلد ۲ ص' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۶۹' داری جلد ۲ ص ۲۴)

(۲۸) ایک بچہ کی ہدایت کی دعا:

سیدنا رافع بن سنان رضی اللہ عنہ خود تو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے لیکن ان کی بیوی نے جس کی آغوش میں ایک لڑکی تھی' قبول اسلام سے انکار کیا۔ اب میاں بیوی کا دین چونکہ مختلف تھا اور بچی کی پرورش بیوی کی گود میں ہو رہی تھی' لہٰذا میاں بیوی میں اس لڑکی کے بارے میں نزاع پیدا ہوئی۔ اب یہ قصہ بارگاہ نبوت میں پیش ہوا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے میاں بیوی دونوں کو الگ الگ بٹھایا اور فرمایا کہ لڑکی کو بلاتے جاؤ۔ دونوں نے لڑکی کو بلایا۔ اب قدرتی بات ہے کہ لڑکی ماں کی طرف بڑھی۔ آپ نے بچی کی اس حالت کو دیکھ کر دعا فرمائی: ''اَللّٰھُمَّ! اس بچی کو ہدایت دے۔'' یہ دعا مانگنا تھی کہ لڑکی کا رخ فوراً ماں سے باپ کی طرف پھر گیا۔

(ابوداؤد' کتاب الطلاق' باب اذا اسلم الابوان مع من یکون الولد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن سعد نے اسی قسم کا ایک اور واقعہ ابو سلمہ صحابی کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بچہ تھے۔ ان کے دادا اور نانا میں سے ایک کافر اور ایک مسلمان تھا۔ دونوں نے بچہ کی تولیت کا دعویٰ کیا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس بات کا فیصلہ خود ابو سلمہ (بچہ) کے اختیار پر رکھ دیا۔ پہلے تو بچہ اپنے کافر رشتہ دار کی طرف چلا لیکن جونہی آپ ﷺ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کو ہدایت دے تو فوراً بچہ مسلمان رشتہ دار کی طرف چلا گیا اور فیصلہ اسی کے حق میں ہو گیا۔ یہ روایت ابن ماجہ میں بھی مرقوم ہے۔ (ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ' باب تخیر الصبی بین ابویہ)

(۲۹) مرتد:

امام احمد نے اپنی مسند میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص سرکار دو عالم ﷺ کا کاتب تھا اور سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران پڑھ چکا تھا۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایسے قاری کو بڑا جلیل القدر سمجھتے تھے۔ سرکار دو عالم ﷺ آیت کا اختتام "غفوراً رحیماً" تحریر کرواتے تو وہ "علیماً حکیماً" لکھ دیتا۔ سرکار دو عالم ﷺ اس کو لکھنے کی ہدایت فرما کر کہتے "اکتب کیف شئت" جیسے چاہو لکھ لو۔ آپ "علیماً حکیماً" لکھواتے تو وہ "سمیعاً بصیراً" لکھ دیتا۔ اس غلط فہمی میں کہ اسے بھی اس میں کچھ دخل ہے' یہ کلام خدا کی طرف سے وحی نہیں۔ وہ مرتد ہو گیا اور مشرکوں کے ساتھ جا ملا اور ڈینگیں مارنے لگا کہ میں محمد (ﷺ) کے بارے میں تم سے زیادہ جانتا ہوں۔ جو میرے دل میں آتا تھا میں وہی لکھ دیتا تھا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی یہ یاوہ گوئی اور غلط بیانی سنی تو دعا فرمائی کہ زمین اسے قبول نہ کرے گی۔ سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جس علاقہ میں وہ شخص مرا تھا' میں وہاں گیا اور دیکھا کہ اس کی لاش باہر پڑی تھی۔ میں نے پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اسے کئی بار دفن کیا لیکن زمین اسے باہر پھینک دیتی تھی۔ (سیرۃ حلبیہ جلد ۲ ص ۴۱۱)

بخاری میں ہے کہ ایک عیسائی مسلمان ہو گیا۔ اس نے سورۃ البقرۃ اور سورۃ آل عمران پڑھ لی۔ وہ کاتب وحی بھی تھا اور کہا کرتا تھا کہ محمد (ﷺ) وہی جانتے ہیں جو میں تحریر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک کر دیا۔ پھر جب اسے دفن کیا گیا تو زمین نے اس کی لاش کو باہر پھینک دیا۔ اس کے وارثان نے سمجھا کہ یہ مسلمانوں کی کارستانی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خوب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گہری قبر کھود کر اس کو دفن کیا تا کہ کوئی باہر نہ نکال سکے' لیکن جب صبح کو دیکھا تو اس کی لاش باہر زمین پر پڑی ہوئی تھی۔ اب اس کے وارثان سمجھ گئے کہ یہ کسی انسان کی کارروائی نہیں۔ چنانچہ اس کی لاش باہر ہی پڑی رہی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۷۱)

(۳۰) نومولود بچے کے لیے دعا:

ابوالقاسم بغوی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابو الطفیل رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے نوزائیدہ بچے کو لے کر سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی پیشانی پکڑ کر اس کے لیے برکت کی دعا فرمائی' آپ کے پیشانی پکڑنے سے اس کی پیشانی پر بالوں کا گچھا اگ آیا۔ خوارج کے ظہور کے زمانہ میں اس کا میلان خوارج کی طرف ہو گیا تو وہ بالوں کا گچھا غائب ہو گیا۔ یہ دیکھ کر اس کے والد نے اسے گھر میں بند کر دیا مبادا ان کے ہمراہ چلا جائے۔ اس حالت میں اس کو سمجھایا بجھایا گیا چنانچہ وہ خوارج کی طرف اپنے اس میلان سے باز آ گیا۔ اور بالوں کا وہ گچھا پھر نمودار ہو گیا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۶۷)

(۳۱) باہمی محبت کی دعا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ دونوں جا رہے تھے کہ ایک عورت نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں ایک مسلمان عورت ہوں اور میرا شوہر نامرد ہے۔ آپ نے فرمایا: اسے بلاؤ۔ اس نے بلایا (وہ جوتا بنانے کا کام کرتا تھا) سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے پوچھا: اپنی بیوی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ اس نے کہا: واللہ! میں نے کبھی غسل نہیں کیا۔ (مطلب یہ تھا کہ میں عورت کے قابل نہیں ہوں) بیوی نے کہا: کہ مہینہ میں صرف ایک بار وہ ایسا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تم اسے برا سمجھتی ہو؟ اس نے عرض کیا کہ بالکل۔ سرکار دو عالم ﷺ نے عورت کی پیشانی مرد کی پیشانی پر رکھ کر ان دونوں کے لیے دعا فرمائی: "اے اللہ! ان دونوں کے درمیان الفت اور محبت پیدا فرما اور ایک دوسرے کا محبوب بنا۔" پھر ایک روز سرکار دو عالم ﷺ اس عورت کو "نمط" کے بازار میں ملے۔ اس روز بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ وہی عورت سر پر چمڑا اٹھائے سامنے سے آ رہی تھی۔ اس نے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھ کر چمڑا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سر سے اتار دیا اور آپ کی قدم بوسی کی۔ آپ ﷺ نے اس سے پوچھا: تمہارا کیا حال ہے؟ اس نے جواب دیا: ''اب وہ شوہر مجھے ہر شی سے پیارا ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں گواہ ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح آپ کی رسالت کی شہادت دی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۶۷)

(۳۲) ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایمان کے لیے دعا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کے ایک جلیل القدر صحابی تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ دوس سے تھا۔ قبل از اسلام ان کا نام عبد شمس تھا۔ اسلام لانے کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا اور کنیت ان کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تھی۔ بچپن میں یہ اپنے گھر والوں کی بکریاں چرایا کرتے تھے اور دن کے وقت اپنی بلی سے کھیلتے رہتے۔ بخاری میں ہے کہ خود رسول اللہ ﷺ بھی انہیں ابو ہر یا ابو ہریرہ کہا کرتے تھے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہا کرتے تھے کہ مجھے ابو ہریرہ نہ کہا کرو۔ حضور اکرم ﷺ نے میری کنیت ابو ہر (بلے والا) رکھی ہے اور نر مادہ سے افضل ہوتا ہے۔

(الاستیعاب جلد ۴ ص ۱۷۶ ابن خلدون جلد ۲ ص ۲۵۳، جمہرۃ انساب العرب ص ۳۵۸ وغیرہ)

سیدنا طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو انہوں نے اپنے قبیلہ دوس میں آ کر اپنے خاندان اور قبیلہ والوں کو دعوت اسلام دی۔ خاندان کے اکثر لوگ تو مسلمان ہو گئے لیکن قبیلہ دوس میں سوائے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص مسلمان نہ ہوا۔ طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے واپس آ کر سرکار دو عالم ﷺ سے اپنے قبیلہ کے لیے بددعا کی درخواست کی، لیکن حضور اکرم ﷺ نے بددعا کے بجائے دعا فرمائی: ''اللھم اھد دوسا'' اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ''اے اللہ! دوس کو ہدایت عطا فرما اور اس کو آستانہ نبوت پر جھکا دے''۔ پھر آپ نے طفیل رضی اللہ عنہ کو ہدایت فرمائی کہ واپس جا کر اپنی قوم کو نرمی کے ساتھ دعوت اسلام دے۔ جب دعوت دی تو قریباً تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ اور سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ غزوہ خیبر کے وقت اپنے قبیلہ کے ستر یا اسی آدمیوں کے ساتھ مدینہ طیبہ میں وارد ہوئے۔

(طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۱۷۶، الاصابہ جلد ۳ ص ۲۸۷)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختصر یہ کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنے وطن ہی میں بہت پہلے سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کر چکے تھے۔ خود فرماتے ہیں کہ "سرور کائنات ﷺ خیبر تشریف لے گئے تھے۔ میں انہی دنوں وارد مدینہ ہوا۔ نماز فجر سیدنا سباع بن عرفطہ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں پڑھی جن کو سرکار دو عالم ﷺ مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر کر گئے تھے۔" (سیر اعلام النبلاء جلد ۲ ص ۴۲۵' البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۰۴) مدینہ طیبہ میں آ کر دامن نبوی سے ایسے وابستہ ہوئے کہ پھر واپس نہ جا سکے۔ یہ سرکار دو عالم ﷺ کے دائمی رفیق تھے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خود تو اسلام سے وابستہ اور ہمکنار ہو گئے۔ ہجرت بھی فرمائی لیکن آپ کی والدہ بدستور کافرہ رہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ برابر اس کو اسلام کی دعوت دیتے رہے' لیکن اس نے اسلام کی قبولیت سے انکار کیا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو اس بات کا نہایت دکھ اور ملال تھا۔ حسب عادت ایک روز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی والدہ کو دعوت اسلام دی لیکن اس نے اسلام کو قبول کرنے کے بجائے جناب رسول اللہ ﷺ کو گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ چنانچہ مسلم اور دوسری کئی ایک کتابوں میں ہے کہ:

"میں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیتا اور وہ اس سے نفرت کرتی۔ ایک روز میں نے اس کو جو اسلام کی دعوت دی تو اس نے آپ کی شان میں مجھے ایسی بات سنائی جو مجھے بہت ناگوار گزری۔ میں روتا ہوا آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی: "یا رسول اللہ! میں اپنی والدہ کو دعوت اسلام دیا کرتا تھا اور وہ نہیں مانتی تھی۔ آج جب میں نے اس کو اسلام کی دعوت پیش کی تو اس نے آپ کو برا بھلا کہا۔ بارگاہ ایزدی میں دعا فرمایئے کہ وہ رحیم و کریم میری ماں کے دل کو اسلام کی طرف مائل کر دے۔ اب سرکار دو عالم ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے' اور یوں گویا ہوئے: "اے اللہ! ابو ہریرہ کی والدہ کو ہدایت نصیب فرما۔" پیغمبر علیہ الصلواۃ والسلام کے لب ملے اور اجابت خداوندی نے استقبال کیا۔ فوری طور پر دعا مقبول ہوئی۔ میں گھر کے قریب آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازہ بند ہے۔ میری والدہ نے میرے پاؤں کی آہٹ سنی اور آواز دی: ابو ہریرہ! وہیں باہر رہنا۔ ادھر میں نے کچھ پانی گرنے کی آواز سنی۔ میں ٹھہرا رہا۔ انہوں نے غسل کیا۔ اور اپنا کرتا پہنا اور جلدی میں سر پر اوڑھنی ڈالنی رہ گئی اور فوراً دروازہ کھول کر مجھے فرمایا: ابو ہریرہ! اندر آ جاؤ۔ میں اندر داخل ہوا۔ والدہ نے کلمہ شہادت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھا۔ میں والدہ کے منہ سے کلمہ شہادت سن کر بہت خوش ہوا اور اسی وقت بھاگم بھاگ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت قدس میں حاضر ہوا۔ جب دعا کی درخواست کے لیے پہلے حاضر ہوا تھا اس وقت حزن و ملال اور غم کے آنسو تھے۔ اب فرط مسرت سے آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے۔ جاتے ہی عرض کی: حضور! مبارک ہو خداوند کریم نے آپ کی دعا قبول فرمالی۔ پھر میں نے درخواست کی یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ سب مومنوں کے دلوں میں میری اور میری والدہ کی محبت پیدا فرمادے۔ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ جو مومن مرد اور عورت میرے بارے میں سنتا' مجھ سے محبت کرنے لگتا۔"

(طبقات ابن سعد جلد۴ ص ۵۵' البدایہ والنہایہ جلد۸ ص۱۰۴' سیر اعلام النبلاء جلد۲ ص ۴۲۸)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ ماجدہ کے مشرف باسلام ہونے سے بہت خوش ہوئے۔ زندگی بھر ان کی خدمت کرتے رہے۔ والدہ کو کبھی تنہا نہ چھوڑا۔ حج بیت اللہ بھی اس وقت ادا کیا جب والدہ کا انتقال ہو گیا۔ (طبقات ابن سعد جلد۴ ص ۵۵)

مسلم میں بھی یہ واقعہ نقل ہوا ہے۔ صحیح مسلم' فضائل ابی ہریرہ جلد۲ ص ۳۰۱ ملاحظہ فرمائیں۔

(۴۳) قبیلہ دوس کے مسلمان ہونے کی دعا:

قریش مکہ کا یہ معمول تھا کہ جب وہ کسی نووارد کو مکہ میں دیکھتے تو اس کو سرکار دو عالم ﷺ کی طرف سے اس قدر متنفر کرنے کی کوشش کرتے تاکہ اگر وہ خاص آپ ﷺ ہی کے ملاقات کے خیال سے مکہ مکرمہ آیا ہوتا تو وہ آپ ﷺ سے ملاقات کے بارے میں اپنا ارادہ فسخ کر دیتا۔ قریش نے جب سنا کہ طفیل بن عمرو دوسی مکہ آئے ہیں تو وہ اس بات سے بہت پریشان ہوئے کہ اگر انہوں نے محمد (ﷺ) سے ملاقات کی اور وہ ان کے گرویدہ ہو گئے تو ان کا سارا قبیلہ حلقۂ اسلام میں داخل ہو جائے گا کیونکہ ان کا قبیلہ ان کے خاصا زیر اثر ہے۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ جونہی میں نے مکہ شہر کی سرزمین میں قدم رکھا' قریش کے آدمی مجھ سے آکر ملنے لگے۔ اور ہر شخص مجھ سے یہی کہتا: "طفیل! تم اس شہر میں نووارد اور مہمان ہو' اس لیے ہم تمہیں از راہ ہمدردی اور خیر خواہی خبردار کرتے ہیں کہ یہاں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محمد (ﷺ) نام کا ایک شخص ہے جس نے ہماری جمعیت اور وحدت قومی کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اس کا کلام جادو بھرا ہے۔ وہ اپنی طلاقت لسانی اور سحر آمیز قوت بیانی سے باپ بیٹے' بھائی بھائی اور میاں بیوی کے مقدس رشتوں کے مابین جدائی کی خلیج پیدا کر دیتا ہے۔ اس نے ہمارا قومی شیرازہ بکھیر کر رکھ دیا ہے۔ تم نووارد ہونے کی وجہ سے یہاں کے حالات سے بالکل بے خبر اور ناآشنا ہو' اس لیے ہمیں تمہاری طرف سے یہ خطرہ ہے کہ کہیں تم اس کے دام میں نہ پھنس جاؤ۔ پس یہ ہمارا تمہیں دوستانہ اور خیر خواہانہ مشورہ ہے کہ مکہ کے قیام کے دوران اس شخص سے دور رہو اور اس کی بات کی طرف ہرگز دھیان نہ دو۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے مجھے آپ کی طرف سے اس قدر وحشت زدہ کر دیا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تاکہ بالفرض اگر سر راہے آپ سے ملاقات بھی ہو جائے تو آپ کی کوئی بات نہ سن سکوں' لیکن یہ ساری باتیں بیکار ثابت ہوئیں کیونکہ دوسرے ہی روز میں نے آپ کو مسجد حرام میں بیت اللہ کے نزدیک نماز پڑھتے دیکھا۔ مجھے آپ کا یہ طریق عبادت بہت پسند آیا۔ میں آپ کے قریب جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں اگرچہ چاہتا تھا کہ آپ کا کلام نہ سنوں لیکن آپ نماز میں جو آیات پڑھ رہے تھے وہ میرے کانوں تک پہنچ گئیں۔ جب میں نے وہ آیات سنیں تو ان میں بڑی دلآویزی اور جاذبیت معلوم ہوئی۔ میں نے اپنے دل میں کہا: میں ایک شاعر' دانشور اور مبصر ہوں۔ نیک و بد میں بخوبی تمیز کر سکتا ہوں۔ اچھے اور برے کو جان سکتا ہوں' لہٰذا یہ کلام ضرور سنوں گا۔

جب آپ نماز سے فارغ ہو کر مسجد الحرام سے واپس ہوئے تو میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ جب آپ کاشانۂ نبوت پر پہنچے تو میں بھی پہنچ گیا۔ میں نے خدمت اقدس میں عرض کیا: کہ آپ کی قوم نے مجھے آپ کے کلام سے اس قدر خوفزدہ کیا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی یہاں تک کہ لوگ مجھے "ذوالعطنتین" کہنے لگے۔ لیکن مشیت ایزدی نے انکار کیا کہ میں آپ کا کلام نہ سنوں۔ چنانچہ آپ ﷺ کا کلام میرے کان میں پڑا تو بہت اچھا معلوم ہوا' لہٰذا آپ اپنا دین مجھ پر پیش کریں۔ اگر آپ کی باتوں میں حق و صداقت کی روح نظر آئی تو ضرور قبول کروں گا۔ آپ نے دین کے بنیادی اصول میرے سامنے پیش کیے جو قلب کی اتھاہ گہرائیوں میں پیوست ہو گئے۔ پھر آپ نے قرآن حکیم کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تلاوت فرمائی۔ ایک روایت میں ہے کہ سورۂ اخلاص اور معوذتین کی تلاوت فرمائی۔ میں خود عربی زبان کا ایک بہت بڑا شاعر تھا۔ محاسن کلام کو بخوبی سمجھتا تھا۔ بخدا! میں نے قرآن حکیم سے بہتر کبھی کوئی کلام نہیں سنا۔ اور آپ کے ارشادات گرامی کے مقابلہ میں کوئی حکیمانہ تقریر نہیں سنی۔ اور اسلام سے زیادہ معتدل اور متوسط دین اور کوئی نہیں پایا۔ چنانچہ میں بادۂ اسلام کے ایک ہی جام سے سرشار ہو گیا اور اسی وقت کلمہ شہادت پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

سیدنا طفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمان ہونے کے بعد میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی: ''یا رسول اللہ! میں اپنی قوم کا سردار ہوں۔ چاہتا ہوں کہ واپسی کے بعد اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دوں۔ آپ ﷺ دعا فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشانی عطاء فرما دیں جو اس بارے میں میری معین و مددگار ہو۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی:

((اللهم اجعل له آية))

''اے اللہ! اس کے لیے کوئی نشانی پیدا فرما۔''

فرماتے ہیں کہ میں آپ ﷺ سے رخصت ہو کر واپس وطن پہنچا تو میری آنکھوں کے درمیان چراغ کی مانند ایک نور پیدا ہو گیا۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی: ''اے اللہ! اس کو بجائے چہرہ کے کسی اور جگہ منتقل فرما دے۔'' میری قوم کے لوگ کہیں اس کو مثلہ (شکل اور ہئیت بدل جانا) نہ سمجھ لیں اور یہ خیال نہ کریں کہ باپ دادا کا دین چھوڑنے کی وجہ سے اس کی شکل وصورت بدل گئی ہے یا مسخ ہو گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری وہ دعا قبول فرمالی اور وہ نور اسی وقت میرے کوڑے کی طرف منتقل ہو گیا۔ اور وہ کوڑا ایک قندیل کی مانند چمکنے لگا۔

میں رات کو گھر پہنچا۔ میرے والد ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ وہ میری آمد کی خبر سن کر علی الصبح میرے پاس آئے۔ میں نے انہیں عرض کیا کہ میں آپ کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے یہ بتلا دینا ضروری خیال کرتا ہوں کہ آئندہ سے میرا اور آپ کا تعلق منقطع ہے۔ والد نے حیرانگی سے کہا: بیٹا! کیوں کیا ہوا؟ میں نے عرض کیا کہ میں محمد رسول اللہ ﷺ کا طوق غلامی اپنی گردن میں ڈال کر ان کے دین میں داخل ہو گیا ہوں۔ اور آپ کفر وشرک کی نجاست اور گندگی میں آلودہ اور غلطاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے والد محترم کی قسمت میں دولت ایمان لکھی ہوئی تھی' اس لیے کوئی تلخ جواب دینے کے بجائے فرمایا: بیٹا! وہ دین جو تم نے اختیار کیا ہے اگر وہ واقعی حق و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صداقت پر مبنی ہے تو پھر میں بھی تمہارے ساتھ ہوں۔ میں نے عرض کیا کہ آپ فوری طور پر غسل کر کے پاک کپڑے پہنیئے۔ انہوں نے ایسا ہی کیا اور میری طرح وہ بھی حلقۂ ایمان میں داخل ہو گئے۔

میری اہلیہ کو بھی میری آمد کی خبر ہوئی۔ وہ بھی آئیں۔ میں نے اس سے بھی کہا کہ آئندہ کے لیے میرے اور تمہارے تعلقات بالکل منقطع ہو چکے ہیں۔ بیوی نے وجہ دریافت کی۔ میں نے اس کو بھی وہی جواب دیا کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کا پاکیزہ دین اختیار کر لیا ہے جو تمہارے غلیظ دین سے بالکل مختلف ہے۔ وہ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئی۔ میں نے اسے کہا کہ اگر تجھے یہ اندیشہ ہے کہ بتوں کو چھوڑنے سے کہیں بچوں کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے تو میں اس کا ذمہ دار ہوں' لیکن ایک بات ذہن میں رکھ لو کہ بتوں میں کوئی قدرت اور طاقت نہیں۔ وہ ایسے بے حس ہیں کہ انہیں اپنی ہستی تک کا کوئی علم نہیں۔ بیوی کے ساتھ میری والدہ نے بھی حلقہ بگوش اسلام ہونے کی سعادت حاصل کی۔

بعد ازاں میں نے اپنے قبیلے دوس کو دعوت اسلام دی لیکن انہوں نے اسلام کے قبول کرنے میں تامل کیا۔ (حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس وقت صرف سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔ الاصابہ جلد۲ ص ۲۲۶) قبیلہ کا یہ انکاری رویہ دیکھ کر مجھے بہت فکر ہوئی۔ میں دوبارہ عازم مکہ ہوا اور بارگاہِ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ! میرے تمام گھر والے دولت ایمان سے مشرف ہو چکے ہیں' لیکن قبیلہ والوں نے ایمان کی دعوت کو قبول نہیں کیا' لہٰذا ان کے لیے بددعا فرمایئے۔'' آپ ﷺ تو رحمت کائنات تھے۔ وہاں بددعا بھی دعا کا روپ دھار لیتی ہے۔ آپ نے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''اللھم اھد دوساً وائت بھم'' یعنی اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت فرما اور مسلمان بنا کر یہاں بھیج۔ پھر فرمایا: طفیل! جاؤ انہیں نرمی سے اسلام کی طرف بلاؤ۔ میں نے واپس آ کر انہیں نرمی اور آشتی کے ساتھ دعوت اسلام دی۔ آپ ﷺ کی دعا کا یہ اثر ہوا کہ قبیلہ والے جوق در جوق اسلام میں داخل ہونا شروع ہو گئے۔

فتح مکہ کے بعد میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ عمرو بن حمیمہ کے بت ذوالکفین کے جلانے کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ اور سیدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طفیل رضی اللہ عنہ نے جا کر اس بت کو نذر آتش کر دیا۔ آپ بت جلاتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے ؎

یاذا الکفین لست من عباد کا ۔۔۔ میلادنا اکبر من میلاد کا

انی حشوت النار فی فواد کا

یعنی اے ذوالکفین! میں تیری عبادت کرنے والوں میں سے نہیں ہوں کیونکہ میری پیدائش تیری پیدائش سے مقدم ہے۔ میں نے تیرے اندر خوب آگ بھری ہے۔

اس بت کے جلنے سے قبیلہ دوس کے باقی ماندہ لوگ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ طفیل رضی اللہ عنہ پھر مدینہ آ گئے اور پھر یہیں کے ہو رہے۔

(قبیلہ دوس کے اسلام لانے کے واقعہ کو ہم نے تفصیل سے اس لیے بیان کیا ہے کہ اس میں بہت سے معجزات شامل ہیں۔)

(۳۴) بارش کی دعا:

بارش کے لیے متعدد مرتبہ آپ ﷺ نے دعائیں کیں اور ہر مرتبہ آپ ﷺ کی دعا کی قبولیت کی وجہ سے بارش ہوئی۔ گذشتہ صفحات میں ہم نے نقل کیا ہے کہ ہجرت سے قبل ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں قحط پڑا۔ مسلمانوں نے نہیں بلکہ کافروں نے جا کر آپ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو خوب بارش ہوئی۔ (بخاری، ابواب الاستقاء) گویا کافر بھی یہ سمجھتے تھے کہ آپ کی دعا سے بارش ہو جاتی ہے۔ اور اس وجہ سے ابو طالب نے آپ کی تعریف میں یہ شعر کہا تھا ؎

وابیض یستسقی انغمام بوجهه ۔۔۔ ثمال الیتامیٰ عصمة للارامل

اور وہ (محمد ﷺ) گورے چٹے رنگ والا ہے۔ اس کے چہرے کے وسیلہ سے ابر باراں کی سیرابی مانگی جاتی ہے۔ وہ یتیموں کی جائے پناہ اور بیواؤں کا ملجاء و ماویٰ ہے۔

آپ کے بارش کے متعلق متعدد بار دعا مانگنے کی تائید عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جب بھی بارش کی دعا مانگتے تو میں آپ کے چہرۂ انور کو تکتا رہتا، اور مجھے ابوطالب کا یہ شعر یاد آتا۔ آپ دعا مانگ کر منبر سے نیچے اترنے بھی نہ پاتے تھے کہ مدینہ منورہ کا ہر پرنالہ زور شور سے بہنے لگتا۔ (بخاری و ابن ماجہ ابواب الاستقاء)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکار دو عالم ﷺ کی دعا سے بارش ہونے کا سب سے زیادہ مستند واقعہ یہ ہے جس کو بخاری اور مسلم نے سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص جمعہ کے روز اس دروازہ کی جانب سے مسجد نبوی ﷺ میں داخل ہوا جو دار القضاء کی جانب تھا۔ اس وقت سرکار دو عالم ﷺ کھڑے ہوئے خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ یہ شخص آ کر سرکار دو عالم ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور عرض کرنے لگا: یا رسول اللہ! قحط کی وجہ سے ہمارے اموال سب تباہ و برباد ہو گئے اور تمام راستے بند ہو گئے۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ وہ بارانِ رحمت نازل فرمائے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: اے اللہ! بارانِ رحمت نازل فرما۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ہمیں آسمان پر بادل کا کوئی ٹکڑا بھی نظر نہیں آتا تھا اور آسمان آئینہ کی طرح بالکل صاف تھا۔ اور ہمارے اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی اور گھر نہ تھا۔ بس ایک کھلا میدان تھا۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے' ابھی آپ نے دعا فرما کر اپنے ہاتھ نیچے کیے بھی نہ تھے کہ پہاڑوں کے برابر بادل اٹھے اور ابھی آپ منبر سے اترنے بھی نہ پائے تھے کہ بارش برسنا شروع ہو گئی یہاں تک کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی ریش مبارک سے پانی کے قطرے ٹپک رہے ہیں۔

دوسری روایت میں یہ واقعہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ آپ کی پشت کی جانب سے ایک چھوٹا سا بادل کا ٹکڑا اٹھا جو شروع میں ایک ڈھال کی طرح نظر آ رہا تھا۔ پھر جب وہ آسمان کے درمیان پہنچا تو چاروں طرف پھیل گیا۔ پھر جو برسا تو ایسا برسا کہ بخدا پورا ایک ہفتہ ہم نے سورج کی شکل تک نہ دیکھی۔ راوی کا بیان ہے کہ آئندہ جمعہ کو پھر وہی شخص اسی دروازے سے آیا اور آپ اس وقت منبر پر کھڑے خطبہ دے رہے تھے۔ وہ آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور کہا: یا رسول اللہ! بارش کی کثرت کی وجہ سے ہمارے مال سب تباہ و برباد ہو گئے اور آمد و رفت ندی نالوں کے بھرنے سے بند ہو گئی' لہٰذا اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیے کہ اب وہ بارش بند فرما دے۔ راوی کا بیان ہے کہ اب کی دفعہ بھی سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور یہ دعا فرمائی:

((اللهم حوالينا وما علينا' اللهم على الآكام والظراب وبطون الاودية و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منابت الشجر))

''اے اللہ! اب بارش ہمارے اردگرد ہو اور ہماری بستی (مدینہ) پر نہ ہو۔ اے اللہ! اب بارش پہاڑیوں پر' ٹیلوں پر اور وادیوں اور جنگلوں میں ہو۔''

آپ اپنے دست مبارک سے جس جانب بھی اشارہ فرماتے جاتے اسی جانب سے بادل پھٹتے اور چھٹتے جاتے یہاں تک کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ بادل چاروں طرف پھٹ گئے۔ اور مدینہ بیچ میں تاج کی طرح نظر آنے لگا۔ اور وادی قناۃ ایک ماہ تک بہتی رہی اور جس جانب سے بھی کوئی شخص مدینہ میں آتا وہ بارش ہی کی خبر لے کر آتا۔

(بخاری باب علامات النبوۃ جلد اص ۵۰۶ وابواب الاستقاء' مسلم صلوٰۃ الاستقاء)

اسی قسم کا ایک اور واقعہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے دلائل النبوۃ میں بسند صحیح انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر قحط سالی کی شکایت کی اور چند اشعار پڑھے جن میں ایک شعر یہ ہے

ولیس لنا الا الیک فرارنا وأین فرار الناس الا الی الرسل

اور ہماری بھاگ دوڑ صرف آپ تک ہے۔ اور لوگ رسولوں کے علاوہ دوڑ کر اور جا بھی کہاں سکتے ہیں؟

اس اعرابی کی یہ بات سن کر سرکار دو عالم ﷺ اپنی چادر گھسیٹتے ہوئے منبر پر جلوہ افروز ہو گئے۔ حمد و ثنا کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی:

''اے اللہ! ضرورت کے مطابق بارش برسا' خوشگوار اور خوب اگانے والی' موسلا دھار' دور دور تک' جلدی آئے دیر نہ ہو' مفید ہو نقصان دہ نہ ہو' جس سے جانوروں کے تھن بھر جائیں کھیتی خوب ہو' مردہ زمین زندہ ہو جائے۔''

خدا کی قسم' رسول اللہ ﷺ نے دعا سے ہاتھ نہیں ہٹائے تھے کہ آسمان سے دھواں دار بارش شروع ہو گئی اور خوب بارش ہوئی یہاں تک کہ لوگوں نے چیخنا شروع کر دیا کہ اب ہم ڈوبے' سرکار دو عالم ﷺ نے پھر دعا فرمائی کہ ہم سے دور دور بارش ہو' ہم پر نہ ہو۔ اس دعا پر مدینہ سے بادل چھٹ گئے۔ حضور اکرم ﷺ بہت خوش ہوئے' پھر فرمایا: ابو طالب کتنے سمجھدار اور دور رس تھے۔ اگر وہ اس وقت زندہ ہوتے تو بہت ہی خوش ہوتے۔ کوئی ان کے اشعار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پڑھ کر سنائے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: حضور! آپ کا اشارہ ان اشعار کی طرف ہے۔

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ ثمال الیتامیٰ عصمۃ للارامل

پھر وہ سارے اشعار پڑھ کر سنائے۔ آپ ﷺ بہت خوش ہوئے۔

(فتح الباری جلد۲ ص ۴۹۵' عمدۃ القاری جلد۷ ص ۳۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ پھر بنی کنانہ کے ایک شاعر نے کچھ اشعار پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے:

''تیری حمد و ثنا ہے اور یہ حمد ہے ایک شکر گزار کی' نبی اکرم ﷺ کے رخ انور کی وجہ سے بارانِ رحمت ہوا۔ اس نے اپنے خالق کو پکارا اور اس کی طرف نگاہ لگ گئی' چادر کے تہ کرنے کی مانند بلکہ اس سے بھی جلد بارش شروع ہو گئی۔ اور ہم نے بارش دیکھی اور تاڑ کی نرم زمین پر پائی جو سب علاقہ پر محیط تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مضر قوم کی مدد فرمائی۔ اور یہ اسی طرح ہوا جیسے ان کے چچا ابو طالب نے کہا تھا کہ گورا چٹا روشن چہرہ ہے جس کی بدولت اللہ تعالیٰ نے بارش برسائی۔ یہ چشم دید معاملہ ہے اور اسی طرح شنید ہے۔ جو شخص خدا کا شکر گزار ہو وہ مزید انعام کا مستحق ہوتا ہے اور جو ناشکری کرے وہ آفتوں میں پڑے گا۔''

یہ اشعار سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے اس کی تحسین و تعریف فرمائی۔

(البدایہ والنہایہ جلد۶ ص ۹۰-۹۱)

اسی طرح کا ایک اور واقعہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ابو وجزہ یزید بن عبید السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ کی خدمت اقدس میں بنو فزارہ کا ایک مسلمان وفد حاضر ہوا جس میں خارجہ بن حصین اور عیینہ بن حصین کا بھتیجا حر بن قیس تھا۔ وہ رملہ بنت حارث انصاریہ کے احاطے میں فروکش ہوئے۔ ان کی سواریاں نہایت لاغر' دبلی اور کمزور تھیں اور وہ قحط سالی سے دوچار تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقہ کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے عرض کیا کہ ہمارا علاقہ خشک سالی کا شکار ہے۔ اہل و عیال بدحال ہیں' مال مویشی تباہ ہو گئے ہیں۔ دعا فرمائیں اور ہماری رب تعالیٰ کے پاس سفارش فرمائیں اور اللہ تعالیٰ آپ سے سفارش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: سبحان اللہ! میں نے تو اللہ تعالیٰ کے پاس سفارش کی، مگر اللہ تعالیٰ کس سے سفارش کرے۔ اس کے بغیر تو کوئی کارساز نہیں۔ اس کی کرسی تو ارض وسماء سے بھی وسیع ہے۔ اور اس کی عظمت وہیبت سے چرچرا رہی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہاری پریشانی، تنگ دستی اور عنقریب فریاد رسی پر مسکراتا ہے۔ یہ سن کر اس اعرابی نے عرض کیا: کیا ہمارا پروردگار مسکراتا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل۔ تو پھر اعرابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ﷺ ہم ہنس مکھ خدا کی خیر و برکت سے محروم نہ رہیں گے۔ سرکار دو عالم ﷺ اس کی یہ بات سن کر مسکرائے اور منبر پر جلوہ افروز ہو کر کچھ کلمات ارشاد فرمائے اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اس قدر ہاتھ بلند کیے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آئی اور آپ نے یہ دعا فرمائی:

((اللھم اسق بلدك وبھائمك وانشر رحمتك واحي بلدك الميت' اللھم اسقنا غيثاً مغيثاً مرئياً مريعاً طبقاً واسعاً عاجلاً غير آجل نافعاً غير ضار' اللھم سقياً رحمة ولا سقياً عذاب ولاھدم ولا غرق ولامحق' اللھم اسقنا الغيث وانصرنا علىٰ الاعداء))

لسانِ نبوت سے یہ دعا سن کر ابولبابہ بن عبدالمنذر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: "یا رسول اللہ! کھجور سکھانے کے لیے باہر کھلی جگہ میں پڑی ہے۔" آپ ﷺ نے پھر بارانِ رحمت کی دعا فرمائی اور ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے تین بار یہ جملہ کہا اور آپ نے بھی اسی طرح دعا کی۔ آخر کار آپ ﷺ نے فرمایا: خداوندا! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ قمیض اتار کر خود اپنے کھلیان کا سوراخ اپنی آزار سے بند کرے۔

واللہ! آسمان بالکل صاف تھا۔ ابر کا ایک ٹکڑا بھی آسمان پر نہ تھا۔ اس زمانہ میں مسجد نبوی اور سلع پہاڑ کے درمیان کوئی آبادی نہ تھی۔ سلع پہاڑ کے ورے سے معمولی لکۂ ابر نمودار ہوا۔ جو آسمان کے وسط میں آ کر پھیل گیا۔ اور خوب برسا اور مسلسل چھ روز تک بارش ہوتی رہی اور سورج کی کوئی کرن نظر نہ آئی۔ ابولبابہ نے قمیض اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند کیا تاکہ سوراخ کے راستہ سے کھجور نہ بہ جائے۔ پھر ایک شخص نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا: یا رسول اللہ! مال مویشی ہلاک ہو گئے ہیں۔ سب راستے سیلاب اور پانی کے زور سے بند ہو گئے ہیں۔ رسول

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور اس قدر دعا کے لیے ہاتھ بلند فرمائے کہ بغلوں کی سفیدی نظر آ گئی۔

اور دعا فرمائی: ''اے اللہ! ہمارے گرد و نواح میں بارش برسا' الٰہی ٹیلوں' پہاڑوں اور وادیوں میں بارانِ رحمت نازل فرما۔ یہ کہنا تھا کہ فوراً کپڑے کے شگاف کی طرح بادل پھٹ گئے۔

امام بیہقی رحمہ اللہ ہی نے دلائل النبوۃ میں ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جمعہ کے روز سرکار دو عالم ﷺ نے بارانِ رحمت کی دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! بارش برسا'' (اللھم اسقنا) اور مطلع بالکل صاف تھا۔ سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ابھی تو کھجور کھلیان میں پڑی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پھر دعا فرمائی تو ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے پھر وہی عرض کیا کہ کھجور کی فصل باہر کھلیان میں پڑی ہے۔ آپ نے پھر دعا فرمائی: یا اللہ! اس قدر بارش برسا کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اپنے تہ بند سے کھلیان کے سوراخ بند کرے۔ چنانچہ خوب بارش ہوئی اور آپ نماز جمعہ سے فارغ ہوئے تو لوگ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا: واللہ! بارش نہ رکے گی جب تک کہ تو رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق تہ بند اتار کر اپنے کھلیان کا سوراخ بند نہ کر دے۔ چنانچہ سیدنا ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے کھلیان کے سوراخ بند کیے اور بارش تھم گئی۔ اس روایت کی سند حسن ہے۔

غزوہ تبوک کے سفر کے دوران بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا تھا جس کو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ تبوک میں موسم شدید گرم تھا۔ ایک منزل میں یہ حال تھا کہ پیاس کے مارے دم نکلا جا رہا تھا اور اس قدر پیاس کی شدت تھی کہ اپنے پالان نظر نہیں آتے تھے۔ اور اونٹ کو ذبح کر کے اس کی اوجھڑی کا گندہ پانی پینے پر مجبور تھے۔ یہ حالت دیکھ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کی دعا قبول فرماتا ہے لہٰذا دعا فرمائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تمہاری خواہش ہے؟ عرض کی: جی ہاں۔ یہ سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔ اور بارش کی دعا کی۔ دعا قبول ہوئی اور فوراً بارش آ گئی۔ اور ہم نے سب برتن پانی سے بھر لیے۔ پھر ہم نے اِدھر اُدھر کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر پر ہی بارش ہوئی ہے اور کہیں نہیں ہوئی۔ (اس روایت کی سند قوی ہے)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واقدی کے بیان کے مطابق اس جنگ میں لشکر اسلامی کی تعداد تیس ہزار تھی۔ بارہ ہزار گھوڑے اور بارہ ہزار اونٹ تھے۔ موسم سخت گرم تھا۔ اس قدر بارش ہوئی کہ تمام تالاب اور نشیب و فراز پانی سے بھر گئے۔

یہ تمام روایات حافظ ابن کثیر نے اپنی کتاب البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۹۰ - ۹۲ پر بیان کی ہیں۔ اور سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ والی روایت بخاری اور مسلم میں بھی ہے۔

(۳۵) سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے لیے دعا:

سیدنا عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے ماموں زاد بھائی تھے اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سگی پھوپھی ام حکیم البیضاء کے پوتے تھے۔ پیدائش کے تھوڑے عرصہ بعد عمرۃ القضاء میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حصول برکت کے لیے پیش کیے گئے۔ آپ نے بہت پیار کیا اور ایک روایت کے مطابق اپنا لعاب دہن منہ میں ڈالا۔ یہ آب حیات سمجھ کر نگل گئے۔ اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انہ لمسقی" (یہ سیراب کرنے والا ہوگا) (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۶۳۹، الاصابہ جلد ۳ ص ۱۶۵، اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۱) اس دعا کا یہ اثر ہوا کہ آپ جب بھی کسی زمین پر محنت فرماتے تو فوراً پانی نکل آتا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۱، تنقیح المقال جلد ۲ ص ۱۹۱) چنانچہ اس دعا کی وجہ سے انہوں نے عرب کی خشک سرزمین میں کثرت کے ساتھ پانی جاری کر کے اسے سرسبز و شاداب بنا دیا۔ عرفات میں حاجیوں کے لیے بڑے بڑے حوض اور تالاب بنوائے اور ان میں نہروں کے ذریعے پانی ڈالا۔ (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۹۲، البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۸۸، ابن سعد جلد ۵ ص ۳۴)

مملکت اسلامیہ میں مختلف جگہوں پر کنویں کھدوائے۔ چنانچہ لکھا ہے "ولہ ابار فی الارض کثیرۃ" یعنی ملک میں بہت کنویں کھدوائے۔

(مستدرک حاکم جلد ۲ ص ۶۳۹، نسب قریش ص ۱۴۸)

بصرہ میں دو نہریں بھی کھدوائیں (کتاب المعارف ص ۱۴۰) عرب اور خصوصی طور پر عرفات میں پانی کی اس فراوانی کی وجہ سے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ان کی بہت تعریف فرمایا کرتے تھے۔ (کتاب المعارف جلد ۱۴۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف اشیاء میں اثرات

بعض دفعہ سرکار دو عالم ﷺ کے اثرات صحبت صرف انسانوں ہی تک محدود نہ رہے بلکہ شجر و حجر اور دوسری مختلف اشیاء میں بھی ایسے اثرات پیدا ہوئے جنھوں نے ان کے معمول کے خلاف ان میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ ان کے افعال و حرکات یکسر تبدیل ہو گئے جیسا کہ آئندہ صفحات میں ان کی وضاحت ہو جائے گی۔

کھجور کے ستون کا رونا:

مسجد نبوی ﷺ میں پہلے کوئی منبر نہیں تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ جب خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے تو کھجور کے ایک تنے کے ساتھ ٹیک لگا کر وعظ فرماتے تھے۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد آپ نے ایک منبر بنوایا اور اس پر کھڑے ہو کر آپ خطبہ ارشاد فرمانے لگے۔ لوگوں نے دیکھا کہ دفعتاً اس کھجور کے سوکھے تنہ سے بچوں کی طرح رونے کی آواز آنے لگی۔ بعض روایات میں ہے کہ اونٹنیوں کی طرح بلبلانے کی آواز آنے لگی۔ (یہ لوگوں کے اختلاف مذاق کی وجہ سے ہے۔ بعض نے اس کو بچے کے رونے سے تشبیہ دی اور بعض نے اونٹ کے بلبلانے سے۔) ستون کے تنے کی یہ آواز سن کر سرکار دو عالم ﷺ منبر سے اتر آئے اور اس ستون پر ہاتھ پھیر کر اس کو تسلی دی اور اس کو اپنے سینے سے لگایا تو اس کی یہ آواز بند ہو گئی۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اس کا یہ رونا اس وجہ سے تھا کہ یہ پہلے خدا تعالیٰ کا ذکر سنا کرتا تھا۔

(بخاری باب علامات النبوۃ' نسائی باب خطبہ الجمعہ' مسند احمد' ابن ماجہ والدارمی)

اس سلسلہ میں مسند الدارمی کی حدیث بھی قابل غور ہے جو سیدنا ابن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

والد سے نقل فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ جب خطبہ ارشاد فرماتے تو بہت دیر کھڑا رہتے' اس سے آپ کو تکلیف ہوتی۔ چنانچہ آپ کی سہولت اور آرام کے لیے کھجور کا تنہ لایا گیا اور گڑھا کھود کر ایک طرف کھڑا کیا گیا۔ جب آپ خطبہ ارشاد فرماتے اور دیر تک کھڑا رہتے تو اس کھجور کے تنہ سے ٹیک لگا لیتے۔ ایک شخص مدینہ طیبہ میں آیا اس نے یہ حال دیکھ کر اپنے پاس کے لوگوں سے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ سرکار دو عالم ﷺ آرام کی شی کو پسند فرمائیں گے تو میں آپ کے لیے ایک منبر تیار کر دوں۔ جتنی دیر چاہیں اس پر بیٹھیں اور اگر چاہیں تو کھڑے ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے اسے بلا کر منبر تیار کرنے کے لیے کہا۔ جب وہ منبر تیار ہو گیا تو آپ ﷺ کی تکلیف دور ہوگئی اور آپ منبر پر بیٹھے تو کھجور کا وہ تنہ جس کے ساتھ آپ ٹیک لگاتے تھے' آپ کی جدائی اور فراق میں رویا جیسے اونٹنی درد سے آواز نکالتی ہے۔ آپ منبر سے اتر کر تنہ کے پاس تشریف لائے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ اور فرمایا کہ دو باتوں میں سے ایک بات پسند کر لے۔ اگر تو چاہے تو میں تمہیں وہیں گاڑ دوں گا جہاں پہلے تھا اور پہلے کی طرح کھجور کا درخت ہو جائے گا اور اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنت میں لگا دوں اور جنت کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہوگا اور بہت عمدہ اگے گا اور خوب پھل لائے گا اور تیرے پھل اور کھجور سے اولیاء اللہ کھائیں گے۔ راوی کہتے ہیں کہ تنہ نے یہ بات سن کر دو دفعہ کہا مجھے منظور ہے۔ راوی نے حضور اکرم ﷺ سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: تنہ نے اس بات کو پسند کیا ہے کہ میں اس کو جنت میں لگا دوں۔ (الدارمی' باب اکرام النبی ﷺ بحنین المنبر)

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد ٦ ص ١٢٧ میں اس واقعہ کو کئی طرح سے بیان فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ کھجور کا یہ تنہ میرے درد اور فراق میں رویا ہے۔ اگر میں اتر کر اس کو دلاسہ نہ دیتا تو وہ قیامت تک روتا رہتا۔

بعض روایات میں ہے کہ جب مسجد کی تعمیر جدید اور مرمت کا ارادہ ہوا تو یہ کھجور کا تنہ سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اپنی حفاظت میں رکھ لیا اور ان کے پاس اسے دیمک نے چاٹ لیا اور بوسیدہ ہو کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔

امام ابوالقاسم بغوی نے سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ یہ حدیث بیان فرماتے تو زار و قطار رونے لگتے اور فرماتے: لوگو! ایک بے جان لکڑی سرکار دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم ﷺ کے درد و فراق میں اتنا رونے لگی تو پھر ایک مسلمان کو تو آپ ﷺ کا درد و فراق زیادہ ہونا چاہیے۔ (ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۲۵-۱۳۰)

قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے لکھا ہے کہ کھجور کے تنے کا رونا خبر متواتر سے ثابت ہے۔ اس کو بخاری و مسلم اور دوسرے اہل صحاح نے نقل کیا ہے اور اس سے اوپر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے نقل کیا ہے۔

امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ معجزہ سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت پر ایک بہت بڑی دلیل ہے۔ (زرقانی جلد ۶ ص ۵۲۶)

کھجور کے اس تنہ کا آپ ﷺ کے فراق میں رونا آپ ﷺ کی برکت کے اشتیاق کی وجہ سے تھا۔ اور یہ سب سے بڑی عقل مندی کی دلیل ہے۔ اس کا یہ رونا اس کی حیات کی دلیل ہے۔ معلوم ہوا کہ اس سوکھے ہوئے تنے میں بھی ایک قسم کی حیات تھی جس کی وجہ سے اس نے اس عقل مندی کا ثبوت دیا کہ سرکار دو عالم ﷺ کی مفارقت میں رونے لگا۔

(ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۶ ص ۵۳۱)

پہاڑ کا ہلنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ احد پہاڑ پر چڑھے۔ اور اس وقت آپ کے ساتھ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ پہاڑ ہلنے لگا سرکار دو عالم ﷺ نے پاؤں مبارک مار کر فرمایا: ٹھہر جا' تیری پشت پر اس وقت ایک نبی ایک صدیق اور شہید ہیں۔ (بخاری' مناقب ابی بکر جلد ا ص ۵۱۹' مشکوۃ ص ۵۶۳)

بخاری میں راوی کو شک ہے کہ وہ پہاڑ احد تھا یا کوہ حرا' لیکن صحیح مسلم اور مسند احمد بن حنبل میں کوہ حرا کا اور بیہقی وغیرہ میں کوہ احد کا نام۔ اگر کوہ احد ہے تو یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے۔ اور اگر کوہ حرا ہے تو پھر یہ واقعہ مکہ مکرمہ کا ہے۔ (ملاحظہ ہو زرقانی جلد ۶ ص ۵۰۶-۵۱۲)

اس حدیث میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صدیق ہونے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے شہید ہونے کی بشارت بھی ہے۔ اسی وجہ سے اس حدیث کو فضائل و مناقب میں ذکر کیا گیا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حضور ﷺ کی ضربت سے پتھر کا ریزہ ریزہ ہو جانا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزوہ خندق میں ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھود رہے تھے کہ ایک سخت پتھر کی چٹان نکل آئی۔ ہم نے اس کو توڑنے کی بہت کوشش کی لیکن وہ ہم سے نہ ٹوٹی۔ چنانچہ لوگ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ایک نہایت سخت چٹان خندق کھودتے ہوئے نکل آئی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو توڑنے کے لیے میں خود خندق میں اترتا ہوں۔ یہ فرما کر آپ کھڑے ہو گئے اور حالت یہ تھی کہ اس وقت آپ کے پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ بھوک ہمارے پیٹوں میں ناچ رہی تھی اور ہمیں کوئی شی چکھے ہوئے تین روز گزر چکے تھے۔ آپ نے خندق میں اتر کر کدال اپنے دست مبارک میں لی اور ایک ضرب لگائی تو چٹان ریت کی طرح ریزہ ریزہ ہو گئی۔ (بخاری)

یہ آپ ﷺ کا ایک معجزہ نہیں ہے بلکہ یہ کئی معجزے اپنے اندر رکھتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بہت کوشش کرنے کے باوجود اس چٹان کا نہ ٹوٹنا اور اور رسول اللہ ﷺ کی ایک ہی ضرب اور دوسری روایت کے مطابق تین ضربوں سے چٹان کا ریزہ ریزہ ہو جانا ایک معجزانہ امر ہے۔ پھر ایک ایک ضرب میں مادی دنیا کے کتنے بڑے بڑے انقلابات پنہاں تھے۔ قیصر و کسریٰ کی سلطنت کی تباہی اور مسلمانوں کے ہاتھوں ان کے فتح ہونے کی پیشگوئیاں بھی شامل تھیں۔ اس حالت میں جب کہ مسلمان خود ایک لشکر جرار کے مقابلہ میں اپنا دفاع کر رہے تھے اور مسلمان اس قدر پریشان حال تھے کہ کلیجہ منہ کو آتا تھا' آپ کا قیصر و کسریٰ کی سپر پاورز کی مسلمانوں کے ہاتھوں تباہی کی پیشگوئی فرمانا کوئی معمولی معجزہ نہیں' لیکن افسوس کہ مادیت میں پھنسی ہوئی عقول اس کو معجزہ ماننے سے انکار کرتی ہیں۔

امام نسائی نے نقل کیا ہے کہ آپ اپنی چادر خندق کے کنارے پر رکھ کر خندق میں اترے اور کدال دست مبارک میں پکڑ کر ایک ضرب لگائی۔ ضرب لگاتے وقت یہ کلمات آپ کی زبان مبارک پر تھے۔ "و تمت کلمة ربك صدقاً وعدلًا" آپ کا ضرب لگانا تھا کہ چٹان کا ایک تہائی حصہ ٹوٹ کر اڑ گیا۔ اس وقت سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ وہاں کھڑے دیکھ رہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ایک ضرب کے ساتھ بجلی کی سی ایک چمک نظر آئی جو انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے پھر دوسری ضرب لگائی اور پھر وہی کلمات پڑھے تو تہائی چٹان اور ٹوٹ گئی۔ اور آپ کی ضرب کے ساتھ پھر ایک چمک پیدا ہوئی جس کو سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تیسری مرتبہ آپ نے پھر وہی کلمات پڑھ کر ضرب لگائی تو اس کا بقیہ حصہ بھی ٹوٹ گیا۔ اس کے بعد آپ اپنی چادر مبارک لے کر خندق سے باہر تشریف لے آئے۔ اور بیٹھ گئے۔ سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جب آپ اپنی کدال سے پتھر پر ضرب لگاتے تھے تو بجلی کی سی ایک چمک نکلتی تھی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سلمان! واقعی تم نے یہ چمک نکلتی دیکھی تھی؟ انہوں نے عرض کی: جی ہاں' اس خدائے بزرگ و برتر کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: جب میں نے پہلی ضرب لگائی تھی تو میرے سامنے کسریٰ کی سلطنت اور اس کے اردگرد کی سب بستیاں کر دی گئیں یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ حاضرین نے پوچھا: یا رسول اللہ! ان ملکوں کو فتح کرنے والے کون لوگ ہوں گے؟ یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے حضور دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرا دے اور ان کی بستیاں ہمارا مال غنیمت بنا دے۔ اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو تباہ و برباد کرا دے۔ آپ نے اس بات کی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ میں نے جب دوسری ضرف لگائی تھی تو قیصر کی سلطنت اور اس کے اردگرد کے تمام شہر میرے سامنے کیے گئے یہاں تک کہ میں نے ان کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی یا رسول ﷺ اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو ہمارے سامنے فتح کرا دے اور ہمارے لیے مال غنیمت بنا دے اور ہمارے ہاتھوں سے ان کو تباہ و برباد کرا دے۔ آپ ﷺ نے اس کے لیے بھی دعا فرمائی۔ پھر فرمایا کہ جب میں نے تیسری ضرب لگائی تو حبشہ کی سلطنت میرے سامنے کی گئی اور جو اس کے اردگرد کی بستیاں تھیں وہ بھی میرے سامنے آئیں' اور میں نے ان کو بھی اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔ اس کے بعد فرمایا: جب تک اہل حبشہ تم سے کچھ نہ کہیں تم بھی ان سے کچھ نہ کہنا اور اسی طرح جب ترک خاموش رہیں تم بھی خاموش رہنا۔

(نسائی، کتاب الجہاد' بیہقی فی الدلائل وابونعیم فی الحلیہ)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منبر کا ہلنا:

ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے اور اپنے خطبہ میں جلال وکبریائے الٰہی کا بیان فرما رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے جلال سے آپ خود بہت متاثر تھے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ جلال وکبریائی الٰہی سے متاثر ہو کر دائیں بائیں ہل رہے تھے اور نیچے سے منبر اسی زور سے جنبش کر رہا تھا کہ مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں آپ نیچے نہ گر پڑیں۔ (مسلم' باب ابتداء الخلق' مسند احمد عن ابن عمر رضی اللہ عنہ)

حضور ﷺ کے اشارہ سے بتوں کا گرنا:

وہ بیت اللہ جس کو ابراہیم علیہ السلام نے ایک خدائے وحدہ لاشریک کی عبادت کے لیے بنایا تھا' اسی بیت اللہ میں اولاد ابراہیم نے تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ ۸ھ میں جب سرکار دو عالم ﷺ نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا تو آپ بیت اللہ میں تشریف لے گئے۔ آپ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اور زبان اقدس پر قرآن حکیم کی یہ آیت تھی:

﴿جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا﴾ (الاسراء:۸۱)

''حق آ گیا اور باطل مٹ گیا اور باطل مٹنے ہی کے لیے تھا۔''

آپ اس چھڑی سے جس بت کی طرف اشارہ فرماتے تھے' وہ چھڑی لگنے کے بغیر ہی نیچے گر جاتا۔ آپ کی چھڑی سے بتوں کا کعبہ کے اندر سے نیچے گرنا بخاری ومسلم میں باب فتح مکہ میں موجود ہے لیکن اشارہ سے بے چھوئے نیچے گرنا اگرچہ بخاری اور مسلم میں نہیں ہے' لیکن فاکہی میں بروایت عمر رضی اللہ عنہ اور طبرانی' سیرۃ ابن اسحاق اور ابو نعیم میں بروایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ موجود ہے۔

بخاری میں ایک روایت سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ان بتوں کو اکھڑوا کر پھینکوایا تھا لیکن یہ بات ان بتوں کے بارے میں ہے جو بیت اللہ کے باہر نصب کیے ہوئے تھے۔ لیکن جو بت اندر تھے وہ فاکہی کی صحیح روایت کے مطابق صرف چھڑی کے اشارے سے نیچے گرے تھے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کنکریوں سے تلواروں کی دھاریں کند ہونا:

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب فرماتے ہیں کہ میں جنگ حنین میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن الحارث بن عبدالمطلب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی لگے رہے اور ایک لحہ بھی آپ سے علیحدہ نہیں ہوئے۔ اس جنگ میں آپ اپنے سفید خچر کے اوپر سوار تھے جسے فروہ بن نقاشہ جذامی نے آپ کو ہدیہ کے طور پر دیا تھا۔ جب مسلمان اور کافر آپس میں گتھم گتھا ہوئے تو مسلمان سراسیمہ اور پریشان ہو کر ادھر ادھر ہو گئے لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا خچر کفار کی طرف برابر بڑھائے چلے جا رہے تھے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خچر کی لگام تھامے ہوئے تھا اور اسے روک رہا تھا کہ کہیں وہ آپ کو کفار کے نرغہ میں نہ لے جائے۔ اور ابوسفیان رضی اللہ عنہ بن الحارث سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رکاب پکڑے ہوئے تھے۔ اتنے میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عباس رضی اللہ عنہ! اصحاب سمرہ کو آواز دو۔ اور اللہ کی قسم' جوں ہی ان لوگوں نے میری آواز سنی تو اس طرح لبیک لبیک کہتے ہوئے جلدی سے لوٹ پڑے جیسے گائے اپنی چرنی کی طرف پلٹ پڑتی ہے۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر مسلمان کافروں کے ساتھ نہایت ثابت قدمی سے لڑے۔ دوسرا اعلان انصار میں ہوا ''یا معشر الانصار'' کا نعرہ شروع ہوا۔ ہوتے ہوتے یہ نعرہ ''یا بنی الحارث بن الخزرج'' پر ختم ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خچر پر سے ادھر ادھر اپنی گردن بڑھا بڑھا کر لڑائی کی تیزی دیکھ کر فرمایا: اب نہایت گھما گھمی کی جنگ ہو رہی ہے۔ پھر آپ نے چند کنکریاں لیں اور کافروں کے چہروں کی طرف پھینکیں۔ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم' پھر تو کافر بھاگ نکلے. فرماتے ہیں کہ میں آگے بڑھا ہوا تھا کہ ذرا جنگ کا رنگ دیکھوں تو جنگ میری نظروں میں اسی طرح جاری تھی' لیکن خدا کی قسم' جوں ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر وہ کنکریاں ماریں تو میں دیکھنے لگا کہ ان کی تلوار کی دھاریں کند ہو گئیں اور جنگ کا رخ یک دم بدل گیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست فاش دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر کے قصہ میں فرمایا تھا کہ ''وما رمیت اذ رمیت ولکن اللہ رمی'' یعنی جب تم نے (اے پیغمبر!) کنکریاں پھینکیں تھیں تو وہ تم نے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھیں۔ (مسلم جلد ۲ ص ۹۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جنگ بدر میں دشمنوں پر کنکریاں پھینکنا:

جنگ بدر میں بھی کچھ اسی قسم کا معاملہ ہوا۔ مسلمانوں کی تعداد نہایت قلیل تھی اور ان کے مقابلہ میں کفار مکہ ان سے تین گنا تھے اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھے۔ لیکن سرکار دو عالم ﷺ کی دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خائب و خاسر کیا اور مسلمانوں کو ان پر فتح و نصرت عطاء فرمائی۔

حدیث میں اور تمام سیر کی کتابوں میں مرقوم ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ عریش (سائبان) میں تھے۔ اس سائبان میں ان کے سوا اور کوئی تیسرا نہ تھا۔ دونوں فوجوں کا آپس میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ ایک طرف دونوں فوجیں گتھم گتھا ہوئی تھیں اور دوسری جانب رحمت عالم ﷺ اپنے پروردگار سے اس نصرت کا مطالبہ کر رہے تھے جس کا اللہ تعالیٰ نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ آپ بار بار یہ فرما رہے تھے: ''اللهم ان تهلك هذه العصابة لاتعبد'' اے اللہ! اگر آپ نے اس چھوٹی سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر آپ کی پرستش اور عبادت نہیں ہو سکے گی۔ آپ نہایت الحاح و زاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا مانگ رہے تھے۔ آپ کی اس حالت کو دیکھ کر ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ''یا رسول اللہ! بس کیجئے' آپ ﷺ نے اپنے اللہ کے سامنے بہت اصرار کر لیا' اب اللہ ضرور اس وعدہ کو جو آپ سے کیا ہے' پورا فرمائیں گے۔

اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کی تھوڑی دیر کے لیے آنکھ لگ گئی۔ جب آنکھ کھلی تو فرمایا: ابوبکر! خوش ہو جاؤ' تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی امداد آ پہنچی۔ یہ جبریل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام پکڑے آ رہے ہیں۔ ان کے دانتوں پر غبار پڑا ہوا ہے۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ باہر تشریف لائے اور آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ میں جہاں جہاں کھڑا کرنا تھا' کیا۔ اور جو کچھ سامان جنگ اور اسلحہ موجود تھا' اس سے بھی ان کو لیس کیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص لڑائی شروع کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک اس کو اس کی اجازت نہ ملے۔ البتہ جب دشمن قریب آ جائیں' اس وقت تم انہیں تیروں کی باڑھ پر رکھ لینا۔ پھر لوگ آپس میں گتھ گئے۔ جب بعض لوگ بعض کے قریب پہنچ گئے تو سرکار دو عالم ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں زمین سے اٹھائیں۔ پھر ان کو لے کر آپ ﷺ نے قریش کی طرف منہ کیا اور ان کو ان کے منہ پر پھینکا اور فرمایا: ''شاهت الوجوه'' (چہرے بگڑ جائیں) پھر فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں ! ان پر ٹوٹ پڑو اور یک بارگی حملہ کر دو۔ لسانِ نبوت سے یہ الفاظ جونہی نکلے مسلمانوں نے کفار مکہ پر دھاوا بول دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ کو شکست فاش دی اور ان کے اشراف میں سے جو قتل ہوئے وہ قتل ہو گئے اور جو قید ہوئے وہ قید ہوئے۔ (ابن اسحاق)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جبریل امین نے سرکار دو عالم ﷺ سے کہا کہ آپ مٹی کی ایک مٹھی لیجئے۔ تب آپ نے مٹی کی مٹھی اٹھائی اور اس کو ان کے چہروں پر پھینک مارا۔ مشرکین میں سے کوئی بھی ایسا شخص نہ تھا جس کی آنکھوں، نتھنوں میں اور منہ میں اس ایک مشت کی مٹی نہ پڑی ہو۔ اس پر وہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

اندھیرے میں روشنی کا ہونا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دو صحابی سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں رات دیر تک حاضر رہے۔ جب وہ رات کو واپس ہوئے تو رات بہت اندھیری تھی، لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت کہ ان کے سامنے دو چراغوں کی طرح آگے آگے کوئی شی روشن ہوگئی۔ راستہ میں ایک جگہ ایسی آئی جہاں سے انہوں نے الگ ہونا تھا۔ چنانچہ جب اس جگہ سے دونوں الگ ہو کر اپنے اپنے گھر چلے تو ایک چراغ ایک کے ساتھ اور دوسرا دوسرے کے ساتھ ہو گیا۔ یہاں تک کہ دونوں اپنے اپنے گھر پہنچ گئے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس روایت میں ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ناموں کی وضاحت نہیں، لیکن حدیث کی دوسری کتابوں حاکم، ابن سعد، بیہقی وغیرہ میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ نے ان دونوں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا نام بھی بتایا ہے۔ ایک کا نام عباد بن بشر رضی اللہ عنہ تھا اور دوسرے کا نام اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ۔ اور ان میں یہ اضافہ ہے کہ یہ روشنی جو چراغ کا کام دیتی تھی وہ ان کی لاٹھیوں کے سروں میں پیدا ہو گئی تھی۔ (بخاری، باب علامات النبوۃ جلد ۱)

ابو نعیم رضی اللہ عنہ کی ایک اور روایت میں جو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے، عباد بن بشر رضی اللہ عنہ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کے بجائے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نام ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ کوئی دوسرا واقعہ ہو کیونکہ حدیث میں اور بھی ایک دو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا۔ چنانچہ سیدنا ابو عبس بن جبر رضی اللہ عنہ اور سیدنا حمزہ الاسلمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی روشنی کا اسی قسم کا واقعہ پیش آیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حافظہ کا بڑھ جانا:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی روایات سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ ہیں حالانکہ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں صرف تین چار سال رہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کے انتقال کے وقت ان کی عمر کوئی تیس (۳۰) سال کے قریب تھی لیکن ان چار سالوں میں جو وہ آپ کی خدمت میں رہے وہ سفر و حضر میں آپ ﷺ کے ساتھی تھے۔ امہات المومنین کے گھروں میں گھومتے پھرتے۔ آپ کی مجالس سے کبھی بھی غیر حاضر نہ رہے۔ مسجد نبوی آپ کا گھر تھا اور سرکار دو عالم ﷺ آپ کے امام و مقتدا۔ اسی وجہ سے آپ حضور اکرم ﷺ کی بہت ساری احادیث سے واقف و آشنا تھے۔ چنانچہ ان کے زمانے میں بھی کچھ لوگوں نے ان کی اس کثرت روایت پر تعجب کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ہمارے مہاجر بھائی تو اپنی تجارت اور کاروبار میں لگے رہتے اور انصاری بھائی اپنے کھیتوں میں مصروف زراعت رہتے اور میرا آپ کی خدمت میں حاضری کے سوا اور کوئی کام نہ تھا۔

تاریخ کے رپورٹر بتاتے ہیں کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ چار سال تک سفر و حضر میں آپ کے ساتھ رہے مسجد نبوی کا صفہ آپ کا مسکن تھا اور حضور اکرم ﷺ کی مجالس میں حاضری آپ کا پیشہ۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۳۷۹' تاریخ الاسلام ذہبی جلد ۲ ص ۳۳۴ وغیرہ)

سرکار دو عالم ﷺ نے ان کو ''اصحاب صفہ'' کا چوہدری بنا دیا تھا۔ آپ کو جب اہل صفہ کو کھانے پر بلانا ہوتا تو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو فرماتے کہ اصحاب صفہ کو بلا لاؤ۔

(حلیۃ الاولیاء جلد ا ص ۳۷۶)

حضور اکرم ﷺ کی مجلس میں ہر وقت کی حاضر باشی کی وجہ سے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فنافی الحدیث تھے۔ ان کا ہر وقت کا معمول ہی رسول اللہ ﷺ کی احادیث بیان کرنا تھا۔ چنانچہ حدیث رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور شی کو قبول نہیں کرتے تھے۔ حدیث نبوی کے ساتھ استہزاء انہیں ہرگز گوارا نہ تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا:

''بھتیجے! جب میں تمہیں سرکار دو عالم ﷺ کی حدیث سنایا کروں تو تم باتیں نہ بنایا کرو۔'' (سنن ابن ماجہ ص ۱۰' حدیث نمبر ۲۲' بیہقی جلد ا ص ۱۰)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں ہمہ وقت رہنے کے باوجود سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا حافظہ بھی بہت تیز تھا۔ حافظہ کی اس تیزی میں سرکار دو عالم ﷺ کی دعا کا اثر تھا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں خدمت نبوی ﷺ میں حاضر تھا کہ زبان مبارک سے نکلا: جو شخص دامن پھیلا کر میری باتیں سینہ میں سمیٹ لے گا وہ پھر کبھی نہ بھولے گا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دامن پھیلایا جب آپ کی باتیں ختم ہوئیں تو میں نے چادر کو اپنے سینہ سے لگا لیا۔ اس وقت سے میں پھر کوئی بات نہ بھولا۔ (بخاری' مسلم باب مناقب ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ)

حدیث سے اس والہانہ شیفتگی کا یہ نتیجہ تھا کہ وہ رات کو اٹھ کر حدیث کا دور اور تکرار فرماتے۔ اور حفظ حدیث کو وہ عبادت خداوندی تصور کرتے۔ چنانچہ خود فرماتے ہیں:

''میں نے رات کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک تہائی میں نماز پڑھتا' دوسری تہائی میں آرام کرتا اور تیسری تہائی میں احادیث نبویہ ﷺ کا دور کرتا۔''

(سنن دارمی جلد ۱ ص ۸۲)

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے:

''میں نے تین سال سرکار دو عالم ﷺ کی صحبت میں گزارے۔ ان تین سالوں سے بڑھ کر مجھ پر کوئی لمحہ نہیں گزرا جس میں مجھے نبی کریم ﷺ کی احادیث کو سمجھنے اور یاد کرنے کا زیادہ ذوق وشوق ہو۔'' (طبقات ابن سعد جلد ۴ ص ۵۴)

مختصر یہ کہ حدیث کے تحفظ اور نگہداشت کے سلسلہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی ذات میں دو عظیم عامل جمع ہو گئے تھے۔ ایک عامل تو ان کا سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ والہانہ شیفتگی تھی اور وہ آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے ایک ایک حرف کو یاد کرنے اور یاد رکھنے کے لیے بے تاب رہا کرتے تھے۔ اور دوسرا زبردست اور حقیقی عامل سرکار دو عالم ﷺ کی وہ دعا تھی جو آپ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی قوت حافظہ کے سلسلہ میں فرمائی تھی۔ اسی دعا نے ان کو ''حافظ السنہ'' بنا دیا تھا۔

درختوں کا چلنا:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کی ایک حدیث میں ہے کہ سفر میں ہم سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھے۔ ہم ایک میدان میں پہنچے جس میں کوئی درخت نہ تھا۔ آپ ﷺ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: جابر! جاؤ اور قضائے حاجت کے لیے کوئی مناسب جگہ دیکھو۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں چلا لیکن مجھے کہیں بھی کوئی باپردہ جگہ نہ ملی۔ پوری وادی میں صرف دو درخت نظر آئے جو علیحدہ علیحدہ کھڑے تھے۔ اگر وہ دونوں ایک جگہ ہو جائیں تو آپ کے لیے پردہ بن سکتے تھے۔ میں نے واپس آ کر آپ ﷺ کو پوری کیفیت بتا دی کہ مجھے دو درخت الگ الگ ملے ہیں۔ وہ اگر دونوں اکٹھے ہو جائیں تو وہ آپ کے لیے پردہ بن سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور ان سے جا کر کہو کہ رسول اللہ ﷺ تم کو حکم دیتے ہیں کہ تم دونوں مل جاؤ۔ فرماتے ہیں کہ میں گیا اور آپ کا حکم میں نے ان درختوں کو سنا دیا اور وہ فوراً ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور ایسے مل گئے گویا کہ ان دونوں کی ایک ہی جڑ ہے۔ میں نے واپس آ کر آپ سے صورت حال بیان کی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور جب اپنی ضرورت سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو پھر مجھ سے فرمایا: ان سے جا کر کہہ دو کہ اب رسول اللہ ﷺ تم کو یہ حکم دیتے ہیں کہ پھر اپنی اپنی جگہ چلے جاؤ۔ اور پہلے کی طرح الگ الگ ہو جاؤ۔ چنانچہ میں نے جا کر ان کو حضور اکرم ﷺ کا حکم سنا دیا وہ حسب الحکم پھر اسی طرح واپس ہو گئے۔ (الطبرانی المعجم الکبیر)

مسلم کی روایت میں ہے کہ آپ نے درختوں کو پیغام بھیجنے کے بجائے خود ایک درخت کے پاس گئے اور اس کی شاخ پکڑ کر فرمایا کہ خدا کے حکم سے میری اطاعت کر۔ وہ فرماں بردار اونٹ کی طرح آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر آپ ﷺ دوسرے درخت کے نزدیک تشریف لے گئے اور وہ بھی اسی طرح آپ کے ساتھ ہو لیا۔ پھر آپ ﷺ نے دونوں کو ایک جگہ جمع کیا اور فرمایا کہ خدا کے حکم سے دونوں باہم جڑ جاؤ۔ وہ باہم جڑ گئے۔ جب آپ ان کی آڑ سے فارغ ہوئے تو پھر دونوں درختوں کو اپنی اپنی جگہ جانے کا حکم دیا اور وہ واپس اپنی اپنی جگہ چلے گئے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب وہ دونوں درخت آ کر آپس میں جڑ گئے تو میں وہاں سے نہایت تیزی سے کھسک گیا کہ کہیں سرکار دو عالم ﷺ میرا قریب ہونا محسوس نہ فرما لیں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور بیٹھ کر دل سے باتیں کرنے لگا۔ میں تھوڑی ہی دیر غافل ہوا ہوں گا: کیا دیکھتا ہوں کہ حضور اکرم ﷺ سامنے سے تشریف لا رہے ہیں اور وہ دونوں درخت الگ الگ ہو کر اپنے اپنے تنہ پر پہلے کی طرح کھڑے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس قسم کے واقعات کئی سفروں میں پیش آئے جن کو مختلف محدثین نے اپنی اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے اس قسم کا ایک اور واقعہ یہ ہے کہ آپ ایک روز اہل مکہ کی ایذا رسائی سے نہایت کبیدہ خاطر اور غمگین تھے۔ اسی حالت میں سیدنا جبریل تشریف لائے۔ آپ نے جبریل سے فرمایا (یا آپ نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی) کہ مجھے ایک ایسی نشانی دکھا دیں جو اس غم کو مجھ سے دور کر دے۔ حکم ہوا کہ میدان کے کنارے پر جو درخت کھڑا ہے اس کو بلائیے۔ آپ ﷺ نے بلایا تو وہ اپنی جگہ سے اکھڑ کر آپ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ پھر آپ نے اسے واپس جانے کے لیے فرمایا تو وہ فوراً اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ یہ نشانی دیکھ کر آپ نے فرمایا: اب مجھے کوئی غم نہیں۔ (ابن ماجہ باب الصبر علی البلاء، مسند احمد عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ وغیرہ)

کھجور کے خوشہ کا چلنا:

ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں ایک بدو آیا اور عرض کی کہ مجھے یہ کیونکر یقین ہو کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر میں اس کھجور کے خوشہ کو بلا لوں تو کیا پھر تم میری نبوت کی شہادت دو گے؟ اس نے کہا کہ ضرور۔ آپ ﷺ نے کھجور کے اس خوشہ کو بلایا اور وہ درخت سے اتر کر آپ کے پاس آیا اور پھر آپ ﷺ کے حکم سے واپس چلا گیا۔ بدو آپ کے اس معجزہ کو دیکھ کر فوراً ایمان لے آیا۔

(ترمذی کتاب المعجزات جلد ۲، وقال حدیث صحیح)

حضور ﷺ کی ہتھیلی میں سنگریزوں کا تسبیح کرنا:

امام بیہقی نے سیدنا سوید بن یزید سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھنے کے بعد میں تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا نام نہایت ادب واحترام سے لیتا ہوں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی تنہائیوں کا متلاشی رہتا تھا۔ میں نے ایک روز سرکار دو عالم ﷺ کو تنہا بیٹھے دیکھ کر موقع غنیمت سمجھا اور آپ کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ پھر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور سلام کے بعد آپ کے دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ آ گئے اور وہ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور وہ بھی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی دائیں جانب بیٹھ گئے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سرکار دو عالم ﷺ نے سامنے سے سات یا نو کنکریاں پکڑیں تو ان سے مکھی کی بھنبھناہٹ کی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ آواز بند ہوگئی۔ پھر آپ نے ان کو پکڑ کر سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی۔ پھر ان کو زمین پر رکھ دیا تو ان کی آواز رک گئی۔ پھر آپ نے ان کنکریوں کو پکڑ کر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو پھر بھی ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی۔ آپ ﷺ نے پھر ان کو نیچے رکھ دیا تو وہ پھر خاموش ہوگئیں۔ آپ نے پھر ان کو پکڑ کر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی پر رکھ دیا تو پھر ان سے اسی طرح تسبیح کی آواز آنے لگی۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ نبوت کی طرز پر خلافت ہے۔ یعنی خلافت علی منہاج النبوۃ۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ولید بن سوید نے کہا کہ کسی سلیمی بوڑھے کا بیان ہے۔ جس نے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملاقات کی تھی۔ اتفاقاً ایک مجلس میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا ذکر خیر آیا جس میں سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے تو سلیمی نے کہا کہ میرا خیال تھا سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے ناراض ہوں گے کیونکہ انہوں نے انہیں ربذہ میں پابند مسکن کر دیا تھا۔ آپ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کو ایسا ویسا مت کہو: میں نے ان کا ایک حیرت انگیز واقعہ دیکھا ہے جسے میں تاحیات فراموش نہیں کرسکوں گا۔ پھر انہوں نے سابق روایت والا وہ سارا قصہ سنایا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۲)

درودیوار کا آمین کہنا:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابی سعید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کل آپ اپنے اہل وعیال کے ساتھ میرے آنے تک گھر ہی میں رہیں کیونکہ مجھے آپ لوگوں سے کچھ کام ہے۔ چنانچہ آپ دوسرے روز تشریف لائے۔ سلام کے بعد اور رسمی بات چیت کے بعد فرمایا: قریب قریب ہو جاؤ۔ جب وہ سب قریب قریب ہوگئے تو آپ نے ان پر چادر پھیلا کر دعا فرمائی: اے اللہ! یہ میرا چچا ہے اور بمنزلہ باپ ہے اور یہ میرا کنبہ ہے اس کو آگ سے محفوظ رکھ جیسے میں نے ان پر اپنی چادر پھیلا دی ہے۔ فرماتے ہیں کہ گھر کے درودیوار سے آمین کی تین مرتبہ آواز آئی۔ ابن ماجہ میں یہ حدیث مختصر ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانوروں پر اثرات

سرکار دو عالم ﷺ کی نبوت کے اثرات نہ صرف مختلف اشیاء پر ہوئے بلکہ جانور اور بہائم نے بھی آپ کی نبوت کی شہادتیں دیں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں احادیث نبویہ ﷺ کے مندرجہ ذیل واقعات ہماری اس بات کی شہادت دیتے ہیں۔

ایک اونٹ کی آپ ﷺ سے شکایت:

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم کچھ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ ایک سنگستان کے نشیب میں اترے تو ایک اونٹ دوڑتا ہوا آیا اور آپ کے کان میں کچھ کہا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: جانتے ہو اس اونٹ نے کیا کہا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کی اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میرے پاس یہ اونٹ اپنے مالک کی زیادتی کی شکایت لے کر آیا تھا۔ یہ کہتا تھا کہ اس کا مالک کئی سال تک اس سے کھیتی باڑی کا کام لیتا رہا یہاں تک کہ اس کو بوڑھا اور دبلا بنا دیا۔ اب جب کہ یہ بوڑھا ہو گیا تو اب اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر! جاؤ اس اونٹ کو ساتھ لے کر اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں اس کے مالک کو نہیں پہچانتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا: یہ اونٹ ہی تمہیں بتا دے گا کہ اس کا مالک کون ہے؟ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اونٹ تیز تیز میرے آگے چلنے لگا یہاں تک کہ بنو خطمہ کی ایک مجلس میں لا کر کھڑا کر دیا۔ میں نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ فلاں شخص اس کا مالک ہے۔ میں اس کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے تمہیں بلا بھیجا ہے۔ چنانچہ وہ میرے ساتھ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تیرا اونٹ تیری زیادتی کی شکایت کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ سالہا سال تو نے اس سے کھیتی باڑی اور بار برداری کا کام لیا اور جب اس کو دبلا اور بوڑھا کر دیا تو اب تو اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ اس شخص نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا' اصل بات یہی ہے جو اونٹ نے آپ کو بتائی ہے۔ اس کی یہ بات سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تو اس اونٹ کو میرے ہاتھ فروخت کرے گا؟ وہ بولا: جی ہاں۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے یہ اونٹ خرید لیا اور درختوں میں اس کو آزاد چھوڑ دیا۔ یہاں تک کہ اس کا کوہان موٹاپے کی وجہ سے ابھر آیا۔ پھر جب کسی انصاری یا مہاجر کا اونٹ بیمار ہو جاتا تو آپ وہی اونٹ اس کو وقتی طور پر دے دیا کرتے۔ یہ اونٹ اسی طرح کافی عرصہ تک زندہ رہا۔ (الطبرانی: المعجم الکبیر)

اونٹوں کا جھوم جھوم کر آپ ﷺ کی طرف آنا:

سیدنا عبداللہ بن قرط رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عظمت والا دن یوم النحر یعنی قربانی والا دن (۱۰ ذی الحجہ) ہے۔ اس کے بعد ۱۱ ذی الحجہ کا دن ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے پاس پانچ یا چھ اونٹ لائے گئے۔ وہ سب کے سب سرکار دو عالم ﷺ کی طرف جھوم جھوم کے بڑھنے لگے کہ جس کو چاہیں ذبح کرنے میں ابتداء فرمائیں۔ وہ جب رحمت عالم ﷺ کی خدمت میں آئے تو ان کے پہلو زمین سے لگ گئے۔ راوی کہتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ سے آہستہ سے کوئی بات کہی جس کو میں سمجھ نہ سکا تو میں نے عرض کی کہ رحمت عالم ﷺ نے کیا فرمایا تھا۔ کہا: جو شخص چاہے لے لے۔ (ابوداؤد)

حضور ﷺ کے خچر کا نیچے جھکنا:

حضرت شیبہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ (جنگ حنین میں) سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا: عباس رضی اللہ عنہ! کنکریاں اٹھا کر مجھے دینا۔ آپ کا سیدنا عباس رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو یہ کہنا تھا کہ فوراً آپ کا خچر اللہ کے حکم سے نیچے جھک گیا کہ اس کا پیٹ زمین سے لگنے کے قریب ہو گیا۔ آپ نے تھوڑی سی کنکریاں اٹھا لیں اور دشمن کی جانب ان کو پھینکا اور فرمایا:

((شاهت الوجوه حمٰ لا ینصرون))

(رواہ البغوی والبیہقی کذافی شرح المواہب جلد۳ ص ۱۳)

ابن ہشام کی روایت میں ہے کہ آپ نے خچر سے فرمایا: نیچے ہو جا چنانچہ اس نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنا پیٹ زمین پر رکھ دیا آپ نے ایک مٹھی کنکریوں کی لی اور اسے قبیلہ ہوازن کے منہ پر پھینکا۔ (عمدۃ القاری فی شرح البخاری جلد ۷ ص ۳۵۹)

تین عجیب باتیں:

سیدنا یعلی بن مرہ ثقفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے سرکار دو عالم ﷺ میں تین عجیب باتیں دیکھیں پہلی یہ کہ ایک مرتبہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ آپ کا ایک اونٹ کے پاس سے گزر ہوا۔ جو کھیتی کو پانی دیتا تھا۔ وہ اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلایا اور اپنی گردن زمین پر رکھ دی۔ سرکار دو عالم ﷺ اس کی آواز سن کر ٹھہر گئے اور دریافت فرمایا کہ اس اونٹ کا مالک کہاں ہے؟ وہ آیا تو آپ نے اس سے فرمایا کہ تم اس اونٹ کو ہمارے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس نے کہا نہیں میں آپ کو ہدیۃً پیش کرتا ہوں' لیکن اس اونٹ کے مالک کی اس کے سوا اور کوئی گزر اوقات نہیں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہ بات ہے تو سنو' اس اونٹ نے مجھ سے تمہاری یہ شکایت کی ہے کہ تم اس سے مشقت زیادہ لیتے ہو اور چارہ کم دیتے ہو۔ فرمایا: اس سے اچھا برتاؤ کرو۔ ایک اور روایت میں ہے کہ اس شخص نے اس کو ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ (مسند احمد)

پھر ہم ایک منزل پر اترے تا کہ ہم آرام کر لیں۔ سرکار دو عالم ﷺ سو گئے تو ایک درخت زمین چیرتا ہوا وہاں تک آیا جہاں آپ استراحت فرما رہے تھے۔ اور آپ کو ڈھانک کر آپ پر سایہ فگن ہوا۔ پھر کچھ دیر بعد اپنی جگہ پر واپس چلا گیا۔ جب آپ ﷺ بیدار ہوئے تو میں نے آپ کو یہ بتایا کہ وہ درخت اس طرح آیا تھا اور پھر کچھ دیر کے بعد واپس چلا گیا۔ آپ نے فرمایا: ہاں' یہ وہ درخت ہے جس نے اللہ تعالیٰ سے اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ اللہ کے رسول (ﷺ) کو سلام کرے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس کو اس کی اجازت دے دی تھی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

راوی فرماتے ہیں کہ پھر ہم وہاں سے چل کر ایک چشمہ پر اترے تو ایک عورت اپنے آسیب زدہ بچے کو لے کر آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے اس کی ناک پکڑی اور فرمایا: ''نکل دور ہو جا اور سن میں محمد اللہ کا رسول ہوں۔'' پھر ہم آگے چلے گئے۔ واپسی پر اسی چشمہ پر وہ عورت آئی اور ایک بکری اور دودھ کا تحفہ لائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بکری واپس کر دو اور دودھ پی لو۔ پھر آپ ﷺ نے اس سے اس کے بچہ کے بارے میں پوچھا: اس نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو دین حق کے ساتھ بھیجا' اس کے بعد اسے کوئی شکایت لاحق نہیں ہوئی۔

حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کئی طریق سے اس روایت کو نقل کیا ہے اور پھر فرمایا ہے کہ یہ عمدہ اور بہترین سلسلۂ اسناد قطعی اور یقینی علم کا موجب ہے کہ یعلی بن مرہ رضی اللہ عنہ کا بیان کسی قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ صحاح ستہ میں یہ واقعہ مذکور نہیں' صرف ابن ماجہ میں اس کے بعض الفاظ مذکور ہیں اور سیدنا جابرؓ سے ابوداؤد میں بھی مذکور ہیں۔ دلائل النبوۃ میں حافظ ابونعیم نے اس حدیث کو متعدد طرق سے بیان کیا ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۰-۱۴۱)

چڑیا کا پھڑ پھڑانا:

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ تھے۔ ایک آدمی جھاڑیوں میں گھسا اور وہاں سے چڑیا کا ایک انڈا اٹھا کر لے آیا۔ وہ چڑیا پھڑ پھڑاتی ہوئی سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سروں پر منڈلانے لگی (گویا وہ ایک قسم کی شکایت تھی رحمت عالم ﷺ کے پاس) آپ نے اس کا یہ پھڑ پھڑانا دیکھ کر فرمایا: تم میں سے کس نے اس کو تنگ کیا ہے؟ ایک شخص نے عرض کی کہ میں اس کا انڈا لے آیا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اس پر ترس کھا کر وہ انڈا واپس رکھ آؤ۔ (چنانچہ وہ انڈا واپس رکھ آیا)۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۷' مسند ابوداؤد الطیاسی ص ۲۴۷)

گھوڑے کا تیز ہونا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مدینہ طیبہ میں دشمن کی آمد کی خوفناک افواہ اڑی تو سرکار دو عالم ﷺ سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا گھوڑا لے کر تحقیق حال کے لیے خود تشریف لے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گئے۔ یہ گھوڑا دوڑنے میں بہت مٹھا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے اور تمام لوگوں کو تسلی دی کہ اطمینان رکھو کوئی بات نہیں۔ اور فرمایا اس کو تو ہم نے دریا کی طرح تیز چلنے والا پایا۔ اس کے بعد حالت یہ ہو گئی کہ کوئی گھوڑا دوڑ میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔

(بخاری کتاب الجہاد)

اونٹ کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کسی انصاری کا ایک اونٹ تھا۔ وہ اس سے آب پاشی کا کام لیتا تھا۔ ایک دفعہ وہ باؤلا ہو گیا یا بگڑ کر بے قابو ہو گیا۔ اس انصاری نے سرکار دو عالم ﷺ سے اس کی شکایت کی کہ کھیتی باڑی کا کام برباد ہو رہا ہے باغ خشک ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ چلو اس انصاری کے پاس چلتے ہیں۔ چنانچہ جب آپ باغ میں داخل ہوئے اور رسول اللہ ﷺ نے اونٹ کی طرف بڑھنا چاہا تو انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! آپ آگے نہ جائیں یہ کتے کی طرح آدمی کو کاٹتا ہے۔ اس لیے آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اس سے کوئی خطرہ نہیں۔ یہ کہہ کر آپ آگے بڑھے۔ اونٹ نے جب آپ کو دیکھا تو وہ آپ کی طرف لپکا اور آپ کے سامنے اس نے اپنی گردن ڈال دی۔ آپ نے اس کی پیشانی کے بال پکڑ کر رہٹ میں جوت دیا۔ پھر فرمایا: ''ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ﷺ ہوں، لیکن گنہ گار انسان اور نافرمان جن اس بات کو نہیں مانتے۔'' یہ منظر دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب یہ بے شعور جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہم باشعور انسان آپ کو سجدہ کرنے کے بالا ولی مستحق ہیں۔ آپ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ اگر کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(مسند احمد میں یہ حدیث متعدد راویوں سے منقول ہے، علاوہ ازیں نسائی، بیہقی، دارمی، ابن ابی شیبہ اور طبرانی وغیرہ میں اس واقعہ کو راویوں کے اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اس واقعہ کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس کی سند جید ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۵)

اسی قسم کی ایک اور روایت سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ ہم ایک سفر سے واپس آ رہے تھے۔ جب ہم بنی نجار کے باغات کے پاس آئے تو وہاں ایک مست اونٹ تھا جو کسی کے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ لوگوں نے آپ ﷺ کو بتایا۔ آپ ﷺ نے باغ میں جا کر اس اونٹ کو آواز دی تو وہ گردن جھکائے آپ کی خدمت میں چلا آیا اور آپ کے سامنے آ کر بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی مہار منگوا کر اسے ڈال دی اور اسے اس کے مالک کے سپرد کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ارض و سماء کے درمیان ہر مخلوق جانتی ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں ماسوائے گنہ گار جنوں اور نافرمان انسانوں کے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۶)

دو اونٹوں کا آپ ﷺ کو سجدہ کرنا:

طبرانی میں سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ کسی انصاری کے دو اونٹ مست ہو گئے۔ وہ ان دونوں کو باغ میں بند کر کے خود سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا کہ آپ میرے ان دونوں اونٹوں کے بارے میں دعا فرمائیں۔ جب وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وقت سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ کو اپنی کہانی سنائی۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: آؤ اس کے باغ میں چلیں۔ جب آپ باغ کے دروازہ پر پہنچے تو آپ نے فرمایا: باغ کا پھاٹک کھول دو۔ اس نے خطرہ محسوس کرتے ہوئے پھاٹک کھولنے میں ذرا تامل کیا۔ آپ نے پھر فرمایا: پھاٹک کھول دو۔ چنانچہ اس نے پھاٹک کھول دیا۔ ایک اونٹ جو دروازہ کے قریب تھا وہ آپ کو دیکھ کر سجدہ ریز ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کی مہار منگوا کر اسے مالک کے حوالے کر دیا۔ پھر آپ ﷺ دوسرے اونٹ کے پاس تشریف لے گئے۔ وہ بھی آپ کو دیکھ کر فوراً سجدہ میں گر گیا۔ آپ نے اسے بھی مہار پہنا کر اس کے مالک کے سپرد کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ دونوں تیرے تابع فرمان رہیں گے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ منظر دیکھ کر عرض کی: یا رسول اللہ! ان دونوں بدمست اونٹوں نے آپ کو سجدہ کیا' کیا ہم آپ کو سجدہ نہ کریں؟ آپ نے فرمایا: میں کسی انسان کو دوسرے کے لیے سجدہ کا حکم نہیں دیتا۔ اگر کسی کو دوسرے کے لیے سجدہ کا حکم دیتا تو عورت کو کہتا کہ وہ اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خاوند کو سجدہ کرے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۶)

حافظ ابن کثیر ہی نے ایک اور روایت اس سلسلہ میں نقل کی ہے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ مدینہ سے باہر ایک باغ کی طرف گئے۔ وہاں ایک اونٹ نے آپ کو سر اٹھا کر دیکھا تو زمین پر گردن رکھ دی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! بے شعور اونٹ کی نسبت ہم آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ نے ان کی اس بات کو سن کر حیرت آمیز انداز میں فرمایا: "سبحان اللہ! کیا اللہ کے سوا مجھے سجدہ کیا جائے گا؟ کسی انسان کو لائق نہیں کہ وہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۷)

اسی سلسلہ میں مسند احمد کی ایک اور روایت حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا بیان کرتی ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم ﷺ انصار اور مہاجرین کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ ایک اونٹ آیا اور وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: یا رسول اللہ! جب درخت اور جانور آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو ہمیں تو بدرجہ اولیٰ آپ کو سجدہ کرنا چاہیے۔ آپ نے فرمایا: عبادت اور سجدہ صرف اللہ کو کرو اور اپنے بھائی کا احترام کرو (اکرموا اخاکم) میں اگر ایک انسان کو دوسرے انسان کو سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو صرف عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔ اگر شوہر عورت کو زرد پہاڑ کو سیاہ پہاڑ پر اور سیاہ کو سفید پر منتقل کرنے کا حکم دے تو بھی اسے شوہر کا حکم بجا لانا چاہیے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۷)

اونٹ کا شکوہ کرنا:

مسند احمد میں سیدنا عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کا قصہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ نے مجھے سواری کے پیچھے بٹھایا اور ایک راز کی بات بتائی جو میں کسی کو بتانے والا نہیں۔ قضائے حاجت کے لیے کسی اوٹ والے مقام کی تلاش کرنا آپ کا دستور تھا۔ چنانچہ آپ ﷺ ایک باغ میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک اونٹ آپ کو دیکھ کر بلبلانے لگا اور اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آئے۔ آپ ﷺ نے قریب جا کر اس کی گردن اور کنپٹی پر ہاتھ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھیرا تو وہ چپ ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: اس کا مالک کون ہے؟ ایک نوخیز انصاری نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ اونٹ میرا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ان جانوروں پر جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے سپرد کر دیا ہے، رحم کیا کرو۔ اس نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور مشقت بہت سخت لیتا ہے۔ (مسلم، مسند احمد عن عبداللہ بن جعفر، البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۳۷)

وحشی جانوروں کا حضور ﷺ کی توقیر کرنا:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ کے گھر میں ایک جنگلی جانور تھا۔ جب آپ باہر تشریف لے جاتے تو وہ اِدھر اُدھر دوڑتا اور کھلاڑیاں کرتا اور جونہی آپ کی تشریف آوری کی آہٹ محسوس کرتا تو فوراً ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ جاتا اور بالکل کوئی آواز نہ نکالتا اس خیال سے کہ کہیں آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ (بعض علماء نے لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ کے نشیب وفراز سے پتہ چلتا ہے کہ وہ جانور ہرن تھا۔)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ جانور آپ کا احترام اور آپ کی تعظیم بجالاتا تھا۔

(ملاحظہ ہو البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۸)

حدیث ضب اور لا الٰہ الا اللہ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک شخص ضب (گوہ) شکار کر کے کھانے کے لیے گھر لے جا رہا تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بتایا کہ یہ نبی اکرم ﷺ ہیں۔ وہ مجمع کو چیرتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں آ کر کہنے لگا: ''لات اور عزیٰ کی قسم! آسمان کے نیچے کوئی متنفس اور متکلم مجھے آپ سے برا نہیں لگتا۔ لوگ مجھے جلد بازی کا طعنہ نہ دیتے تو میں آپ کو قتل کر کے عرب وعجم کی مسرت کا سامان مہیا کر دیتا۔ جلال فاروقی اسی وقت جوش میں آیا اور بارگاہ نبوت میں عرض کی: یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیجئے کہ اس بے ایمان کا سر قلم کر دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ! تمہیں معلوم نہیں کہ بردباری اور عقل مندی نبوت کا ایک جزو ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر سرکار دو عالم ﷺ اس بدو سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: تم نے اس قدر درشت کلام کیوں کیا اور میری تعظیم و توقیر کیوں نہ کی؟ اس نے کہا کہ آپ مجھے مرعوب کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے آپ کے سامنے وہ گوہ (جو وہ شکار کر کے لایا تھا) پھینکتے ہوئے اور لات وعزیٰ کی قسم اٹھاتے ہوئے کہا: جب تک یہ گوہ ایمان نہیں لائے گی اس وقت تک میں بھی آپ پر ایمان نہیں لاؤں گا۔ اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے ضب! ضب نے سلیس عربی زبان میں جواب دیا جسے تمام حاضرین مجلس نے سنا۔ لبیك و سعدیك۔ آپ نے ضب سے پوچھا: مجھے بتا' تو کس کی عبادت گزار ہے؟ ضب نے جواب دیا: اس کی جس کا عرش آسمانوں میں ہے جس کی حکومت زمین پر ہے' اور سمندر میں اس کا بنایا ہوا راستہ ہے۔ جنت میں اس کی رحمت ہے اور جہنم میں اس کا عذاب ہے۔ پھر آپ نے پوچھا: بتا میں کون ہوں؟ اس نے جواب دیا کہ آپ اللہ رب العالمین کے رسول اور آخری نبی ہیں۔ آپ کی تصدیق کرنے والا کامیاب اور تکذیب کرنے والا خائب و خاسر ہے۔ یہ سن کر اس اعرابی نے کہا: خدا کی قسم' اب میری کایا پلٹ گئی ہے۔ جب میں آپ کے پاس آیا تھا تو میری نگاہ میں آپ روئے زمین کے بدترین شخص تھے اور اب آپ میری ذات اور میرے ماں باپ سے بھی پیارے اور محبوب ہیں اور اب میں آپ کو اپنے دل کی گہرائیوں سے چاہتا ہوں اور آپ کے ہاتھ پر توحید خداوندی اور آپ کی نبوت و رسالت کی شہادت دیتا ہوں۔ اس اعرابی کے منہ سے توحید و رسالت کی گواہی سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے میری بدولت آپ کو ہدایت نصیب فرمائی۔ سنو' یہ دین غالب ہوگا مغلوب نہ ہوگا۔ نماز اس کا اہم شعار ہے کہ نماز قرآن حکیم کی تلاوت کے بغیر قبول نہیں۔ اس بدو نے عرض کیا کہ مجھے قرآن سکھایئے' آپ نے اسے سورۃ اخلاص پڑھائی۔ اس نے کہا: مزید بتایئے۔ میں نے اس سے بہتر وجیز اور مختصر کلام نہیں سنا۔ آپ ﷺ نے پھر ارشاد فرمایا: سنو! یہ کلام اللہ ہے' شعر و اشعار نہیں۔ سورۃ اخلاص کا ایک بار پڑھنا قرآن حکیم کے تہائی اجر کا موجب ہے۔ دو بار تلاوت کرنا دو تہائی قرآن کے ثواب کے مترادف ہے اور تین بار تلاوت کرنا پورے قرآن کے برابر ہے۔

دیہاتی نے کہا: یا رسول اللہ! ہمارا خدا بہت اچھا ہے معمولی عمل کا غیر معمولی اجر دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: تمہاری گذر اوقات کیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ تمام قبیلہ سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں نادار اور ناتواں ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسے گذارہ کے لیے کچھ دو۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اتنا دیا کہ وہ مالا مال ہو کر اترانے لگا۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے پاس دو ماہ کی گابھن اونٹنی ہے۔ نہایت تیز گام ہے جو آپ نے مجھے غزوہ تبوک میں عطا فرمائی تھی' میں وہ اسے عطاء کرتا ہوں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ ایسی عمدہ اونٹنی کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں قیامت کے دن ایک کھوکھلے اور جوف دار موتی کی اونٹنی عطا فرمائے گا جس کے پاؤں سبز زبرجد کے ہوں گے۔ اور گردن سرخ موتی کی' ہودج پر ریشمی غالیچے ہوں گے۔ وہ تمہیں پل صراط سے بجلی کی طرح پار لے جائے گی اور ہر شخص تمہیں رشک کی نگاہ سے دیکھے گا۔

سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ بس میں تہ دل سے خوش ہوں۔ چنانچہ وہ بدوی چلا گیا اور راستہ میں اسے بنو سلیم کے ایک ہزار مسلح افراد ملے۔ اس نے ان سے پوچھا: کہاں جا رہے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم نبوت کے دعویدار اور ہمارے خداؤں کے ساتھ بدتمیزی کرنے والے کو تہ تیغ کرنے چلے ہیں۔ اس نے کہا: تم ایسا نہ کرو اور اس فعل بد سے باز آ جاؤ۔ میں خود اس کا کلمہ پڑھتا ہوں اور اس کی رسالت کا اعتقاد رکھتا ہوں۔ پھر اس نے اپنا سارا واقعہ سنایا۔ وہ یہ سن کر مسلمان ہو گئے۔ سرکار دو عالم ﷺ کو جب اس بات کا پتہ چلا تو آپ نے ان کا استقبال کیا۔ وہ اپنی سواریوں سے اتر کر پیادہ پا آپ کی خدمت اقدس میں لا الہ الا اللہ' محمد رسول اللہ پڑھتے آئے پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا حکم ہے؟ فرمایا: تم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی قیادت میں جہاد کرو۔ یہ ذہن میں رہے کہ قبل ازیں عرب و عجم سے بیک وقت اتنی تعداد میں مسلمان نہیں ہوئے تھے۔

(اخرجہ الطبرانی فی الاوسط والصغیر والحاکم فی المعجزات والبیہقی وابونعیم' الخصائص للسیوطی جلد۲ ص ۶۵' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۹ - ۱۵۰ دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد۲ ص ۷۷' مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۹۵' خصائص کبریٰ جلد۲ ص ۶۵)

پرندہ اور سانپ:

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ سرکار دو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عالم ﷺ رفع حاجت کے لیے دور دراز جایا کرتے تھے۔ ایک روز حسب معمول آپ رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے اور کیکر کے ایک درخت کے سایہ تلے آرام کی خاطر بیٹھ کر موزے اتار دیے۔ پھر ایک موزہ پہنا دوسرے کو جب پہننے لگے تو اسے ایک پرندہ اٹھا کر فضا میں لے گیا۔ اس سے ایک سیاہ سانپ نیچے گر پڑا۔ یہ دیکھ کر رحمت عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''یہ اللہ کی مجھ پر نوازش تھی۔'' اللهم انی اعوذبك من شر مامشی علیٰ رجلیه ومن شر ما یمشی علیٰ بطنه (البدایہ والنہایہ جلد ٦)

بھیڑیے کا حضور ﷺ کی رسالت کی گواہی دینا:

امام احمد نے اپنی مسند میں سیدنا ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ ایک بکری پر ایک بھیڑیا حملہ آور ہوا۔ چرواہے نے آگے بڑھ کر اس بھیڑیے سے بکری چھین لی۔ بھیڑیے نے چرواہے کو مخاطب کر کے کہا: ''تجھے خدا کا خوف نہیں۔ تم نے میرا رزق چھین لیا؟ چرواہے نے کہا: بڑے تعجب کی بات ہے کہ ایک بھیڑیا آدمی کی طرح کلام کرتا ہے۔ یہ سن کر بھیڑیے نے کہا: اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) یثرب میں گذشتہ واقعات بتاتا ہے۔ وہ چرواہا بکریاں ہانکتا ہوا مدینہ طیبہ چلا آیا۔ بکریاں ایک گوشہ میں ٹھہرا کر خود سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا' اور اس بھیڑیے کا سارا واقعہ آپ ﷺ کے گوش گذار کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ہنگامی اجلاس کا اعلان کروایا۔ لوگ جمع ہوئے تو آپ ﷺ نے چرواہے سے فرمایا: ان کو وہ واقعہ سناؤ جو تم نے مجھے سنایا ہے۔ جب اس نے اس بھیڑیے والا واقعہ سنایا تو سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اس نے سچ کہا ہے' خدا کی قسم' قیامت سے قبل درندے آدمیوں سے کلام کریں گے اور آدمی کے کوڑے کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے بات کرے گا اور اس کی ران اس کے گھر کا حال کہے گی۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کو صحیح کہا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا ابوسعید الخدری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت ایک دوسری سند کے ساتھ بھی نقل فرمائی ہے اور اس روایت کے بارے میں فرمایا کہ یہ حدیث سنن اربعہ کی شروط کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حامل ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حاکم رحمۃ اللہ اور حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ نے اس واقعہ کو سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی نقل کی ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک بھیڑیے نے چرواہے کے ریوڑ سے ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہے نے جھپٹ کر وہ بکری اس سے چھڑالی۔ بھیڑیے نے ایک ٹیلے پر بیٹھ کر چرواہے کو مخاطب کیا کہ اللہ نے جو رزق مجھے دیا تھا وہ تو نے چھین لیا ہے۔ چرواہے نے بڑے تعجب سے کہا: بھیڑیا بات کرتا ہے! بھیڑیے نے کہا کہ اس سے بھی زیادہ حیرت ناک بات یہ ہے کہ ایک شخص تمہیں ماضی اور مستقبل کے واقعات سے باخبر کرتا ہے۔ وہ چرواہا یہودی تھا۔ وہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اسلام لے آیا اور بھیڑیے والا سارا قصہ سرکار دو عالم ﷺ کے گوش گزار کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس قصہ کی تصدیق فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یہ ان نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے جو قیامت سے قبل ظاہر ہوں گی۔ بخدا! قیامت سے قبل آدمی کے کوڑے کا پھندنا اور جوتی کا تسمہ بھی اس سے بات کرے گا اور اس کے گھر کا حال بتائے گا۔ یہ روایت سنن کی شرائط کی حامل ہے۔

حافظ ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابوبکر بن ابی داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ اس چرواہے کا نام اھیان خزاعی تھا اور اس کی اولاد ''بنی مکلم الذئب'' کے نام سے مشہور ہے۔ محمد بن اشعث خزاعی اس کی نسل سے ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ بات حدیث کے قوی اور شہرہ آفاق ہونے کی دلیل ہے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۳-۱۴۵)

عجیب واقعہ:

ابن وہب بیان کرتے ہیں کہ ایسا ہی ایک واقعہ ابوسفیان اور صفوان بن امیہ کو پیش آیا۔ ایک دفعہ ایک بھڑیا ایک بچے کو پکڑنے لگا۔ بچہ دوڑ کر حرم میں داخل ہوگیا' تو بھڑیا واپس ہوگیا۔ یہ دیکھ کر ان دونوں کو تعجب ہوا۔ ان کے حیرت زدہ چہرے دیکھ کر بھیڑیے نے کہا: ''اس سے زیادہ تعجب خیز بات یہ ہے کہ محمد (ﷺ) مدینہ میں تمہیں جنت کی دعوت پیش کرتے ہیں اور تم جہنم کی طرف دعوت دیتے ہو۔ یہ سن کر ابوسفیان رضی اللہ عنہ نے کہا: لات اور عزیٰ کی قسم' یہ بات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اگر تم نے اہل مکہ کے سامنے کہی ہوتی تو وہ سب یہاں سے مدینہ کوچ کر جاتے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۶)

ہرنی کا حضور ﷺ سے ایفائے عہد:

امام بیہقی رحمہ اللہ اور حافظ ابو نعیم رحمہ اللہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا، سیدنا انس رضی اللہ عنہ اور سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مختلف اسناد سے روایت نقل کی ہے۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں تھا۔ ایک اعرابی کا خیمہ تھا۔ اس کے خیمہ کے ستون سے ایک ہرنی بندھی ہوئی تھی۔ ہرنی نے سرکار دو عالم ﷺ کو دیکھ کر عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس نے پکڑ لیا ہے۔ صحرا میں میرے دو بچے ہیں (ایک روایت میں ہے کہ پہاڑ کے اندر میرے دو بچے ہیں) میرے تھنوں میں دودھ جم چکا ہے۔ یہ نہ مجھے ذبح کرتا ہے کہ مجھے استراحت ہو اور نہ چھوڑتا ہے کہ بچوں کو دودھ پلا آؤں سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: اگر میں تجھے کھول دوں تو تو واقعی دودھ پلا کر واپس چلی آئے گی؟ اس نے کہا: جی ہاں' اگر میں واپس نہ آؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے بے جا ٹیکس گیروں یعنی ناجائز ٹیکس لینے والے افسروں کے عذاب میں مبتلا فرما دے۔ اس کی اس یقین دہانی پر سرکار دو عالم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ دودھ پلا کر واپس آئی تو آپ نے پھر اسے باندھ دیا۔ پھر آپ ﷺ نے بدوی سے کہا: اس ہرنی کو فروخت کرے گا؟ اس نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ ہی کی ہے۔ آپ ﷺ نے اسی وقت اسے کھول کر آزاد کر دیا۔ سیدنا زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود دیکھا کہ وہ جنگل میں کلمۂ تسبیح پڑھتی ہوئی بھاگ رہی تھی۔ (فانا واللہ رایتها تسبح فی البریة)

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۴۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پیشگوئیاں یا اخبارِ غیب

قرآن حکیم نے اس حقیقت کو بار بار واضح کیا ہے کہ غیب کا علم حق تعالیٰ شانہ کے سوا اور کسی کو نہیں۔ اسی وجہ سے قرآن کی متعدد آیات میں ''عالم الغیب'' صرف اللہ تعالیٰ کو کہا گیا اور اس کو خاصہ خداوندی قرار دیا گیا۔ اور علم غیب کا لفظ پورے قرآن حکیم اور احادیث نبویہ ﷺ کے پورے ذخیرہ میں غیر اللہ کے لیے کہیں بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ چنانچہ سورۃ النمل میں واضح طور پر کہا:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ (النمل:۶۵)

''آپ اعلان فرمادیں کہ آسمانوں اور زمین کا غیب سوائے اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔''

ایک اور آیت میں اللہ تعالیٰ نے حصر کے ساتھ علم غیب کو اپنی ذات کے ساتھ مخصوص فرمایا:

﴿انما الغیب اللہ﴾ (یونس:۲۱)

''غیب صرف اللہ ہی کے لیے ہے۔''

ایک اور مقام پر سرکار دو عالم ﷺ کو یہ اقرار کرنے کا حکم فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ﴾ (انعام:۵۰)

''کہہ دے میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ خدا کے تمام خزانے میرے پاس ہیں اور میں یہ بھی کہتا ہوں کہ میں غیب کا علم نہیں جانتا۔''

ان کے علاوہ اور بیسیوں آیات قرآن حکیم میں ایسی موجود ہیں جن میں اس حقیقت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو بے نقاب کیا گیا ہے کہ علم غیب ذات حق کے ساتھ مخصوص ہے اور غیر اللہ میں سے کوئی بھی علم غیب نہیں جانتا۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ''اسلام کا تصورِ نبوت'' زیر عنوان ''نبوت اور علم غیب'')

بعض حضرات نے قرآن حکیم کی ان واضح نصوص کے برعکس یہ عقیدہ بنا لیا کہ

''آپ ﷺ کو تمام ما کان و ما یکون الیٰ یوم القیامۃ کا علم حاصل تھا اور ابتدائے آفرینش سے لے کر جنت و نار کے داخلہ تک کا کوئی ذرہ حضور ﷺ کے علم سے باہر نہیں۔''

یہ مغالطہ ان حضرات کو اس وجہ سے لگا کہ احادیث صحیحہ میں انہوں نے دیکھا کہ انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوات والتسلیم نے بعض غیبی امور کی اطلاع دی ہے' تو انہوں نے جھٹ کہہ دیا کہ دیکھا انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب تھا تبھی تو انہوں نے غیب کی خبریں دی ہیں۔ اگر انہیں علم غیب نہ ہوتا تو وہ کبھی بھی غیب کی خبریں نہ دیتے۔ ایسی بات کہنا دراصل نتیجہ ہے جہالت اور کم فہمی کا بلکہ کج فہمی کا۔ ان حضرات نے اپنی جہالت اور کم فہمی کی وجہ سے ''علم غیب''، ''اظہار غیب''، ''اطلاع غیب''، ''اخبار غیب'' اور ''انباء غیب'' میں فرق نہیں کیا۔ اگر وہ ان الفاظ کے درمیان فرق سمجھ لیتے تو کبھی بھی ایسی بات نہ کہتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ غیب ہے کیا؟ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر عزیزی میں غیب کی بڑی اچھی تعریف فرمائی ہے:

غیب نام چیز یست کہ از ادراک حواس ظاہرہ و باطنہ غائب باشد نہ حاضر نہ بمشاہدہ راہ آن دریافتہ شود و اسباب و علامات آن نیز در نظر عقل و فکر در نیاید تا بہ ہدایت استدلال دریافتہ شود۔'' (فتح العزیز ص ۱۷۲)

غیب نام اس چیز کا ہے جو ظاہری اور باطنی حاسوں کے ادراک سے غائب ہو' ان سے مستحضر نہ ہو' نہ اسے مشاہدہ سے دریافت کیا جا سکے۔ اس کے اسباب و علامات بھی عقل و فکر کی نظر میں نہ آ سکتے ہوں تا کہ استدلال ہی سے وہ حاصل ہو سکے۔

شیخ عبدالقادر المغربی رحمۃ اللہ علیہ نے غیب کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

''جو چیز انسانوں سے پوشیدہ اور مخفی ہو اور ہم اپنے حواس اور شعور کی قوتوں سے یا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فراست یا قیاس سے یا عقل کے زور سے اس تک رسائی حاصل نہ کر سکیں' اس کو غیب کہتے ہیں۔"

پھر لکھتے ہیں کہ

"جو چیز ان ذرائع میں سے کسی ایک سے دریافت ہو سکے وہ غیب نہیں۔"

(بحوالہ ضیاء القرآن جلد ۵ ص ۳۹۶)

اس سے پتہ چلا کہ علم غیب وہ ہوتا ہے جو حواس و عقل اور کشف و الہام کے ذرائع کے بغیر حاصل ہو' لیکن جب کوئی علم کسی ذریعہ سے' خواہ وہ ذریعہ باطنی ہو یا ظاہری' حاصل ہو' تو اس وقت اس کو علم غیب نہیں کہتے بلکہ انباء الغیب یا اطلاع علی الغیب وغیرہ کہتے ہیں:

"مطلق غیب سے مراد اطلاقات شرعیہ میں وہی غیب ہے جس پر کوئی دلیل قائم نہ ہو' اور اس کے ادراک کے لیے کوئی واسطہ اور سبیل نہ ہو۔ اسی بنا پر "قل لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الا اللہ" فرمایا گیا۔ اور جو علم بواسطہ حاصل ہو' اس پر پورے قرآن پاک میں یہ کہیں نہ ملے گا کہ اللہ تعالیٰ کے عطاء کردہ علم پر کہیں غیب کے لفظ کا اطلاق کیا گیا ہو۔ پس عالم الغیب کا لفظ اسی غیب جاننے والے کے لیے ہے جو ذاتی طور پر بلا کسی کے بتلائے از خود جانتا ہو' بالواسطہ علم کو "علم غیب" نہیں کہتے۔" (حفظ الایمان ص ۶)

یہی بات حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب تفہیمات الٰہیہ جلد ۱ ص ۲۴۵ میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مجموعہ رسائل جلد ۲ ص ۳۱۳ میں لکھی ہے۔

مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی نے بھی علم غیب کے اسی نقطہ کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے:

"علم جب مطلق بولا جائے خصوصاً جب کہ غیب کی طرف مضاف ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے۔ اس کی تصریح حاشیہ کشاف پر میر سید شریف نے کر دی ہے اور یہ یقیناً برحق ہے۔" (ملفوظات مولانا احمد رضا خان جلد ۳ ص ۳۴)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ علم غیب کے معنی لغت میں تو کسی پوشیدہ اور مخفی شی کے جان لینے کے ہیں' لیکن قرآن و حدیث میں علم غیب کا لفظ لغوی نہیں بلکہ اصطلاحی معنوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں استعمال ہوا ہے جس کے معنی چھپی ہوئی یا پوشیدہ اور مخفی اشیاء کے جان لینے کے نہیں بلکہ اس علم کے ہیں جو عادی وسائل خواہ وہ حسّی ہوں یا معنوی' کے واسطہ کے بغیر خود بخود حاصل ہو۔ لہٰذا جو علم حواس خمسہ' تجربہ' عقل' وجدان' کشف' الہام وغیرہ سے حاصل ہو' وہ قرآن وسنت کی اصطلاح میں علم غیب نہیں کہلاتا کیونکہ یہ سب چیزیں حصولی علم کے قدرتی اور عادی ذرائع ہیں جو مختلف لوگوں کو ان کی استعداد کے مطابق حاصل ہیں۔

غیبی امور کے انکشاف کے لیے یہ سارے ذرائع وہ ہیں جو نبی اور غیر نبی دونوں کو حاصل ہیں' لیکن انبیاء علیہم السلام کے پاس حصول علم کا ایک اور ذریعہ بھی ہے اور وہ ذریعہ صرف ان کے لیے مخصوص ہے اور اس ذریعہ سے حاصل کردہ علم دوسرے سب حصولی علم کے ذرائع سے قطعی الثبوت اور یقینی ہوتا ہے' لیکن ہے یہ بھی حصول علم کا ایک ذریعہ۔ لہٰذا امور غیبیہ کے بارے میں وحی کے ذریعہ سے انبیاء علیہم السلام کو جو علم حاصل ہوتا ہے وہ لغوی طور پر تو علم غیب کہلایا جا سکتا ہے' لیکن شریعت اسلامیہ کی اصطلاح میں اس کو ''علم غیب'' نہیں کہہ سکتے۔

معلوم ہوا کہ جو علم غیب بلا وسائل عادیہ حاصل ہوگا وہ ذاتی ہوگا عطائی نہ ہوگا' اس لیے جو اپنے ذاتی علم سے جو چیز بھی جانتا ہے' شرعاً اسے علم غیب کہیں گے خواہ وہ شی عیاں ہو یا نہاں ہو' مخفی ہو یا ظاہر ہو۔ صرف مخفی شی کے علم کو علم غیب نہیں کہا جاتا ہے۔ اگر صرف مخفی اور پوشیدہ چیز کے جاننے کو علم غیب کہیں تو حق تعالیٰ پر ''عالم الغیب'' کا کسی وقت بھی اطلاق نہیں ہو سکے گا۔ کیونکہ اس سے تو کسی وقت بھی کوئی شی پوشیدہ اور اوجھل نہیں۔ اس سے ظاہر ہوا کہ حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے بارے میں علم غیب کے معنی مخفیات اور پوشیدہ چیزوں کے جاننے کے نہیں ہیں بلکہ علم کے ذاتی ہونے کے ہیں جو بلا اسباب عادی محض ذات سے اور ذات ہی کے علوم کے لیے منشاء انکشاف ہو۔ ایسا علم صرف اسی کا خاصہ ہے' لہٰذا قرآن حکیم میں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کے لیے ''عالم الغیب والشہادۃ'' کے الفاظ آئے ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بلا واسطہ اسباب و وسائل بذاتہ اس پر مطلع ہے' خواہ اس کی یہ معلومات ہماری نگاہوں سے اوجھل ہوں یا ہماری نگاہوں کے سامنے ہوں۔ پس غیب وشہود ایک تو معلوم کی صفت ہے یعنی اس سے اوجھل شی غیب ہے اور ان مدرکات کے سامنے آئی ہوئی شی مشاہد ہے۔ اور ایک غیب علم کی صفت ہے' وہ شریعت اسلامیہ کی اصطلاح ہے جس سے مراد وہ علم ہے جو حواس ظاہرہ و باطنہ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادی اسباب و وسائل سے بالا تر ہو کر خود ذات میں موجود ہو' اور وہ ذات حق تعالیٰ شانہ کی ذات کے سوا کوئی ذات نہیں ہو سکتی۔ اس کی ذات کے علاوہ اور جس کو جو کچھ علم ہے' وہ اس کا عطا کردہ ہے اور اس کا عطا کرنا بذریعہ کشف و الہام ہو یا بذریعہ رؤیائے صادقہ اور وحی ہو' بالواسطہ علم کا آنا ہے' لہٰذا معلوم ہوا کہ عالم الغیب صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے' اس کے علاوہ اور کوئی ذات عالم الغیب نہیں کہلا سکتی۔ اور قرآن حکیم اور احادیث نبویہ ﷺ میں جہاں جہاں بھی علم غیب کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ لغوی معنوں میں نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ اسی وجہ سے قرآن حکیم میں جہاں جہاں بھی "علم غیب" کا لفظ استعمال ہوا ہے وہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے استعمال ہوا ہے۔ غیر اللہ کے لیے "علم غیب" کا لفظ پورے قرآن حکیم میں کہیں بھی استعمال نہیں ہوا بلکہ جہاں جہاں بھی غیر اللہ کے لیے "غیب" کا لفظ استعمال ہوا ہے وہاں "علم" کا لفظ حذف کر کے "اظہار" یا "اطلاع" یا "انباء" کے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۝ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ۝ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا﴾ (جن:۲۸)

"اللہ ہی غیب کو جاننے والا ہے۔ پس وہ آگاہ نہیں کرتا اپنے غیب پر کسی کو سوائے اس رسول کے جس کو اس نے پسند فرما لیا ہو' تو اس رسول کے آگے پیچھے محافظ بٹھلا دیتا ہے تاکہ اللہ جان لے کہ رسولوں نے (یعنی فرشتوں نے نبی تک اور رسول نے امت تک) اپنے رب کے پیغامات پہنچا دیے۔ اور اللہ تعالیٰ ان تمام باتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہے جو ان (رسولوں) کے پاس ہے' اور ہر چیز کا اس نے شمار کر رکھا ہے۔"

اس آیت میں مسئلہ علم غیب کو نہایت وضاحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا۔

① عالم الغیب یعنی صرف وہی عالم الغیب ہے' اس کے سوا اور کوئی عالم الغیب نہیں کیونکہ اس کا علم ذاتی ہے اور بغیر کسی عادی وسائل کے ہے' اس کے سوا ہر ایک کا علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عادی وسائل کا مرہون منت ہے۔ پھر یہاں ''عالم الغیب'' کا لفظ استعمال فرمایا کیونکہ ''عالم الغیب'' صفت کا صیغہ ہے اور ''یعلم الغیب'' فعل کا صیغہ۔ فعل زمانی ہوتا ہے جو زمانہ کے ساتھ مقید ہوتا ہے ہمہ وقت نہیں ہوتا' لیکن اس کے برعکس صفت کا صیغہ زمانہ کے ساتھ مقید نہیں ہوتا بلکہ ذات کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے اور قیام ذات دوامی ہوتا ہے۔ پھر علم غیب کے اثبات کے لیے جملہ اسمیہ استعمال فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے' جملہ فعلیہ نہیں لایا گیا جو حدوث وتجدد پر دلالت کرتا ہے۔ گویا بتایا یہ کہ وہ اپنے علم غیب میں ازلاً وابداً اور دواماً واستمراراً عالم الغیب ہے۔ کوئی لمحہ ایسا نہیں آ سکتا جب وہ اس علم سے خالی ہو۔

(۲) فلا یظھر علیٰ غیبه احداً

غیب کی اطلاع دینے والا اور دوسروں پر اس کو ظاہر کرنے والا صرف وہی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ دوسروں کو مطلع وہی کر سکتا ہے جس کو پہلے خود پتہ ہو۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا اطلاع دہندۂ غیب ہونا اس کے عالم الغیب ہونے کی دلیل ہے۔

پھر اس آیت میں تعلیم غیب کو ''اظہار غیب'' کے الفاظ سے بیان کیا ''عطاء غیب'' کے الفاظ سے بیان نہیں کیا تا کہ پتہ چل جائے کہ رسول کا یہ ''علم غیب'' ذاتی تو نہیں ہے لیکن عطائی بھی نہیں بلکہ صرف ''اطلاعی'' ہے کیونکہ عطاء کے معنی دے دینے کے ہیں اور دے دینے کی حقیقت کسی شی کو اپنے سے جدا کر کے دے دینے کے ہیں' اپنے پاس رکھ کر اطلاع دینے کو ''عطاء'' نہیں کہتے بلکہ صرف اطلاع کہتے ہیں۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ ''معطی'' بھی اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ہے جس کا معنی عطا کرنے والا ہے۔ تو کیا عطائی علم غیب نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے کہ اللہ تعالیٰ معطی ہیں لیکن اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کی حد تک جو ذات کے اندر نہیں ہوتیں۔ خود اپنی ذات کے حق میں معطی نہیں ہیں کہ اپنی ذات دوسروں کو دے کر انہیں خدا بنا دیں۔ معلوم ہوا کہ اطلاعی علم حکایت علم ہے عین علم نہیں۔ عین علم اصل عالم کی ذات ہی میں قائم رہتا ہے۔ اور عطائی علم عین علم ہوتا ہے جو اصل عالم کی ذات سے جدا ہو جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں ایک اور بات ذہن میں رہے کہ جو علم ذاتی ہوتا ہے وہ ہمہ وقت ذات

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے سامنے حاضر اور اس میں موجزن رہتا ہے۔ اس میں نہ نسیان کا دخل اور نہ بھول چوک کا اندیشہ ہوتا ہے کیونکہ بھول چوک ہمیشہ باہر سے حاصل شدہ اشیاء میں ہوتی ہے' اپنی اندرونی چیزوں میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ اسی وجہ سے حق تعالیٰ شانہ نے اپنے بارے میں قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿لَا يَضِلُّ رَبِّي وَلَا يَنسَى﴾ (طٰہٰ:۵۲)

''میرا رب وہ نہ غلطی کرتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا نہ بھولنا اور نہ غلطی کرنا اس وجہ سے ہے کہ اس کا علم ذاتی ہے' کسی باہر کے وسیلہ اور سبب سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ساری مخلوق کا علم چونکہ عادی اسباب و وسائل کے ذریعہ سے ہے' اس لیے وہاں ''نسیان'' بھی ہے' چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے اپنے بارے میں فرمایا:

((انسیٰ کما تنسون)) (بخاری جلد ا ص ۵۹)

''میں اسی طرح بھولتا ہوں جس طرح تم لوگ بھولتے ہو۔''

رسول اللہ ﷺ کا اپنے بارے میں نسیان کا لفظ استعمال فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ ان کا غیب جاننا نہ ذاتی ہے اور نہ عطائی بلکہ اطلاعی ہے جس میں نسیان و ذہول اور خطائے اجتہادی کا بھی امکان ہے اگرچہ شاذ۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں ''علی غیبہ'' کے الفاظ بول کر یہ بتا دیا کہ اس کا علم ذاتی ہے جو اس سے جدا نہیں ہوتا اور اس میں نسیان اور ذہول کا بھی کوئی امکان نہیں۔

مختصر یہ کہ رسول کا علم ذاتی اور عطائی نہیں ہوتا بلکہ اطلاعی ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جن جن باتوں کو مناسب سمجھا اپنے رسول اللہ ﷺ کو مختلف اوقات میں بذریعہ وحی اطلاع دیتا رہا اور اسی اطلاعی علم پر سرکار دو عالم ﷺ نے مختلف پیش گوئیاں فرمائیں جو ہر ایک اپنے اپنے وقت پر پوری ہوئی اور کچھ قیامت کے قریبی زمانہ میں پوری ہوں گی۔ ان پیشگوئیوں یا اخبار غیب میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ یہ پیش گوئیاں بھی انبیاء علیھم السلام کے معجزات کا ایک اہم باب ہیں' کیونکہ یہ بھی بذریعہ وحی آپ کو بتایا گیا اور آپ ﷺ نے اللہ سے خبر پا کر لوگوں کو بتایا۔ نجومی اور کاہن بھی پیش گوئیاں کرتے ہیں لیکن ان کا ذریعۂ علم یا تو علم نجوم ہوتا ہے یا تسخیر جنات یا پھر محض قیاس آرائی' لیکن ان میں جزم و یقین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور صدق کی وہ شان نہیں ہوتی جو انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں میں ہوتی ہے۔ بلکہ دوسروں کی اکثر پیشگوئیاں غلط ثابت ہوتی ہیں لیکن اس کے برعکس انبیاء علیہم السلام کی پیشگوئیوں میں اعلیٰ قسم کا جزم ویقین ہوتا ہے کیونکہ ان کے علم کا ذریعہ ذات خداوندی ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کے خانگی معاملات میں جب آپ کی دو بیویوں کی گفتگو کا راز آپ نے کھول دیا تو انہوں نے نہایت تعجب سے پوچھا کہ آپ کو اس معاملہ کی کس نے خبر دی کیونکہ ہم دو کے سوا کسی اور کو اس کا علم نہیں ہے آپ نے فرمایا: اس کی خبر مجھ کو اس نے دی ہے جو سب سے بڑھ کر علم والا اور سب سے بڑھ کر خبر رکھنے والا ہے۔ (نبأنی العلیم الخبیر) جب ان تمام پیشگوئیوں میں پیغمبر علیہ السلام کا ذریعہ علم ذات خداوندی ہوتی ہے تو اس میں حد درجہ کی قطعیت کی شان پائی جاتی ہے۔ بعض پیشگوئیاں تو آپ نے ان حالات میں کیں کہ کسی کو یقین نہیں آتا کہ یہ پیشگوئی پوری بھی ہوگی یا نہیں۔ مثال کے طور پر جب آپ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کو ہجرت فرمائی اور راستہ میں سراقہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا تعاقب کیا اور تین دفعہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنسا اور تینوں دفعہ آپ کی دعا سے باہر نکلا۔ تو اس حالت میں جب کہ آپ خود پناہ کی تلاش میں تھے اور دشمنوں سے بھاگ کر دوسرے شہر میں ہجرت فرما رہے تھے کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ انجام کیا ہوگا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے سراقہ سے فرمایا: کیف بك اذا لبست سوار کسریٰ؟ (اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔) چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو کسریٰ کا تاج اور اس کے کنگن اور دیگر زیورات مسجد نبوی ﷺ میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر ڈال دیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: بلاؤ سراقہ کو۔ چنانچہ سراقہ کو حاضر کیا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سراقہ ہاتھ اٹھا اور یہ کہا:

الله اکبر' الحمدلله الذی سلبهما کسریٰ ابن هرمزو البسهما سراقة الاعرابی

''اللہ سب سے بڑا ہے اور سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے یہ کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھینے اور ایک گنوار اور دیہاتی سراقہ کو پہنائے۔''

(زرقانی جلد ا ص ۳۴۸' الاصابہ ترجمہ سراقہ بن مالک' الاستیعاب جلد ۲ ص ۱۲۰)

جس وقت سرکار دو عالم ﷺ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کوئی شخص یہ یقین نہیں کر سکتا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھا کہ یہ کبھی پوری بھی ہو گی' لیکن اللہ کے رسول ﷺ نے نہایت یقین اور قطعیت کے ساتھ اس پیشگوئی کا اعلان فرمایا۔

پھر جنگ خندق میں جب کہ تمام عرب جتھہ بند ہو کر اسلام اور داعیٔ اسلام ﷺ کے خلاف طوفان کی طرح اُمنڈ آیا اور ابوسفیان دس ہزار آدمیوں کی جمعیت لے کر مسلمانوں کے استیصال کے ارادہ سے مدینہ پر چڑھ آیا۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۳۰۱ غزوہ خندق) مدینہ میں رہنے والے یہودیوں نے مسلمانوں سے غداری کی۔ گویا کافروں نے ہر طرف سے مسلمانوں کا محاصر کر لیا۔ باہر کے دشمنوں کا ٹڈی دل سامنے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا اور اندرونی دشمن یعنی بنوقریظہ بھی ان کے ساتھ مل گئے اور ہر شخص مسلمانوں کے خون کا پیاسا تھا اور مسلمانوں کے لیے عجیب پریشانی کا وقت تھا اور خود مسلمانوں کو کئی کئی دن کا فاقہ تھا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں خود اس وقت کے مسلمانوں کی بے بسی اور بے کسی کا ان الفاظ میں نقشہ کھینچا ہے:

> ''یاد کرو اس وقت کو جب دشمن تمہارے سر پر تھا' اوپر کی جانب سے بھی اور نیچے کی جانب سے بھی اور نگاہیں خیرہ ہو گئیں اور کلیجے منہ کو آنے لگے (وبلغت قلوب الحناجر) اور خدا کے ساتھ طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔ اس جگہ اہل ایمان آزمائے گئے اور خوب ہلائے گئے۔''
>
> (الاحزاب:۱۰)

ایسے نازک وقت میں خندق کی چٹان توڑتے وقت اللہ کا پیغمبر نہایت یقین اور جزم کے ساتھ یہ پیشگوئی کر رہا ہے کہ ''اللہ اکبر' فارس کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں' ملک شام کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں اور یمن کی کنجیاں مجھ کو عطا ہوئیں۔'' یعنی میری امت ان ملکوں کو فتح کرے گی (فتح الباری جلد ۷ ص ۳۰۴ - ۳۰۵) اور تمام دنیا نے دیکھا کہ چند ہی سالوں میں یعنی سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے ادوار خلافت میں وہ علاقے فتح ہوئے۔ کسریٰ ایران مارا گیا۔ قیصر روم شام کو چھوڑ کر قسطنطنیہ بھاگ گیا اور بعد میں اس کا بھی نام ونشان مٹ گیا۔ یہ ساری پیشگوئیاں سرکار دو عالم ﷺ کے بین معجزات اور دلائل نبوت ہیں۔ چنانچہ اس قسم کی چند ایک پیشگوئیاں ہم یہاں نقل کر رہے ہیں کیونکہ یہ بھی آپ کے معجزات باہرہ میں شامل ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امن وامان کی پیشگوئی:

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھا کہ دفعتاً ایک شخص آیا اور اس نے بارگاہ رسالت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے رہزنی اور راستوں کے غیر مامون ہونے کی شکایت کی۔ ان دونوں کی شکایات سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: تم نے حیرہ دیکھا ہے؟ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: دیکھا تو نہیں لیکن میں نے اس کے حالات سنے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر مکہ مکرمہ آئے گی اور یہاں کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے خدا تعالیٰ کے اس کے دل میں کسی اور کا ذرہ برابر خوف اور ڈر نہ ہوگا۔ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو (یہ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کا اپنا قبیلہ تھا) جنہوں نے شہروں میں لوٹ مار کی آگ لگا رکھی ہے' یہ بھلا کہاں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: اگر تم زندہ رہے تو تم کسریٰ کے خزانے بھی فتح کر لو گے۔ میں نے ازراہ تعجب پوچھا: کہ کسریٰ بن ہرمز بادشاہ کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں' کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر فرمایا: اگر تم نے کچھ اور طویل زندگانی پائی تو تم دولت کی فراوانی کا وہ دور بھی دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر سونا یا چاندی اس نیت سے لے کر نکلے گا کہ کوئی اسے قبول کرے لیکن کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ خوب یاد رکھو کہ قیامت میں تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے جب کہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی دوسرا ترجمانی کرنے والا نہ ہوگا۔ اس سے سوال ہوگا کہ بتا میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرے احکام تجھ تک پہنچائے؟ کیا میں نے تجھ کو مال عطا نہیں کیا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں فرمایا تھا؟ وہ بارگاہ الوہیت میں عرض کرے گا: کیوں نہیں' تو نے یہ سب کچھ بخشا تھا۔ اس کے بعد وہ شخص اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اس کو سوائے جہنم کے اور کچھ نظر نہ آئے گا۔

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کی زبان مبارک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے یہ خود سنا کہ دیکھو، جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا صدقہ دے کر تمہیں بچنا پڑے۔ اور جس شخص کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ ایک پاکیزہ کلمہ کہہ کر ہی جہنم سے بچ جائے۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ان ارشادہ فرمودہ پیشگوئیوں میں، میں نے امن کا وہ دور دورہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ایک ہودج نشین عورت سفر کر کے آتی ہے اور کعبہ کا طواف کر کے چلی جاتی ہے اور راستہ میں اس کو اللہ کے سوا اور کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود بھی شریک تھا۔ اور اگر تمہاری عمر ہوئی یعنی جو لوگ زندہ رہیں گے تو جو تیسری بات سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمائی ہے، تم لوگ وہ بھی دیکھ لو گے یعنی مال کی وہ کثرت ہوگی کہ آدمی اپنی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر گھر سے چلے گا تو اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔

(بخاری، باب علامات النبوۃ جلد ۱ ص ۷-۵،۸-۵ البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۸۸)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مال کی اس قدر کثرت والی پیشگوئی سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے عہد خلافت میں پوری ہوگئی۔ (الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۱۳۳)

چھ باتوں کی پیشگوئی:

سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں غزوہ رضی اللہ عنہ تبوک میں آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اس وقت آپ ﷺ ایک چمڑے کے خیمہ میں رونق افروز تھے۔ آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے پہلے تم لوگ چھ باتیں شمار کر رکھنا:

① میری وفات۔

② بیت المقدس کا فتح ہونا۔

③ ایک عام وبا کا ظاہر ہونا جو بکریوں کے پھوڑے کی طرح ظاہر ہوگی اور عام موت کا باعث ہوگی۔

④ مال کی کثرت اور اتنی کہ ایک شخص کو سو اشرفیاں دینے کے باوجود بھی وہ ناراض رہے گا۔

⑤ پھر ایک ایسا فتنہ ظاہر ہوگا جو عرب کے گھر گھر میں ظاہر ہوگا۔ اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

⑥ روم اور تمہارے درمیان صلح ہوگی اور وہ لوگ غداری کریں گے اور ایسا لشکر جرار لے کر تم سے جنگ کے لیے آئیں گے جس میں اسی دستے ہوں گے اور ہر دستے میں بارہ ہزار افراد ہوں گے۔ (بخاری)

حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ سب امور گذر چکے ہیں۔ ۱۱ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ پھر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں بیت المقدس فتح ہوا۔ پھر انہی کے زمانے میں طاعونِ عمواس پھیلی جس میں بڑے جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وفات پا گئے جن میں سیدنا ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ، سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور سیدنا یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ جیسے لوگ بھی تھے۔ اور مورخین کے بیان کے مطابق ۲۵ ہزار مسلمان اس میں شہید ہوئے۔ پھر سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مال کی اس قدر کثرت ہوئی کہ ایک گھوڑے کی قیمت ایک لاکھ درہم ہوگئی۔ بعدازیں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا فتنہ ہر ہر گھر میں ظاہر ہوا اور شام و بصرہ بھی اس کی زد میں آ گئے اور جنگ جمل اور جنگ صفین بھی اسی فتنہ کا نتیجہ تھیں۔
(الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۱۵۴)

فارس و روم کی فتح کی پیشگوئی:

ویسے تو سرکار دو عالم ﷺ نے فارس و روم کی فتح کی پیشگوئیاں کئی مواقع پر کیں اور مختلف احادیث میں مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے' لیکن ایک حدیث سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے بھی ہے وہ سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم ایک غزوہ میں آپ کے ہمراہ تھے۔ تو آپ ﷺ کے پاس مغرب کے کچھ لوگ آئے جو صوف کا لباس پہنے ہوئے تھے۔ یہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ سے ایک ٹیلہ کے پاس آ کر ملے۔ یہ لوگ آپ ﷺ کے پاس کھڑے تھے اور آپ بیٹھے ہوئے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میرے دل نے یہ کہا کہ میں ان کے پاس جا کر ان کے اور رسول اللہ ﷺ کے درمیان جا کر کھڑا ہو جاؤں تاکہ وہ آپ پر حملہ آور نہ ہو سکیں۔ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا کہ مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے کیونکہ ممکن ہے کہ آپ ان سے کوئی خفیہ باتیں کر رہے ہوں۔ آخر میں چل کر آپ ﷺ کے اور ان لوگوں کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ اس وقت آپ نے اس سے جو باتیں ارشاد فرمائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ان میں سے چار باتیں مجھے یاد ہیں جن کو آپ ﷺ نے میرے ہاتھ پر شمار کر کے بتایا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ

① تم جزیرۂ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو تمہارے ہاتھوں فتح کر دے گا۔
② اور اس کے بعد تم فارس سے جہاد کرو گے' اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی تمہارے ہاتھوں فتح کر دے گا اور
③ پھر تم روم سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس کو بھی تمہارے ہاتھوں فتح کر دے گا اور
④ آخر میں تم دجال سے جنگ کرو گے اور اس جنگ میں بھی فتح تمہاری ہی ہوگی۔

(مسلم)

پہلی تین پیشگوئیاں تو پوری ہو چکی ہیں اور دجال کے آنے پر انشاء اللہ چوتھی بھی پوری ہوگی۔

یمن' شام اور عراق کی فتح کی پیشگوئی:

سفیان بن زہیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آئندہ زمانے میں ملک یمن فتح ہو جائے گا۔ کچھ لوگ اپنے اہل وعیال کو لے کر اور ان لوگوں کو جو ان کے ساتھ متفق الرائے ہوں گے' مدینہ طیبہ کو چھوڑ کر یمن کی طرف جا بسیں گے حالانکہ ان کے لیے مدینہ طیبہ کی رہائش ہی بہتر تھی کاش کہ وہ سمجھتے۔ پھر ملک شام بھی فتح ہوگا اور کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ وہاں جا بسیں گے حالانکہ مدینہ ان کے لیے بہت بہتر تھا اگر یہ لوگ جانتے۔ پھر عراق فتح ہوگا اور اسی طرح وہاں بھی کچھ لوگ اپنے اہل وعیال اور رفقاء کے ساتھ جا بسیں گے اور ان کے لیے بھی مدینہ کی رہائش ہی بہتر تھی' اگر وہ سمجھتے۔ یعنی مدینہ چھوڑ کر وہاں ان علاقوں میں رہائش پذیر نہ ہوتے۔ (بخاری ومسلم)

مصر کی فتح کی پیشگوئی:

سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ سے بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: عنقریب ملک مصر فتح ہوگا جہاں کے سکہ کا نام قیراط ہے۔ تم وہاں کے باشندوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ساتھ نہایت اچھا سلوک کرنا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ان سے اچھا سلوک کرنا کیونکہ ان کا ہمارے ساتھ عہد ہے اور ان کے ساتھ رشتہ داری بھی ہے (کیونکہ سیدہ ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا مصر کی تھیں) اور جب تم دیکھنا کہ دو شخص ایک اینٹ برابر جگہ پر باہم دست وگریبان ہوں تو پھر وہاں سے چلے آنا۔

سیدنا ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں (کہ کچھ عرصہ کے بعد مصر فتح ہو گیا اور اس کے کچھ عرصہ کے بعد ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ کا وہاں سے گذر ہوا) تو انہوں نے دیکھا کہ سیدنا شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ کے دو بیٹے ایک اینٹ برابر جگہ پر جھگڑا کر رہے ہیں۔ چنانچہ یہ دیکھ کر وہ فرماتے ہیں کہ میں نے مصر کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔

(مسلم باب الوصلیۃ لاہل مصر جلد ۲ ص ۳۱۱ مسند احمد عن ابی ذر)

قالینوں کی پیشگوئی:

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے گھر میں قالین ہیں؟ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! ہمارے پاس قالین کہاں؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: سن لو! عنقریب تم قالینوں اور عمدہ فرشوں پر بیٹھو گے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آخر وہ دن بھی آیا جب ہم قالینوں پر بیٹھے۔ اب جب کبھی میں اپنی اہلیہ سے کہتا ہوں کہ قالین ہٹا دو تو وہ کہتی ہے کہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی ہے۔ (بخاری باب علامات النبوۃ جلد ۱ ص ۵۱۲)

امیہ بن خلف کے قتل کی پیشگوئی:

ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو مدینہ منورہ کا دار الامان مل گیا اور اسلام دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ مسلمانوں کی اس ترقی نے قریش مکہ کو پریشان کر دیا چنانچہ وہ مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کی تدبیریں سوچنے لگے۔ اسی اثنا میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ مکہ مکرمہ میں عمرہ کی غرض سے امیہ بن خلف کے ہاں مہمان ٹھیرے کیونکہ اس سے سیدنا سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے پرانے تعلقات تھے وجہ یہ تھی کہ امیہ جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شام جاتا تو مدینہ طیبہ میں ان کے ہاں قیام کرتا تھا۔ امیہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا کہ دوپہر کو جب لوگ نہ ہوں تو طواف کر لینا۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ طواف کر رہے تھے تو ابوجہل ادھر نکل آیا۔ ابوجہل نے امیہ سے پوچھا: یہ کون طواف کر رہا ہے؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ''میں ہوں سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ۔''

ابوجہل نے کہا کہ تم لوگوں نے محمد ﷺ اور اس کے رفقاء کو پناہ دی ہے اور اب مزے سے طواف کر رہے ہو۔ چنانچہ دونوں کی آپس میں تو تکار ہوئی۔ ابوجہل نے کہا: خدا کی قسم! اگر تم ابوصفوان (امیہ بن خلف) کے ساتھ نہ ہوتے تو یہاں سے سلامت گھر نہ جا سکتے۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو ڈانٹ کر جواب دیا۔ اس پر امیہ نے سعد رضی اللہ عنہ سے کہا: ابوالحکم (ابوجہل) کے سامنے اونچی آواز سے بات نہ کرو یہ یہاں کے رئیس اور اشراف میں سے ہیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: اگر تم لوگ ہم کو طواف نہ کرنے دو گے تو ہم تمہارا قافلہ تجارت مدینہ کے راستہ سے گزرنے نہ دیں گے' لیکن امیہ یہ بار بار کہہ رہا تھا کہ ابوجہل کے سامنے اونچی آواز سے بات نہ کرو یہ اس وادی کے سردار ہیں۔ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے امیہ کی یہ بات سن کر کہا: اے ابوصفوان اپنی طرف داری رہنے دو' میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ تم عنقریب مسلمانوں کے ہاتھوں قتل کیے جاؤ گے۔ ابوصفوان نے استفہامی ر میں کہا: کیا وہ یہاں آ کر مجھے قتل کریں گے؟ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ مجھے معلوم نہیں لیکن لسانِ نبوت سے آج تک کبھی کوئی غلط بات نہیں نکلی۔ ایک روایت میں ہے کہ امیہ نے کہا: محمد (ﷺ) جھوٹ تو نہیں بولتے۔ گھر جا کر امیہ نے اپنی بیوی سے یہ بات بیان کی اور حیرت سے کہا پتہ ہے محمد (ﷺ) نے میرے بارے میں کیا کہا ہے؟ اس نے پوچھا: کیا کہا: اس نے کہا: میں نے سنا ہے کہ ''مسلمان مجھے عنقریب قتل کریں گے۔ یہ سن کر اس کی بیوی نے کہا: ہاں واقعی' محمد (ﷺ) دروغ گو نہیں ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ کی زبان سے یہ سن کر کہ مسلمان مجھے قتل کریں گے' ابوصفوان کے بدن پر رعشہ طاری ہو گیا۔ گو وہ کافر تھا لیکن اس کو بھی پتہ تھا کہ لسانِ نبوت سے آج تک کبھی کوئی غلط بات نہیں نکلی۔

جنگ بدر کے موقع پر جب ابوجہل نے اعلان کیا کہ "ادرکوا عیرکم" (اپنے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تجارتی قافلہ کی خبر لو) لوگوں کو جنگ کے لیے آمادہ کیا تو امیہ بن خلف نے جانے سے پہلو تہی کی۔ ابوجہل نے امیہ کا یہ رویہ دیکھ کر کہا: ابوصفوان! آپ اس وادی کے سردار ہیں۔ آپ کی پہلو تہی کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی پہلو تہی کریں گے۔ چنانچہ ابوجہل ابوصفوان سے برابر اصرار کرتا رہا۔ آخر امیہ جب مجبور ہو گیا تو یہ کہا: خدا کی قسم' میں ایک نہایت عمدہ اور تیز رفتار اونٹ خریدوں گا تاکہ جب موقع ملے تو راستہ ہی سے واپس آ جاؤں۔ اور اپنی بیوی ام صفوان سے جا کر کہا کہ سفر کا سامان تیار کر دے۔ ام صفوان نے کہا: کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی کا قول (کہ محمد ﷺ کے ہاتھ سے تم عنقریب مارے جاؤ گے) یاد نہیں رہا۔ امیہ بن خلف نے کہا: نہیں' مجھے اس کا قول خوب یاد ہے۔ میرا ارادہ جانے کا نہیں۔ تھوڑی دور تک ساتھ جاؤں گا' پھر موقع پا کر واپس آ جاؤں گا۔ لیکن وہ واپس نہ آ سکا اور تمام منزلیں طے کرتا ہوا بدر تک پہنچ گیا۔

(بخاری باب من یقتل ببدر' فتح الباری جلد ۷ ص ۳۲۱)

جب یہ بدر کے میدان میں آیا تو سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کی اس پر نظر پڑ گئی جن کو امیہ مکہ مکرمہ میں گرم پتھروں پر لٹایا کرتا تھا۔ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے امیہ کو دیکھتے ہی انصار کو للکارا۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ زمانہ جاہلیت میں امیہ کے دوست تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ امیہ قتل نہ ہو۔ بلکہ گرفتار اور اسیر ہو جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ اس بہانہ سے اس کو ہدایت نصیب فرما دے اور وہ جہنم کے عذاب سے نجات پا جائے۔

سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں کچھ زرہیں تھیں جو انہوں نے کافروں سے چھینی تھیں۔ ان کو انہوں نے زمین پر رکھ دیا اور امیہ اور اس کے بیٹے کا ہاتھ پکڑ لیا۔ جونہی سیدنا بلال رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھا تو آواز دی: پکڑو کفر کے سردار امیہ کو' اگر امیہ بچ جائے تو میں نہ بچوں۔ انصار یہ آواز سنتے ہی دوڑے۔ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ انصار نے اسے قتل کر دیا اور پھر امیہ کی طرف دوڑے۔ سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ امیہ کے اوپر لیٹ گئے لیکن انصار نے اسی حالت میں پیروں کے نیچے سے تلواریں چلا کر امیہ کو قتل کر دیا جس سے سیدنا عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے پاؤں پر بھی زخم آ گیا اور مدتوں تک اس زخم کا نشان باقی رہا۔

اس طریقہ سے سرکار دو عالم ﷺ کی امیہ بن خلف کے بارے میں پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اللھم صل وسلم علی حبیبك خیر الخلق کلھم۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقتولین بدر کے بارے میں پیشگوئی:

بدر کا معرکہ ابھی نہیں ہوا تھا بلکہ دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی تھیں اور میدان کار زار ابھی گرم نہیں ہوا تھا کہ سرکار دو عالم ﷺ چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر ایک روز میدان میں گئے اور بتایا کہ یہ فلاں کافر کی قتل گاہ ہے۔ ابوجہل کا مقتل یہ ہے۔ فلاں سردار کا یہ ہے۔ یہاں قریش کا فلاں بڑا سردار مارا جائے گا۔ یہ عجیب وغریب پیش گوئی تھی۔ تین سو تیرہ بے سروسامان مجاہدین کا کمانڈر ایک ہزار سے زائد اور مختلف قسم کے سامانِ جنگ سے مسلح فوج کی شکست اور ان کے جرنیلوں کی موت اور ان کے مقتل کا اعلان کر رہا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے جس جس سردار کے لیے جو جو جگہ مقرر فرما دی تھی، ہم نے دیکھا کہ وہیں اس کی لاش خاک وخون میں لتھڑی پڑی تھی۔ (مسلم باب غزوہ بدر جلد ۲ ص ۲۷۳)

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پس بدر کے دن کوئی کافر آپ کی نشان زدہ جگہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہوا۔ (نووی جلد ۲ ص ۲۷۳)

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''سرکار دو عالم ﷺ نے کافروں کے قتل ہو جانے اور ان کے پچھاڑے جانے کی جگہوں کی نشان دہی فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے جو فرمایا تھا اس سے سرمو فرق نہ آیا۔''

((كذالك اخبار الانبياء تحكى عن الواقع ولا يتحمل فيه الخلاف نحو شعراً وشعيرة))

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کی خبروں میں ایک بال یا جو کے برابر بھی کمی بیشی نہیں ہوا کرتی۔'' (فیض الباری جلد ۴ ص ۸۶)

کفر کے ان اساطین کا نام اس قدر ذلیل ہوا کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے بیان کے مطابق ۲۴ سرداران، قریش کی لاشوں کو ایک نہایت ناپاک اور گندے کنویں میں ڈالنے کا حکم دیا گیا۔ یاد رہے کہ جنگ بدر کے کل مقتول کافر ستر (۷۰) تھے۔ ان میں چوبیس سردار اس کنویں میں پھنکوائے گئے اور باقی مقتول کسی اور جگہ پھنکوا دیے گئے۔

(فتح الباری جلد ۷ ص ۲۳۴، باب قتل ابی جہل)

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

پھر تیسرے روز جب آپ اس میدانِ بدر سے واپس مدینہ تشریف لے جا رہے تھے۔ اس کنویں پر کھڑے ہوکر ہر سردار کا نام لے کر آواز دی اور فرمایا: تم کو یہ اچھا معلوم نہ ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ بے شک جس چیز کا ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا اس کو ہم نے حق پایا کیا تم نے بھی اپنے رب کے وعدہ کو حق پایا؟

یہ بخاری کی روایت ہے۔ ابن اسحاق کی روایت میں اس قدر اضافہ ہے کہ آپ نے فرمایا:

''اے گڑھے والو! تم اپنے نبی کے حق میں بہت برا قبیلہ تھے۔ تم نے میری تکذیب کی جب کہ اور لوگوں نے میری تصدیق کی۔ تم نے مجھ کو میرے وطن سے نکالا اور دوسرے لوگوں نے مجھے ٹھکانہ دیا۔ تم نے مجھ سے جنگ وقتال کیا جب کہ اور لوگوں نے میری نصرت وامداد کی۔ امین کو تم نے خائن کہا اور صادق کو کاذب کہا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بری جزا دے۔''

بخاری اور مسلم کی روایت میں ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! کیا آپ ان بے جان لاشوں سے کلام فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میرے کلام کو تم ان سے زیادہ نہیں سنتے مگر وہ جواب نہیں دے سکتے۔ (زرقانی جلد ا ص ۴۳۳' البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۲۹۲)

حیرہ کی فتح کی پیشگوئی:

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کتے کے دانتوں کی طرح میرے سامنے حیرہ کی شکل پیش کی گئی ہے۔ عنقریب تم اس کو فتح کرو گے۔ ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! شاہ حیرہ کی بیٹی نضیلہ مجھے ہبہ کیجئے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اسے ہبہ فرما دی۔ جب وہ اس کے قبضہ میں آئی تو اس کے والد نے کہا: کیا اسے فروخت کرو گے؟ اس نے کہا: ہاں۔ اس نے کہا مانگو جو چاہتے ہو اس نے ہزار درہم طلب کیا۔ چنانچہ سودا طے ہو گیا۔ اس کے احباب نے کہا: تم اس کے تیس ہزار بھی مانگتے تو مل جاتا۔ اس نے کہا کیا گنتی ہزار سے بھی اوپر ہوتی ہے؟ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مختلف فتوحات کی پیشگوئی:

امام احمد بن حنبل ابن حوالہ از دیؓ سے بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ہمیں مدینہ طیبہ کے نواح میں پیادہ پا ایک مہم پر روانہ فرمایا۔ ہم وہاں سے خالی ہاتھ' تھکے ماندے واپس آئے۔ ہماری اس حالت کو دیکھ کر سرکار دو عالم ﷺ نے دعا فرمائی: ''یا اللہ! تو ان فاقہ مستوں کو میرے سپرد نہ فرما' میں کمزور ہوں اور نہ ہی خود ان کے سپرد فرما کیونکہ وہ بھی عاجز و ناتواں ہیں' اور عوام کے ذمہ بھی نہ فرما کیونکہ وہ بھی اپنے آپ کو ان سے مقدم اور بہتر سمجھیں گے۔''

پھر آپ نے ان کو بشارت فرمائی کہ شام' روم اور فارس سب ممالک مفتوح ہوں گے' تمہیں کثیر تعداد میں اونٹ' بکریاں اور گائے مال غنیمت میں ملیں گی۔ اور سو دینار کے عطیہ کو تم ہیچ سمجھو گے۔ پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا: ''اے ابن حوالہ! جب حکومت شام میں قائم ہوگی تو زلزلے' مصائب اور عظیم واقعات کا ظہور ہوگا۔ اور اس وقت قیامت تیرے ہاتھ سے بھی جو تیرے سر پر ہے' زیادہ قریب ہوگی۔ (رواہ ابوداؤد)

مسند احمد میں ابن حوالہ سے یہ بھی مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: عنقریب ایک اسلامی لشکر شام میں ہوگا' ایک یمن میں اور ایک عراق میں۔ ابن حوالہ ؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کس لشکر میں شامل ہوں گا؟ فرمایا تو شامی لشکر میں شرکت کرنا۔ یہ بہتر ملک ہے جہاں بہترین آدمی آباد ہوں گے۔ اور یہ ناپسند ہو تو یمن چلے جانا اور اس کے تالابوں سے دور سکونت اختیار کرنا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے شام اور اس کے باشندوں کی حفاظت کی ضمانت دی ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن حوالہ ؓ ہی سے نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ ایک مجلس میں رونق افروز تھے۔ ہم نے اپنی خستہ حالی اور تنگ دستی کا شکوہ کیا' تو آپ ﷺ نے فرمایا: سنو! واللہ' مجھے تمہاری تنگ دستی کی نسبت فراخ دستی کا زیادہ خطرہ محسوس ہوتا ہے۔ واللہ' یہ دین تم میں استوار اور قائم رہے گا۔ شام' فارس' روم اور حمیر کے علاقے فتح ہوں گے۔ پھر تمہارا ایک لشکر شام میں ہوگا' ایک عراق میں اور ایک یمن میں اور تم ایک سو درہم پر بھی قناعت نہ کرو گے۔ بلکہ ناراض ہو جاؤ گے۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! شام سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مقابلہ کی کون تاب لا سکتا ہے کیونکہ وہاں تو رومی بہت طاقتور ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: واللہ! یہ علاقے تمہارے ہاتھوں ضرور فتح ہوں گے اور تم ان کے حکمران ہوں گے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ٦ ص ١٩٥)

غزوۂ ہندوستان کی پیشگوئی:

سرکار دو عالم ﷺ نے ہندوستان پر مسلمان فوجوں کے حملہ کی بھی پیشگوئی ارشاد فرمائی' اور مسلمان فوجوں کے غالب آنے اور ہندوستان میں اسلام کے داخل ہونے کا مژدہ بھی سنایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری امت کے دو گروہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نار جہنم سے نجات دے گا۔ ایک وہ جو ہندوستان کے غزوہ میں شریک ہوگا۔ اور دوسری روایت میں جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ہم مسلمانوں سے غزوۂ ہند کا وعدہ فرمایا تھا۔ میں نے اگر وہ زمانہ پایا تو اس کی راہ میں اپنی جان و مال قربان کردوں گا۔ اگر میں اس میں شہید ہوگیا تو بہترین شہید ٹھہروں گا اور اگر وہاں سے زندہ لوٹا تو آتش دوزخ سے آزاد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہوں گا۔ (سنن نسائی' کتاب الجہاد' البدایہ والنہایہ جلد ٦ ص ٢٢٣)

فتح قسطنطنیہ کی پیشگوئی:

سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کے گھر میں سرکار دو عالم ﷺ حجۃ الوداع کے بعد ایک روز کھانا تناول فرما کر قیلولہ کے لیے لیٹ گئے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا (جو رشتہ میں آپ کی خالہ لگتی تھیں) نے آپ کا سر دیکھنا شروع کیا۔ آپ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے مسکرانے کا سبب پوچھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادہ سے اس طرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کی مغفرت فرما دی ہے۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یا رسول اللہ! ﷺ دعا فرمائیں کہ میں بھی اس لشکر میں شامل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر آرام کے لیے لیٹ گئے۔ کچھ دیر کے بعد پھر مسکراتے ہوئے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اٹھے اور اسی خواب کا اعادہ فرمایا۔ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا نے پھر اپنی شرکت کے لیے درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم پہلی جماعت کے ساتھ ہو۔

(زرقانی جلد ۶ ص ٦٦' الاصابہ جلد ۸ ص ۲۲۲' بخاری جلد ا ص ۳۹۱' ص ۴۰۳' ص ۴۰۵' ص ۴۰۹' ص ۴۱۰ جلد ۲ ص ۹۲۹ - ۹۳۰' مسلم جلد ا ص ۱۴۲ وغیرہ)

بخاری میں یہ الفاظ بھی ہیں:

اول جیش من امتي يغزون البحر قد اوجبوا۔ (بخاری جلد ا ص ۴۰۹)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ نے "قداوجبوا" کا مطلب یہ لکھا ہے کہ "ان پر جنت واجب ہو گئی۔" (فتح الباری جلد ٦ ص ۷۸' عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۱۹۸)

تاریخ کے اوراق اس بات کی شہادت پیش کرتے ہیں کہ سب سے پہلا مسلمانوں کا بحری لشکر اور بحری بیڑا جو بحر متوسط میں ڈالا گیا ۲۸ھ میں اس نے سمندر کے سینہ کو چیر کر سمندر پار کے علاقہ قبرص پر اسلامی علم بلند کیا' وہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھا۔ (عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ١٦٥' ص ۱۹۸) اور اس لشکر میں سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے اکابر امت تھے۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۵۷۵) واپسی پر سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا سواری پر سوار ہو رہی تھیں کہ خچر کے بدکنے سے نیچے گر گئیں اور انتقال فرما گئیں۔ (بخاری جلد ا ص ۳۹۱' جلد ۲ ص ۹۲۹' عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۱۹۸' ارشاد الساری جلد ۵ ص ٦۴) چنانچہ سیدہ ام حرام رضی اللہ عنہا کی قبر قبرص میں ہے اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک اور پاک باز خاتون کی قبر ہے۔

(صفۃ الصفوۃ جلد ۲ ص ۳۸' اسد الغابہ جلد ۵ ص ۵۷۵)

پیشگوئی کا پہلا حصہ تو سیدہ عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں پورا ہوا۔ اور دوسرا حصہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

سرکار دو عالم ﷺ نے اس پیشگوئی میں جہاں بحر روم کی لڑائیوں کی خبر دی اور قبرص و قسطنطنیہ کے فتح کا مژدہ سنایا وہاں مسلمانوں کے بحری بیڑا کے بارے میں بھی خوشخبری سنائی۔ چنانچہ یہ بحری بیڑا بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا اور یہ پانچ سو جہازوں پر مشتمل تھا۔ یہ اس زمانہ میں اتنا مضبوط بحری بیڑا تھا کہ بازنطینی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بیڑا بھی جو دنیا کا سب سے بڑا بیڑا سمجھا جاتا تھا' اس کے سامنے گرد تھا۔ چنانچہ روڈس اور ارواڈ وغیرہ جزائر کی بحری مہمات میں اسلامی بحریہ سترہ سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھی۔ (الاسلام والحضارۃ العربیہ جلد ۲ ص ۱۵۸) بحر روم اسلامی بحریہ کا مرکز تھا اور ہر جنگی جہاز کا ایک قائد ہوتا تھا جسے ''مقدم'' کہا جاتا تھا۔ (النظم الاسلامیہ ص ۲۴۹' ص ۲۵۴)

پیشگوئی کا دوسرا حصہ یعنی قسطنطنیہ کی فتح سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں پورا ہوا۔ کیونکہ جب ۴۱ھ میں زمام خلافت ان کے ہاتھ میں آئی تو انہوں نے اسلامی بحریہ کو بہت ترقی دی۔ ملک کے ساحلی علاقوں میں جابجا جہاز سازی کے کارخانے قائم کیے۔ (احسن المحاضرات جلد ۲ ص ۱۹۹' فتوح البلدان ص ۱۴۴) اسی ترقی یافتہ بحریہ کی مدد سے آپ نے بحر روم کو مسلمانوں کا بازی گاہ بنا دیا۔

آپ نے ان لوگوں کے لیے جنت کی بشارت دی تھی جو مدینہ قیصر یعنی قسطنطنیہ پر لشکر کشی کریں گے۔ آپ کی یہ خواہش تھی کہ جس طرح ۲۸ھ میں حدیث کے حصہ اول کی بشارت کا مستحق ہوا اسی طرح حدیث کے دوسرے حصہ کی پیشگوئی بھی میرے ہاتھوں پوری ہو۔ دوسرے قسطنطنیہ مشرقی یورپ کا قلب تھا اس کی فتح سے مسلمانوں کے لیے یورپ کی فتوحات کا دروازہ کھلتا تھا۔ چنانچہ آپ نے اپنے بیٹے یزید کی زیر قیادت قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے ایک بحری لشکر بھیجا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۴۱۰ حاشیہ' الکامل لابن اثیر جلد ۳ ص ۲۲۷' ارشاد الساری جلد ۵ ص ۱۰۴) اس لشکر میں بڑے بڑے اکابر صحابہ نے بھی شرکت فرمائی جن میں سید ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱)

اگرچہ اس وقت قسطنطنیہ فتح تو نہ ہو سکا' لیکن چونکہ اس کی فتح کے بارے میں بھی سرکار دو عالم ﷺ کی پیشگوئی تھی کہ ''تم قسطنطنیہ فتح کرو گے۔'' (مسلم جلد ۲ ص ۳۹۲ و ترمذی کتاب الفتن) اور ایک روایت میں ہے کہ ''بلاشک تم لوگ قسطنطنیہ فتح کرو گے تو اس کا حاکم (مسلمان) کتنا اچھا حاکم ہو گا اور اس کو فتح کرنے والی فوج کیسی اچھی فوج ہو گی۔'' چنانچہ یہ سعادت توبیتا کے مسلمان سلطان محمد فاتح رحمۃ اللہ علیہ کے حصہ میں آئی' اور اس طرح پیشگوئی کا یہ حصہ بھی پورا ہوا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح روم کی پیشگوئی:

جس طرح قسطنطنیہ مشرقی رومی سلطنت کا دارالسلطنت تھا اسی طرح روم مغربی رومی سلطنت کا پایہ تخت تھا جواب موجودہ اٹلی کا پایۂ تخت ہے۔ یہ عیسائیوں کا ایک مقدس شہر بھی ہے۔ آپ نے اشارتاً اس کی فتح کی پیشگوئی بھی فرمائی۔ چنانچہ سیدنا عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ پہلے قسطنطنیہ (موجودہ استنبول) فتح ہوگا یا روم؟ انہوں نے اپنی یادداشت کے کاغذوں کو دیکھ کر جواب دیا کہ ہم لوگ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ کے اردگرد جمع تھے کہ کسی شخص نے آپ ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! پہلے قسطنطنیہ فتح ہوگا یا رومیہ (روم)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں پہلے ہرقل کا شہر فتح ہوگا۔ (مسند احمد عن ابی قبیل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص)

امن وامان کی پیشگوئی:

امن وامان ایک ملک کی روح ہوتا ہے۔ جس حکومت میں امن نہیں ہے وہ حکومت حکومت کہلانے کے لائق نہیں ہے اور جس ملک میں امن نہیں اس میں کسی انسان کی جان ومال اور عزت وآبرو محفوظ نہیں۔ سیدنا خباب ابن ارت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ بیت اللہ کے سایے میں اپنی چادر پر تکیہ لگائے بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ کے سامنے ان مصائب کا تذکرہ کیا جو ہم اس زمانہ میں مشرکین مکہ کے ہاتھوں جھیل رہے تھے۔ اور آپ سے عرض کیا کہ آپ ہمارے لیے دعا نہیں فرماتے؟ آپ ہمارے لیے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب نہیں کرتے؟ سیدنا خباب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ہماری یہ شکایت سن کر سیدھے بیٹھ گئے۔ اس وقت آپ کا چہرۂ مبارک تمتما رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم، تم سے پہلی امتوں میں ایسے مصائب بھی ٹوٹے ہیں کہ ایک شخص کو پکڑ کر لوہے کی کنگھیوں سے اس کا گوشت اور پٹھے اتار دیے جاتے تھے۔ اور یہ تکلیف اس کو اپنے دین سے روگردانی کا باعث نہ بنتی۔ اور کسی شخص کے ساتھ یہ بھی کیا جاتا کہ ایک گڑھا کھود کر اس کو اس میں دبا دیا جاتا، پھر اس پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیے جاتے، لیکن یہ شی بھی اس کے لیے دین سے روگردانی کا باعث نہ بنتی۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ اس دین کو سربلند کرے گا اور ایسا غالب کرے گا کہ ایک سوار شہر صنعاء (یمن)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے چل کر مقام حضر موت تک سفر کرے گا' لیکن راستہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کی ذات کے اس کو کسی کا خوف نہ ہوگا۔ حتیٰ کہ ایک بکری کے مالک کو اپنی بکریوں پر بھیڑیے کا خطرہ بھی نہ رہے گا' لیکن تم لوگ بہت جلد بازی کرتے ہو۔ (بخاری جلد اص ۵۱۰' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۸۹)

ترکوں سے جنگ کی پیشگوئی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ تم لوگ ترکوں سے جنگ نہ کرلو (اس وقت تک ترک دائرۂ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے) جن کی آنکھیں چھوٹی' چہرے سرخ اور ناکیں چپٹی ہوں گی۔ اور ان کے چہرے ایسے پر گوشت ہوں گے جیسے چمڑہ چڑھی ہوئی ڈھال۔ اور اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی جب تک تم ایسی قوم سے جنگ نہ کرلو جن کے چپل بال کے ہوں گے۔

(سنن نسائی جلد ۲ ص ۵۲' بخاری جلد اص ۴۱۰' باب علامات النبوۃ' مسلم جلد ۲ ص ۳۹۵)

ویسے سنن نسائی میں ایک روایت یہ بھی ہے کہ

اتر کوا الترک ما ترکوکم۔ (سنن نسائی جلد ۲ ص ۵۳)

''ترک جب تک تم سے تعرض نہ کریں ان کو چھوڑے رکھو۔''

یہ پیشگوئی تاتاریوں کی جنگ میں حرف بحرف پوری ہوئی۔

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کے مال کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو جو شخص جنگ بدر میں قید کر کے لایا تھا' وہ قبیلہ بنو سلمہ رضی اللہ عنہ کا ایک شخص تھا جس کی کنیت ابوالیسر اور نام کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس سے پوچھا کہ اے ابوالیسر! بتاؤ' تم نے عباس رضی اللہ عنہ کو کیسے گرفتار کیا؟ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ ایک شخص نے اس میں میری مدد کی تھی جس کو میں نے نہ بعد میں دیکھا اور نہ کبھی اس سے قبل دیکھا تھا۔ اس کی صورت کچھ اس قسم کی تھی (ابوالیسر نے اس شخص کی صورت حضور اکرم ﷺ کے سامنے واضح کی) صورت کی یہ وضاحت سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تیری یہ امداد ایک عظیم فرشتے نے کی تھی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ اپنی جانب سے اور اپنے دونوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھتیجوں عقیل اور نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کی جانب سے فدیہ دے دیں (تا کہ حسب فیصلہ آپ تینوں کو رہا کر دیا جائے) سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: میں تو اپنی گرفتاری سے قبل ہی مسلمان تھا' یہ لوگ (کفار مکہ) زبردستی گھسیٹ کر مجھ کو لے آئے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: چچا! اس کی خبر تو صرف اللہ ہی کو ہے۔ اگر یہ بات درست ہے تو اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس کا بدلہ دے گا' لیکن آپ کی ظاہری صورت تو یہی تھی کہ آپ ہمارے مقابلہ ہی کے لیے آئے تھے' لہٰذا مناسب یہی ہے کہ آپ فدیہ ادا کر دیں۔ رسول اللہ ﷺ اس سے پہلے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ سے بیس اوقیہ سونا لے چکے تھے' لہٰذا وہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! اس سونے کو میرے فدیہ کے حساب میں شمار فرما لیجیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ سونا تو اللہ تعالیٰ نے ہم کو آپ سے دلوایا ہے۔ انہوں نے کہا: میرے پاس تو اور کوئی مال نہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ مال کہاں ہے جو آپ نے گھر سے نکلتے وقت اپنی اہلیہ ام الفضل کے پاس رکھا تھا؟ اور اس وقت تم دونوں کے سوا وہاں اور کوئی شخص نہ تھا۔ اور چچا تم نے ام الفضل سے کہا تھا کہ اگر اس جنگ میں میں مارا جاؤں تو اس مال میں سے فضل کا اتنا حصہ اور قثم کا اتنا اور عبداللہ کے لیے اتنا حصہ ہوگا یعنی حصص کی یہ ساری تقسیم کر کے گھر سے نکلے تھے۔ یہ سن کر سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اس کی اطلاع میرے اور میری اہلیہ ام الفضل کے سوا لوگوں میں سے کسی اور شخص کو نہیں ہے اور میں یقین کے ساتھ جانتا ہوں کہ کسی شبہ کے بغیر آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (مسند احمد عن ابن عباس رضی اللہ عنہ)

سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو یہ راز کی بات بتانا یہ بھی ایک معجزہ ہے کیونکہ اس بات کی اطلاع مکہ میں سوائے دو آدمیوں کے کسی اور کو نہ تھی' لیکن آپ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں بیٹھ کر اس کی اطلاع دے دی۔ یقیناً یہ "نبأني العليم الخبير" کی صورت ہے۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخبار غیبیہ کے جزم و یقین کا پتہ بھی چلتا ہے۔

قریش کے آئندہ حملہ نہ کرنے کی پیشگوئی:

جنگ خندق میں جب کہ دس ہزار کفار عرب اسلام اور پیغمبر اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لیے مدینہ منورہ کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ اور مسلمانون کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے' عجیب پریشانی کا عالم تھا تو مسند احمد کی روایت کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حصار کی سختی اور شدت کا ذکر کر کے رسول اللہ ﷺ سے دعا کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: دعا مانگو:

((اللهم استر عوراتنا و آمن روعاتنا))

"اے اللہ ہمارے عیبوں کو چھپا اور ہمارے خوف کو دور فرما۔"

اور بخاری میں ہے کہ آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی:

((اللهم منزل الكتاب و مجري السحاب وهازم الاحزاب' اهزمهم وانصرنا عليهم)) (بخاری جلد۲ص ۵۹۰)

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی دعا قبول فرمائی اور کفار پر ایک سخت ہوا مسلط کی جس سے اس کے تمام خیمے اکھڑ گئے۔ رسیاں اور طنابیں ٹوٹ گئیں۔ ہانڈیاں الٹ گئیں۔ گرد وغبار سے ان کی آنکھیں بھر گئیں اور تمام کفار سراسیمہ ہو گئے۔ ان حالات میں سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کفار کی خبر لانے کے لیے بھیجا۔ پھر ان کے لیے دعا فرمائی: "اے اللہ! اس کی آگے سے' پیچھے سے' دائیں سے بائیں سے' اوپر سے نیچے سے حفاظت فرما۔

(زرقانی جلد۲ص ۱۱۸)

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ جب کفار کے لشکر میں پہنچے تو انہوں نے سپہ سالار لشکر ابوسفیان رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے سنا: اے گروہ قریش! اب یہ ٹھہرنے کا مقام نہیں۔ ہمارے جانور ہلاک ہو گئے۔ بنو قریظہ نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا اور اس ہوا نے ہمیں سراسیمہ اور پریشان کر دیا۔ چلنا پھرنا اور اٹھنا بیٹھنا مشکل ہو گیا۔ بہتر ہے کہ فوراً واپس لوٹ چلو۔ یہ کہہ کر ابوسفیان اونٹ پر سوار ہو گیا اور تمام لشکر کو واپس چلنے کا حکم دیا۔

جب قریش واپس چلے گئے' تو آپ ﷺ نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا:

((الآن نغزهم ولا يغزوننا نحن نسير اليهم))(بخاری مع فتح الباری جلد۷ص ۳۰۹)

اب ہم ان پر حملہ آور ہوں گے اور یہ کفار اب ہم پر کبھی حملہ آور نہ ہو سکیں گے۔ ہم ہی ان پر حملہ کرنے کے لیے چلیں گے۔

یعنی کفر اب اتنا کمزور ہو چکا ہے اور اب اس میں اتنی قوت نہیں رہی کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں کوئی جارحانہ اقدام کر سکے۔ اب کفر مدافعانہ اقدام کرے گا کیونکہ اب اسلام اتنا قوی اور طاقت ور ہو گیا ہے کہ اب وہ کفر پر جارحانہ طور پر حملہ آور ہو گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ تاریخ اسلام کا مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ آپ ﷺ کی اس پیشگوئی کے بعد پھر کبھی کفر کو مدینہ منورہ پر حملہ کی جرأت نہ ہوئی بلکہ اسلام ہی نے ان پر حملہ کیا۔

مستقبل کے شیطانوں کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: آئندہ زمانہ میں کچھ شیطانوں کے اونٹ نظر آئیں گے اور کچھ شیطانوں کے گھر بھی ہوں گے۔ راوی کا بیان ہے کہ وہ شیطانی اونٹ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے یعنی تم میں سے ایک رئیس آدمی عمدہ عمدہ اونٹنیاں لے کر اپنی شان دکھانے کے لیے گھر سے باہر اکڑتا ہوا پاس سے نکل جاتا ہے اور اس کے مسلمان بھائی کی سواری کے لیے ایک اونٹ بھی نہیں ہوتا۔ اب رہے شیاطین کے گھر تو میں نے ابھی تک ان کو نہیں دیکھا۔ سعید راوی کہتے ہیں کہ میرے خیال میں تو وہ یہی پنجرے۔ (شغدف) ہیں جن کو لوگ ریشمی کپڑوں سے سایہ کرنے کے لیے بناتے ہیں۔

(ابوداؤد)

قیامت کی دو نشانیوں کی پیشگوئی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں دو قسم کے لوگ پیدا ہونے والے ہیں جن کو میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا۔ ایک وہ مرد جن کے ہاتھوں میں بیلوں کی دموں کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں پر ظلم توڑیں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو لباس تو پہنے ہوئے ہوں گی لیکن درحقیقت برہنہ ہوں گی۔ ان کا حال یہ ہوگا کہ وہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور اسی طرح خود بھی غیر مردوں کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سروں کے اوپر ایسے جوڑے بندھے ہوئے بال ہوں گے جیسے اونٹ کے کوہان اونچے معلوم ہوتے ہیں۔ نہ وہ جنت میں جائیں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھ سکیں گی حالانکہ اس کی خوشبو بڑے فاصلہ سے مہکتی ہوگی۔ (مسلم جلد ۲ ص باب النساء الکاسیات العاریات)

سرکار دو عالم ﷺ کی یہ پیشگوئیاں بھی پوری ہو چکی ہیں۔ ایسے ظالم کوڑے لگانے والے لوگ بھی موجود ہیں۔ اور وہ عورتیں بھی پوری دنیا میں موجود ہیں جو ایسے کپڑے پہنتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہیں جو انہیں برہنہ کرتے ہیں۔ سر پر جوڑے انہوں نے بنائے ہوئے ہیں اور وہ اونٹوں کے کوہان کی طرح ہیں اور ایسا میک اپ کر کے مجلسوں میں آتی ہیں کہ غیر مردوں کو اپنی طرف راغب کرتی ہیں اور خود ان کی طرف راغب ہوتی ہیں۔

امت کے دو گروہوں میں صلح کرانے کی پیشگوئی:

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ سے روایت فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے دورانِ خطبہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ارشاد فرمایا: ''میرا یہ بیٹا سردار ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ سے مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں کے درمیان صلح کرائے گا۔''

(مستدرک حاکم جلد۳ ص ۱۷۵' البدایہ والنہایہ جلد ۱۷ بخاری جلد۱ ص ۳۷۳' جلد۲ ص ۵۳۰' ص ۱۰۵۶' ترمذی جلد۲ ص ۲۲۱' مسلم جلد۲ ص ۳۹۲)

اس حدیث میں سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں جو پیشگوئی فرمائی وہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت میں پوری ہوئی جب آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دو عظیم گروہوں میں صلح کروا کر مسلمانوں کی آپس کی کئی سال کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کروایا۔ اگرچہ کئی لوگوں نے اس صلح کی مخالفت کی۔ خود سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نے بھی مخالفت کی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۰' ابن اثیر جلد۳ ص ۱۸۳' تہذیب التہذیب جلد۲ ص ۲۹۸) لیکن آپ ﷺ نے ان لوگوں کی کوئی پروا نہ کی۔ چنانچہ بخاری ہی میں ہے کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''خدا کی قسم' سیدنا حسن بن علی رضی اللہ عنہ' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں پہاڑوں کی طرح فوجیں لے کر آئے تھے۔ سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں یہ فوجیں ایسی دیکھ رہا ہوں جو اپنے مدمقابل کو جب تک ختم نہ کر لیں گی' پیٹھ نہ پھیریں گی۔ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: اگر انہوں نے ان کو مارا یا انہوں نے ان کو' تو ان کے امور کا کون ذمہ دار ہو گا؟ اور ان کی عورتوں کی کون خبر گیری کرے گا اور ساز و سامان کا کون ذمہ دار ہو گا؟ پس انہوں نے قریش کے دو آدمی جو بنی عبد شمس میں سے تھے' عبدالرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے پاس

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھیجا اور کہا کہ ان کے پاس جا کر صلح کی پیش کش کرو اور ان سے اس بارے میں گفتگو کرو اور وہ جو کہیں وہ مان لو۔ پس یہ دونوں ان کے پاس گئے اور ان سے گفتگو کر کے صلح کے طلبگار ہوئے۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم عبدالمطلب کی اولاد ہیں اور ہمیں مال خرچ کرنے کی عادت ہوگئی ہے اور ہمارے ساتھ جو یہ لوگ ہیں یہ خون خرابہ کرنے میں طاق ہیں۔ (بغیر روپیہ دیے بغیر ماننے والے نہیں) انہوں نے کہا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ آپ کو اتنا روپیہ ضرور دیں گے اور آپ سے صلح چاہتے ہیں جو آپ چاہیں وہ منظور کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: ان کی ذمہ داری کون لیتا ہے؟ ان دونوں نے کہا: کہ ہم ذمہ دار ہیں۔ آپ نے جو کہا انہوں نے یہی کہا کہ ہم اس کا ذمہ لیتے ہیں۔ پس آپ نے معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی۔ سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوبکرہ رضی اللہ عنہ صحابی سے سنا' وہ فرماتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو منبر پر دیکھا اس حال میں کہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ آپ کے پہلو میں بیٹھے تھے۔ آپ کبھی لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے اور کبھی سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کی جانب دیکھتے اور فرماتے تھے: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے مابین صلح کرائے گا۔

(بخاری جلد ۱ ص ۳۷۲-۳۷۳' جلد ۲ ص ۱۰۵۴)

سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے جس سال سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کی اس سال کو "عام الجماعۃ" کہتے ہیں۔ کیونکہ ملت اسلامیہ نے پانچ چھ سال کے تفرقہ اور تشتت کے بعد اس سال ایک خلیفہ پر اجماع کیا تھا۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۵۳' البدایہ جلد ۸ ص ۲۱' ۱۳۱' اسد الغابہ جلد ۴ ص ۳۸۷)

پوری امت ایک پلیٹ فارم پر جمع ہوگئی۔ اختلاف بالکل ختم ہوگیا اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ متفقہ طور پر پوری ملت اسلامیہ کے امیر المومنین مقرر ہو گئے اور سرکار دو عالم ﷺ کی پیشگوئی پوری ہوگئی۔

دوسری قوموں کا مسلمانوں پر حملہ آور ہونے کی پیشگوئی:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: وہ زمانہ قریب ہے جب کہ دوسری قومیں تم پر حملہ کرنے کے لیے ایک دوسرے کو اس طرح پکاریں گی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ دعوت پر دستر خوان والے ایک دوسرے کو کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس پر ایک شخص نے بڑے تعجب سے پوچھا: یا رسول اللہ! ﷺ کیا اس وقت ہماری تعداد بہت کم ہو گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں بلکہ اس وقت تمہاری تعداد بہت زیادہ ہو گی' لیکن تم اس وقت اس طرح بیکار ہو گے جیسے پانی پر جھاگ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا رعب اور تمہاری ہیبت دشمنوں کے دلوں سے نکال دے گا اور تمہارے دلوں میں ''وہن'' ڈال دے گا ایک شخص نے پوچھا: یا رسول اللہ! یہ ''وہن'' کیا ہے؟ فرمایا: دنیا کی محبت اور موت کی نفرت۔ (ابوداؤد' بیہقی)

موجودہ زمانہ میں مسلمان ڈیڑھ ارب سے زیادہ ہیں لیکن دشمنوں کے دلوں سے ان کی ہیبت نکل چکی ہیں۔ اور بین الاقوامی سطح پر ان کی کوئی آواز نہیں اور نہ ہی ان کی کوئی اہمیت ہے۔ عرب کروڑوں کی تعداد میں ہیں لیکن اسرائیل لاکھوں میں اور عرب پھر بھی ان سے ڈرتے ہیں۔ اس سے اپنے مطالبات منوانے کے لیے امریکہ سے مدد مانگ رہے ہیں۔ جو لوگ کل ہمارے نام سے لرزہ براندام ہوتے تھے آج ہمارے مقابلہ میں شیر بن کر کھڑے ہیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے موجودہ زمانہ میں ہماری زبوں حالی کا کیسا نقشہ کھینچا ہے! اس نقشہ کو اپنی حالت کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو یہی کہنا پڑے گا کہ آج ہم کچھ بھی نہیں اور دنیا کی محبت اور موت سے نفرت کی وجہ سے ہم دنیا کی قوموں میں ذلیل وخوار ہو رہے ہیں۔

یہود ونصاریٰ کی اتباع کی پیشگوئی:

سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم پہلی امتوں کے قدم بقدم چلو گے اور ان کی پوری پوری اتباع کرو گے۔ یہاں تک کہ اگر وہ گوہ (ایک جانور کا نام) کے سوراخ میں گھسیں گے تو تم بھی اس میں گھس کر رہو گے۔ یعنی اگر وہ کوئی ذلیل ترین کام کریں گے تو تم بھی وہ کام کرو گے۔ آپ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! کیا پہلی امتوں سے آپ کی مراد یہود اور نصاریٰ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ نہیں تو پھر اور کون؟ (بخاری ومسلم)

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر ان میں سے کسی نے اپنی ماں سے کھلم کھلا اور علانیہ زنا کیا ہو گا تو میری امت میں یہ بھی ہو کر رہے گا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود و نصاریٰ کی اتباع کے اس جذبہ سے مترشح ہوتا ہے کہ یہ امت جب ہر معقول اور نامعقول بات میں ان کے نقش قدم پر چلے گی تو یقیناً گمراہی اور ضلالت کی وہ سب راہیں جو یہود و نصاریٰ نے اختیار کی تھیں' یہ بھی اختیار کرے گی۔ امت محمدیہ جب اپنے دور عروج میں بلند تر تھی تو اپنے دور انحطاط میں اسے فروتر ہی رہنا چاہیے کیونکہ بلند تر جب گرتا ہے تو فروتر ہی رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے یہود و نصاریٰ کی بری عادات اور رسومات تو اپنا لیں لیکن ان کی اچھی عادات اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش نہ کی۔ ان کے ڈانس اور شراب خوری کو تو فیشن کا نام دے کر ہم نے اپنا لیا اور مہذب و متمدن بننے کا لیبل اپنے پر چپکا لیا' لیکن ان کی جفاکشی' وقت کی پابندی وغیرہ اچھی عادتوں کو اپنے میں سمونے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ شراب پینے اور کھڑے ہو کر موتنے سے کوئی مہذب نہیں ہوتا بلکہ ایمانداری اور پابندیٔ وقت کو اپنا کر آدمی تہذیب کی بلندیوں کو چھوتا ہے لیکن وہ چیزیں ہم نے کبھی اپنے میں پیدا کرنے کی کوشش نہیں کی۔ ہماری حالت تو اب یہ ہو چکی ہے ۔

اپنی تصویر پہ نازاں ہو تمہارا کیا ہے
آنکھیں نرگس کی دہن غنچے کا حیرت میری

اندھا دھند قتل کی پیشگوئی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہو سکتی جب تک لوگوں پر وہ دور نہ آ جائے جس میں قاتل کو یہ پتہ نہ ہو کہ اس نے کس وجہ سے قتل کیا اور کس جرم میں قتل کیا اور مقتول کو یہ پتہ نہ ہو کہ کس جرم میں اس کو قتل کیا گیا۔ پوچھا گیا: یا رسول اللہ! ﷺ یہ ظلم کیسے ہو گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ زمانہ اندھا دھند قتل کا ہو گا۔ ایسے زمانے کے قاتل و مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے۔ (مسلم جلد ۲ ص ۳۹۴)

آپ ﷺ کی یہ پیشگوئی بھی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ دنیا میں کس قدر اندھا دھند قتل ہو رہے ہیں۔ نہ قاتل کو پتہ ہے کہ کیوں قتل کیا اور نہ ہی مقتول جانتا ہے کہ کس جرم میں وہ قتل کیا گیا۔ پاکستان میں کراچی اور دوسرے شہروں کی قتل و غارت اس کی بین شہادت ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رومیوں کے ایرانیوں پر غلبہ کی پیشگوئی:

سیدنا نیار بن مکرم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب آیت "غلبت الروم" روم کی فتح کی بشارت نازل ہوئی تو اس وقت فارس روم پر غالب تھے۔ رومی چونکہ اہل کتاب تھے اور مسلمان بھی قرآن حکیم کو مانتے تھے اس اشتراک کی وجہ سے اہل اسلام کی خواہش یہ تھی کہ رومی غالب ہوں۔ اسی کی جانب آیت "یومئیذ یفرح المومنون" میں اشارہ ہے۔ لیکن قریش مکہ کی خواہش یہ تھی کہ فتح اہل فارس کی ہو کیونکہ ان دونوں میں اشتراک بت پرستی کی وجہ سے تھا اور دونوں نہ تو کسی کتاب کے قائل تھے اور نہ ہی قیامت کو مانتے تھے۔ اس لیے جب فتح روم کی آیت اتری تو سیدنا صدیق اکبر مکہ کے گلی کوچوں میں اونچی اونچی آواز میں یہ آیت پڑھ کر سناتے جاتے تھے۔ اس پر کچھ مشرکین نے کہا کہ اچھا تمہارے نبی کا یہ دعویٰ ہے کہ چند سالوں میں رومی اہل فارس پر غالب آجائیں گے۔ تو آؤ اس پر تمہاری اور ہماری ہار جیت کی شرط ہے۔ انہوں نے فرمایا: بہت اچھا۔ یہ بات اس زمانہ کی ہے جب کہ شرط لگانا ابھی حرام نہیں ہوا تھا۔ بہرحال سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے شرط لگائی اور ایک مال مقررہ پر اتفاق ہو گیا کہ جو جیتے وہ اتنا مال لے لے۔ مشرکین نے ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ "بضع" کا لفظ عربی میں تین سے نو تک کے لیے آتا ہے اس لیے آؤ اس کے درمیان کی ایک مدت مقرر کر لیں۔ چنانچہ چھے سال کی مدت مقرر ہوئی۔ جب اس مدت میں رومیوں کو فتح نہ ہوئی تو حسب شرط اور معاہدہ شرط کا مال مشرکوں نے وصول کر لیا۔ پھر جب ساتواں سال شروع ہوا تو رومی اہل فارس پر غالب آگئے اور پیشگوئی کے مطابق فتح رومیوں کو نصیب ہو گئی۔ اس پر مسلمانوں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کی کہ آپ نے یہ مدت کیوں مقرر فرمائی تھی جبکہ "بضع" کا لفظ نو تک استعمال ہوتا ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حسب پیشگوئی رومیوں کو اہل فارس پر فتح حاصل ہو گئی تو یہ دیکھ کر اسی روز بہت سے مشرک حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ (ترمذی)

لیکن ایک دوسری روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے جب یہ آیات سنیں تو اطراف مکہ اور مشرکین کے اجتماعات میں اور بازاروں میں جا جا کر اس بات کا اعلان کیا کہ اے مشرکین! تمہارے خوش ہونے کا کوئی موقع نہیں۔ چند سالوں میں پھر رومی اہل فارس پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

غالب آ جائیں گے۔ مشرکین مکہ میں سے ابی بن خلف نے مقابلہ کیا اور کہا ابوبکر رضی اللہ عنہ! تم جھوٹ بولتے ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کے دشمن تو ہی جھوٹا ہے اور میں تو اس واقعہ پر شرط لگانے کے لیے تیار ہوں۔ اگر تین سال کے اندر رومی غالب نہ آ گئے تو دس اونٹنیاں میں تمہیں دوں گا اور اگر وہ غالب آ گئے تو دس اونٹنیاں تمہیں دینا پڑیں گی۔ یہ کہہ کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور اس بات کا تذکرہ کیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: میں نے تو تین سال کی مدت متعین نہیں کی تھی کیونکہ قرآن حکیم میں اس کے لیے لفظ "بضع سنین" مذکور ہے جس کا اطلاق تین سے نو سال تک ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم جاؤ اور جس سے یہ معاہدہ ہوا ہے اس سے کہہ دو کہ میں دس اونٹنیوں کے بجائے سو کی شرط لگاتا ہوں لیکن مدت تین سال کے بجائے نو سال اور بعض روایات کی رو سے سات سال مقرر کرتا ہوں۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے ارشادات کی تعمیل کی اور ابی بن خلف ان سے نئے معاہدہ پر راضی ہو گیا۔

روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شرط کا واقعہ ہجرت مدینہ سے پانچ سال پہلے پیش آیا اور پورے سات سال ہونے پر غزوہ بدر کے دن رومی دوبارہ اہل فارس پر غالب آ گئے اس وقت ابی بن خلف مر چکا تھا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۴ ص ۳۵) سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس کے وارثان سے اپنی شرط کے مطابق سو اونٹنیوں کا مطالبہ کیا۔ چنانچہ انہوں نے سو اونٹ دے دیے۔

بعض روایات میں ہے کہ جب مسلمان ہجرت کر کے مدینہ طیبہ جا رہے تھے تو ابی بن خلف کو یہ اندیشہ ہوا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شاید ہجرت کر کے چلے جائیں تو اس نے کہا کہ میں آپ کو اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ آپ اس شرط کے بارے میں کوئی کفیل پیش نہ کریں کہ اگر مقررہ مدت تک رومی غالب نہ آئے تو سو اونٹ وہ مجھے دے دے گا۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے صاحبزادے عبدالرحمٰن کو اپنا کفیل بنا دیا تھا۔ جب شرط کے مطابق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جیت گئے اور ۱۰۰ اونٹ ان کو مل گئے تو وہ سب لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان اونٹوں کو صدقہ کر دو۔

قرآن کی یہ پیشگوئی جو محمد رسول اللہ ﷺ کی لسانِ مبارک سے نکلی حرف بحرف پوری ہوئی جس کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اس زمانہ میں دو سپر پاورز تھیں۔ ایک ساسانی سلطنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور دوسری بازنطینی سلطنت یا رومی سلطنت۔ ان دونوں حکومتوں کی سرحدیں عرب کے شمال میں عراق کے دو مشہور دریاؤں دجلہ اور فرات پر آ کر ملتی تھیں۔ یہ دونوں اپنے زمانے کی طاقت ور ترین حکومتیں تھیں۔ مشہور مغربی مورخ اور دانشور ایڈورڈ گبن (E. Gibbon) نے اپنی مشہور کتاب.The Decline and The Fall of Empire the Roman کی پانچویں جلد میں اس دور کے واقعات قلم بند کیے ہیں۔ جس کے بارے میں قرآن حکیم کی یہ پیشگوئی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی بعثت سے قبل روم پر جس بادشاہ کی حکومت تھی اس کا نام ماریس (Maurice) تھا۔ ماریس کی نااہلی اور بدانتظامی کی وجہ سے سرکار دو عالم ﷺ کے اعلان نبوت سے آٹھ سال قبل ۶۰۲ء میں اس کی فوج نے اس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ اس بغاوت کی قیادت ایک فوجی کمانڈر فوکاس (Phocas) نے کی تھی۔ بغاوت کامیاب ہو گئی۔ اور فوکاس شہنشاہ روم کے تخت پر قابض ہو گیا۔ اقتدار حاصل کرنے کے بعد اس نے بادشاہ روم ماریس اور اس کے خاندان کو نہایت بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا۔

ماریس نے اپنی ہمسایہ سلطنت ایران کو اپنی تخت نشینی کی اطلاع دی۔ اس وقت ایران کے تخت پر نوشیروان کا بیٹا خسرو پرویز حکمران تھا۔ خسرو پرویز کو ۵۹۰-۵۹۱ء میں اندرونی سازش اور بغاوت کی وجہ سے اپنے ملک سے فرار ہونا پڑا تھا۔ اس زمانہ میں مقتول رومی شہنشاہ ماریس نے اس کو اپنے علاقہ میں پناہ دی تھی۔ اور ایران پر دوبارہ قبضہ کرنے کے سلسلہ میں اس کی بہت مدد کی تھی۔ چنانچہ جب خسرو پرویز کو رومی انقلاب کی خبر ملی تو وہ بہت خفا ہوا۔ اور جس سفیر نے اس کو یہ خبر پہنچائی تھی اس کو قید کر دیا اور نئی رومی حکومت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی فوجوں کے ساتھ رومی سلطنت پر حملہ کر دیا اور ۶۰۳ء میں اس کی فوجیں دریائے فرات پار کر کے شام کے شہروں میں داخل ہو گئیں۔ فوکاس ان ایرانی فوجوں کا مقابلہ نہ کر سکا چنانچہ ایرانی فوجوں نے اپنی پیش قدمی جاری رکھی اور انطاکیہ کو فتح کرتے ہوئے یروشلم پر قابض ہو گئیں۔

فوکاس کی ناکامی اور شکست دیکھ کر اعیان سلطنت نے افریقی مقبوضات کے رومی گورنر کو خاموش پیغام بھیجا کہ وہ ملک کو بچانے کی کوشش کرے۔ چنانچہ اس نے اپنے لڑکے ہرقل کو اس مہم پر روانہ کیا۔ ہرقل سمندر کے راستہ فوج لے کر افریقہ سے روانہ ہوا۔ اور یہ ساری

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کارروائی اس قدر خاموشی اور راز داری سے انجام پائی کہ فوکاس کو اس وقت تک خبر نہ ہوئی جب تک اس نے اپنے محل سے سمندر میں آتے ہوئے جہازوں کے نشانات نہ دیکھ لیے۔ ہرقل معمولی لڑائی کے بعد دارالسلطنت پر قابض ہو گیا اور فوکاس کو قتل کر دیا گیا۔ ہرقل نے فوکاس کو تو قتل کر دیا لیکن ایرانی فوجوں کے سیلاب کو وہ نہ روک سکا۔ ۶۱۶ء تک رومی دارالسلطنت سے باہر اپنی سلطنت کا تمام مشرقی اور جنوبی حصہ کھو چکے تھے۔

ایرانی آتش پرست حکومت نے رومی شہروں پر قبضہ کرنے کے بعد عیسائیت کو مٹانے کے لیے شدید ترین مظالم شروع کر دیے۔ گرجا گھر مسمار کر دیے گئے اور ایک لاکھ سے زائد عیسائیوں کو بے گناہ قتل کر دیا گیا۔ ہر جگہ آتش کدے تعمیر کیے گئے اور آگ اور سورج کی جبری پرستش کو رواج دیا گیا۔ مقدس صلیب کی اصل لکڑی جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس پر مسیح نے جان دی تھی، چھین کر مدائن پہنچا دی گئی۔

رومی مقبوضات اور علاقوں کی فتح نے خسرو پرویز شہنشاہ ایران کا دماغ خراب کر دیا اور وہ اپنے کو اب خدا سمجھنے لگا۔ اس بات کا اندازہ اس کے اس خط سے ہوتا ہے جو اس نے بیت المقدس سے ہرقل کو لکھا تھا۔

''سب خداؤں سے بڑا خدا اور تمام روئے زمین کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام۔ تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے خدا پر بھروسہ ہے۔ کیوں نہ تیرے خدا نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا۔''

ان حالات نے قیصر روم کو بالکل مایوس کر دیا اور اس نے طے کر لیا کہ اب وہ قسطنطنیہ چھوڑ کر بحری راستہ سے اپنے جنوبی افریقہ کی ساحلی قیام گاہ میں چلا جائے جو موجودہ تیونس میں واقع تھی۔ اب اس کے سامنے ملک بچانے کے بجائے اپنی ذات کو بچانے کا مسئلہ تھا۔ وہ واپس افریقہ جانے کا مصمم ارادہ کر چکا تھا۔ شاہی کشتیاں محل کے خزانوں سے لادی جا چکی تھیں۔ لیکن عین موقع پر رومی کلیسا کے لاٹ پادری نے اس کو مذہب کا واسطہ دے کر روکنے میں کامیابی حاصل کر لی۔ وہ اس کو سینٹ صوفیا کی قربان گاہ پر لے گیا اور اس کو آمادہ کیا کہ وہاں وہ اس بات کا عہد کرے کہ وہ اپنی اس رعایا کے ساتھ جیئے گا اور مرے گا جس کے ساتھ خدا نے اسے وابستہ کیا ہے۔ (ایڈورڈ گبن کی کتاب زوال سلطنت روم ص ۷۵/۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس دوران ایرانی جرنیل سین (Sain) نے تجویز کیا کہ ہرقل ایک صلح کا قاصد شہنشاہ ایران کی خدمت میں روانہ کرے۔ اس کو ہرقل اور اس کے مشیروں نے بڑی خوشی کے ساتھ قبول کرلیا۔ لیکن جب شاہ ایران خسرو پرویز کو اس کی خبر پہنچی تو اس نے کہا:

”مجھ کو یہ نہیں بلکہ خود ہرقل زنجیروں میں جکڑا ہوا میرے تخت کے نیچے چاہیے۔ میں رومی حکمران سے اس وقت تک صلح نہیں کروں گا جب تک وہ اپنے صلیبی خدا کو چھوڑ کر ہمارے سورج دیوتا کی پرستش نہ کرے۔“

(The Decline and Fall of The Roman Empire, Vol V P.76)

بہر حال نہایت مجبوری کے ساتھ ہرقل نے ایرانی بادشاہ خسرو کے ساتھ شرمناک شرائط (Ignominious Terms) پر صلح کر لی۔

ان حالات میں مکہ مکرمہ میں پیغمبر اسلام نے رومیوں کی فتح اور ایرانیوں کی شکست کی پیشگوئی کی۔ کوئی ذہن جو رومی سلطنت کے حالات سے واقف تھا' یہ قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ پیغمبر اسلام کی یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ چنانچہ گبن نے بھی لکھا ہے کہ ”اس وقت جب کہ یہ پیشگوئی کی گئی کوئی بھی پیشگی خبر اتنی بعید از وقوع نہیں ہو سکتی تھی کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال رومی حکومت کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے۔“ (صفحہ ۷۴) لیکن یہ پیشگوئی ایک ایسی ذات کی طرف سے کی گئی تھی جو تمام ذرائع اور وسائل پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ اور تمام انسانوں کے دل جس کی مٹھی میں ہیں۔ چنانچہ ادھر خدا کے فرشتے نے ایک امی کی زبان سے یہ خبر دی ادھر ہرقل قیصر روم میں ایک انقلاب آنا شروع ہو گیا۔

وہی ہرقل جس کی ہمت پست ہو چکی تھی اور جس کا دماغ اس سے قبل کچھ کام نہیں کرتا تھا۔ اب اس نے ایک نہایت کامیاب منصوبہ بنایا اور اس نے بڑے عزم وانہماک کے ساتھ جنگی تیاریاں شروع کر دیں۔ بہر حال ۶۲۲ء میں جب ہرقل اپنی فوجیں لے کر قسطنطنیہ سے روانہ ہوا تو لوگوں نے سمجھا کہ وہ رومن امپائر کا آخری لشکر دیکھ رہی ہے۔ اس نے آواریوں (Avars) کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اور اس کے ساتھ اس نے ایرانیوں پر زبردست حملہ کیا۔ پھر ۶۲۳ء' ۶۲۴ء اور ۶۲۵ء میں اس نے بحر اسود کے جنوبی ساحل سے تین حملے کیے' جس کے نتیجہ میں رومی فوجیں ایرانی قلمرو میں گھس گئیں اور میسوپوٹاسیا تک پہنچ گئیں۔ ان حملوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایرانی جارحیت کا زور توڑ دیا اور تمام رومی علاقے ایرانی فوجوں سے خالی ہو گئے۔ اب ہرقل خود ایرانی شہنشاہیت کے قلب پر حملہ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ چنانچہ آخری فیصلہ کن جنگ دریائے دجلہ کے کنارے نینوا کے مقام پر دسمبر ۶۲۷ء میں ہوئی جس میں ایرانی فوجوں کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔ اب خسرو پرویز جو کہ سب سے بڑا خدا بنا ہوا تھا اور ہرقل کو زنجیروں میں جکڑا ہوا اپنے سامنے کھڑا دیکھنے کا خواہش مند تھا' اس کی ہمت جواب دے گئی اور وہ اپنے محبوب محل ''دستگرد'' سے بھاگنے کی تیاری کرنے لگا۔ اب اس کے محل میں بھی بغاوت پھوٹ پڑی اور اس کے لڑکے شیرویہ نے اس کو گرفتار کر کے ایک تہہ خانے میں ڈال دیا۔ جہاں وہ پانچویں دن بے کسی اور بے بسی کی حالت میں مر گیا۔ لیکن شیرویہ بھی صرف آٹھ ماہ تک تخت شاہی پر رہ سکا۔ پھر شاہی خاندان میں آپس میں تلواریں چلنے لگیں۔ اور چار سال میں نو بادشاہ بدلے گئے۔ آخر خسرو پرویز کے ایک بیٹے قباد ثانی نے رومی مقبوضات سے دست بردار ہو کر ذلت آمیز طریقہ سے صلح کی۔ مقدس صلیب کی لکڑی واپس کر دی گئی اور مارچ ۶۲۸ء میں ہرقل اس شان سے قسطنطنیہ میں واپس آیا کہ اس کے رتھ کو چار ہاتھی کھینچ رہے تھے۔ اور لوگوں کا ایک جم غفیر دارالسلطنت میں اس کے استقبال کے لیے جمع تھا۔ (ایڈورڈ گبن کی کتاب زوال سلطنت رومہ: ۱۹۴/۵)

قرآن حکیم کی یہ پیشگوئی جو لسانِ نبوت سے نکلی تھی دس سال کے اندر پوری ہوگئی۔ چنانچہ گبن نے اس پیشگوئی پر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''ایرانی فتوحات کے عین وسط میں انہوں نے (محمد ﷺ) یہ پیش گوئی کرنے کی جرأت کی کہ چند سالوں کے اندر فتح دوبارہ رومیوں کے جھنڈے کی طرف لوٹ آئے گی۔ اس وقت جب کہ یہ پیش گوئی کی گئی کوئی بھی پیشگی خبر اتنی بعید از وقوع نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ ہرقل کے ابتدائی بارہ سال رومی شہنشاہیت کے خاتمہ کا اعلان کر رہے تھے۔ (Gibbon , Vol. V. P. 73 - 74)

اس فتح کی تکمیل کے بعد ہرقل پھر پہلے کی طرح سست اور عیاش بن گیا۔ ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صرف اس پیشگوئی کے پورا کرنے کے لیے چند سال کے لیے اس کے قلب و ذہن کو بیدار اور ہوشیار کیا تھا۔ اور جب پیشگوئی کی تکمیل ہوگئی اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات سچی ہوگئی تو وہ پھر پہلے کی طرح عیاش اور کاہل ہو گیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کسریٰ اور قیصر کی ہلاکت و بربادی کی پیشگوئی:

اس وقت جب کسریٰ اور قیصر کی حکومتیں اپنے پورے عروج اور جاہ وجلال پر تھیں اور آدھی دنیا سے زیادہ علاقہ ان کے زیر حکومت تھا اور ان کی ترقی کا آفتاب نصف النہار پر تھا اور بظاہر ان کی بربادی اور ہلاکت کا کوئی سامان نظر نہ آتا تھا' پیغمبر اسلام نے ان کی ہلاکت وبربادی کا مژدہ سنایا۔ کہ اذا هلك كسرى ا فلا كسرىٰ بعده واذا هلك قيصر فلا قيصر بعده جب کسریٰ ہلاک ہوگا تو اس کے بعد پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور جب قیصر ہلاک ہوگا تو پھر اس کے بعد کوئی قیصر نہیں ہوگا۔ (بخاری باب علامات النبوۃ و مسلم وغیرہ) چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کسریٰ ہلاک ہوگا اور پھر اس کے بعد اس کا نام ونشان دنیا سے اس طرح مٹ جائے گا کہ پھر کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور قیصر بھی ہلاک ہوگا اور پھر اس کے بعد کوئی دوسرا قیصر نہ ہوگا۔ اور یقین کرو کہ ان دونوں کے خزانے تم لوگ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں لٹا دو گے۔

تمام دنیا جانتی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی یہ پیشگوئی حرف بحرف درست ہوئی۔ آج بھی دنیا کا مشاہدہ اس آواز کی صداقت سے معمور ہے۔ چنانچہ جنگ قادسیہ میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ایران کے وزیر دفاع رستم کو جو شکست فاش دی اس نے ایرانی سلطنت کی کمر ہمیشہ کے لیے توڑ کر رکھ دی۔ اس جنگ سے قبل بھی سرکار دو عالم ﷺ نے کسریٰ ایران کے بارے میں ایک خصوصی پیش گوئی فرمائی تھی جب اس نے اپنے شاہانہ غرور سے سرکار دو عالم ﷺ کے نامۂ مبارک کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ جب آپ ﷺ کو اس کی اس حرکت کا پتہ چلا تو آپ ﷺ نے فرمایا: مامزق كتابي ولكن مزق ملكه یعنی اس نے میرے خط کو نہیں پھاڑا بلکہ اپنی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اس کے لیے بددعا فرمائی۔ اللهم مزقه كل ممزق: "اے اللہ! تو اس کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔"

سرکار دو عالم ﷺ کی اس پیشگوئی اور بددعا کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے۔ جنگ قادسیہ کی ذلت آمیز شکست کے بعد ایرانی بادشاہ یزدجرد کی کمر ہمت بالکل ٹوٹ گئی کیونکہ اس کی پوری حربی قوت اس جنگ میں تباہ ہوگئی تھی' لہٰذا اس نے عملی طور پر اپنے آپ کو مدائن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں محصور کر لیا اور اپنے اس دار السلطنت کے دفاع کے لیے تمام ملک سے اعلیٰ قسم کی افواج جمع کر لیں۔ لیکن جلد ہی سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے مدائن کو بھی فتح کر لیا۔ جب مجاہدین اسلام ۱۶ھ میں فاتحانہ طور پر مدائن میں داخل ہو رہے تھے تو یزدجرد کو اس کے سپاہیوں نے ایک ٹوکری میں لٹکا کر مدائن کے قصر ابیض میں سے اتارا اور وہ حلوان فرار ہو گیا۔ (فتوح البلدان ص ۲۷۱) کسریٰ ایران جونہی اپنے دار السلطنت سے بھاگا تو پھر اسے کہیں چین نہیں ملا۔ جہاں بھی جاتا مسلمان فوجیں اس کا تعاقب کرتیں جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ۔ شخصیت و کردار جلد اول میں دی ہے۔ آخر کار وہ یکا و تنہا رہ گیا اور نہایت خستہ حالت میں اپنی جان بچانے کے لیے پا پیادہ دریائے مرغاب کی طرف بھاگا۔ بھاگتے بھاگتے شام ہو گئی۔ رات کی اس تاریکی میں وہ ایک آسیابان (چکی والے) کے ہاں پناہ گزین ہو گیا اور اس کے گھر میں بغیر کچھ کھائے پیئے تین دن تک ٹھہرا رہا۔ آخر ایک روز چکی والے نے اس سے کہا: "ارے بدبخت! باہر نکل کر کچھ کھا تو لو۔ تم تین روز سے بھوکے ہو۔ (ابن اثیر جلد ۳ ص ۶۰' طبری جلد ۳ ص ۳۴۶)

طبری کی ایک روایت میں ہے کہ جب یزدجرد رات کو سو گیا تو چکی والے نے اسے قتل کر کے اس کا سارا سامان لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ رات سوتے میں ایک پتھر اٹھا کر اس کے سر پر مارا اور بعد میں اس کا سر کاٹ کر سپاہیوں کے حوالے کر دیا اور جسم نہر میں پھینک دیا۔ (طبری جلد ۳ ص ۳۴۲' البدایہ والنہایہ جلد ۷ ۱۵۸)

طبری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ یزدجرد چودہ میل کا پیدل سفر کر کے چکی والے کے گھر میں داخل ہوا۔ درماندگی' تھکن اور بھوک اور پیاس کی شدت نے اس کے تمام جسمانی قویٰ کو مضمحل کر دیا ہوا تھا۔ اس کی ظاہری ہیئت اور شکل و صورت دیکھ کر چکی والا سمجھا کہ کوئی کھاتا پیتا شخص ہے' لیکن مصائب کے تھپیڑوں نے اسے خستہ حال بنا دیا ہے۔ اس نے اس کی بڑی عزت و تکریم کی۔ فرش بچھایا۔ کھانا حاضر کیا۔ یزدجرد رات وہاں ٹھہرا۔ جب جانے لگا تو اپنا زریں کمر بند' جس میں قیمتی ہیرے اور جواہرات لگے ہوئے تھے' حق خدمت کے طور پر آسیابان کو دیا۔ اس نے وہ کمر بند لینے سے انکار کر دیا اور کہا: کہ مجھے حق خدمت کے طور پر صرف چار درہم دے دیں' وہی میرے لیے کافی ہیں لیکن یزدجرد جس کے پاس کسی زمانے میں کھربوں دینار تھے' کہنے لگا کہ "اس کے پاس کوئی نقدی نہیں۔" (طبری جلد ۳ ص ۳۴۷' ابن اثیر جلد ۳ ص ۶۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طبری اور ابن اثیر ہی نے نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے چکی والے کے گھر میں یزدجرد کو دیکھ لیا۔ یزدجرد نے اس خیال سے کہ یہ شخص کہیں میرا تعاقب کرنے والوں کو اطلاع نہ دے دے، اسے اپنی انگوٹھی، کمر بند اور کنگن دیا، لیکن اس نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ مجھے صرف چار درہم چاہئیں۔ یزدجرد نے کہا: کہ میں جو انگوٹھی تمہیں دے رہا ہوں اس کی قیمت کا کوئی حد و شمار نہیں ہے، لیکن اس نے چار درہم پر اصرار کیا۔ یزدجرد نے کہا کہ مجھے شاید نجومیوں نے بتایا تھا کہ میں کبھی چار درہم کا محتاج ہوں گا اور اضطرار کی اس حالت کو پہنچ جاؤں گا کہ میری خوراک بلی کی خوراک ہوگی۔ لہٰذا میں نے اپنی اس حالت کو دیکھ لیا ہے کہ آج میرے پاس تمہیں دینے کے لیے چار درہم بھی نہیں۔ (طبری جلد ۳ ص ۲۴۶، ابن اثیر جلد ۳ ص ۶۱)

کسریٰ ایران کی موت نے سرکار دو عالم ﷺ کی اس پیشگوئی کی صداقت ثابت کر دی کیونکہ اس کی اس بے کسی کی موت کے بعد پھر کوئی کسریٰ ایران پیدا نہیں ہوا۔ اور وہ خود بھی اس بے کسی اور بے بسی کی حالت میں مرا کہ قیامت تک کے لوگ اس سے سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ کہ دنیا کا وہ عظیم شہنشاہ جس کے دارالسلطنت کی فتح پر مسلمانوں کو دوسرے قیمتی سامان کے علاوہ بیس کھرب دینار بھی ملے، ایک چکی والے کے ہاتھوں نہایت ذلت کی موت مرا اور اس قلاشی اور مفلسی میں مرا کہ اس کے پاس چار درہم بھی نہ تھے۔ بس یہی کہنا پڑتا ہے۔

اللھم مالك الملك توتی الملك من تشاء وتنزع الملك ممن تشاء، وتعز من تشاء وتذل من تشاء بیدك الخیر، انك علیٰ کل شئی قدیر۔

کسریٰ کے برعکس قیصر روم کے پاس جب آپ کا مکتوب پہنچا تو اس نے اس کی بڑی تعظیم اور توقیر کی اور ایک نلکی میں اس کو نہایت حفاظت سے رکھا۔ بلکہ بعض روایتوں میں آتا ہے کہ وہ خود مسلمان ہو جانا چاہتا تھا لیکن اس کے پادری آڑے آئے اور وہ اس کو تخت شاہی سے ہٹانے کے درپے ہو گئے۔ ان کے اس رویہ سے وہ ڈر گیا اور اسلام قبول نہ کر سکا۔ (بخاری جلد ۱ ص ۲۶)

سرکار دو عالم ﷺ کو جب پتہ چلا تو آپ نے فرمایا کہ قیصر کچھ دنوں اور باقی رہے گا۔ محدث العصر حضرت مولانا محمد بدر عالم میرٹھی قدس سرہٗ نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ

"حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اس حدیث کا شان ورود بھی نقل کیا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اس حدیث کی شرح میں اس کی رعایت لازمی ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قریش کی قدیم سے شام وعراق کی طرف بڑی آمدورفت رہا کرتی تھی۔ جب یہ اسلام میں داخل ہو گئے تو ان کو یہ خطرہ ہونے لگا کہ اب آمدورفت میں بہت دشواریاں حائل ہو جائیں گی اور تجارتی مسائل کا حل کیا ہوگا۔ چنانچہ اس کا تذکرہ آنحضرت ﷺ سے بھی ہوا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا: اب یہ دور ہی ختم ہو جائے گا' اور نہ کسریٰ رہے گا نہ قیصر۔ چونکہ اس وقت قریش کا روئے سخن شام وعراق کی جانب تھا اس لیے حدیث کی مراد بھی یہی ہونی چاہیے کہ اب شام میں قیصر اور عراق میں کسریٰ باقی نہ رہے گا۔ عالم کے اطراف ونواح سے یہاں کوئی بحث ہی نہ تھی' اور نہ سارے جہان سے قیصریت وکسروانیت کے خاتمہ سے قریش کو کوئی سروکار تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ کسریٰ خود اپنے پاداش عمل سے ایسا نابود ہوا کہ پھر اس کا کہیں نام ونشان نہ رہا۔ اور قیصر اپنے ادب کی بدولت گو ملک شام سے ہٹ گیا' لیکن نہ اس طرح کہ زمین کے کسی گوشہ پر بھی اس کا نام ونشان نہ رہا بلکہ اس کے ادب واحترام کا پھل اس دنیا میں اس کو مل گیا اور کچھ دنوں کے لیے اس کی سلطنت شام سے ہٹ کر روم میں اور رہ گئی۔"

(الجواب الصحیح جلد۴ص ۱۳۸ بحوالہ ترجمان السنہ جلد۴ص ۲۷۲)

امام العصر علامہ انور شاہ کشمیری قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

"پھر وہی کچھ ہوا جیسا کچھ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ قیصر وکسریٰ کا نام ونشان تک باقی نہ رہا۔" (فیض الباری جلد۳ص ۴۵۱)

سرکار دو عالم ﷺ نے ان فتوحات کی ترتیب بھی بتلا دی۔ فرمایا:

"تم پہلے جزیرۂ عرب کی جنگ لڑو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں فتح عطا فرمائیں گے۔ پھر تم فارس پر حملہ کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں وہاں بھی فتح مند کرے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد تمہاری سلطنت روم سے معرکہ آرائی ہوگی۔ وہاں بھی اللہ تعالیٰ تمہیں فتح ونصرت عطا فرمائیں گے۔" (مسلم جلد۲ص ۳۹۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک صحابیہ کی شہادت کی پیشگوئی:

ام ورقہ رضی اللہ عنہا ایک صحابیہ تھیں۔ سرکار دو عالم ﷺ نے جب بدر کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے درخواست کی: یا رسول اللہ! مجھے بھی اس غزوہ میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائیں شاید کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی شہادت نصیب فرمائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم اپنے گھر ہی میں رہو تمہیں یہیں شہادت نصیب ہوگی۔ وہ خاموش ہوگئی۔ چنانچہ زندگی ہی میں اس پیشگوئی کے مطابق شہیدہ کہلاتی تھی۔ اس کے پاس ایک غلام اور ایک لونڈی تھی۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں ان دونوں نے مل کر ان کا گلا گھونٹ کر انہیں مار ڈالا۔ اور اس طرح آپ کی پیشگوئی کے مطابق انہوں نے گھر بیٹھے شہادت کی دولت حاصل کر لی۔

(سنن ابی داؤد باب الامامۃ' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۰۲)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو آپ کے فرمان پر اتنا یقین تھا کہ جب آپ نے فرما دیا کہ تو شہید ہوگی تو انہوں نے زندگی ہی میں ام ورقہ رضی اللہ عنہا کو شہیدہ کا لقب دے دیا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ

کہ ام ورقہ بنت نوفل رضی اللہ عنہا قرآن حکیم کی قاریہ تھیں اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے گھر میں موذن رکھنے کی اجازت طلب کی تھی۔ اور انہوں نے اپنی وفات کے بعد اپنے غلام اور لونڈی کو آزاد کرنے کی وصیت کی تھی لیکن ان دونوں نے مل کر رات انہیں چادر سے ڈھانپ دیا اور وہ گھٹن کی وجہ سے انتقال کر گئیں اور وہ دونوں فرار ہو گئے۔ جب صبح ہوئی اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو آپ نے حکم فرمایا کہ کسی نے انہیں دیکھا ہو یا اسے ان کے بارے میں کچھ علم ہو تو وہ فوراً ان کے بارے میں معلومات فراہم کرے۔ چنانچہ وہ دونوں پکڑے گئے اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو تختۂ دار پر چڑھا دیا۔ اور مدینہ طیبہ کی تاریخ میں یہ دونوں پہلے مجرم تھے جن کو پھانسی کی سزا دی گئی۔

بیہقی میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے گھر ملاقات کے لیے تشریف لے جاتے اور ان کو شہیدہ کہہ کر پکارتے۔ واقعی رسول اللہ ﷺ نے صحیح فرمایا کہ وہ شہیدہ ہیں۔ اور آپ یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ آؤ شہیدہ کی زیارت کے لیے چلیں۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۰۲)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خوارج کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک روز سرکار دو عالم ﷺ مال غنیمت تقسیم فرما رہے تھے۔ اتنے میں قبیلہ بنوتمیم کا ایک شخص آیا اور کہنے لگا: یا رسول اللہ! عدل و انصاف سے مال تقسیم فرمایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر میں عدل وانصاف سے مال تقسیم نہیں کروں گا تو اور کون کرے گا؟ اس کے اس گستاخانہ رویہ پر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سخت برہم ہوئے اور بارگاہ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ! اجازت فرمایئے میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر! جانے دو' اس کے ایسے رفقاء ہوں گے جن کے نماز روزوں کے مقابلہ میں تم کو اپنے نماز روزے حقیر معلوم ہوں گے۔ وہ لوگ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ وہ مذہب کے دائرہ سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر نشانہ کے پار نکل جاتا ہے۔ اس گروہ کی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص پیدا ہوگا جس کے دونوں بازوؤں میں عورت کے سینہ کی طرح گوشت لٹکتا ہوگا۔ سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے اس گروہ سے جنگ کی اور میں ان کے ساتھ موجود تھا۔ اس سیاہ فام شخص کی تلاش کی گئی تو سرکار دو عالم ﷺ نے جو علامات اس کی بتائی تھیں وہ سب اس میں پائی جاتی تھیں۔ (بخاری جلد ۱ ص ۵۱۰)

حجاز میں آگ کی پیشگوئی:

سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک حجاز میں ایک ایسی آگ نہ نکلے جس کی روشنی بصریٰ کے اونٹوں کی گردنوں کو روشن نہ کر دے۔ یہ روایت صحیح مسلم کتاب الفتن جلد ۲ ص ۳۹۳ میں ہے اور مستدرک حاکم میں ہے۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ یہ آگ ہمارے زمانہ میں ۶۵۴ھ میں مدینہ طیبہ میں ظاہر ہوئی اور آگ اس قدر شدید اور بڑی تھی کہ مدینہ کے مشرقی پہلو سے لے کر پہاڑی تک پھیلی ہوئی تھی۔ اس کا حال شام اور دیگر تمام شہروں میں تواتر سے معلوم ہوا اور ہم سے اس شخص نے بیان کیا جو مدینہ میں موجود تھا۔ (نووی جلد ۲ ص ۳۹۳) امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تاریخ الخلفاء میں واقعات ۶۵۴ھ میں اس آگ کا ذکر کیا ہے۔ اس میں ابوشامہ ایک معاصر مصنف کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آگ اتنی شدید تھی کہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پہاڑ آگ بن کر بہہ رہے ہیں اور اِدھر اُدھر شعلہ بن کر جا رہے ہیں۔ آگ کے شعلے پہاڑوں کی طرح معلوم ہوتے تھے یہاں تک کہ یہ آگ مکہ مکرمہ اور صحرا سے بھی نظر آتی تھی۔ لوگ گھبرا کر روضۂ نبوی میں دعا و استغفار کے لیے اکٹھے ہو گئے۔ یہ آگ ایک ماہ سے زیادہ عرصہ تک رہی۔ (تاریخ الخلفاء ۴۶۵) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی تاریخ الاسلام میں ۶۵۴ھ کے واقعات میں اس آگ کا ذکر کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ مدینہ کی یہ آگ ان بڑی نشانیوں میں سے تھی جن کی نسبت سرکار دو عالم ﷺ نے خبر دی ہے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس آگ میں اس شدت اور روشنی کے باوجود گرمی اور حدت نہ تھی۔ اہل مدینہ کا خیال تھا کہ قیامت آ گئی لہٰذا انہوں نے بارگاہِ الوہیت میں توبہ و استغفار کیا۔ (مختصر تاریخ الاسلام ذہبی جلد۲ ص ۱۳۱)

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ کئی لوگوں سے جو اس وقت بصریٰ میں موجود تھے یہ شہادت منقول ہے کہ انہوں نے رات کو اس کی روشنی میں بصریٰ کے اونٹوں کی گردنیں دیکھیں۔ (وقد حکی غیر واحد ممن کان ببصریٰ فی اللیل ورأی اعناق الابل فی ضوئھا) (تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۴۶۶)

مدعیانِ نبوت کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک میری امت میں تیس بڑے کذاب ظاہر ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا گمان یہ ہوگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی نہیں۔'' (ترمذی جلد۲ ص ۱۱۲)

اس حدیث میں جھوٹے مدعیانِ نبوت کے بارے میں پیشگوئی کی گئی ہے کہ وہ میرے بعد پیدا ہوں گے۔ اور ان کی تعداد تیس ہوگی۔ دوسری پیشگوئی یہ فرمائی کہ وہ امتی نبی ہونے کا دعویٰ کریں گے۔ چنانچہ مسیلمۂ کذاب اور مسیلمۂ پنجاب (مرزا غلام احمد قادیانی) دونوں کا یہ دعویٰ تھا کہ ہم امتی نبی ہیں۔ اور وہ جھوٹے مدعیان نبوت جن کے دعویٰ نے کچھ فروغ حاصل کیا ان کی تعداد بھی تیس سے زیادہ نہ ہوگی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علماء سوء کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میری امت میں ایک جماعت ہوگی جو دین کا قانون اور فقہ خوب حاصل کرے گی اور قرآن حکیم کی تلاوت بھی کرے گی۔ پھر یہ کہے گی آؤ ہم ان بے دین حاکموں کے پاس چل کر ان کی دنیا میں بھی حصہ لگا لیں اور اپنا دین ان سے علیحدہ رکھیں، لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسا کہ کانٹے دار درخت کے نزدیک جانے سے سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں مل سکتا، اسی طرح ان کے پاس جا کر سوائے خطاؤں کے اور کچھ حاصل نہ ہو سکے گا۔ (ابن ماجہ)

آج اگر علماء کی حالت دیکھی جائے تو اس سے مختلف نہیں الا ماشاء اللہ. کاش اہل علم اپنے مقام کو پہچانیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ''کاش اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور جو لوگ علم کے اہل تھے صرف ان کو علم سکھاتے تو اپنے زمانہ میں سب کے رئیس اور سردار بن کر رہتے۔ لیکن انہوں نے اس علم کو دنیا داروں کے سامنے ڈال دیا تاکہ ان کی دنیا میں سے ان کو بھی کوئی ٹکڑا مل جائے۔ آخر ان کی نظروں میں وہ ذلیل وخوار بن کر رہ گئے۔

(ابن ماجہ)

حکیم الامت حضرت تھانوی قدس سرہٗ نے اس بارے میں علماء کو خوب جھنجھوڑا ہے۔
ایک دفعہ فرمایا: ''اہل علم کی تو شان یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی فاقہ مستی پر نازاں اور خوش ہوں اور کسی اہل دنیا کی طرف ہاتھ نہ پھیلائیں بلکہ منہ بھی نہ لگائیں۔'' (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۸۰) ایک اور جگہ فرمایا کہ ''علامہ شامی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ فقہاء اور علماء کسی کی دعوت نہ کھائیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ آج کل اس میں ذلت ہے۔'' (الافاضات الیومیہ جلد ۲ ص ۱۱۴)

امت کے اس حکیم نے ایک اور جگہ حکیمانہ بات بیان فرمائی کہ ''حدیث میں آتا ہے:

((العلماء امناء الدین مالم یخالطوا الامراء فاذا خالطوا الامراء فهم لصوص الدین فاحذروهم))

یعنی علماء دین کے امین ہیں جب تک کہ وہ امراء سے نہ ملیں جلیں۔ اور جب امراء میں گھسنے لگیں تو وہ دین کے ڈاکو ہیں، ان سے لوگوں کو بچنا چاہیے۔''

(التبلیغ ص ۱۵، احکام المال ص ۲۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''بعضے علماء اس لیے امراء سے ملتے ہیں کہ لوگوں میں عزت اور وقعت بڑھے گی حالانکہ عام مسلمان اس کو اہل علم کے لیے عیب سمجھتے ہیں۔ واقع میں بھی علماء کی عزت و شان کے یہی مناسب ہے کہ دین کی خدمت کریں اور امراء سے مستغنی رہیں۔ غرباء کے ساتھ خوش خلقی کریں۔ اور امراء کی نظر میں تو اچھی خاصی ذلت ہوتی ہے وہ سمجھتے ہیں کہ خوشامد کے لیے ملتے ہیں۔ (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۴۹' ص ۵۲) امراء سے ملنے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ چنانچہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''(امراء کے اختلاط سے) علماء کے اندر مداہنت پیدا ہو جاتی ہے اور صحبت کی ترقی سے اس میں ترقی ہوتی ہے حتیٰ کہ قلب سے اس کا اثر زبان پر آتا ہے یعنی پہلے قلب میں حق کی عظمت اور باطل کی نفرت کم ہو جاتی ہے پھر زبان سے اظہار حق کی ہمت گھٹتی ہے۔ پھر باطل کا اظہار خفیف ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کا صدور ہونے لگتا ہے حتیٰ کہ ان امراء کو اس کا احساس ہو کر اتنا حوصلہ ہو جاتا ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان علماء سے توجہات کی فرمائش کرنے لگتے ہیں۔ اور یہ ان کو پورا کرنے لگتے تھے۔'' (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۵۲) ایک دفعہ فرمایا کہ ''میں امراء سے تعلق رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا تملق (چاپلوسی) کو منع کرتا ہوں۔ علماء کو خصوصیت کے ساتھ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔ اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو۔'' (الافاضات جلد ۶ ص ۴۱۶) حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حکیمانہ نکتہ یہ فرمایا: امراء سے اجتناب کرنے میں ان کو حقیر اور اپنے کو مقدس نہ سمجھے بلکہ ان کو مبتلاء دنیا سمجھ کر رحم اور دعا کرے۔ (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۵۴)

مزید فرمایا: ''بعضے دنیا داروں کو دھتکار دیتے ہیں۔ سخت سست کہتے ہیں حتیٰ کہ بعضے پہرا بٹھا دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ متکبر کا پورا علاج ہیں لیکن یہ تکوینی علاج ہے تشریعی نہیں' اور ایسا برتاؤ یا اخلاق شرع کے بالکل خلاف ہے۔ پھر بعضے ایسے بھی ہیں کہ ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس طریقہ سے امراء میں شہرت ہوتی ہے۔ لوگ بڑا بزرگ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ریا کار کہنا زیادہ زیبا ہے۔ اور بعض لوگ واقع میں اپنے کو مقدس اور دوسروں کو گنہ گار سمجھتے ہیں' اس لیے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسوں کو متکبر کہنا بجا ہے۔'' (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۵۵)

ایک اور جگہ پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اگر (امراء سے) ملنا ہو یا کوئی کام پڑ جائے تو ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور بے ادبی اور منہ زوری کو شرارت نفس سمجھتا ہوں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ترک ادب کوئی کام کی بات نہیں بلکہ اس میں شرارت نفسی یعنی شیخی ہے کہ ہم ایسے حاکم سے بھی نہیں دبتے۔'' (حسن العزیز ۴ ص ۱۹۱)

شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے امراء سے استغناء کے بارے میں یوں فرمایا: ''حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ پیر پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے کہ بادشاہ مع وزیر کے آیا۔ بادشاہ کو دیکھ کر آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ وزیر کو آپ کا یہ انداز گراں گزرا۔ اس نے کہا کہ حضرت پیر پھیلا کر بیٹھنا کب سے سیکھ لیا؟ فرمایا جب سے ہاتھ سمیٹ لیا ہے۔'' (دعوات عبدیت ص ۳۷ جلد ۱۰) اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک رئیس نے میرے پاس دوسو روپے مدرسہ کے لیے بھیجے کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کو یہاں بلانے کی تحریک کروں۔ اگر یہ جملہ نہ ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے لکھ دیا کہ روپوں کے ساتھ بلانے کی درخواست کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپے بھیجنے سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ میں ان سے متاثر ہوکر آپ کی درخواست کو منظور کرلوں۔ اس لیے میں نے وہ روپے نہیں لیے' ڈاک خانہ میں جمع کر دیے ہیں۔ اگر آپ کے جواب سے یہ شبہ رفع ہوگیا تو لے لوں گا ورنہ واپس کر دوں گا۔ آخر ان کا خط آیا کہ بدتمیزی ہوگئی۔ آپ سے یہ درخواست نہیں کرتا۔ (التبلیغ ص ۱۰۹ احکام المال)

یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب دل میں دنیا کی وقعت نہ ہو' لیکن جب دل میں کسب دنیا اور حب دنیا کا جذبہ موجزن ہو تو پھر اپنے علم کی پروا نہ کرتے ہوئے امراء میں گھستے ہیں تاکہ ان کے اختلاط سے دنیا حاصل کی جا سکے جیسا کہ حضرت محمد ﷺ نے بیان فرمایا۔ انہی علماء کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ آئندہ زمانہ میں ایسے علماء پیدا ہوں گے جو اپنی روٹی اپنی زبانوں سے اس طرح حاصل کریں گے جیسے بیل زبان سے بھوسا کھاتا ہے۔ اور ایک اور حدیث میں فرمایا کہ ''قرآن کا بدلہ دنیا ہی میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملے گا۔'' (بیہقی)

سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مژدۂ جنت کی پیشگوئی:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو مجلس میں نہ پاکر دریافت فرمایا کہ ثابت رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ آپ ﷺ اگر کسی صحابی کو مجلس میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نہ پاتے تو آپ کو تشویش ہوا کرتی تھی۔ سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ قریباً روزانہ آپ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ اب کئی روز سے آپ ﷺ نے اسے مجلس میں نہیں دیکھا تھا۔ اس لیے اس کے بارے میں دریافت فرمایا: ایک صحابی نے عرض کی: یا رسول اللہ! میں پتہ کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ ان کے گھر آئے اور دیکھا کہ وہ غمگین اور سر جھکائے ہوئے نہایت متفکر بیٹھے ہیں۔ پوچھا کیا حال ہے؟ ان کی آواز سرکار دو عالم ﷺ سے قدرے اونچی تھی، اس لیے انہیں اپنے اعمال کے ضائع ہونے کا خطرہ لاحق ہوا۔ (کیونکہ قرآن حکیم کی آیت نازل ہو چکی تھی کہ اے مومنو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز کو اونچا نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے سارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں پتہ بھی نہ چلے۔ الحجرات: ۲) سیدنا ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے اس صحابی کو بتایا کہ میری آواز چونکہ حضور اکرم ﷺ کی آواز سے اونچی ہے، اس وجہ سے اعمال ضائع اور برباد ہونے کا خطرہ ہے اور میرے لیے اب جہنم تیار ہے۔ اس صحابی نے یہ سارا واقعہ بارگاہ رسالت میں بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اسے جا کر کہو کہ تو جہنمی نہیں بلکہ جنتی ہے۔ چنانچہ آپ جنگ یمامہ میں جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کے لشکر سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور سرکار دو عالم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق سیدھے جنت میں گئے۔

(بخاری جلد ۲، البدایہ والنہایہ جلد ۶)

اسی طرح بعض اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی آپ نے دنیا ہی میں جنت کی خوشخبری دی جن میں ایک سیدنا عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس خوشخبری کی وجہ سے لوگ آپ کو زندگی میں ہی جنتی کہا کرتے تھے۔

ظالم حکمرانوں کی پیشگوئی:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل کی سیاست ان کے نبی کیا کرتے تھے۔ ان کا ملکی انتظام چلاتے اور حکومت کرتے تھے۔ جب ایک نبی اس دنیا سے انتقال فرما جاتا تو دوسرا جانشین ہو جاتا۔ سنو! میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا البتہ خلفاء ہوں گے۔ اور بہت ہوں گے۔ عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ! پھر ہمارے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ پہلے خلیفہ کی بیعت نبھاؤ اور اس کی وفاداری کرو۔ اس کے حقوق اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرائض بجالاؤ۔ اللہ تعالیٰ اس سے رعایا کی بابت باز پرس کرے گا۔

(بخاری جلد ۱ ص ۴۹۰، مسند احمد جلد ۲ ص ۲۹۷، مسلم ۲ ص ۱۲۶)

مسلم کی ایک اور روایت میں ہے جو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا: ہر نبی کے حواری اور خاص لوگ ہوتے ہیں جو اس کی سیرت پر چلتے اور اس کی پیروی کرتے ہیں اور اس کی سنتوں پر عمل کرتے ہیں۔ پھر ان کے ناخلف اور نالائق جانشین محض ڈینگیں مارتے ہیں اور برے کام کرتے ہیں۔

امام بیہقی نے بھی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے بعد خلفاء ہوں گے جو کتاب وسنت پر عمل کریں گے اور رعایا میں عدل وانصاف کریں گے۔ پھر خلفاء کے بعد بادشاہ ہوں گے جو انتقام لیں گے اور رعایا کو قتل کریں گے۔ ناحق مال جمع کریں گے اور اپنے کردار اور گفتار کے پابند نہ ہوں گے۔ اور دین و ایمان سے تہی دست ہوں گے۔

مسند ابی داؤد الطیالسی رحمۃ اللہ علیہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسلام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے نبوت اور رحمت سے کیا۔ پھر خلافت اور رحمت ہوگی۔ پھر ظالمانہ بادشاہت ہوگی۔ پھر امت میں طاقت کا مظاہرہ اور فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ شراب وشاہد اور ریشمی لباس کو وہ حلال اور جائز سمجھیں گے، بایں ہمہ مال ودولت اور رزق کی فراوانی ہوگی۔

سرکار دو عالم ﷺ کی یہ پیشگوئی بھی حرف بحرف درست ہے۔

(البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۹۸)

سیدنا عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کے بارے پیشگوئی:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں کہ انہوں نے رحمت عالم ﷺ سے خود سنا کہ میری امت کے ستر ہزار لوگ بلا حساب جنت میں جائیں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے۔ سیدنا عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان کی رفاقت نصیب فرمائے۔ آپ نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! اس کو بھی ان میں شامل فرمادے۔ پھر ایک انصاری اٹھا اور اس نے بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہی سوال کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا: بس عکاشہ رضی اللہ عنہ بازی لے گیا۔

سیدنا عکاشہ رضی اللہ عنہ جنگ یمامہ میں طلیحہ اسدی کے ہاتھوں شہید ہوئے۔ بعد ازاں طلیحہ اسدی نبوت کے دعویٰ سے تائب ہو کر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دوبارہ اسلام لایا۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۰۰ ' بخاری جلد ۲ ص)

روضۂ اطہر میں تین قبروں کی پیشگوئی:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں گھر سے وضو کر کے اس ارادہ سے باہر نکلا کہ آج کا دن میں سرکار دو عالم ﷺ کے ساتھ بسر کروں گا۔ چنانچہ میں نے مسجد میں آ کر آپ کے بارے میں دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ آپ اس سمت تشریف لے گئے ہیں۔ میں بھی اسی سمت آپ کے پیچھے چلا آیا اور بیرِ اریس کے پاس پہنچ گیا اور اس کے دروازہ پر جا کر رک گیا اور میں نے اندازہ لگایا کہ سرکار دو عالم ﷺ رفع حاجت سے فارغ ہو چکے ہیں۔ چنانچہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام عرض کی اور دیکھا کہ آپ بیرِ اریس کی منڈیر پر پاؤں لٹکائے اور پنڈلیاں برہنہ کیے بیٹھے ہیں۔ میں واپس آ کر دروازہ پر دربان اور نگہ بان کی حیثیت سے بیٹھ گیا۔ ابھی میں آ کر بیٹھا ہی تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا کون ہے؟ آواز آئی ابوبکر رضی اللہ عنہ۔ میں نے کہا ٹھہرئیے۔ میں نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: انہیں اندر آنے دو اور جنت کا مژدہ سناؤ۔ میں جلدی سے واپس آیا اور دروازہ کھول کر ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جنت کا مژدہ سنایا اور اندر تشریف لانے کو کہا۔ چنانچہ آپ سرکار دو عالم ﷺ کی دائیں جانب پنڈلیاں ننگی کر کے بالکل آپ کی طرح بیٹھ گئے اور میں واپس چلا آیا۔

میں اپنے بھائی کو وضو کرتے چھوڑ آیا تھا۔ اس نے مجھے کہا کہ آپ چلیں میں بھی آپ کے پیچھے آیا۔ میرے دل میں خیال آیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو وہ آ جائے گا۔ میں اسی خیال میں تھا کہ دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ پوچھا کون ہے؟ جواب آیا عمر رضی اللہ عنہ میں نے کہا انتظار فرمائیے۔ میں نے سلام کے بعد سرکار دو عالم ﷺ کو بتایا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ انہیں اندر آنے کی اجازت دو اور جنت کی بشارت سناؤ۔ چنانچہ میں نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کو جنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی بشارت دی اور اندر آنے کے لیے کہا۔ آپ اندر تشریف لائے اور سرکار دو عالم ﷺ کی بائیں جانب بیٹھ گئے بالکل اسی طرح پنڈلیاں ننگی کر کے جیسے جناب رسول اللہ ﷺ اور سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ بیٹھے تھے۔ میرے دل میں بھائی کا پھر خیال آیا اور دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ پوچھا کون؟ جواب آیا عثمان رضی اللہ عنہ۔ میں نے عرض کیا ذرا رکیے۔ اور پھر آ کر رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ عثمان رضی اللہ عنہ اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے اندر آنے دو اور جنت کی خوش خبری سناؤ بلوہ کی زحمت کے ساتھ۔ میں نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام سنایا اور اندر آنے کے لیے کہا۔ آپ اللہ المستعان کہتے ہوئے اندر چلے آئے اور آپ ان کے سامنے پنڈلیاں ننگی کر کے پاؤں لٹکا کر منڈیر پر بیٹھ گئے بالکل اسی طرح جیسے رسول اللہ ﷺ ' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے۔

سیدنا سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے ان کی اس طرح کی نشست سے یہ مطلب سمجھا کہ رسول اللہ ﷺ ' سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی قبریں اکٹھی ہوں گی اور سیدنا عثمان کی قبر جدا ہوگی۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۰۴ - ۲۰۵)

سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی وفات کی پیشگوئی:

امام احمد ام ذر رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو میں رو پڑی۔ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیوں روتی ہو؟ میں نے عرض کیا کہ کیوں نہ روؤں؟ آپ اس جنگل میں انتقال فرما رہے ہیں۔ نہ میں آپ کو دفن کر سکتی ہوں اور نہ میرے پاس کفن ہے۔ آپ نے فرمایا: مت رو اور خوش خبری سن۔ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ تم میں سے ایک آدمی جنگل میں فوت ہوگا۔ اس کی نماز جنازہ میں مسلمانوں کا ایک گروہ شامل ہوگا۔ حاضرین مجلس میں سے سب لوگ آبادی میں فوت ہو چکے ہیں اور میں تنہا باقی رہ گیا ہوں جو جنگل میں فوت ہوں گا۔ واللہ! سرکار دو عالم ﷺ نے غلط بیان نہیں کیا۔ اور نہ میں تم سے جھوٹ کہہ رہا ہوں۔ اس لیے تم گزرگاہ پر جا کر دیکھو۔ چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلے پر چڑھ کر دیکھنے جاتی تھی اور پھر دوسری طرف بھاگ کر ان کی تیمارداری کرتی تھی۔ اسی دوڑ دھوپ اور تلاش و انتظار کا سلسلہ جاری تھا کہ دور سے کچھ سوار آتے دکھائی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دیے۔ میں نے اشارہ کیا۔ وہ لوگ نہایت تیزی سے آ کر میرے پاس ٹھہر گئے اور ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں دریافت کیا کہ یہ کون شخص ہے؟ میں نے کہا: ابوذر رضی اللہ عنہ پوچھا: رسول اللہ ﷺ کے صحابی؟ میں نے کہا: ہاں۔ وہ لوگ فدیتہ بابی وامی کہہ کر سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ کی طرف چلے۔ پہلے سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے ان کو جناب رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی سنائی اور پھر وصیت کی کہ اگر میری بیوی یا میرے پاس کفن کا کپڑا نکلے تو اسی کپڑے میں مجھے کفنانا۔ پھر قسم دلائی کہ تم میں سے کوئی شخص جو حکومت کا ادنیٰ عہدے دار بھی ہو۔ مجھ کو نہ کفنائے۔ اتفاق سے ایک انصاری نوجوان کے علاوہ ان میں سے ہر شخص کسی نہ کسی خدمت پر مامور رہ چکا تھا۔ چنانچہ انصاری نے کہا: چچا! میرے پاس ایک چادر ہے' اس کے علاوہ دو کپڑے اور ہیں جو خاص میری والدہ کے ہاتھ کے کتے ہوئے ہیں' انہی میں میں آپ کو کفناؤں گا۔ فرمایا: ہاں تم ہی کفنانا۔

(مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۴۵ - ۳۴۶' مسند احمد جلد ۵ ص ۱۶۶)

اس وصیت کے بعد وفات پائی۔ متعدد روایتوں سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ یمنی تھے اور کوفہ سے آ رہے تھے۔ ان کے ساتھ مشہور صحابی رسول سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تھے جو عراق جا رہے تھے۔ بہر حال حسب وصیت اس انصاری نوجوان نے آپ کو نہلایا اور کفنایا اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ پھر سبھوں نے مل کر اسی صحرا کے ایک گوشہ میں ان کو پیوند خاک کیا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۳۴۶' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۲۰۷)

کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھنے کی پیشگوئی:

امام بیہقی سیدنا عبداللہ بن بشر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے۔

① فارس اور روم فتح ہوں گے۔

② غلّہ اور اناج کی کثرت اور فراوانی ہو گی۔

③ اور کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے گی۔

سرکار دو عالم ﷺ کی یہ تینوں پیشگوئیاں پوری ہوئیں۔ فارس اور روم بھی خلافت راشدہ میں فتح ہو گئے۔ غلّہ اور اناج کی کثرت بھی ہے اور جو زمین دس من غلّہ فی ایکڑ اگاتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تھی اب وہ ستر من فی ایکڑ غلّہ اگاتی ہیں۔ اور مسلمان بھی اب کھانے پر بسم اللہ نہیں پڑھتے بلکہ کھانے کا سنت طریقہ تک بھول گئے ہیں۔ اور مغرب والوں کو جس طرح کرتا دیکھتے ہیں بس اس طرح کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ وہ کھڑے ہو کر کھائیں تو اسی طرح کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اور اگر وہ جانوروں کی طرح چل پھر کر کھائیں تو مسلمان بھی اسی طرح کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ اگر وہ بائیں ہاتھ سے کھائیں تو یہ بھی دائیں ہاتھ کے بجائے بائیں ہاتھ سے کھانا شروع کر دیتے ہیں۔ بس ہر معاملہ میں مغرب کی تقلید ہے حالانکہ کہنے والوں نے کہا ہے ؎

بچو تقلید مغرب سے سنو اے ایشیا والو!
کہ مغرب کی طرف جاتے ہی سورج ڈوب جاتا ہے

قریش کے صحیفہ کو دیمک کے چاٹنے کی پیشگوئی:

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ سے قصہ صحیفہ یعنی بنو ہاشم کے مقابلہ پر مشرکین قریش کا ایک عہد نامہ جس کو عروہ ابن زبیر رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے' منقول ہے کہ محمد بن اسحاق نے بھی اس کا خلاصہ نقل کیا ہے جو یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر مشرکین کی ایذائیں اور سختیاں پہلے سے بھی کہیں زیادہ بڑھ گئیں یہاں تک کہ مسلمان سخت تنگی میں مبتلا ہو گئے اور ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹنے لگے۔ ادھر قریش اس پر متفق ہو گئے کہ آپ کو کسی تدبیر سے کھلم کھلا قتل کر دیں۔ جب ابو طالب نے قوم کا یہ ظلم دیکھا تو انہوں نے بنو عبدالمطلب کو جمع کیا اور ان سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو اپنے ٹھکانے میں لے جائیں اور جو شخص بھی آپ کے قتل کا ارادہ کرے اس کو ارادۂ بد سے منع کریں۔ ابو طالب کے اس فرمان پر عبدالمطلب کا سارا قبیلہ خواہ وہ مسلمان تھے یا کافر سب کے سب متفق ہو گئے۔ یہ الگ بات تھی کہ آپ کی یہ حمایت کوئی حمیت قومی کے جذبے کے تحت کر رہا تھا اور کوئی ایمان و یقین کی بنیاد پر۔ ادھر قریش نے جب دیکھا کہ لوگ سرکار دو عالم ﷺ کی حفاظت پر متفق ہو چکے ہیں تو مشرکین مکہ بنو عبدالمطلب کے مقابلے پر بائیکاٹ کے لیے متفق ہو گئے کہ نہ ان کے ساتھ نشست و برخاست کریں گے اور نہ ہی کوئی خرید و فروخت اور نہ ہی ان کے گھروں میں کوئی آمد و رفت ہو گی یہاں تک کہ محمد (ﷺ) کو قتل کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں۔ اس سلسلہ میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

انہوں نے ایک عہد نامہ لکھا جس میں یہ ذکر کیا کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس وقت تک ہرگز کوئی صلح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان پر رحم کھائیں گے جب تک کہ وہ قتل کے لیے محمد (ﷺ) کو ان کے سپرد نہ کر دیں۔ اس معاہدہ کے تحت بنو ہاشم تین سال تک شعب بنی ہاشم میں محبوس رہے اور سختیوں اور مصائب سے دوچار رہے۔ مشرکین مکہ نے ان کے لیے بازاروں کی آمدورفت بند کر دی اور جب باہر سے کھانے کا کوئی سامان مکہ مکرمہ آتا تو وہ فوراً لپک کر اس کو خرید لیتے۔ اس سے ان کا مقصد یہ تھا کہ اس قسم کی ایذا رسانی کی تدابیر سے وہ سرکار دو عالم ﷺ کے خون بہانے میں کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جائیں گے ابن اسحاق نے اتنا اضافہ اور کیا ہے کہ بنو ہاشم پر بھوک کی شدت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ ان کے بچوں کی آواز شعب بنو ہاشم کے باہر تک کانوں میں آتی تھی کہ وہ بھوک کی شدت سے بلبلا رہے ہیں۔ دوسری طرف جو لوگ حلقۂ اسلام میں داخل ہو چکے تھے ان کو باندھ کر گھروں میں ڈال دیا گیا تھا اور ان کو طرح طرح کی تکالیف دیتے تھے۔ غرض کہ ایک بہت بڑی آزمائش کا وقت تھا اور مسلمانوں پر ایک قیامت کا عالم تھا۔

دوسری طرف ابوطالب کو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں برابر خطرہ لگا رہتا تھا۔ اس لیے جب لوگ اپنے اپنے بستروں پر لیٹ جاتے تو وہ سرکار دو عالم ﷺ سے کہتے کہ آپ اپنے بستر پر سوئے رہیں۔ مقصد یہ ہوتا کہ اگر کوئی شخص آپ کو قتل کرنے کی نیت رکھتا ہو تو وہ دیکھ لے کہ آپ کہاں سو رہے ہیں۔ پھر جب لوگ سو جاتے تو ابو طالب آپ ﷺ کی جگہ بدل دیتے یعنی اپنے بیٹوں' بھائیوں یا بھتیجوں میں سے کسی کو رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سلا دیتے اور رسول اللہ ﷺ کو کہتے کہ آپ اس بستر پر چلے جائیں۔ جب اس سوشل بائیکاٹ پر تیسرا سال ہونے لگا تو بنو عبد مناف اور بنو قصی اور ان کے علاوہ قریش کے اور لوگوں نے جو بنو ہاشم کی اولاد تھے' باہم ایک دوسرے کو ملامت کی اور انہوں نے سمجھا کہ انہوں نے باہم رشتہ داری کا تعلق ختم کر کے حق کے خلاف کیا اور قطع رحمی کے جرم کے مرتکب ہوئے۔

حکیم بن حزام جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا' کبھی کبھی اپنی پھوپھی کے لیے گیہوں بھجوا دیتا تھا۔ ایک دفعہ ابوجہل نے دیکھ لیا تو وہ غلہ روکنے پر اڑ گیا لیکن ابوالبختری نے مداخلت کی اور اسے اپنی پھوپھی کے پاس گیہوں بھجوانے دیا۔ (تفصیل میری کتاب ''خاتم النبیین ﷺ میں دیکھیں)

اگرچہ قریش مکہ نے سوشل بائیکاٹ کا یہ معاہدہ خود لکھا تھا لیکن اب وہ یہ سمجھ رہے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ وہ قطع رحمی کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ چنانچہ اسی رات ان کا یہ مشورہ ٹھہر گیا کہ غداری اور بائیکاٹ کے جو منصوبے انہوں نے تیار کر رکھے ہیں وہ یک لخت توڑ ڈالیں گے۔

ادھر جس عہد نامے میں انہوں نے سرکار دو عالم ﷺ کے ارادۂ بد کا ذکر کیا تھا' اس کو اللہ تعالیٰ نے دیمک لگا دی اور وہ اس عہد نامہ کو چاٹ گئی۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ عہد نامہ بیت اللہ کی چھت سے لٹکا ہوا تھا۔ دیمک نے اس عہد نامہ میں جہاں جہاں بھی اللہ تعالیٰ کا مبارک نام لکھا ہوا تھا' اس کو تمام جگہوں سے چاٹ لیا تھا۔ اور جو جو شرک یا ظلم یا قطع رحم کی باتیں تھیں' وہ سب چھوڑ دی تھیں۔ عہد نامہ کا یہ سارا راز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ پر کھول دیا تھا۔ چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے وہ سب ابو طالب کو بتا دیا۔ ابو طالب نے قسم کھا کر کہا: آپ نے مجھ سے جھوٹ نہیں فرمایا اور بنو عبدالمطلب کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر چل پڑے یہاں تک کہ مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔ اس وقت مسجد قریش مکہ سے بھری ہوئی تھی۔ جب انہوں نے ابو طالب کو اپنی جماعت کے ساتھ اپنی طرف آتے دیکھا تو اس کو ایک عجیب سی بات معلوم ہوئی اور انہوں نے خیال کیا کہ یہ لوگ اب تکالیف و مصائب سے تنگ آ کر یہاں آئے ہیں تا کہ محمد (ﷺ) کو ہمارے سپرد کر دیں۔ اس پر ابو طالب نے کہا: تمہارے معاملہ میں کچھ جدید باتیں ایسی پیش آئی ہیں جو ابھی ہم نے تم کو نہیں بتائیں۔ لہٰذا اب تم وہ کاغذ لاؤ جس پر تم نے باہم عہد کیا ہے شاید کہ ہمارے اور تمہارے مابین صلح و آشتی کی کوئی صورت پیدا ہو جائے۔ انہوں نے یہ مجمل بات اس لیے کہی کہ وہ لوگ صحیفے کے لانے سے پیشتر ہی اس کی دیکھ بھال نہ کر لیں۔ وہ بڑے فخر کے ساتھ اس صحیفے کو لے آئے اور ان کو اس میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ رسول اللہ ﷺ آج ان کے حوالے کر دیے جائیں گے۔ انہوں نے اس کو لا کر درمیان میں رکھ دیا اور کہنے لگے: وقت آ گیا ہے کہ تم لوگ ہماری بات قبول کر لو اور اس راہ کی طرف لوٹ آؤ جو تمہاری قوم میں پھر اتفاق پیدا کر دے کیونکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صرف ایک ہی شخص پھوٹ کا باعث بنا ہوا ہے جس کی خاطر تم نے اپنی قوم اور قبیلے کی بربادی اور باہمی فساد کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ اس پر ابو طالب نے کہا: دیکھو میں تمہارے سامنے انصاف کی صرف ایک بات پیش کرنے آیا ہوں۔ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے اور یقیناً اس نے مجھ سے جھوٹ نہیں بولا کہ جو صحیفہ تمہارے ہاتھوں میں ہے' اللہ تعالیٰ اس سے بیزار ہے اور اس نے جہاں جہاں اپنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نام تھا اس کو ہر ہر جگہ سے مٹا دیا ہے اور تمہاری غداری اور ہمارے ساتھ قطع رحمی اور ہمارے برخلاف ظلم پر تمہارے باہمی اتفاق کو باقی رکھا ہے۔ اب اگر حقیقت اسی طرح نکلے جس طرح میرے بھتیجے نے کہی ہے تو ہوش میں آ جاؤ۔ خدا کی قسم' ہم اس وقت تک ان کو ہرگز تمہارے سپرد نہیں کر سکتے جب تک کہ ہمارا بچہ بچہ موت کے گھاٹ نہ اتر جائے۔ اور اگر آپ ﷺ کی بات غلط نکلے تو ہم ان کو تمہارے حوالے کر دیں گے۔ پھر خواہ ان کو تم قتل کر دینا یا زندہ رہنے دینا۔ وہ کہنے لگے: ہم اس فیصلہ پر راضی ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے عہد نامہ کھولا' دیکھا تو سرکار دو عالم ﷺ جو سب سے سچے تھے' جو معاملہ تھا وہ پہلے بتا چکے تھے۔ جب قریش نے دیکھا تو بات وہی نکلی جو ابو طالب کہہ چکے تھے۔ اب قریش کہنے لگے: خدا کی قسم یہ تمہارے ساتھی کا جادو معلوم ہوتا ہے۔ اور پھر لوٹ کر اپنے کفر اور آپ کی اور مسلمانوں کی ایذا رسانی میں اور اضافہ کرنے لگے اور اپنے پہلے عہد پر پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئے۔ بنو عبدالمطلب کی اس جماعت نے کہا جھوٹ بولنے اور جادوگری کے مستحق تو ہم سے پہلے کہیں اور لوگ نہ ہوں۔ یہ بات یقینی ہے کہ ہمارے ساتھ قطع رحمی کے جرم پر تم ہی لوگ متفق ہوئے ہو۔ اب اس بات کو خباثت یا جادو کہنا زیادہ مناسب ہے یا اس صلح و آشتی کو جو ہمارا طرز عمل رہا ہے۔ اگر تم لوگ متفق ہو کر جادو نہ چلاتے تو تمہارا عہد نامہ کبھی دیمک نہ کھاتی۔ اب دیکھتے ہو کہ یہ تمہارے ہی قبضہ میں تھا اور اس کے باوجود اس میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ کا مبارک نام تھا وہ سب اللہ نے مٹا دیا اور جس جس جگہ تمہارے ظلم و ستم کی باتیں تھیں وہ سب رہنے دی ہیں۔ بولو' اب جادو چلانے والے تم ہوئے یا ہم۔ یہ سن کر کچھ لوگ قبیلۂ بنی عبد مناف' بنو قصی اور قریش کے وہ لوگ جو بنو ہاشم کی عورتوں سے پیدا شدہ تھے' بولے جن میں ان کے بڑے بڑے مشاہیر شامل تھے جیسے ابو البختری' مطعم بن عدی' زہیر بن ابی امیہ' زمعہ بن الاسود اور ہشام بن عمرو' ان ہی کے قبضہ میں یہ عہد نامہ تھا اور یہ بنو عامر بن لوی کی اولاد تھے۔ یہ اور دوسرے سربرآوردہ لوگ کہنے لگے کہ ہم سب لوگ اس عہد نامہ سے اپنی علیحدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اس پر ابوجہل بولا: اچھا یہ سازش رات میں تیار کی گئی ہے۔ اس عہد نامے کے بارے میں اور اس جماعت کی شان میں جنہوں نے اس عہد نامہ سے علیحدگی ظاہر کر دی تھی اور اس میں جو عہد مذکور تھا' اس کو توڑ دیا تھا' ابو طالب نے مدحیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ موسیٰ بن عقبہ صاحب مغازی فرماتے ہیں کہ جب اس عہد

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نامہ کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح محو و اثبات کر کے خراب کر دیا تو اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ اس جگہ سے باہر تشریف لے آئے اور لوگوں کے ساتھ پھر ملنے جلنے لگے۔

بعض روایات میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ابو طالب کو یہ خبر دی کہ اس عہد نامہ کو اللہ تعالیٰ کے ناموں کے سوا کیڑوں نے کھا لیا ہے اور باسمک اللّٰھم کے علاوہ جو بطور عنوان ہر تحریر کے شروع میں لکھا جاتا تھا' باقی تمام حروف کو دیمک چاٹ گئی ہے۔ چنانچہ جب عہد نامہ کو دیکھا گیا تو سرکار دو عالم ﷺ کی بات درست نکلی۔

(ملاحظہ ہو طبقات ابن سعد جلد ا ص ۱۳۹-۱۴۱' طبری جلد ۲ ص ۲۲۹' البدایہ والنہایہ جلد ۳ ص ۸۶' فتح الباری جلد ۷ ص ۱۴۷' سیرۃ ابن ہشام جلد ا ص ۳۵۰ ' زاد المعاد جلد ۲ ص ۴۶ وغیرہ)

عمیر بن وہب کی باتوں کی پیشگوئی:

عمیر بن وہب جمحی اسلام کا سخت موذی دشمن تھا۔ سرکار دو عالم ﷺ جب مکہ مکرمہ میں تھے تو یہ ان کو بہت پریشان کیا کرتا تھا۔ معرکہ بدر میں اس کا بیٹا وہب بھی گرفتار ہو گیا۔ ایک روز عمیر اور صفوان بن امیہ ایک جگہ بیٹھے ہوئے معرکہ بدر کی باتیں کر رہے تھے۔ ان دو کے علاوہ اور کوئی وہاں موجود نہیں تھا۔ صفوان نے کہا: خدا کی قسم اب جینے کا مزہ نہیں۔ عمیر نے کہا: سچ کہتے ہو' اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد (ﷺ) کو قتل کر آتا۔ میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔ صفوان نے کہا کہ تم قرض اور بچوں کی فکر نہ کرو۔ اس کا میں ذمہ دار ہوں۔ عمیر نے کہا: اچھا میں جاتا ہوں لیکن اس کا تذکرہ کسی سے نہ کرنا۔ صفوان نے وعدہ کیا۔ عمیر نے گھر آ کر تلوار زہر میں بجھائی اور مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ جیسے ہی اس نے مسجد کے دروازہ کے باہر اونٹنی بٹھائی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی نظر اس پر پڑ گئی۔ یہ تلوار لگائے ہوئے تھا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو کچھ دال میں کالا نظر آیا۔ انہوں نے فوری طور پر تلوار پر قبضہ کیا اور تلوار کے پرتلہ کو جو اس کی گردن میں تھا' کھینچتے ہوئے سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ حضور اکرم ﷺ نے دیکھا کہ عمر رضی اللہ عنہ عمیر بن وہب کو کھینچ کر لا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: عمر رضی اللہ عنہ اس کو چھوڑ دو۔ پھر عمیر سے فرمایا: میرے قریب آؤ۔ عمیر آپ کے قریب ہوا۔ آپ ﷺ نے اسے اپنے پاس بٹھا کر پوچھا: کس لیے آئے ہو؟ عمیر نے کہا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میرا لڑکا آپ کے ہاں قید ہے' اسے چھڑانے آیا ہوں۔ کچھ نظر کرم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: یہ تلوار کیوں حمائل ہے؟ عمیر نے کہا کہ تلوار تو لے آیا ہوں' مگر یہ کس کام کی' بدر میں اس نے کیا کام کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: غلط بیانی مت کرو۔ سچ بتاؤ' کیا تم نے اور صفوان نے مکہ میں میرے قتل کی سازش نہیں کی؟ اور کیا تم صفوان سے عہد معاہدہ کر کے نہیں آئے۔ عمیر آپ کی یہ بات سن کر سناٹے میں آ گیا۔ بے اختیار بولا: محمد (ﷺ) بے شک تم اللہ کے رسول ہو: بخدا! میرے اور صفوان کے سوا اور کسی کو اس معاملہ کی خبر نہیں ہے۔ اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ جو فرماتے ہیں وہ درست ہے۔ میں اگرچہ ارادۂ بد سے آیا تھا لیکن شکر ہے خدا کا کہ اس نے میری آنکھیں کھول دیں۔ میں آپ کی دعوت پر لبیک کہتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اپنے بھائی عمیر کو اپنے پاس رکھو۔ اس کو دین اور قرآن کی تعلیم دو اور اس کے بیٹے کو رہا کر دو۔ عمیر رضی اللہ عنہ مسلمان ہو گئے اور بہادرانہ طریقے سے مکہ میں داخل ہوئے۔ پہلے ان کو اسلام کے دوستوں سے جس شدت سے عداوت تھی اب اسی شدت سے انہیں دشمنانِ اسلام سے دشمنی ہو گئی۔ اب وہ مکہ میں ایک مبلغ اسلام کی حیثیت سے تھے اور کافی لوگوں کو انہوں نے نور ایمان سے منور کیا۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ ص ۴۰۵' طبرانی کبیر جلد ۱۷ ص ۵۸' دلائل النبوۃ لابی نعیم جلد ۱ ص ۴۷۹' مجمع الزوائد جلد ۸ ص ۲۸۹' خصائص کبریٰ للسیوطی جلد ۱ ص ۲۰۹)

صفوان بن امیہ عمیر بن وہب کا چچا زاد بھائی تھا۔ اس کا باپ امیہ بن خلف جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ فتح مکہ کے دن صفوان جدہ بھاگ گیا لیکن عمیر بن وہب رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے آپ ﷺ سے امن کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے امان دے دی۔ عمیر رضی اللہ عنہ صفوان کو جدہ سے واپس لے آئے۔ جنگ حنین سے واپسی پر صفوان بھی مسلمان ہو گئے۔

(ملاحظہ ہو استیعاب والاصابہ ترجمہ صفوان بن امیہ)

کلید کعبہ کے بارے میں پیشگوئی:

عثمان بن طلحہ کا خاندان کعبہ کا کلید بردار تھا۔ ان کے والد طلحہ جنگ احد میں مارے گئے۔ فتح مکہ سے پہلے سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسلام قبول کیا۔ (مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۲۹) ہجرت نبوی سے قبل ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ بیت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ میں داخل ہونے لگے تو عثمان بن طلحہ نے آپ کو اندر جانے سے روک دیا۔ آپ ﷺ نے نہایت بردباری کا مظاہرہ کرتے ہوئے بطور پیشگوئی فرمایا: عثمان! تو عنقریب دیکھے گا کہ خانہ کعبہ کی کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جس کو چاہوں گا دوں گا۔ عثمان کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے منہ سے یہ الفاظ سن کر کہا کہ کیا اس وقت سب قریش مر گئے ہوں گے؟ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ نے ان سے چابی مانگی۔ انہوں نے گھر جا کر ماں سے چابی مانگی۔ ماں غالباً اس وقت تک مسلمان نہ ہوئی تھی' اس لیے اس نے چابی دینے سے انکار کیا۔ ماں سے کہا ابھی چابی دے دو ورنہ خدا کی قسم یہ تلوار پیٹھ میں اتار دوں گا۔ غرض کہ اس طرح دھمکی دے کر ماں سے چابی لائے اور حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں پیش کی۔ آپ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے۔ یہ بھی ساتھ ساتھ چلے گئے اور دروازہ اندر سے بند کر لیا گیا۔ (مسلم جلد ا ص ۵۰۸' مصر) پھر تطہیر کعبہ کے بعد جب آپ بیت اللہ سے باہر نکلے تو بیت اللہ کی کنجی آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھی۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کی خواہش تھی اور اس کا انہوں نے اظہار بھی کیا کہ رسول اللہ! ﷺ یہ چابی ہمیں دے دیں تا کہ سقایت زمزم کے ساتھ حجابت بیت اللہ یعنی بیت اللہ کی دربانی کا شرف بھی حاصل ہو جائے' لیکن سرکار دو عالم ﷺ نے عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: "خذها خالدة تالدة لاينزعها منكم الا ظالم۔" یعنی یہ چابی لے' یہ ہمیشہ تیرے اور تیری اولاد کے پاس رہے گی اور جو شخص اس کو تم سے چھینے گا وہ ظالم ہوگا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے یاد کرایا کہ اے عثمان! وہ وقت یاد کر جب تو نے مجھے اندر نہیں جانے دیا تھا اور میں نے کہا تھا کہ ایک روز یہ چابی میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا دوں گا۔ یہ سن کر میں نے کہا ہاں مجھے یاد ہے۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ (خصائص کبریٰ جلد ا ص ۲۶۷' فتح الباری جلد ۸ ص ۱۵' زرقانی جلد ۲ ص ۳۳۷-۳۰)

سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کی پیشگوئی:

آپ کے آخری ایام میں ایک عورت آپ کی خدمت میں اپنا ایک معاملہ لے کر آئی۔ آپ نے اسے کسی اور موقع پر آنے کے لیے فرمایا۔ اس عورت نے عرض کی: میں اگر دوبارہ آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر کیا کروں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((فان لم تجدینی فاتی ابابکر))

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اگر تو مجھے نہ پائے تو پھر ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس چلی آنا۔'' (بخاری فتح الباری جلد ۹ ص ۱۲۵)

ابراہیم بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ عورت آپ سے یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ آپ کے بعد آپ ﷺ کا جانشین کون ہوگا جس کے پاس وہ اپنا معاملہ لا سکے۔ سرکار دو عالم ﷺ نے پیشگوئی کے طور پر فرمایا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ میرا جانشین ہوگا اس کے پاس اپنا معاملہ لے کر آ جانا۔ چنانچہ آپ ﷺ کے انتقال کے بعد مسلمانوں کی نگاہ انتخاب سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی پر پڑی۔ امام نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

هو اخبار بالغيب الذى اعلمه الله تعالىٰ به۔ (نووی جلد ۲ ص ۲۷۳)

''یہ وہ غیبی خبر ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر ظاہر فرمائی۔''

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں پیشگوئی:

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور دستک دی۔ آپ ﷺ نے یہ پوچھے بغیر کہ دروازے پر کون ہے' سیدنا ابو موسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ سے فرمایا: "بشره بالجنة علىٰ بلوىٰ ستصيبه" اس آنے والے کو جنت کی خوش خبری سنا دو اس آزمائش پر جو عنقریب پیش آنے والی ہے۔

(بخاری جلد ۵ ص ۱۸۲)

دروازے پر دستک دینے والے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ بن عفان رضی اللہ عنہ تھے اور ان کو اپنی خلافت کے آخری دور میں جس ابتلا کا سامنا کرنا پڑا' تاریخ کا کوئی طالب علم اس سے ناآشنا نہیں ہے۔ اس پیشگوئی میں حضور اکرم ﷺ نے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے صحیح اور ان کے مخالفین کے غلط ہونے کی پیشگوئی بھی فرما دی۔ (ملاحظہ ہو میری کتاب سیرۃ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ)

بارہ خلفاء کی پیشگوئی:

سرکار دو عالم ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا جو کہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ

''اسلام بارہ خلفاء کے زمانہ تک برابر عزت والا رہے گا۔ سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے پھر کچھ اور بھی ارشاد فرمایا جس کو میں نہ سمجھ سکا۔ میں نے اپنے ابا سے پوچھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ آپ نے کیا فرمایا تھا؟ انہوں نے کہا کہ آپ نے فرمایا تھا کہ وہ بارہ خلفاء سب کے سب قریش میں سے ہوں گے۔'' (بخاری مع فتح الباری جلد ۳ ص ۱۷۹' مسلم جلد ۲ ص ۱۱۹)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں:

لایزال امر امتی صالحاً (بخاری جلد ۳ ص ۱۸۰)

''میری امت کے معاملات بہتر رہیں گے۔''

اس قسم کی ایک اور روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

(ملاحظہ ہو مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۹۰' مسند ابی داؤد الطیالسی حدیث نمبر ۷۶۷' ۱۲۷' مسند احمد میں بھی کئی مقامات پر یہ حدیث مرقوم ہے۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۲' فتح الباری جلد ۱۳ ص ۸۱ وغیرہ)

سنن داؤد میں سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت میں ان بارہ خلفاء کی ایک خاص صفت یہ بھی منقول ہے۔

کلھم تجتمع علیہ الامۃ (سنن ابی داؤد مع عون المعبود جلد ۴ ص ۱۷۰)

مشہور محدث مولانا شمس الحق عظیم آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

''۳۵ھ میں سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کا حادثہ پیش آیا اور مسلمانوں میں تشتت و افتراق پیدا ہوا۔ اور ۳۶ھ میں جنگ جمل اور جنگ صفین کے جانکاہ حادثات رونما ہوئے۔ ان حادثات میں اسلامی سلطنت میں فساد اور افراتفری پیدا ہو گئی اور مسلمانوں کے مابین جنگ وجدال شروع ہو گیا۔ کفار سے کچھ مدت تک جہاد بالکل متروک ہو گیا اور ظاہری نگاہ میں ایسا محسوس ہونے لگا کہ اسلام کمزور اور مضمحل ہو گیا ہے اور اس کا کوکب ترقی روبزوال ہو گیا ہے' لیکن اللہ تعالیٰ نے (اس تشتت و افتراق کے دور کے بعد) خلافت کے کام کو منتظم فرمایا اور بنوعباس کی خلافت کے ظہور تک جہاد کا سلسلہ پھر جاری رہا۔'' (عون المعبود جلد ۴ ص ۱۷۱)

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کے بارہ خلفاء کے بارے میں جو روایات نقل کی گئی ہیں' ان میں ان خلفاء کی تعداد بارہ بتائی گئی ہے جن کے زمانہ میں کلمۂ اسلام عزت والا' بلند اور مستحکم ہو گا اور اسلام کا نور کرۂ ارض کو منور کرے گا اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت اور قرآن حکیم کی عظمت کا پھریرا زمین کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے گا۔ ان خلفاء کا دور نہایت رشد و ہدایت کا دور ہو گا اور اس دور میں اسلام کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہو گی۔ اسی وجہ سے حافظ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے؟

ومعنى هذا الحديث البشارة بوجود اثنا عشر خليفة صالحاً يقيم الحق ويعدل فيهم۔

اس حدیث کے معنی میں بارہ نیک اور صالح خلفاء کی بشارت مضمر ہے جو حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل وانصاف برپا کریں گے۔ (تفسیر ابن کثیر جلد۲ ص۳۲)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ، امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے ان بارہ خلفاء کی تعیین فرماتے ہوئے ان کے حسب ذیل نام بتائے:

''بارہ خلفاء سے مراد سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ، سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ، یزید بن معاویہ' عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ علیہ، ولید بن عبدالملک رحمۃ اللہ علیہ، سلیمان بن عبدالملک' یزید بن عبدالملک' ہشام بن عبدالملک اور عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔''

(فتح الباری جلد۳ ص۱۸۲' شرح عقیدۃ الطحاویہ ص۵۵۳' شرح فقہ اکبر ص۱۸۴' وغیرہ)

بعض حضرات کا خیال ہے کہ خلفاء صرف چار ہیں اس کے بعد امت میں بادشاہت شروع ہو گئی تھی۔ یہ خیال بالکل غلط ہے کیونکہ بخاری اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ

كانت بنو اسرائيل تسوسهم الانبياء' كلما هلك نبي خلفه نبي وانه لا نبي بعدي و سيكون خلفاء فيكثرون' قالوا: ما تا مرنا؟ قال فوابيعة الاول فالاول۔ (بخاری جلد۱ ص۴۹۱' مسلم جلد۲ ص۱۲۶' مسند احمد جلد۲ ص۲۹۷)

بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کیا کرتے تھے۔ جب کسی نبی کی وفات ہو جاتی تو اللہ تعالیٰ کسی اور نبی کو اس کے بعد بھیج دیتے' لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں' البتہ خلفاء ہوں گے اور بہت ہوں گے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ آپ ہمیں ان کے بارے میں کیا حکم فرماتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ''یکے بعد دیگرے ہر بیعت پر وفا کرو۔''

اس حدیث میں سرکار دو عالم ﷺ نے ''فیکثرون'' کا لفظ استعمال کر کے یہ واضح فرما دیا کہ آپ ﷺ کے بعد خلفاء دو چار نہیں ہوں گے بلکہ کثرت سے ہوں گے۔ چنانچہ بارہ خلفاء والی آپ کی یہ پیشگوئی بھی پوری ہوئی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علامات قیامت کی پیشگوئیاں

مال و دولت کی کثرت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی سرکار دو عالم ﷺ نے یہ فرمائی کہ دنیا میں مال و دولت کی کثرت ہو جائے گی۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قیامت اس وقت تک قائم نہ ہو گی جب تک کہ تم میں مال و دولت کی کثرت نہ ہو جائے یہاں تک کہ مال و دولت کا مالک صدقہ کرنے کا ارادہ کرے گا اور ایک شخص کو صدقہ دے گا لیکن وہ کہے گا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ یعنی وہ صدقہ قبول نہ کرے گا۔

(بخاری جلد ۱۳ ص ۸۱-۸۲، مسلم جلد ۷ ص ۹۷)

اسی مضمون کی ایک اور حدیث سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ وہ بھی آئے گا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں سونا لے کر صدقہ دینے کے لیے گھر گھر پھرے گا لیکن وہ اس صدقہ کو لینے والا کوئی نہیں پائے گا۔ (مسلم جلد ۷ ص ۹۶)

رسول اللہ ﷺ نے خبر دی ہے کہ عنقریب اللہ تعالیٰ اس امت کے ہاتھوں دنیا کے خزانے فتح کرائے گا اور اس امت کی سلطنت زمین کے مشرق و مغرب تک پہنچے گی کیونکہ حدیث میں ہے جس کو سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے تمام روئے زمین کو سمیٹ دیا اور میں نے اس کے تمام مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔ اور جو زمین میرے لیے سمیٹ دی گئی عنقریب میری امت کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت وہاں تک پہنچے گی۔ اور مجھے سرخ اور سفید دو خزانے دیئے گئے۔

(مسلم' کتاب الفتن' اشراط الساعۃ جلد ۱۸ ص ۱۳ مع شرح نووی)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اعطیت مفاتیح خزائن الارض أو مفاتیح الارض)) (مسلم جلد ۱۵ ص ۵۷)

''مجھے روئے زمین کے خزائوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں دی گئیں۔''

ایک حدیث میں سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا کہ دفعتاً ایک شخص آیا اور اس نے بارگاہِ رسالت میں اپنی تنگ دستی کی شکایت کی۔ پھر ایک اور شخص آیا اور اس نے رہزنی اور راستوں کے غیر مامون ہونے کی شکایت کی۔ ان دونوں کی شکایات سن کر سرکار دو عالم ﷺ نے سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا: ''تم نے حیرہ دیکھا ہے؟'' سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی: ''دیکھا تو نہیں البتہ اس کے حالات سنے ہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم زندہ رہے تو دیکھو گے کہ ایک ہودج نشین عورت حیرہ سے چل کر مکہ مکرمہ آئے گی اور یہاں کعبہ کا طواف کرے گی اور سوائے اللہ تعالیٰ کے اس کے دل میں کسی اور کا ذرہ برابر خوف اور ڈر نہ ہوگا۔'' سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے دل میں کہا کہ قبیلہ طے کے ڈاکو (یہ سیدنا عدی رضی اللہ عنہ کا اپنا قبیلہ تھا) جنہوں نے شہروں میں لوٹ مار کی آگ لگا رکھی ہے' یہ بھلا کہاں چلے جائیں گے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اگر تم زندہ رہے تو تم کسریٰ کے خزانے بھی فتح کر لو گے۔ میں نے از راہ تعجب پوچھا کہ کسریٰ بن ہرمز بادشاہ کے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں کسریٰ بن ہرمز کے۔ پھر فرمایا: اگر تم نے کچھ اور طویل زندگانی پائی تو تم دولت کی فراوانی کا وہ دور بھی دیکھو گے کہ ایک شخص مٹھی بھر کر سونا یا چاندی اس نیت سے لے کر نکلے گا کہ کوئی اس کو قبول کر لے لیکن کوئی اسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ خوب یاد رکھو کہ قیامت میں تم میں سے ہر شخص کو اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونا ہے جب کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی دوسرا ترجمانی کرنے والا نہ ہوگا۔ اس سے سوال ہوگا کہ ''بتا میں نے تیرے پاس اپنا رسول نہیں بھیجا تھا جس نے میرے احکام تجھ تک پہنچائے؟ کیا میں نے تجھ کو مال عطا نہیں کیا تھا اور تجھ پر اپنا فضل نہیں فرمایا تھا؟'' وہ بارگاہِ الوہیت میں عرض کرے گا' کیوں نہیں' تو نے یہ سب کچھ بخشا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس کے بعد وہ شخص اپنی دائیں جانب دیکھے گا تو اس کو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔ پھر وہ اپنی بائیں جانب دیکھے گا تو ادھر بھی اس کو جہنم کے سوا اور کچھ نظر نہ آئے گا۔

سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے یہ خود سنا کہ دیکھو جہنم سے بچو اگر چہ کھجور کا ذرا سا ٹکڑا صدقہ دے کر تمہیں بچنا پڑے' اور کسی شخص کے پاس یہ بھی نہ ہو تو وہ ایک پاکیزہ کلمہ کہہ کر ہی جہنم سے بچ جائے۔

سیدنا عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی ارشاد فرمودہ پیش گوئیوں سے میں نے امن کا وہ دور دورہ بھی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ مقام حیرہ سے ہودج نشین عورت سفر کر کے آتی ہے اور کعبہ کا طواف کر کے واپس چلی جاتی ہے اور راستہ میں اس کو اللہ کے سوا کسی اور کا خوف نہ ہوتا۔ اور کسریٰ بن ہرمز کے خزانے فتح کرنے والوں میں تو میں خود بھی شریک تھا۔ اور اگر تمہاری عمر ہوئی یعنی جو لوگ زندہ رہیں گے تو وہ تیسری بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی' وہ بھی دیکھ لیں گے یعنی مال کی وہ کثرت ہوگی کہ آدمی اپنی مٹھی بھر سونا یا چاندی لے کر گھر سے چلے گا تو اس کو قبول کرنے والا کوئی نہ ملے گا۔

(بخاری جلد ۱ ص ۵۰۷-۵۰۸ باب علامات النبوت' البدایہ والنہایہ جلد ۶ ص ۱۸۸' شرح السنہ بغوی جلد ۵ ص ۳۱-۳۳)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مال کی اس قدر کثرت والی پیش گوئی سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے عہد خلافت میں پوری ہوگئی۔ (الجواب الصحیح جلد ۴ ص ۱۳۳)

کسریٰ کے خزانوں کو فتح کرنے کی پیش گوئی تو اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جو ہجرت میں سراقہ کے ساتھ آپ کو پیش آیا۔ جب آپ ﷺ نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور راستہ میں سراقہ نے آپ ﷺ کے تعاقب کیا اور تین دفعہ اس کا گھوڑا زمین میں دھنسا اور تینوں دفعہ آپ کی دعا سے باہر نکلا تو اس حالت میں جب کہ آپ خود پناہ کی تلاش میں تھے اور دشمنوں سے بھاگ کر دوسرے شہر میں ہجرت فرما رہے تھے' کوئی شخص نہیں جانتا تھا کہ انجام کیا ہوگا۔ سرکار دو عالم ﷺ نے اس وقت سراقہ سے یہ فرمایا:

((کیف بك اذا البست سوار کسریٰ؟))

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اے سراقہ! اس وقت تیرا کیا حال ہوگا جس وقت تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔''

چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا تو کسریٰ کا تاج اور اس کے کنگن اور دیگر زیورات مسجد نبوی میں مال غنیمت کے طور پر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے سامنے لا کر ڈال دیئے گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''بلاؤ سراقہ رضی اللہ عنہ کو''۔ چنانچہ سراقہ رضی اللہ عنہ کو حاضر کیا گیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سراقہ رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: سراقہ ہاتھ اٹھاؤ اور یہ کہ

الله اکبر' الحمدلله الذی سلبهما کسریٰ بن هرمز والبسهما سراقه الاعرابی

''اللہ سب سے بڑا ہے' اور سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے یہ دونوں کنگن کسریٰ بن ہرمز سے چھینے اور ایک گنوار اور دیہاتی سراقہ کو پہنائے۔''

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی اس بات کی خبر دی ہے کہ قرب قیامت میں مال کی کثرت ہو جائے گی حتی کہ صدقہ کو قبول کرنے والا کوئی نہیں ہوگا' چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں جب قیصر و کسریٰ کے خزانے مال غنیمت کی شکل میں مدینہ میں آئے تو چاروں طرف مال کی اس قدر کثرت اور بہتات ہوگئی کہ سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مدینہ طیبہ میں ایک گھوڑے کی قیمت ایک لاکھ درہم ہوگئی۔ اور سیدنا عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں کوئی شخص صدقہ کو قبول کرنے والا نہیں تھا۔

ایسے ہی حدیث کی پیش گوئی کے مطابق سیدنا مہدی رحمہ اللہ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول فرمانے کے بعد جب زمین اپنے خزانے اگلے گی تو ہر طرف مال و دولت کی کثرت ہو جائے گی۔ اس وقت بھی کوئی زکواۃ اور صدقات کو قبول کرنے والا نہیں ہوگا۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''زمین اپنے جگر کے ٹکڑے اپنے اندر سے سونے اور چاندی کی شکل میں باہر نکالے گی۔ (اور اتنا مال و دولت ہو جائے گا کہ کسی کو اس کی حاجت نہ رہے گی) پس قاتل آئے گا اور یہ کہے گا: کیا میں نے اسی کے لیے قتل کیا؟ اور قطع رحمی کرنے والا آ کر کہے گا کہ کیا میں نے اسی کے لیے قطع رحمی کی؟ اور ایک چور (اس مال و دولت کو دیکھ کر) کہے گا کہ میں نے اسی کے لیے اپنا ہاتھ کٹوایا۔ پھر وہ سب اس کو چھوڑ جائیں گے اور اس میں سے کچھ بھی نہ لیں گے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(بخاری حدیث نمبر ۷۱۱۹، مسلم جلد ۱۵ ص ۹۸ مع النووی، فتح الباری جلد ۱۳ ص ۸۸، ابوداؤد حدیث نمبر ۴۳۱۳، ترمذی حدیث نمبر ۲۵۶۹، ۲۵۷۰، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۴۶، مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۲۶۱، ص ۳۰۶، ص ۳۳۲، ص ۳۴۶، جلد ۵ ص ۱۳۹-۱۴۰، جلد ۶ ص ۴۵۴)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ لوگوں کا مال سے اس قدر استغنا حشر کے خوف سے ہوگا کیونکہ یہ قرب قیامت کا وقت ہوگا اور اس وجہ سے کوئی شخص مال کے بار گراں سے اپنے کو سبکدوش کرنے کی کوشش کرے گا لیکن مال سے اس استغنا کا سبب کثرت مال بھی ہوسکتا ہے کیونکہ جب کسی شی کی کثرت ہو جائے تو پھر اس کی قدر نگاہ اور دل میں نہیں رہتی۔ اور یہ بات سیدنا مہدی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانوں میں ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

دنیا میں اللہ کا نام نہیں لیا جائے گا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ قرب قیامت میں اللہ کا نام لینے والے کم ہو جائیں گے۔ پھر ایک وقت ایسا آئے گا کہ دنیا میں ایک شخص بھی اللہ کا نام لینے والا نہیں رہے گا۔ جب اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا اس وقت قیامت آ جائے گی۔ چنانچہ حدیث میں ہے:

((لاتقوم الساعة حتى لايقال في الارض الله الله))

(مسلم مع شرح النووی جلد ۲ ص ۱۷۸)

''کسی ایسے شخص پر قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرنے والا ہو۔'' (ایضاً)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے معنی کے بارے میں دو قول ہیں۔

① ایک معنی یہ ہے کہ برائی سے نہیں روکا جائے گا اور اگر کوئی برائی کرے گا تو اس کو زجر و توبیخ نہیں کی جائے گی۔ اس بات کو ان الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ

حتى لايقال الله، الله

جیسا کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے:

فيبقى فيها عجاجة، لايعرفون معروفاً، ولا ينكرون منكراً۔

''یعنی قیامت اس وقت قائم ہوگی کہ اللہ تعالیٰ زمین پر رہنے والوں میں سے (اچھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لوگوں کو اٹھا لے گا) اور رذیل اور پاجی' کمینے اور بدمعاش لوگ بچ رہیں گے جو نہ اچھی بات کو اچھا سمجھیں گے اور نہ بری بات کو برا۔ (بالکل جانوروں کی طرح علم اور حیاء اور شرم سے خالی ہوں گے۔"

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱۱ ص ۱۸۱-۱۸۲ وقال: اسنادہ صحیح' مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۴۳۵)

② اور دوسرا معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر زمین میں نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اہل زمین میں سے کوئی اللہ تعالیٰ کے نام سے آشنا ہوگا۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب زمانہ فساد سے دوچار ہوگا اور زمین پر ہر طرف کفر' فسوق اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا دور دورہ ہوگا۔ لوگ اپنے خالق و مالک کو یک قلم فراموش کر دیں گے اور ہر جانب مادیت کا غلبہ ہوگا۔ (النہایہ۔ الفتن والملاحم جلد ا ص ۱۸۶)

اس حدیث سے یہ بھی پتہ چلا کہ دنیا کو تباہی سے روکنے والی شی صرف اللہ کا نام ہے کیونکہ قیامت کا دوسرا مطلب پوری دنیا کی تباہی و بربادی ہے۔ اور اللہ کا نام چونکہ مساجد اور مدارس میں لیا جاتا ہے اس لیے ہماری یہ مسجدیں اور دینی مدارس قیامت کو روکے ہوئے ہیں۔ جب یہ ختم ہو جائیں گے تو قیامت آ جائے گی۔ اور جو شخص ان مدارس اور مساجد کو ختم کرنا چاہتا ہے خواہ پابندیاں لگا کر یا ویسے ہی' وہ اس دنیا کی تباہی اور بربادی کے درپے ہے اور وہ انسانیت کا خیر خواہ نہیں۔

بدترین لوگوں کی کثرت:

قیامت کی ایک اور علامت رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جس وقت قیامت آئے گی اس وقت اس کرۂ زمین پر بدترین قسم کے لوگ آباد ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قیامت کے قریب ایک ہوا چلے گی اس سے اس روئے زمین پر کوئی ایسا شخص زندہ نہ رہے گا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا۔

ثم يبقى شرار الناس' عليهم تقوم الساعة۔ (مسلم حدیث نمبر ۱۹۲۴)

"پھر زمین میں صرف برے لوگ رہ جائیں گے' ان پر قیامت آئے گی۔"

انہی معنوں میں ایک اور حدیث ان الفاظ کے ساتھ مروی ہے جس کو سیدنا عبداللہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة الاعلیٰ شرار الناس))

(مسلم حدیث نمبر ۲۹۳۷، مسند احمد جلد ۴ ص ۱۸۲)

''قیامت بدترین لوگوں پر قائم ہوگی۔''

ان لوگوں کا شریر ہونا یہ ہے کہ ان میں نیکی اور بدی کا امتیاز نہیں رہے گا اور وہ گدھوں کی طرح آپس میں کشت وخون کریں گے۔

(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ترمذی حدیث نمبر ۲۲۱۴، مسند احمد جلد ۴ حدیث نمبر ۱۳۸۳۴، مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۹۴، صحیح ابن حبان جلد ۱۵ ص ۶۸۴۹، مسند ابی یعلی جلد ۶ حدیث نمبر ۲۵۲۶، مصنف عبدالرزاق جلد ۱۱ حدیث نمبر ۲۰۸۴۷، مسند ابی عوانہ جلد ۱ ص ۱۰۱، شرح السنہ جلد ۷ ص ۴۱۷۸، کنز العمال جلد ۱۴ حدیث نمبر ۳۸۴۸۵، مسند البزار جلد ۴ حدیث نمبر ۳۴۱۸، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۳۱)

بعض کتابوں میں یہ حدیث بھی نظر سے گذری ہے:

انه یاتی علیٰ الناس زمان هرج ولایأ نسون فیه الابکتبهم

''یعنی لوگوں میں انسانیت اور مروت نہ رہے گی۔ ان کی صحبت سے اچھے لوگوں کو اور تکلیف پہنچے گی۔ ایسی حالت میں ان کے لیے کتاب کے سوا اور کوئی رفیق اور ساتھی نہ ہوگا۔''

فتنہ انکار حدیث:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ لوگ حدیث کا انکار کریں گے چنانچہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاالفین احد کم متکئاً علیٰ اریکته، یاتیه الامر علیٰ امری مما امرت به، أونهیت عنه، فیقول لاندری، ماوجدنا فی کتاب الله اتبعناه))

(ابوداؤد باب لزوم السنۃ حدیث نمبر ۴۶۰۵ ابن ماجہ ص ۳)

''میں تم میں سے کسی کو نہ پاؤں کہ وہ اپنی مسند پر تکیہ لگائے (یعنی غرور و تکبر کی شان سے) بیٹھا ہو اور اس کے پاس میرے کاموں میں سے کوئی کام جس کے کرنے کا میں نے حکم دیا یا جس سے میں نے منع کیا ہے، وہ اس سے بیان کیا جائے، تو کہے کہ ہم نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانتے جو ہم نے قرآن میں پایا ہے اسی کو مانتے ہیں اور اسی کی اتباع کریں گے۔"

یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی ہے۔ جاہل ترین لوگ صوفوں پر بیٹھ کر حدیث رسولؐ کا انکار کرتے ہیں۔ سب سے پہلے معتزلہ نے حدیث رسولؐ کا انکار کیا تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی قدس سرہ لکھتے ہیں:

"اسلام میں تقریباً پہلی صدی تک صحیح احادیث کو بلا تفصیل متفقہ طور پر حجت سمجھا جاتا تھا حتیٰ کہ معتزلہ ظاہر ہوئے۔ ان کے دماغوں میں عقل کا غلبہ تھا۔ انہوں نے حشر ونشر' رؤیت باری تعالیٰ' صراط ومیزان' جنت وجہنم اور اس قسم کی اور احادیث کو قابل تسلیم نہ سمجھا اور اپنے اس مزاجی فساد کی وجہ سے اخبار متواترہ کے سوا بقیہ احادیث کا سرے سے انکار کر دیا اور بہت سی قرآنی آیات میں جو اپنے مذاق کے خلاف دیکھیں تاویلیں کر ڈالیں۔" (ترجمان السنہ جلد ا ص ۹۲)

اس کے بعد موجودہ دور میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ کہہ کر حدیث کا انکار کیا کہ جو حدیث میری وحی کے خلاف ہے وہ ردی کی ٹوکری میں ڈالنے کے قابل ہے۔ چنانچہ مرزا لکھتا ہے کہ

"اور جو شخص حکم ہو کر آیا ہو اس کو اختیار ہے کہ حدیثوں کے ذخیرہ میں سے جس انبار کو چاہے خدا سے علم پا کر قبول کرے اور جس ڈھیر کو چاہے خدا سے علم پا کر رد کر دے۔" (حاشیہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۰)

ایک اور کتاب میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ

"میرے اس دعویٰ کی حدیث بنیاد نہیں بلکہ قرآن اور وحی ہے جو میرے پر نازل ہوئی۔ ہاں' تاکیدی طور پر ہم وہ حدیثیں بھی پیش کرتے ہیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں اور میری وحی کے معارض نہیں۔ اور دوسری حدیثوں کو ہم ردی کی طرح پھینک دیتے ہیں۔" (ضمیمہ نزول المسیح ص ۳۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد برصغیر پاک و ہند میں جس شخص نے سب سے پہلے کھلم کھلا حدیث رسولؐ کا انکار کیا' وہ قاضی غلام نبی ولد قاضی نور عالم تھا۔ یہ شخص ضلع میانوالی کے ایک گاؤں چکڑالہ کا رہنے والا تھا۔ اس غلام نبی نے بعد میں اپنا نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھ لیا اور وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عبداللہ چکڑالوی کے نام سے مشہور ہوا۔ یہ شخص ڈپٹی نذیر احمد کا شاگرد تھا۔ ڈپٹی صاحب ترک تقلید (ترک تقلید کو مولانا اسماعیل سلفی حریت فکر کے نام سے موسوم کرتے ہیں) کر کے غیر مقلد تھے ان کا یہ شاگرد عبداللہ بھی غیر مقلد تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس نے سرے سے حدیث کا انکار شروع کر دیا۔ چکڑالہ کے لوگوں نے اس کے انکار حدیث کی وجہ سے اس کو خطابت سے الگ کر دیا۔ چنانچہ یہ وہاں سے ترک وطن کر کے جلال پور ضلع ملتان آ گیا [1]۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے ترجمۃ القرآن بآیات قرآن کے نام سے ایک تفسیر لکھی جس میں اپنے اس عقیدے کا پرچار کیا۔ چنانچہ اس میں ایک جگہ یہ لکھا:

''رسول اللہ کی زبان مبارک سے دین کے متعلق یا قرآن شریف نکلتا تھا اور یا سہواً اپنے خیالات و قیاسات جن میں القاء شیطانی موجود ہوتا تھا' جن کو اللہ تعالیٰ نے منسوخ و مذکور فی القرآن کر کے آپ کی اس سے بریت کر دی۔''

(تفسیر ترجمۃ القرآن ص ۴۴)

اپنی اس تفسیر میں ایک اور مقام پر وہ لکھتا ہے کہ

''کسی جگہ سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ قرآن کریم کے ساتھ کوئی اور شی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تھی۔ اگر کوئی شخص کسی مسئلہ میں قرآن کریم کے سوا کسی اور چیز سے دین اسلام میں حکم کرے گا تو وہ مطابق آیات مذکورہ بالا کافر' ظالم اور فاسق ہو جائے گا۔'' (ترجمۃ القرآن ص ۴۲' مطبوعہ ۱۳۲۰ھ)

انکار حدیث کی یہ تحریک ہندوستان میں ترک تقلید کے جوش میں اٹھی۔ ترک تقلید نے ان لوگوں کو گمراہی کے اس گڑھے میں جا پھینکا کہ منکرین حدیث (مثلاً عبداللہ چکڑالوی وغیرہ) پہلے فقہ کی بندش سے آزاد ہوئے پھر حدیث سے بالکلیہ آزادی حاصل کر لی۔ چنانچہ شیخ محمد اکرام لکھتے ہیں:

''اہل حدیث حضرات کے جوش و خروش کا دوسرا نتیجہ طبقہ اہل قرآن کا آغاز ہے۔ اہل حدیث اپنے آپ کو غیر مقلد کہتے ہیں۔ وہ فقہی ائمہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید سے آزاد ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کئی طبیعتوں کو جو زیادہ آزاد خیال تھیں' فقط فقہاء کی تقلید

---

[1] ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد چینیانوالی، لاہور کا امام بھی رہا تھا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آزادی کافی معلوم نہ ہوئی اور انہوں نے مختلف اسباب کی بنا پر احادیث سے بھی آزادی حاصل کرنا چاہی۔ اس گروہ کا ایک مرکز پنجاب میں ہے جہاں لوگ انہیں چکڑالوی کہتے ہیں اور یہ اپنے آپ کو ''اہل القرآن'' کا لقب دیتے ہیں۔ اس گروہ کا بانی مولوی عبداللہ چکڑالوی پہلے اہل حدیث تھا۔'' (موج کوثر ص ۵۲)

مولوی عبداللہ چکڑالوی کے بعد حافظ اسلم جیراج پوری نے حدیث کے انکار کا بیڑا اٹھایا۔ یہ شخص ریاست بھوپال کے مشہور اہل حدیث گھرانہ سے تعلق رکھتا تھا اور مشہور اہل حدیث عالم مولوی سلامت اللہ کا بیٹا تھا۔ اس نے کہا:

''نہ حدیث پر ہمارا ایمان ہے اور نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ نہ حدیث کے راوی پر ہمارا ایمان ہے نہ اس پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ نہ حدیث کی سند میں جو رجال ہیں ان پر ہمارا ایمان ہے نہ ان پر ایمان لانے کا ہم کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر یہ کس قدر عجیب بات ہے کہ ایسی غیر ایمانی اور غیر یقینی چیز کو ہم قرآن کی طرح حجت مانیں۔'' (مقام حدیث جلد ۱ ص ۱۶۹)

ایک اور مقام پر اسلم جیراج پوری لکھتا ہے:

''قرآن میں جہاں جہاں اللہ اور رسول کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے' اس سے مراد امام وقت یعنی مرکز ملت کی اطاعت ہے۔ جب تک محمد ﷺ امت میں موجود تھے' ان کی اطاعت اللہ اور رسول کی اطاعت تھی' اور آپ ﷺ کے زندہ جانشینوں کی اطاعت اللہ و رسول کی اطاعت ہو گی۔ اور اطاعت عربی میں کہتے ہیں زندہ کی فرماں برداری کو۔'' (مقام حدیث جلد ۱ ص ۷۷)

یہی نظریہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا وحید الزمان کا بھی ہے۔ انہوں نے بھی لکھا ہے:

ولا یجوز تقلید المجتھد المیت (ہدیۃ المھدی ص ۱۱۱)

''جو مجتہد فوت ہو چکا ہے اس کی تقلید جائز نہیں۔''

اسلم جیراج پوری کی خرافات کا مفصل جواب محدث العصر حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی ثم مدنی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ترجمان السنہ جلد اول کے مقدمہ میں دیا ہے جو پڑھنے کے قابل ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسلم جیراج پوری کے بعد نیاز فتح پوری مدیر ماہنامہ نگار انکار حدیث کا علم لے کر آگے بڑھے۔ انہوں نے ''من ویزدان'' نامی کتاب اور اپنی دوسری کئی ایک کتابوں اور مقالوں میں حدیث کا بڑی شدت اور بھونڈے پن سے انکار کیا۔ انہوں نے یہاں تک لکھا:

''اگر مولویوں کی جماعت واقعی مسلمان ہے تو میں یقیناً کافر ہوں۔ (اس میں شک بھی کیا ہے۔ظفر) اور اگر میں مسلمان ہوں تو یہ سب نامسلمان ہیں' کیونکہ ان کے نزدیک اسلام نام ہے کورانہ تقلید کا' اور تقلید بھی رسول واحکام رسول کی نہیں بلکہ بخاری ومسلم ومالک وغیرہ کی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ حقیقی کیفیت یقین کی اس وقت تک پیدا ہی نہیں ہوسکتی جب تک ہر شخص اپنی جگہ غور کر کے کسی نتیجہ پر نہ پہنچے۔ قصہ مختصر یہ کہ اولین بیزاری اسلامی لٹریچر کی طرف سے مجھ میں احادیث نے پیدا کی۔''

(من ویزدان جلد ا ص ۵۴۷)

اب نیاز صاحب نے ایک قدم اور بڑھایا اور لکھا:

''کلام مجید کو نہ کلام خداوندی سمجھتا ہوں اور نہ الہام ربانی بلکہ ایک انسان کا کلام جانتا ہوں۔'' (من ویزدان جلد ا ص ۵۴۹)

یہ نیاز صاحب نے بالکل صحیح اور درست لکھا کیونکہ انکار حدیث کا منطقی نتیجہ انکار قرآن ہی نکلتا ہے۔

پاکستان میں جس شخص نے حکومت کی سرپرستی میں انکار حدیث کے نظریہ کو فروغ دیا' وہ چوہدری غلام احمد پرویز تھا۔ یہ شخص اسلم جیراج پوری کا شاگرد تھا۔ اردو اچھی لکھ لیتا تھا۔ انداز تحریر سلیقہ وار اور الجھا ہوا تھا جس میں جھانک کر اصل فتنے کی نشان دہی کرنا بہت مشکل کام تھا۔ اس وجہ سے کئی سادہ لوح لوگ اس کی کتابوں اور اس کا رسالہ طلوع اسلام پڑھ کر اسلام سے دور ہوتے چلے گئے۔ اس شخص نے اسلام کے معجزات اور قرآن حکیم کے دوسرے صریح احکام کا انکار کیا۔ اور اپنی تحریروں سے لوگوں کے دلوں میں شکوک وارتیاب کے کانٹے بوئے' لیکن علمائے اسلام نے اس فتنہ کی سرکوبی کی۔ الحمدللہ اب یہ فتنہ کافی حد تک دب چکا ہے۔

علم کا کم ہونا اور جہالت کا پھیلنا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ علم دین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دنیا میں کم ہو جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے حدیث ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اشراط الساعة ان یرفع العلم ویثبت الجهل))

(بخاری جلد۱ص ۱۷۸' مسلم جلد ۱۶ص ۲۲۲)

''قیامت سے قبل ایک زمانہ ایسا آئے گا جب جہالت عام ہو جائے گی اور علم اٹھا لیا جائے گا۔''

سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان من اشراط الساعة ان یقل العلم ویظهر الجهل))

''بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ علم کم ہو جائے گا اور جہالت پھیل جائے گی۔''

(بخاری جلد۱ص ۱۷۸' جلد۹ص ۳۳۰' ترمذی جلد۴ص ۴۹۱' حدیث نمبر ۲۲۰۵)

علم کیسے کم ہو گا اور جہالت کیسے پھیلے گی رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں یوں فرمایا چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((ان الله لا یقبض العلم انتزاعاً ینتزعه من العباد' ولكن یقبض العلم بقبض العلماء' حتی اذا لم یبق عالماً اتخذالناس رؤوساً جهالاً' فسئلوا' فافتوا بغیر علم' فضلوا وأضلوا))

(بخاری جلد۱ص ۱۹۴' مسلم ج ۱۶ص ۲۲۳' ترمذی جلد ۵ص ۳۱' ابن ماجہ جلد۱ص ۲۰' مسند دارمی جلد۱ص ۸۸' مسند احمد جلد۲ص ۱۶۲' ص ۱۹۰)

''اللہ تعالیٰ علم عطاء کرنے کے بعد تم سے نہیں چھینے گا بلکہ علماء کی ارواح قبض کر کے علم چھینے گا۔ (یعنی جب کوئی عالم انتقال کر جائے گا تو اس کی وفات کے بعد پھر اتنا بڑا عالم نہیں ملے گا بلکہ جو شخص اس کا قائم مقام ہو گا وہ علم کے اس درجہ پر نہیں ہو گا جس درجہ اور مقام پر فوت شدہ عالم تھا) اور دنیا میں جاہل رہ جائیں گے جو بغیر علم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے فتویٰ دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ یہاں تک کہ کوئی عالم باقی نہیں رہے گا اور لوگ جاہلوں کو اپنا امام بنالیں گے۔ پھر ان سے دین کے بارے میں سوالات کریں گے۔ اور وہ بغیر علم کے فتویٰ دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

امام نووی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے پتہ چلا کہ علم کے کم ہونے یا علم کے چھیننے سے مراد یہ نہیں ہے کہ علماء کے دلوں سے علم محو کر دیا جائے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اہل علم اس دنیا سے انتقال کر جائیں گے اور لوگ جہلا کو عالم سمجھ کر ان کی تابعداری کرنا شروع کر دیں گے اور وہ اپنی جہالت سے فیصلہ کریں گے۔ وہ غلط فیصلے کر کے اور غلط مسائل بتا کر لوگوں کو گمراہ کریں گے اور خود بھی گمراہ ہوں گے۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱۶ ص ۲۲۳-۲۲۴)

اس حدیث میں علم سے مراد کتاب وسنت کا علم ہے اور وہ علم مراد ہے جو انبیاء علیہم السلام کی وراثت ہے کیونکہ حدیث میں ہے کہ ''العلماء ورثة الانبياء'' علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ اور جب علماء نہ رہیں گے تو علم بھی ان کے ساتھ چلا جائے گا' نتیجہ یہ ہوگا کہ سنتیں ختم ہو جائیں گی، بدعات کا زور ہوگا اور جہالت عام ہو جائے گی کیونکہ جب علم دین سے تعلق ختم ہو جائے تو ہر شعبہ میں بدعات کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اسلام کی روح غائب ہو جاتی ہے اور صرف اس کے دنیوی پہلو باقی رہ جاتے ہیں اور اسلام اپنی سطح سے اتر کر ماننے والوں کی سطح پر آ جاتا ہے۔ نظر نہ آنے والے خدا سے خوف ومحبت کا جذبہ سرد پڑ جاتا ہے' البتہ نظر آنے والے خداؤں کی تقدیس وتحمید زوروں پر شروع ہو جاتی ہے۔ خدا کے لیے تنہائیوں میں رونا اور خاموشیوں میں اس سے گڑ گڑانا باقی نہیں رہتا' البتہ لاؤڈ اسپیکروں پر اسلام کے ہنگامے خوب ترقی کرتے ہیں۔ نماز ان کے دلوں کو روشن نہیں کرتی البتہ مسجدوں کی روشنیاں پورے شباب پر پہنچ جاتی ہیں۔ روزہ سے صبر اور پرہیزگاری نکل جاتی ہے البتہ افطار وسحر کی دھوم اور رونقیں خوب بڑھ جاتی ہیں۔ مختصر یہ کہ خدا کے دین کو اپنی دنیادارانہ زندگی میں ڈھال لیا جاتا ہے۔

اس سلسلہ میں مورخ اسلام علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے ایک بڑی لطیف بات کہی ہے آپ نے علماء کے ایک گروہ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''آپ کو بہت تھوڑا علم دیا گیا۔ اب اس تھوڑے علم میں سے بھی بہت تھوڑے لوگوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں تھوڑا علم رہ گیا ہے۔ اور اب تھوڑے علم پر بھی بہت ہی تھوڑے لوگ علم حاصل کرنے والے ہیں۔ پس کافی ہے ہمارے لیے اللہ اور وہ بہترین کارساز ہے۔"

(تذکرۃ الحفاظ جلد۳ص ۱۰۳۱)

جب امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں علم کی قلت کی یہ حالت تھی تو ہمارے اس زمانہ میں کیا حال ہوگا؟ جوں جوں زمانۂ نبوت سے بعد ہوتا گیا علم کی قلت اور جہالت عام ہوتی گئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زمانۂ نبوت سے سب سے زیادہ قریب تھے اس لیے وہ اس امت میں سب سے زیادہ عالم تھے۔ ان کے بعد تابعین اور پھر تبع تابعین۔ اور ان تینوں کے زمانوں کو حدیث میں خیر القرون فرمایا گیا' جیسا کہ حدیث میں ہے:

((خیر الناس قرني' ثم الذین یلونھم' ثم الذین' یلونھم))

(مسلم جلد۱۶ص ۸۶)

سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں' پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں اور پھر وہ لوگ جو ان کے قریب ہیں۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

"جمہور علماء کے نزدیک ہر وہ مسلمان جس نے نبی اکرم ﷺ کو (بیداری میں) ایک نظر دیکھا ہو وہ صحابی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ میری امت کے بہترین لوگ میرا قرن ہیں' سو اس حدیث میں قرن کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ سیدنا مغیرہ رضی اللہ عنہ نے کہا: قرن سے مراد آپ کے صحابہ ہیں اور جو ان کے قریب ہیں اس سے مراد صحابہ کی اولاد ہیں اور جو ان کے قریب ہیں اس سے مراد صحابہ کی اولاد کی اولاد ہے۔ علامہ شہرستانی نے کہا ہے کہ قرن سے مراد اس وقت تک کا زمانہ ہے جب تک آپ کو دیکھنے والی ایک آنکھ بھی باقی ہو۔ اور دوسرا قرن اس وقت تک کا زمانہ ہے جب تک صحابہ رضی اللہ عنہم کو دیکھنے والی آنکھ بھی باقی ہو۔ اسی طرح تیسرا قرن ہے.......... صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا قرن صحابہ ہیں' دوسرا قرن تابعین ہیں اور تیسرا قرن تبع تابعین ہیں۔" (نووی جلد۱۶ص ۸۶)

علم کے اٹھ جانے اور جہل کے عام ہو جانے کے بارے میں علامہ بدرالدین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے جس طرح خبر دی ہے اس کا مصداق ہمارے زمانہ میں متحقق ہو گیا ہے کیونکہ لوگوں نے جہلا کو امیر بنا لیا ہے اور وہ اللہ کے دین میں اپنی رائے سے حکم لگا رہے ہیں اور اپنے جہل سے فتوے دے رہے ہیں۔ شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کیسے کہہ دیا حالانکہ ان کے زمانہ میں علماء بکثرت تھے۔ اور اگر ان کے زمانہ میں علم اٹھ چکا تھا تو ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا؟ (علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں) ان کے زمانہ میں تو مذاہب اربعہ کے علماء اور فقہاء کثرت سے تھے اور بڑے بڑے محدثین بھی تھے۔ ہمارے زمانہ کے متعلق کیا کہا جائے گا جس میں شہر علماء اور فقہاء سے خالی ہو چکے ہیں اور مجلسوں میں ان پڑھ لوگ صدر بن گئے ہیں اور جاہل لوگ فتویٰ دے رہے ہیں اور ناخواندہ اور ان پڑھ لوگ مدارس میں تدریس کر رہے ہیں اور ہم اللہ سے سلامتی اور عافیت کے طلبگار ہیں۔'' (عمدۃ القاری جلد۲ ص۸۳)

جب چھٹی اور نویں صدی کے یہ علماء اپنے اپنے زمانوں میں علم کے اٹھ جانے اور جہل کی کثرت کا رونا رو رہے ہیں تو ہم لوگ جو پندرھویں صدی ہجری میں رہ رہے ہیں' اس زمانہ میں علماء کی ناقدری اور قلت اور جاہلوں کے عروج کا رونا رونے کے ان سے زیادہ مستحق ہیں۔ اور اس کہنے میں ان سے زیادہ مستحق ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ پیش گوئی ہمارے زمانے کے لیے ہے۔

ایک اور حدیث میں جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ علم کو لوگوں سے نہیں چھینے گا لیکن علماء کو اٹھا کر علم کو اٹھا لے گا حتیٰ کہ جب کوئی عالم نہیں رہے گا تو لوگ جاہلوں کو سردار اور امام بنا لیں گے۔ ان سے سوال کیا جائے گا تو وہ بغیر علم کے جواب دیں گے۔ وہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے۔ اسی حدیث کے ضمن میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''یعنی اللہ تعالیٰ لوگوں کے سینوں سے علم نہیں نکالے گا بلکہ علماء کو اٹھا لے گا۔ علامہ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے: اللہ تعالیٰ علم کی نعمت دینے کے بعد واپس نہیں لے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ علم اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی شریعت کی نشر واشاعت کا ذریعہ ہے۔ ہاں جب لوگ علم کو ضائع کریں گے تو پھر بعد کے آنے والوں میں بتدریج علماء کم ہوتے جائیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں کو اس سے ڈرایا تھا جیسا کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ کی روایات میں اس کی تصریح ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ لوگ جاہلوں کو سردار بنالیں گے' اس سے مراد جہل بسیط ہے یا جہل مرکب۔ (جہل بسیط سے مراد ہے کسی شی کا علم نہ ہونا اور جہل مرکب سے مراد یہ ہے کہ انسان کو کسی شی کا علم نہ ہو اور اس کو یہ اعتقاد ہو کہ اس کو اس چیز کا علم ہے) اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں دونوں قسم کا جہل مراد ہے۔ اور جاہلوں کو سردار بنانے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مفتی یا قاضی بنالیا جائے گا۔ (یا جاہلوں کو پیر یا شیخ طریقت بنالیا جائے گا کیونکہ لوگ مفتی یا قاضی کو بہ نسبت اپنے شیخ کے قول کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں)

(عمدۃ القاری جلد ۲ ص ۱۳۱-۱۳۲)

بعض روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ علم سینوں میں سے بھی اٹھا لیا جائے گا۔ جب علم اٹھا لیا جائے گا اور ہر طرف جہالت کا دور دورہ ہوگا تو لوگ اس قدر جاہل ہو جائیں گے کہ انہیں اسلام کے فرائض کا بھی پتہ نہیں ہوگا کہ وہ کیا ہیں۔ چنانچہ سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اسلام دنیا سے اس طرح ختم ہو جائے گا جس طرح کپڑے سے داغ دور ہوتا ہے حتیٰ کہ روزہ' نماز' قربانی اور صدقہ وغیرہ کا بھی کسی کو علم نہیں ہوگا۔ اور ایک رات ایسی آئے گی کہ قرآن حکیم کی ایک آیت بھی دنیا میں باقی نہیں رہے گی (یعنی سفینوں اور سینوں سے آیات کو محو کر دیا جائے گا) اور دنیا میں بوڑھے مرد اور عورتیں رہ جائیں گی اور وہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے آباء واجداد کو کلمہ لا الٰہ الا اللہ پڑھتے ہوئے پایا اسی وجہ سے ہم یہ کلمہ پڑھتے ہیں۔"

(سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۳۴۴' مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۴۷۳ وقال ہذا حدیث صحیح علی شرط مسلم' ولم یخرجاہ' ووافقہ الذہبی حجر: اخرجہ ابن ماجہ بسند قوی' فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۶)

اور سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قرآن حکیم تمہارے درمیان سے کھینچ لیا جائے گا۔ ایک رات ایسی گذرے گی کہ یہ لوگوں کے سینوں سے بھی چلا جائے گا اور زمین

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں اس میں سے کوئی شی نہ رہے گی۔"

(رواہ الطبرانی ورجالہ رجال الصحیح، مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۹-۳۳۰، وقال ابن حجر: سندہ صحیح ولکنہ موقوف، فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۶)

اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں قرآن حکیم مصاحف اور سینوں دونوں سے چلا جائے گا اور سینوں میں اس کا کوئی اور مصاحف میں بھی اس کا کوئی حرف باقی نہیں رہے گا۔ (مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۳ ص ۱۹۸-۱۹۹)

اور اس سے بھی بڑی شی یہ ہوگی کہ دنیا میں بھی اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہیں رہے گا جیسا کہ مسلم جلد ۲ ص ۱۷۸ کی حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں مروی ہے۔

سرکار دو عالم ﷺ کی یہ حدیث بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس میں آپ نے فرمایا:

((ان من اشراط الساعة ان يتدافع اهل المسجد لا يجدون اماماً يصلي بهم)) (ابوداؤد حدیث نمبر ۵۸۱، مسند احمد جلد ۶ ص ۳۸۱)

"یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ مسجد والے امامت ایک دوسرے پر ڈالیں گے اور کسی کو امام نہ پائیں گے جو انہیں نماز پڑھائے۔"

اس حدیث میں مراد جہالت کی کثرت ہے اور از راہ انکسار نہیں بلکہ از راہ جہالت کوئی بھی نماز پڑھانے کے لیے تیار نہ ہوگا۔ گویا نماز جیسے اہم ترین رکن کو ارکان و آداب اور فرائض و سنن سمیت جاننے والا اور صحیح طور پر ادا کر سکنے کی صلاحیت رکھنے والا آدمی نہیں ملے گا۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں تھے۔ آپ نے آسمان کو غور و فکر کی نگاہ سے دیکھا۔ پھر فرمایا: "وقت آ گیا ہے کہ لوگوں سے علم زبردستی چھین لیا جائے حتیٰ کہ تم لوگ کسی شی پر قدرت نہ رکھو گے۔" زیاد بن لبید انصاری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! علم ہم سے کیسے اچک لیا جائے گا جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں؟" بخدا! ہم اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی یہ پڑھائیں گے۔" آپ نے ارشاد فرمایا:

"تیری ماں تجھے گم کرے، اے زیاد! تو تو مدینہ کے سمجھدار لوگوں میں شمار ہوتا ہے، یہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تورات اور انجیل یہود و نصاریٰ کے پاس موجود ہے' اس سے انہیں کیا فائدہ؟''

سیدنا جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں' میں سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ملا اور ان سے کہا: کیا آپ نے نہیں سنا کہ آپ کے بھائی ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کیا کہتے ہیں؟ میں نے انہیں بتایا جو ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا۔ انہوں نے فرمایا: ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے سچ کہا۔ اگر تو چاہتا ہے تو میں تمہیں بتاتا ہوں کہ علم میں سے سب سے پہلے خشوع لوگوں میں سے اٹھایا جائے گا۔ عنقریب ایک شخص جماعت کے لیے مسجد میں داخل ہوگا وہاں وہ ایک شخص کو بھی خشوع کرنے والا نہ پائے گا۔

(ترمذی جلد ۵ ص ۳۱-۳۲' ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۸-۴' مسند الدارمی جلد ا ص ۸۷)

محدثین رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ علم کے اٹھائے جانے سے مراد عمل کا نہ ہونا ہے۔ چنانچہ ایک روایت میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''حفظ قرآن سے مراد قرآن کے حروف کا یاد کرنا نہیں بلکہ اس کی حدود کا قائم کرنا ہے۔'' عمل کے چلے جانے کے بعد پھر حروف اور کتابت قرآنی بھی اٹھالی جائے گی جیسا کہ احادیث سے پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر مظہری میں ایک روایت نقل کی ہے کہ قرب قیامت میں قرآن حکیم کے حروف بھی اٹھا لیے جائیں گے۔ قرآن اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرض کرے گا: اے اللہ! میں دنیا سے آ گیا ہوں۔ حق تعالیٰ پوچھیں: کیوں آیا' کیا لوگ تمہیں پڑھتے نہیں تھے؟ وہ عرض کرے گا "اتلی ولا یعمل بی" میں پڑھا تو جاتا تھا لیکن لوگ عمل میرے مطابق نہیں کرتے تھے۔

گویا قرآن حکیم کو قرب قیامت میں حریر و پرنیاں کے غلافوں میں رکھ کر طاقوں میں سجایا تو جائے گا لیکن عمل اس کے مطابق نہیں کیا جائے گا اس وجہ سے وہ دنیا والوں سے ناراض ہو کر اوپر چلا جائے گا۔

امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن ماجہ نے اسی سلسلہ میں ایک روایت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''علم فرائض سیکھو اور دوسرے لوگوں کو بھی سکھاؤ کیونکہ یہ آدھا علم ہے۔ اور یہ بھلا دیا جائے گا۔ اور یہ پہلی چیز ہے جو میری امت سے چھین لی جائے گی۔''

(ابن ماجہ جلد ۲ ص ۹۰۸ حدیث نمبر ۲۷۱۹' اخرجہ الحاکم فی المستدرک وقال: انہ صحیح الاسناد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ یہ علم قریباً چھین ہی لیا گیا ہے کوئی شخص اس پر عمل نہیں کرتا۔

اب پھر وہ حدیث نقل کرتے ہیں جو گذشتہ صفحات میں نقل کی ہے کہ قیامت کے قریبی زمانہ میں اسلام دنیا سے ایسے ختم ہو جائے گا جیسے نقش و نگار والا کپڑا ختم ہو جاتا ہے۔ روزہ' نماز' قربانی اور صدقہ وغیرہ سب ختم ہو جائیں گے۔ اور پھر ایک رات ایسی آئے گی کہ قرآن حکیم پورے کا پورا ختم ہو جائے گا اور ایک آیت بھی زمین میں باقی نہ رہے گی نہ سینوں میں اور نہ سفینوں میں' چند بوڑھے مرد اور بوڑھی عورتیں رہ جائیں گی جو یہ کہیں گی کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھتے سنا اس وجہ سے ہم بھی یہ پڑھ رہے ہیں۔

(سنن ابی ماجہ جلد ۲ ص ۱۳۴۴' حدیث نمبر ۴۰۴۹' قال فی مصباح الزجاجہ رجالہ ثقات ورواہ الحاکم جلد ۴ ص ۴۷۳ وقال اسنادہ صحیح علی شرط مسلم)

فوجی افسروں کی کثرت اور ظلم:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی بتائی گئی ہے کہ آخری زمانے میں فوجی افسروں کی کثرت ہو جائے گی اور وہ ڈنڈوں سے لوگوں کو ماریں گے' چنانچہ سیدنا ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس امت میں آخری زمانے میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے یا آپ ﷺ نے فرمایا: اس امت میں آخری زمانہ میں کچھ لوگ ایسے پیدا ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے اور ڈنڈے ہوں گے۔ یہ لوگ اللہ کی ناراضگی میں صبح کریں گے اور اللہ کے غضب میں رات گذاریں گے۔ (مسند احمد جلد ۵ ص ۲۵۰)

اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں اس سلسلہ میں ایک اور روایت نقل کی ہے کہ آخری زمانہ میں کچھ فوجی افسر ایسے ہوں گے جو صبح اللہ کے غضب میں اور رات اللہ کے غصہ اور ناراضگی میں گذاریں گے۔ ان کی دوستی اور یارانہ سے بچتے رہو۔

(اتحاف الجماعۃ بما جاء فی الفتن والملاحم واشراط الساعۃ جلد ۱ ص ۵۰۷ مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۲۳۴' والحدیث صحیح کما فی صحیح الجامع جلد ۳ ص ۳۱۷ حدیث نمبر ۳۵۶۰)

ان احادیث نبویہ میں ان لوگوں کے لیے جہنم کی وعید ہے جو لوگوں پر زبردستی مسلط ہوتے ہیں اور بغیر کسی جرم اور گناہ کے انہیں تکلیف اور سزا دیتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی سلسلہ میں امام مسلم نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: دو گروہ اہل جہنم میں سے ہیں:

((قوم معهم سياط كاذناب البقر' يضربون بها الناس)) (مسلم جلد ۷ اص ۱۹۰)

''ایک وہ گروہ جن کے پاس گائے کی دموں کی مانند (موٹے موٹے) ہنٹر ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔''

یہ کوڑوں سے مارنے والے لوگ کون ہوں گے' امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حکومت کے لونڈے اور نوجوان افسر ہوں گے جو لوگوں کو ناجائز ماریں گے۔

(نووی جلد ۷ اص ۱۹۰)

اور مسلم ہی میں ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے انہیں فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ نے تری عمر لمبی کی تو تو ضرور دیکھے گا کچھ ایسے لوگوں کو جو صبح اللہ کی ناراضگی اور رات اللہ کی رحمت سے دوری میں (یعنی لعنت میں) گذاریں گے' اور وہ لوگ ہوں گے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے (اور وہ ان سے لوگوں کو ناجائز ماریں گے)۔ (مسلم جلد ۷ اص ۱۹۰)

اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((يكون عليكم امراء هم شر من المجوس))

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۲۳۵ ورجالہ رجال الصحیح)

''تم پر کچھ ایسے صاحبان اقتدار مسلط ہوں گے جو مجوسیوں سے بھی بدتر ہوں گے۔''

معاشرہ میں زنا کا پھیلنا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حدیث میں یہ بتائی گئی کہ معاشرہ میں زنا عام ہو جائے گا' چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان من اشراط الساعة .... (فذكرمنها) ويظهر الزنا))

(بخاری جلد اص ۱۸۷' مسلم مع شرح نووی جلد ۱۶ اص ۲۲۱)

''یعنی قیامت کی نشانیوں میں سے (ایک نشانی آپ نے یہ ذکر فرمائی) کہ زنا عام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہو جائے گا۔"

اور ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عنقریب لوگوں پر کچھ سال ایسے گذریں گے جن میں ان میں بے حیائی پھیل جائے گی۔ (تشيع فيها الفاحشة)

(مستدرک حاکم جلد۴ ص۵۱۲ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد ولم یخرجاہ ووافقہ الذہبی)

اور سب سے بڑی شی یہ ہے کہ نہ صرف زنا عام ہو جائے بلکہ زنا کو حلال سمجھا جانے لگے گا۔ اور کسی حرام شی کو حلال جاننا گناہ نہیں بلکہ کفر ہے۔ غیر مسلم تو زنا کو حلال سمجھ ہی رہے ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ میں فحاشی (Pornography) کا ایک سیلاب امڈا ہوا ہے۔ اربوں ڈالر اس پر خرچ ہو رہے ہیں۔ زنا کی دعوت عام دی جا رہی ہے بلکہ اس وقت نکاح کی جگہ بھی زنا نے لے لی ہے۔ ہر شخص اس بات پر فخر کر رہا ہے کہ میں نے اتنی رکھیل (Keeps) رکھی ہوئی ہیں۔ آج یورپ اور امریکہ میں عورتوں کو غیر معمولی اہمیت دینے کی وجہ سے لوگوں نے اس سے فرار کا راستہ زنا نکال لیا ہے۔ یورپ میں جب کوئی عورت طلاق لینے کے لیے عدالت میں مقدمہ دائر کرتی ہے تو عدالت بغیر سوچے سمجھے نہ صرف اس کی طلاق منظور کر لیتی ہے بلکہ مرد کی جائیداد میں سے بھی آدھی اس کے نام کر دیتی ہے۔ اور عورت کو بیٹھے بٹھائے مرد کی جائیداد مل جاتی ہے۔ عورتیں اس قانون سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مختلف مردوں سے شادی کر کے بعد میں طلاق کے لیے عدالت میں درخواست دے دیتی ہیں۔ اور مردوں کی آدھی جائیداد میں شریک ہو جاتی ہیں۔ اب مردوں نے تقسیم جائیداد سے بچنے کے لیے عورتوں سے نکاح کرنے کی بجائے ان کو رکھیل رکھنا شروع کر دیا۔ لہٰذا جب وہ اپنی کسی رکھیل اور داشتہ کو چھوڑتے ہیں تو وہ چونکہ قانونی بیوی تو ہوتی نہیں اس وجہ سے عدالت میں نہیں جا سکتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج یورپ اور امریکہ میں ستر اسی فیصد لوگوں نے نکاح کرنا ہی چھوڑ دیا ہے اور عورتوں کو بیوی کے بجائے رکھیل (Keeps) کے طور پر رکھنا شروع کر دیا۔

لیکن یہ تو غیر مسلموں کی بات ہے۔ افسوس یہ ہے کہ اب مسلمانوں میں بھی زنا کی وبا عام ہوتی جا رہی ہے۔ اور مغربی اقوام کے خدا نا آشنا معاشرہ کو دیکھ کر وہ بھی زنا کو فیشن میں شمار کرنے لگے ہیں۔ موجودہ دور میں کمپیوٹر اور ٹی۔ وی نے بھی اس میں بڑا رول ادا کیا ہے اور اب اسلامی ملکوں میں بھی کئی الٹرا ماڈرن گھرانے ایسے ہیں جن میں مرد و عورت کے اختلاط کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کوئی برائی نہیں سمجھا جاتا۔ عورتوں کے میک اپ کی وبا دن بدن پھیل رہی ہے وہ بھی اپنے خاوند کے لیے نہیں بلکہ باہر مختلف پارٹیوں میں جانے کے لیے' اوران پارٹیوں میں جانے کے لیے جہاں مردوں اور عورتوں کا اختلاط عام ہوتا ہے۔ پھر لباس میں بھی فیشن کی وبا نے جو سر نکالا ہے وہ بھی زنا کی طرف سندیسہ دینے کے مترادف ہے۔ اسی وجہ سے بعض احادیث میں قرب قیامت کے قریب عورتوں کے بارے میں یہ بتایا گیا ہے کہ اگر چہ انہوں نے لباس پہنا ہوگا لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہوں گی اور اپنے لباس اور میک اپ سے دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہوں گی۔ اور ان ساری باتوں کو وہ برائی نہیں بلکہ حلال اور جائز سمجھ کر کریں گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی بھی خبر دی ہے۔ سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((لیکونن فی امتی اقوام یستحلون الحر والحریر)) (بخاری جلد ۱۰ص ۵۱)

''ضرور میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو عورت کی شرمگاہ اور ریشمی لباس کو حلال قرار دیں گے۔''

بلکہ آخری زمانے میں تو آپ نے پیش گوئی کے طور پر فرمایا کہ مومنوں کے اس دنیا سے چلے جانے کے بعد بدترین لوگ دنیا میں رہ جائیں گے اور وہ گدھوں کی طرح برسرعام زنا کریں گے۔ چنانچہ سیدنا نواس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ویبقی شرار الناس' یتهارجون فیها تهارج الحمر' فعلیهم تقوم الساعة))

(مسلم جلد ۱۸ص ۷۰ مع شرح نووی باب ذکر الدجال)

''اور برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو گدھوں کی طرح کھلے عام جماع کریں گے اور انہی پر قیامت قائم ہوگی۔''

"یتهارجون" کا لفظ هرج سے مشتق ہے اور اس کا مطلب ہے جماع اور کثرت نکاح اور یہاں معنی یہ ہے کہ مرد عورتوں سے سرعام جماع اور مباشرت کریں گے جیسا کہ گدھے کرتے ہیں۔ (ملاحظہ ہوالنہایۃ فی غریب الحدیث جلد ۵ص ۲۵۷' نووی شرح مسلم جلد ۱۸ص ۷۰)

اور مسند ابو یعلی میں اسی سلسلہ میں ایک حدیث مروی ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میری جان ہے یہ امت اس وقت تک فنا نہیں ہوگی جب تک کہ ایک آدمی ایک عورت کو پکڑے گا اور راستہ میں اس کے ساتھ زنا کرے گا۔ اس وقت ان لوگوں میں سب سے نیک آدمی وہ ہو گا جو یہ کہے گا کہ تمہیں راستہ میں یہ کام نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اس دیوار کے پیچھے یہ کام کرتا۔
(مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۳۱' ورجالہ رجال الصحیح)

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب المفہم میں کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بخاری کی حدیث انس بن مالک رضی اللہ عنہ میں جو خبر دی ہے کہ زنا عام ہو جائے گا' ہم اس کی صداقت اپنے اس زمانہ میں دیکھ رہے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۷۹) جب امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں یہ حال تھا تو اس زمانہ میں تو جہالت اور فحاشی کا زیادہ دور دورہ ہے لہٰذا اب تو حالت اور زیادہ خراب ہو رہی ہے اور دن بدن خراب سے خراب تر ہو رہی ہے۔ دنیا میں جنسیات کو ایک سائنس بنا دیا گیا ہے۔ پورنو گرافی (Pornography) کا مغربی ممالک میں عام چرچہ ہے اور مشرقی ممالک اور مشرق بعید کے ممالک بھی مغرب والوں سے پیچھے نہیں ہیں اور مسلمان ملکوں میں بھی زنا کی یہ وبا عام پھیل رہی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کو ہم اپنی آنکھوں سے سچا دیکھ رہے ہیں۔

سود کا معاشرہ میں پھیلنا:

سود کو عربی زبان میں کو ربوا کہتے ہیں۔ امام راغب اصفہانی فرماتے ہیں کہ رأس المال یعنی اصلی سرمایہ پر جو زیادتی ہو وہ ربا ہے لیکن قانون میں اس زیادتی کو خاص طور پر کہتے ہیں جو ایک مخصوص طریقہ پر ہو۔ علامہ محمود حسن ٹونکی صاحب معجم المصنفین فرماتے ہیں کہ ربا کی تعریف یہ ہے کہ لین دین کے معاہدے میں عوضین مماثلین میں سے ایک عوض کا دوسرے عوض پر زیادت مذکور ہونا یا عوضین میں سے عوض دین پر زیادت مذکور ہونا' اور معاہدے میں زیادت مذکور ہوتی ہے تو اس زیادت کا نام عرب میں ربا ہے۔ اور معاہدے میں مذکور ہونے کی وجہ سے اس کو مشروط کہا جائے گا۔

حکیم الامت حضرت شاہ ولی اللہ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں: ''ربا وہ قرض ہے جو اس شرط پر ہو کہ قرض دار نے قرض خواہ سے جس قدر لیا ہے اس سے زیادہ یا اس سے اچھا واپس کرے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عرب میں سود کا عام رواج تھا۔ تمام دولت مند لوگ سود پر لین دین کرتے تھے۔ سیدنا عباس بن عبدالمطلب سود خوری میں نہایت شہرت رکھتے تھے۔ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سود پر قرض دیتے تھے۔ مسعود بن عروہ ثقفی طائف کا مشہور رئیس تھا اور اس کے بھائی بھی نہایت دولت مند تھے۔ بنو مغیرہ ان ہی لوگوں میں سود پر وادوستد کرتے تھے۔ طائف کے لوگوں سے رسول اللہ ﷺ نے جن شرائط پر مصالحت کی ان میں ایک ضروری شرط یہ بھی تھی کہ وہ سود خوری نہیں کریں گے۔

اسلام نے سود کو اس وقت حرام قرار دیا جب ساری دنیا میں سود کا چلن تھا۔ ان لوگوں کا کہنا یہ تھا کہ مالی نفع تجارت میں بھی ہوتا ہے' جب تجارت حرام نہیں تو سود کیوں حرام ہے۔ یہ ساری خرابی اس وجہ سے تھی کہ وہ لوگ تجارت کی نوعیت اور سود کی نوعیت میں فرق نہیں سمجھتے تھے۔ اور دونوں کو ایک ہی قسم کی چیز سمجھ کر استدلال کرتے تھے۔ اسی طرح کے دلائل موجودہ زمانے کے سود خور بھی سود کے جواز کے بارے میں دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ شخص جس روپے سے خود فائدہ اٹھا سکتا تھا اسے وہ قرض پر دوسرے کے حوالے کرتا ہے۔ وہ دوسرا شخص بھی اس سے بہر حال فائدہ ہی اٹھاتا ہے۔ پھر آخر کیا وجہ ہے کہ قرض دینے والے کے روپے سے جو فائدہ قرض لینے والا اٹھا رہا ہے اس میں سے ایک حصہ وہ قرض دینے والے کو ادا نہ کرے؟ لیکن یہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے کہ دنیا میں جتنے کاروبار ہیں' ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں ہے جس میں آدمی نقصان کا خطرہ مول نہ لیتا ہو' اور جس میں آدمی کے لیے لازماً ایک مقررہ منافع کی ضمانت ہو' پھر آخر پوری کاروباری دنیا میں ایک قرض دینے والا سرمایہ دار ہی ایسا کیوں ہو جو نقصان کے خطرہ سے بچ کر ایک مقرر اور لازمی منافع کا حق دار ہو۔

اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ تجارت میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہر وقت لگا رہتا ہے اور تاجر کو نقصان سے بچنے کے لیے وقت' محنت اور ذہانت سب کچھ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پھر تجارتی معاہدہ تو ہر وقت ختم ہو جاتا ہے' برخلاف اس کے مدت اور مہلت کے ساتھ ساتھ سود خور کے مطالبات کی میزان بھی بڑھتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ اکثر اوقات قرض دار تباہی اور بربادی کے کنارے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے سود کو حرام قرار دیا اور بیع کو جائز۔ اور جب حکیم مطلق ایک معاملہ کو جائز اور دوسرے کو ناجائز قرار دے تو اس کے معنی ہی یہ ہیں کہ جائز کے اندر بے شمار منافع اور مصالح ہیں جب کہ حرام میں بے حد مفاسد اور نقصانات ہیں۔

سود کو اسلام نے چونکہ حرام قرار دیا اس لیے اس میں بے شمار مفاسد اور نقصانات ہیں، لیکن حرمت سود کا نظریہ جدید اقتصادی نظام میں صرف معذرت خواہی پر مبنی نہیں بلکہ معاشی نقطہ نظر سے جواز سود کے نظریہ پر مجوزین کو ایک چیلنج ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سود معاشی نظام کی ترقی کا باعث ہے اور قرآن کا دعویٰ ہے کہ سود معاشی اور عقلی نقطہ نظر سے انسانی معیشت و اقتصاد کے لیے تباہ کن ہے۔ چنانچہ حکیم الامت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے مفاسد پر بحث کی ہے۔

لیکن وہ اہل علم کس قدر سادہ لوح ہیں جو سود کے بارے میں قرآن اور سنت کے سنگین لب ولہجہ کے باوجود تجارتی اور کاروباری سود کو سود نہیں سمجھتے اور لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ یہ منافع ہے سود نہیں۔ بڑے بڑے اس بازار زر میں بہک گئے ہیں اور بڑی جسارت کے ساتھ جواز سود پر رسالے اور کتابیں لکھ گئے۔ حالانکہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سود کو بھی چھوڑ دو اور اس کے شائبہ کو بھی چھوڑ دو۔ اللہ بھلا کرے فضیلۃ الشیخ عبداللہ دراز مرحوم کا کہ انہوں نے ۱۹۵۱ء میں پیرس میں ہونے والے کلوکیم میں پوری انسانیت کے سامنے یہ بات کھول کر پیش کر دی کہ اسلام کسی درجہ میں سود کو گوارا نہیں کرتا۔ اور خواہ اقتصادی احوال و ظروف میں کیسے تغیرات رونما ہو چکے لیکن اسلام میں سود کی ساری انواع قطعاً حرام ہیں۔

"فجميع انواع الربا محرمة تحريماً قطعياً"

سود خوری کے نظام نے لوگوں کو اس قدر بے رحم اور سنگ دل بنا دیا ہے کہ جو لوگ قرض ادا نہیں کر سکتے ان پر طرح طرح کی سختیاں کی جاتی ہیں۔ ان کی جائیدادیں اونے پونے میں نیلام کر دی جاتی ہیں۔ آج اس تمدن کے زمانہ میں قرض کی زنجیر مقروضوں کے لیے بہت بھاری ہو چکی ہے خواہ وہ حکومتوں کے قرض ہوں یا انفرادی قرض ہوں۔ بلکہ سرمایہ دارانہ نظام نے اس کو اور بھاری بنا دیا ہے۔ اسلام کی کتاب قرآن حکیم نے اس سارے نظام کے خلاف احتجاج کیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں خود اللہ تعالیٰ کی زبان سے یہ بیان کر کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہ قیامت کے روز میں خود تین آدمیوں کا فریق ہوں گا۔ جن میں ایک شخص وہ ہے جس نے کسی آزاد شخص کو فروخت کیا اور اس کی قیمت کھائی۔ اس کو اور بھی موکد کر دیا اور قرض کے معاملہ میں تنگ دستوں پر احسان کرنے کی متعدد صورتیں بتائی ہیں۔ یعنی مہلت دینا، قرض کا معاف کرنا اور انسانیت کے ساتھ تقاضا کرنا اور اس کو ایسا ثواب کا کام بتایا کہ اگر ایک شخص اس کے سوا نیکی کا اور کوئی کام نہ کرے تب بھی یہی ایک کام اس کی مغفرت کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک شخص جو نیکی کا کوئی کام نہ کرتا تھا۔ لوگوں کو قرض دیتا تھا اور جب کوئی مقروض اس کو تنگدست نظر آتا تھا تو اپنے ملازموں سے کہتا تھا کہ اس سے درگذر کرو شاید ہم سے خدا درگذر کرے۔ چنانچہ خدا نے اس کے بدلے میں اس سے درگذر کیا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو یہ پسند ہو کہ خدا قیامت کی تکلیف سے اس کو نجات دے وہ تنگ دست کو مہلت دے یا پھر اس کو معاف کر دے۔

انہی خرابیوں کی وجہ سے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا لیکن فرانس کے صنعتی انقلاب کے بعد یہودیوں نے بینکوں کے ذریعہ سے پوری دنیا میں سود کو اس طرح پھیلا دیا کہ مسلم اور غیر مسلم ملکوں میں ہر شعبہ زندگی میں سود کا چلن ہو گیا بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد ہی سود پر ہے۔ اور اب حالت یہ ہے کہ پوری دنیا میں کوئی شخص ایسا نہیں رہا جو سود سے بچ سکے اور رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی پوری ہو گئی جو آپ نے فرمائی تھی کہ

((بین یدی الساعة یظهر الربا))

(رواہ الطبرانی کما فی الترغیب والترہیب للمنذری جلد ۳ ص ۹)

''قیامت سے پہلے سود عام ہو جائے گا۔''

مال و دولت کی حرص نے لوگوں میں سے حلال و حرام کی تمیز ختم کر دی۔ اب ہر شخص کا مقصد زندگی مال اکٹھا کرنا رہ گیا ہے۔ شیخ سعدی رحمہ اللہ نے تو کئی سو سال قبل یہ کہا تھا ؎

ہفت اقلیم ار بگیرد بادشاہ
ہم چناں در بند اقلیم دگر

یعنی بادشاہ اگر ہفت اقلیم بھی حاصل کر لے پھر بھی وہ ایک اور اقلیم کو حاصل کرنے کے درپے ہو گا۔ اسی طرح اس زمانہ میں اگر کسی شخص کے پاس لاکھوں کروڑوں روپے ہے پھر بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

وہ دن رات اسی کوشش میں رہتا ہے کہ ان کروڑوں کے ساتھ اور کروڑوں بنالوں۔ حکومتوں کی مختلف اسکیمیں بھی سود پر مبنی ہیں اور ہر شخص اپنے سرمایہ کو دگنے چوگنے کرنے کی فکر میں ہے۔ لیکن اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ جو مال وہ حاصل کر رہا ہے وہ حلال طریقہ سے ہے یا حرام طریقہ سے۔ حالانکہ اسلام نے مال کے کمانے اور خرچ کرنے دونوں پر قدغن اور پابندی لگائی ہے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے روز ہر شخص سے پانچ سوال پوچھے جائیں گے جن میں دو سوال مال کے بارے میں ہوں گے۔

من این اکتسبہ وفیما انفقہ۔

''مال کہاں سے حاصل کیا اور کہاں خرچ کیا''

یعنی مال کیسے کمایا حلال طریقے سے یا حرام طریقے سے اور کہاں کہاں خرچ کیا جائز جگہ پر یا ناجائز جگہ پر۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

((لیاتین علی الناس زمان' لایبالی المرء بما اخذ المال' أمن حلال أم من حرام)) (بخاری جلد ۴ ص ۳۱۴)

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا آدمی اس بات کی کوئی پروا نہیں کرے گا کہ وہ حلال طریقے سے مال حاصل کر رہا ہے یا حرام طریقے سے۔''

اس زمانہ میں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ اکثر مسلمان مال اکٹھا کرنے کی فکر میں ہیں لیکن یہ کسی کو فکر نہیں کہ مال کمانے کا یہ طریقہ جائز ہے یا ناجائز' حلال ہے یا حرام' حتی کہ سود حاصل کر کے بھی اپنے مالوں میں اضافہ کیا جا رہا ہے۔ بنکوں کے سود لینے دینے میں تو بڑے زاہدان شب زندہ دار کے چہروں پر بھی کوئی پریشانی لاحق نہیں ہوتی بلکہ نہایت خوش دلی سے سود کھایا جا رہا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں جس کو ابن ماجہ اور سنن ابوداؤد میں روایت کیا گیا ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جس میں کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو سود نہ کھائے گا۔ اگر وہ براہ راست نہیں کھائے گا تو اس کا غبار یا دھواں اڑ کر ضرور اس تک پہنچے گا۔ اس زمانہ میں کچھ لوگ تو براہ راست سود کھاتے ہیں' اور جو براہ راست نہیں کھاتے وہ بذریعہ تجارت اور کاروبار کھاتے ہیں کیونکہ اس زمانہ میں تمام کاروبار اور تجارت سود پر مبنی ہے۔ ہر شخص الا ماشاء اللہ بنکوں' نیشنل سیونگز' اور مختلف انعامات اور پرائز بانڈوں کی شکل میں سود کھا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رہا ہے۔ امراء اور اہل دولت کروڑوں روپے مختلف اسکیموں میں لگا کر سود حاصل کر رہے ہیں یہ یورپ کے تمدن اور اس کی معیشت کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ عالم گیر اثر ہے۔

شراب پینے کی کثرت اور اس کو حلال سمجھنا:

ایک اور علامت جو حدیث میں قیامت کی بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قسم قسم کی شرابیں پی جائیں گی۔ بلکہ بعض لوگوں نے شراب کا نام ہی کچھ اور رکھ لیا ہے۔ چنانچہ مسلم میں حدیث ہے کہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((من اشراط الساعة .... (وذکر منها) ویشرب الخمر))

(مسلم جلد ۱۶ ص ۲۲۱)

''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ شراب عام پی جائے گی۔''

بلکہ بعض روایات میں تو یہ فرمایا کہ اس امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شراب کو پینا حلال سمجھیں گے چنانچہ ان میں سے ایک روایت سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لتستحلن طائفة من امتی الخمر باسم یسمونها ایاه))

(مسند احمد جلد ۵ ص ۳۱۸' سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۱۲۳)

''میری امت کا ایک گروہ شراب کو حلال سمجھے گا اور اس کا کوئی اور نام رکھ لے گا۔''

چنانچہ لوگوں نے شراب کے کئی نام رکھے ہوئے ہیں انہیں بغیر کسی جھجک کے غٹا غٹ پی رہے ہیں۔ ابن عربی رحمہ اللہ نے شراب کو حلال کرنے کی دو تفسیریں کی ہیں۔

① ایک یہ کہ ان کا یہ ایک اعتقاد ہو گیا کہ شراب حرام نہیں بلکہ حلال ہے

② اور دوسری تفسیر یہ ہے کہ شراب کو کھلے عام پینا گویا یہ بھی اس کو حلال سمجھنے کے مترادف ہے۔ (فتح الباری جلد ۱۰ ص ۵۱)

اور اس سے بھی بڑی بات یہ ہے کہ بعض ممالک اسلامیہ میں اس کی کھلے عام خرید و فروخت ہوتی ہے اور اس کو علانیہ طور پر پیا جاتا ہے۔ مسلمان کہلانے والے قسم قسم کی شرابوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے رسیا ہو گئے ہیں۔ سال عیسوی کے آغاز میں بڑے بڑے ہوٹلوں میں جہاں عورت کو حیاء نہیں آتی اور مرد کو غصہ نہیں آتا' مسلمان نوجوان پاکستان اور دوسرے اسلامی ممالک میں شرابیں پی کر نئے سال کا آغاز کرتے ہیں۔ رنگا رنگ شرابیں پی جاتی ہیں اور مختلف قسم کے ڈانس' گانوں اور باجوں سے سال نو کو خوش آمدید کہا جاتا ہے۔ پھر بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ اتنے گھناؤنے کام پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ اسی کے بارے میں اقبال مرحوم نے کہا

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
اور کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: آخری زمانہ میں میری امت کے کچھ لوگ بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا:

''یا رسول اللہ! کیا وہ اللہ کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کی گواہی نہیں دیں گے؟ اور کیا وہ روزے نہیں رکھیں گے؟'' فرمایا: ''وہ بے شک توحید و رسالت کے قائل ہوں گے اور روزے بھی رکھیں گے۔'' پوچھا گیا: ''پھر وہ مسخ کیوں ہوں گے؟'' ارشاد فرمایا: وہ گانے بجانے کے رسیا ہوں گے اور مختلف قسم کی شرابیں پئیں گے۔ چنانچہ شراب و کباب میں دھت اور لہو و لعب میں مشغول ہو کر رات گذاریں گے اور جب صبح کو اٹھیں گے تو ان کی شکلیں بندروں اور سوروں میں تبدیل ہو چکی ہوں گی۔''

(حلیۃ الاولیاء لابی نعیم جلد ۳ ص ۱۱۹)

ابن ابی شیبہ نے اس پر اتنا اضافہ کیا ہے کہ وہ گانے بجانے میں مصروف ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ ان کو زمین میں دھنسا دے گا۔

آلات موسیقی اور گانے والیوں کی کثرت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ قرب قیامت میں آلات موسیقی اور گانے والیوں اور گانے والوں کی کثرت ہو جائے گی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((سیکون فی آخر الزمان خسف' وقذف و مسخ' قیل: ومتی ذالك یا رسول الله؟ قال: اذاظهرت المعازف والقینات))

(سنن ابن ماجہ جلد۲ ص۱۳۵۰' مجمع الزوائد جلد۸ ص۱۰)

''آخری زمانے میں لوگ زمین میں دھنس جائیں گے اور ان پر پتھر برسیں گے اور ان کی صورتیں مسخ ہو جائیں گی۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ! ایسا کیا ہوگا؟ آپ نے فرمایا: جب آلات موسیقی اور گانے والیاں کثرت سے ہو جائیں گی۔''

پہلے زمانے میں بھی تو آلات موسیقی اور گانے والیاں اور گانے والے موجود تھے لیکن اس زمانہ میں تو انتہا ہی ہوگئی۔ گانے بجانے کا کام اب ہر گھر میں شروع ہو گیا ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی ایک بھیڑ ہے جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر گانا گانے کے لیے آرہی ہے۔ ان میں سے بعض دنیوی لحاظ سے بڑے گھروں سے بھی تعلق رکھتے ہیں۔ اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر پروگرام میں آلات موسیقی کا استعمال ایک فیشن ہو گیا ہے یہاں تک کہ اب تو نعتیں اور قصیدہ بردہ بھی آلات موسیقی کے ساتھ گایا جا رہا ہے۔ اب ان گانے والوں اور گانے والیوں کے نام بھی آرٹسٹ رکھ دیا گیا ہے جس سے ان کے ضمیر سے وہ کانٹا بھی نکل گیا ہے جو خلاف شریعت کاموں پر خلش پیدا کرتا ہے اور وہ معاشرہ میں معزز ترین لوگ سمجھے جانے لگے ہیں۔ حکومت کی طرف سے ان کی ہر قسم کی حوصلہ افزائی ہوتی ہے حتیٰ کہ ''تمغہ حسن کارکردگی'' تک دیا جاتا ہے۔

اور اس سے بھی بڑی شی یہ ہے کہ اکثر لوگ آلات موسیقی اور گانے بجانے کو حلال سمجھتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''میری امت میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو زنا' ریشم' شراب اور آلات موسیقی کو حلال و جائز کر لیں گے۔ اور چند لوگ پہاڑ کے دامن میں رہائش کریں گے۔ شام کو ان کا چرواہا ان کے جانور لے کر ان کے پاس آجائے گا۔ کوئی ضرورت مند اپنی حاجت لے کر ان کے پاس آئے گا تو اس سے کہیں گے اے فقیر! تم کل آنا لیکن وہ کل تک کہاں بچیں گے رات کو اللہ تعالیٰ ان پر پہاڑ گرا کر ان کا کام تمام کر دیں گے اور ان میں سے کچھ لوگوں کو (جو پہاڑ کے گرنے سے بچ جائیں گے) بندر اور سور بنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے گا۔ وہ قیامت تک اسی شکل میں رہیں گے۔'' (بخاری جلد۱۰ص۵۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس امت میں بھی قذف، خسف اور مسخ اس قسم کے عذاب آئیں گے۔ اس حدیث سے محدثین نے آلات موسیقی کی حرمت پر دلیل قائم کی ہے۔ بعض حضرات کا کہنا ہے کہ مسخ سے یہاں یہ مراد ہے کہ ان کے دل مسخ ہو کر بندر اور سور کی طرح ہو جائیں گے۔ بندر میں حرص اور سور میں بے حیائی ضرب المثل ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کمانا اور بے حیائی کے کاموں میں مصروف رہنا یہی ان کا رات دن کا دھندا ہوگا۔

بعض حضرات نے لکھا ہے کہ اگر شراب کو وہ حلال سمجھیں گے تب تو وہ کافر ہو جائیں گے کیونکہ گناہ کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ پھر وہ امت میں کیسے رہے؟ اس لیے "یستحلون" (یعنی وہ حلال جانیں گے) سے مراد ہوگا کہ حلال کاموں کی طرح ان کی پروا نہ کریں گے جیسے ہمارے زمانے میں شراب خوری اور رنڈی بازی اور ناچ گانا کرنے والیوں پر کوئی عیب نہیں کرتا بلکہ بیاہ شادی میں ان حرام کاموں کا کرنا اچھا سمجھا جاتا ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

تزئین مساجد اور فخر ومباہات:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی حدیث میں بتائی گئی ہے کہ لوگ مساجد کی تزئین کریں گے اور پھر اس پر فخر ومباہات کا اظہار کریں گے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے۔ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتى يتباهى الناس في المساجد)) (مسند احمد جلد۳ص۱۳۴)

''قیامت اس وقت آئے گی جب لوگ مسجدوں میں تفاخر کرنے لگیں گے۔''

اس حدیث کو امام ابوداود رحمہ اللہ نے اپنی سنن میں باب بناء المسجد میں بھی روایت کیا ہے۔ اور نسائی وغیرہ میں یہ روایت ان الفاظ سے ہے:

((من اشراط الساعة ان يتباهى الناس في المساجد))

(سنن نسائی جلد۲ص۳۲، ابن خزیمہ جلد۲ص۲۸۲)

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ لوگ مسجدوں میں فخر ومباہات کریں گے۔''

اسلام ایک سادہ اور سیدھا سادہ دین ہے۔ اور یہ سادگی کو ہی پسند کرتا ہے۔ اسلام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے جہاں مساجد کے بنانے کی لوگوں کو ترغیب دی وہاں یہ بھی بتایا کہ مسجد ایسی سادہ ہونی چاہیے جسے تمام مسلمان بآسانی بنا سکیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے خود اپنی مسجد کی تعمیر کروائی جو سارے تکلفات اور آرائش سے پاک تھی۔ اس میں نہ نقش و نگار تھے' نہ جھاڑ اور فانوس' نہ چمکتے دمکتے پتھر تھے اور نہ آنکھیں خیرہ کرنے والا رنگ وروپ' بلکہ مسجد نبوی سادگی کی آپ اپنی مثال تھی۔ کچی اینٹوں کی دیواریں' کھجور کے پتوں کی چھت اور کھجور ہی کے ستون۔ (بخاری باب بنیان المسجد جلد ا ص ۵۴۰) مسجد کی یہ تعمیر اس بات کا نمونہ ہے کہ جو مسجد تعمیر کی جائے وہ ایسی سادہ ہو کہ ہر امیر وغریب اپنی آبادی میں آسانی کے ساتھ اس مقدس گھر کو تعمیر کر سکے۔ مسجد نبوی جو نہایت سادگی سے رسول اللہ ﷺ نے تعمیر کروائی تھی وہ صرف رسمی مسجد نہ تھی بلکہ اسلام کا ایک ناقابل تسخیر قلعہ تھا جہاں دین و دنیا کے سارے قوانین ترتیب پاتے تھے۔لشکر اسلام کو قواعد جنگ بتائے جاتے تھے۔ یہیں سے جہاد میں افواج روانہ کی جاتی تھیں۔ وفود یہیں اترتے تھے۔ اسی میں مدینہ کا پہلا دارالعلوم اسلامی تھا۔ اسی میں رسول الثقلین ﷺ کا دربار لگتا تھا۔ اسی میں فصل خصومات سنائے جاتے تھے اور اسی میں مجرمین کو قید بھی کیا جاتا تھا۔ گویا دارالشریعت (پارلیمنٹ) دارالعلوم (یونیورسٹی) دارالعسکر (فوجی چھاؤنی) اور دارالحبس (جیل خانہ) ان سب کا کام اسی مقدس مسجد سے لیا جاتا تھا اور اسی میں وہ متبرک حصہ بھی ہے جس کو حدیث میں ''روضۃ من ریاض الجنۃ'' فرمایا گیا ہے۔لیکن ان سب باتوں کے باوجود وہ اپنی سادگی میں اپنی مثال آپ تھی۔ چنانچہ بخاری میں سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

''مسجد نبوی عہد رسالت میں کچی اینٹوں سے بنائی گئی تھی' جس کی چھت کھجور کے پتوں کی اور ستون کھجور کے درخت کے تھے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اس میں کوئی زیادتی نہ کی۔ اسے اپنے حال پر رہنے دیا۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے زیادتی تو کی لیکن سابق بنیاد پر بنائی اور وہی کچی اینٹ کی دیواریں' کھجور کے پتوں کی چھت' صرف ستون لکڑی کے دیے۔ پھر سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے اس میں کافی زیادتی کی' دیوار منقش پتھر اور سیمنٹ سے' ستون بھی منقش پتھروں ہی کے اور چھت ساخ کی لکڑی سے تیار ہوئی۔'' (بخاری جلد ا ص ۵۴۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ دور فاروقی تک مسجد کے تعمیری خصائص میں وہی سادگی رہی جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی حالانکہ آمدنی کے لحاظ سے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا زمانہ ممتاز کہا جا سکتا ہے۔ فتوحات کی کثرت تھی، روم و فارس کے خزانے لدے چلے آ رہے تھے، آپ نے مختلف شعبوں کو ترقی دی اور بہت سے نئے شعبے پیدا کیے مگر اس طرف آپ نے کوئی توجہ نہ کی۔ یہی نہیں بلکہ سختی سے اس کی تزئین کو روکا۔ آپ کا فرمان تھا کہ رنگ سازی کر کے فتنہ کا سامان فراہم نہ کیا جائے۔ چنانچہ بخاری کی روایت میں ہے:

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد کے بنانے کا حکم دیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں۔ خبردار! مسجد سرخ و زرد نہ بنائی جائے جس سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔'' (بخاری جلد ۱ ص ۵۳۹ مع فتح الباری)

دور عثمانی میں البتہ تھوڑی سی زیبائش و آرائش آئی اور وہ بھی مستحکم عمارت کے ضمن میں۔ بات یہ ہوئی کہ اس دور میں نفاست بڑھ گئی۔ لوگوں نے افراط زر کی وجہ سے شاندار مکان بنانے شروع کر دیئے جس کی وجہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی ضرورت محسوس کی کہ مسجد کی عمارت کو ترقی دی جائے۔

آپ کی تیار کردہ مسجد میں بیل بوٹے زیادہ نہ تھے۔ کوئی خاص زرق برق آرائش بھی پیدا نہ کی گئی۔ ایک اعتدالی شکل اختیار کر کے نفاست بڑھا دی لیکن بایں ہمہ کتنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ اضافہ بھی پسند نہ آیا۔ وہ اپنی محبت رسول ﷺ کی وجہ سے چاہتے تھے کہ وہی ہیئت باقی رہے جو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں تھی۔ گو یہ بھی درست ہے کہ کسی نے اس پر شدید انکار بھی نہ کیا۔

مسجد نبوی کی تزئین و آرائش جس نے اعتدال سے زیادہ بڑھائی اور تزخرف کی حد کو پہنچایا وہ خلیفہ ولید بن عبدالملک بن مروان اموی تھا۔ اس وقت مدینہ کے عامل (گورنر) عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہی کی نگرانی میں مسجد نبوی کی تعمیر نو شروع ہوئی۔ معمار اور صناع قیصر روم کے یہاں سے منگوائے گئے۔ ساز و سامان بھی کچھ وہیں سے آیا۔ اور پھر نہایت آرائش و زیبائش کے ساتھ مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ صرف قبلہ والی دیوار پر سینتالیس ہزار اشرفیاں خرچ کی گئی تھیں۔ (جذب القلوب شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ باب ہفتم: ۲۲۶) اور قریباً چار سال میں مسجد کی تعمیر اختتام کو پہنچی۔ تکمیل عمارت کے بعد ولید بن عبدالملک مسجد دیکھنے کے لیے آئے تو ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ملاقات سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے کسی صاحبزادے سے ہوگئی۔ ولید نے انہیں کہا: دیکھئے آپ کے والد ماجد کی تعمیر کردہ مسجد اور اس میں کتنا فرق ہے؟ یہ سن کر صاحبزادے نے جواب دیا: "ہاں میرے باپ کی تعمیر مسجد تھی اور آپ کی یہ تعمیر کردہ عمارت یہود و نصاریٰ کے کنیسوں جیسی ہے۔"

(جذب القلوب باب ہفتم: ۲۲۶)

احادیث کے ذخیرہ کے مطالعہ سے یہ پتا چلتا ہے کہ مساجد کی مزخرف عمارات شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے۔

((ماامرت بتشييد المساجد' قال ابن عباسٍ لتزخرفنها كما زخرفت اليهود و النصارىٰ)) (ابوداؤد' باب بناء المساجد' بخاری جلد ا ص ۵۳۹)

"مجھے مسجدوں کو پکا اور مشید بنانے کا حکم نہیں دیا گیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کے یہ معنی بیان فرمائے کہ تم مسجدوں کو یہود و نصاریٰ کی طرح مزین کرو گے۔"

زخرفہ عربی زبان میں زینت دینے کو کہتے ہیں۔ اصل میں "تزخرف" نام ہے سونے کے پانی چڑھانے اور سنوارنے کو کیونکہ لغت میں "زخرف" کے معنی سونا اور کسی چیز کو کمال حسن دینا ہے۔ (قاموس جلد ۳ ص ۱۴۷)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ مسجد کو ایسی زینت دے جو حد اعتدال سے بڑھی ہوئی ہو جیسے یہود و نصاریٰ اپنی عبادت گاہوں کو آراستہ کرتے اور سنوارتے ہیں حالانکہ عبادت گاہ کے ساتھ یہ برتاؤ پسندیدہ نہیں ہے کیونکہ اس میں عقیدت سے ڈینگ اور فخر و مباہات کو دخل ہے۔

شریعت میں اس طرح کی زینت اور آرائش کو غالباً اس لیے ناپسند کیا گیا ہے کہ اس مرکز پر پہنچ کر اخلاص اور للہیت ختم ہو جاتی ہے اور اس کی جگہ فخر و مباہات لے لیتی ہے جس کو حدیث میں علامات قیامت میں شمار کیا گیا ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث میں بتایا گیا ہے جو گذشتہ صفحات میں بیان کی گئی ہے۔

تجربہ بھی اسی بات کی تائید کرتا ہے کہ قوم مغز کو چھوڑ کر چھلکے پر جان دیتی ہے جس کے برے وقت آجاتے ہیں اور محروم القسمتی کی گھنگھور گھٹائیں امنڈ امنڈ کر برسنے لگتی ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے بالکل صحیح اور سچ فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((ماساء عمل قوم قط الازخرفوا مساجدهم))(ابن ماجہ باب تشیید المساجد)

''جب کسی قوم کے اعمال بگڑتے ہیں تو وہ اپنی مسجدوں کو مزین کرتی ہیں۔''

اب اندازہ فرمائیں کہ جس شی کو مسلمانوں نے اپنی بڑائی سمجھا تھا اور انہوں نے تزئین مساجد پر لاکھوں کروڑوں خرچ کرنے شروع کر دیے شریعت کی نگاہ میں وہ شی بدترین نکلی۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے بارے میں یوں فرمایا:

((اراکم ستشرفون مساجد کم کما شرفت الیهود کنائسها و کما شرفت النصاریٰ بیعها)) (سنن ابن ماجہ باب تشئید المساجد)

''میں دیکھتا ہوں کہ تم عنقریب مسجدوں کو بلند و بالا بنانا شروع کر دو گے جیسا کہ یہود و نصاریٰ اپنے کنیسے اور گرجے بلند و بالا بناتے ہیں۔''

اللہ کے رسولؐ نے اس بات کی بھی نشان دہی فرمائی کہ مسجدوں کی یہ تزئین و آرائش کسی اچھے جذبے کے تحت نہیں ہو گی بلکہ فخر و مباہات کے لیے ہو گی اور مسجدیں چونکہ نمازوں کے لیے ہیں اور نمازوں کی روح خشوع ہے اس کے بغیر نماز بے جان ہے' لہٰذا جب مسجدیں مزئین اور آراستہ پیراستہ ہوں گی تو خشوع کا فقدان ہو گا۔ اور قلب و روح میں انتشار پیدا ہو گا اس لیے شریعت نے مسجدوں کو مزین کرنے سے روکا۔ چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک حدیث کے سلسلہ میں لکھا ہے:

''مسجد کی محراب اور اس کی دیواروں کو منقش بنانا ایسی چیزیں ہیں جو نمازیوں کی توجہ اپنی طرف کھینچ لیتی ہیں' لہٰذا محراب اور در و دیوار کی تزئین نیز نقش و نگار بنانا مکروہ ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی منقش چادر ہٹاتے ہوئے یہی علت بیان فرمائی تھی۔ (...ی شرح مسلم جلد ا ص ۲۰۸)

سیدنا ... بھی اسی علت کے تحت مساجد کو مزین کرنے سے روکا تھا کیونکہ اس سے نمازیوں کے خشوع میں فرق اور انتشار پیدا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ نے فرمایا تھا کہ میں لوگوں کو بارش سے بچانا چاہتا ہوں خبردار! مسجد سرخ و زرد نہ بنائی جائے جس سے لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔'' (بخاری جلد ا ص ۵۳۹)

لیکن بعد میں آنے والے لوگوں نے آپ کی اس نصیحت پر عمل نہ کیا اور مسجدوں کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

منقش کیا جیسے کپڑے کو منقش کرتے ہیں' اور بادشاہوں نے اس قسم کی مسجدیں بنانے میں فخر محسوس کیا۔ چنانچہ برصغیر پاک و ہند' مصر اور شام وغیرہ میں ایسی مساجد موجود ہیں اور اپنے بنانے والوں کی مرثیہ خوان ہیں۔ حدیث میں اس بارے میں سخت وعید آتی ہے۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اذا زوقتم مساجدکم' وحلیتم مصاحفکم' فالدمار علیکم))

(رواہ الحکیم الترمذی فی کتاب ''الاکیاس والمغترین'' ص ۷۸ عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مرفوعاً' صحیح الجامع الصغیر للالبانی جلد ا ص ۵۹۹' وقال اللہ لبنانی: اسنادہ حسن)

''جب تم مساجد منقش کرنے لگو گے اور اپنے قرآنوں کو سونے سے مزین کرو گے' اس وقت تم پر تباہی نازل ہو گی۔''

امام مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مساجد کو منقش کرنا اور مصاحف کی تزئین سے اس لیے منع کیا گیا کہ یہ چیزیں قلب کو دوسری باتوں میں مشغول کر دیتی ہیں اور خشوع' تدبر اور حضور قلب مع اللہ سے روکتی ہیں۔ اسی وجہ سے شوافع کے نزدیک مساجد کو سونے اور چاندی سے مزین کرنا منع ہے۔ (فیض القدیر جلد ا ص ۳۶۸)

یہ بات بھی درست ہے کہ اس ترقی یافتہ دور میں بعض علماء نے مساجد کو خوبصورت اور مزین بنانے کی اجازت دی ہے جیسا کہ ابن المنیر نے کہا ہے کہ جب ترقی کا ایسا زمانہ آجائے کہ لوگ اپنے رہنے سہنے کے لیے عالی شان محل اور رنگین کوٹھیاں تعمیر کرنے لگیں تو ایسے زمانے میں استخفاف اور استہانت سے بچنے کے لیے مسجدوں کی بھی تزئین و آرائش ہونی چاہیے لیکن دوسرے بہت سے علماء نے اس تزئین کی مخالفت کی ہے۔'' (فتح الباری جلد ا ص ۲۶۳)

مختصر یہ کہ مسجد کی دیواریں مضبوط' پائدار اور بقدر ضرورت خوبصورت اور سادہ ہوں۔ بے فائدہ پھول پتیاں نہ ہوں کیونکہ یہ فضول خرچی اور اسراف میں داخل ہے اور دیواروں پر کچھ لکھا ہوا بھی نہ ہو۔ چنانچہ فقہ حنفی میں ہے کہ

''اچھا یہ ہے کہ مسجد کی دیواریں سفید اور نقش و نگار سے پاک ہوں۔ ان پر لکھا ہوا بھی کچھ نہ ہو۔ ان کو صور و کتابت سے منقش کرنا مکروہ ہے۔'' (بحر الرائق جلد ۵ ص ۲۵۱)

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جن کو نہ صرف ہندوستان میں بلکہ عرب و عجم میں ہر

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلک کا عالم عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے' ان کی رائے اس بارے میں یہ ہے:

''تعمیر مسجد میں احتیاط سے کام لیں کہ وہ مطلا اور مزین کی حد کو نہ پہنچنے پائے۔ اس کی دیواروں اور چھتوں پر سونے کا پانی نہ چڑھائیں اور نہ ہی پھول پتیوں سے آراستہ کریں اور نیلے رنگ وغیرہ سے رنگین کریں کیونکہ اس طرح کی چیزیں مسجد کو تماشا گاہ کے درجہ میں کر دیتی ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ امیر المومنین فاروق اعظم رحمہ اللہ نے مسجد نبوی کی تجدید عمارت کے وقت تاکید کر دی تھی کہ مسجد ایسی ہو کہ لوگوں کی بارش وغیرہ سے حفاظت کرے۔ خبردار سرخ و زرد رنگوں سے رنگین مت بنانا کہ لوگ فتنہ میں مبتلا ہو جائیں۔'' (تفسیر عزیزی پارہ اول ص ۲۴۲)

اونچی اونچی بلڈنگیں بنانا:

بخاری اور مسلم میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جبریئل علیہ السلام نے جب آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: قیامت کا علم تو مجھے نہیں ہے' البتہ اس کی نشانیاں میں تمہیں بتاتا ہوں۔ ان علامات قیامت میں سے ایک یہ ہے:

((واذا تطاول رعاء البهائم في البنيان))

''جب بکریوں کے چرانے والے بڑی بڑی بلڈنگوں کی تعمیر تکبر اور غرور سے کرنے لگیں۔''

اور مسلم کی روایت میں ہے:

" ان ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء يتطاولون في البنيان"

''جب تو دیکھے کہ برہنہ تن اور برہنہ پا تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں۔''

اور مسند احمد بن حنبل کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: یا رسول اللہ! اونٹوں والے' ننگے پاؤں لوگ کون ہیں (جو بڑی بڑی بلڈنگوں میں غرور و تکبر سے رہیں گے) آپ ﷺ نے فرمایا: عرب۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۳۳۲-۳۳۴' مجمع الزوائد جلد ۱ ص ۳۸)

امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

((لاتقوم الساعة .... حتی یتطاول الناس فی البنیان))

(بخاری جلد ۱۳ص ۸۱-۸۲)

''قیامت اس وقت قائم ہوگی جب لوگ بڑی بڑی بلڈنگوں میں فخر ومباہات سے رہیں گے۔''

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''تطاول فی البنیان'' کا مطلب ہے کہ جو شخص بھی گھر بنائے گا اس کا ارادہ یہ ہوگا کہ وہ دوسرے کے گھر سے اونچا اور ارفع ہو۔ اور یہ بھی مطلب ہے کہ زینت وآرائش میں وہ دوسروں پر فخر ومباہات کا اظہار کرے گا۔'' (فتح الباری جلد ۱۳ص ۸۸)

حاصل اس جملہ کا یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ حالات بالکل منقلب ہو جائیں گے۔ چرواہے، علم سے بے بہرہ اور نیچ درجہ کے لوگ شہروں پر قابض ہوں گے ان کے پاس اموال کی کثرت ہوگی اور ان کی ساری ہمت اور کامل فکر عمارتوں کے بنانے اور اس پر فخر کرنے میں مصروف ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کو آج ہم اپنی آنکھوں سے سچا دیکھ رہے ہیں کہ لوگ آج اپنی بڑی طویل وعریض عمارتوں اور مکانوں پر فخر محسوس کر رہے ہیں اور ہر شخص کی یہ خواہش ہے کہ اس کا مکان دوسرے سے اعلیٰ اور ارفع ہو۔

کثرت قتل:

قیامت کی ایک نشانی حدیث میں یہ بیان کی گئی ہے کہ قرب قیامت میں قتل بہت ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتی یکثر الهرج' قالوا: وما الهرج یا رسول الله؟ قال: لقتل' القتل)) (مسلم جلد ۱۸ص ۱۳' کتاب الفتن واشراط الساعة)

اور بخاری کی روایت جو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس کے الفاظ یوں ہیں:

'' بین یدی الساعة ایام الهرج' یزول فیها العلم' ویظهر فیها الجهل' قال ابو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

موسیٰ: والهرج: القتل بلسان الحبشه" (بخاری جلد ۱۳ ص ۱۴)

"قیامت سے قبل کچھ زمانہ ہرج کا آئے گا جس میں علم ناپید اور جہالت عام ہو جائے گی۔ ابوموسیٰ نے کہا: حبشی زبان میں ہرج کا معنی قتل ہے۔"

اس حدیث کا مطلب بھی یہی ہے کہ قیامت سے قبل آپس میں بہت کشت وخون ہو گا۔ لوگ ایک دوسرے کو قتل کریں گے

سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت سے قبل بہت ہرج ہوگا۔ پوچھا گیا کہ ہرج کا کیا مطلب ہے؟ فرمایا: قتل۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا کہ ہم تو پہلے ہی بہت کشت وخون کرتے ہیں۔ ایک سال میں کوئی ستر ہزار لوگوں کو مختلف جنگوں میں قتل کرتے ہیں۔ فرمایا: اس سے مراد وہ قتل نہیں ہے جو تم میدان جنگ میں مشرکین کا کرتے ہو بلکہ اس سے مراد وہ قتل ہے جو تم آپس میں ایک دوسرے کا کرو گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ان دنوں ہماری عقلیں قائم ہوں گی؟ (کیونکہ کوئی عقل مند مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل نہیں کرسکتا) فرمایا: اس زمانہ کے اکثر لوگوں کی عقلیں مفلوج اور زائل ہو جائیں گی۔

(مسند احمد جلد ۴ ص ۴۱۴، سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۳۰۹، شرح السنہ بغوی جلد ۱۵ ص ۲۸-۲۹)

اس حدیث کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((والذی نفسی بیده لاتذهب الدنیا حتی یأتی علی الناس یوم لایدری القاتل فیما قتل، ولا المقتول فیم قتل؟))

"قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک ختم نہیں ہوگی جب تک کہ لوگوں پر ایسا دن نہ آ جائے جس میں قاتل کو یہ پتہ نہ ہوگا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ پتہ ہوگا کہ وہ کیوں قتل کیا گیا۔ عرض کیا گیا: یہ کیسے ہوگا؟ آپ نے فرمایا: بکثرت کشت وخون ہوگا۔ قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں ہوں گے۔"

ایک اور حدیث کے الفاظ یوں ہیں:

((والذی نفسی بیده، لیاتین علی الناس زمان، لایدری القاتل فی ای شی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قتل' ولایدری المقتول علی ای شی قتل))(مسلم جلد۸ص۳۴)

''اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں میری جان ہے' لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ قاتل کو یہ پتہ نہیں ہوگا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو یہ پتہ ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا۔''

یہ اسی وقت ہوتا ہے جب عقلیں ماؤف اور زائل ہو جائیں۔ کیونکہ کوئی صاحب عقل آدمی بے وجہ کسی کو قتل نہیں کرتا۔ اور آج کل یہی ہو رہا ہے۔ عبادت گاہوں پر حملے ہو رہے' منڈیوں اور بازاروں میں بے گناہ لوگوں کو بموں اور گولیوں سے قتل کیا جا رہا ہے۔ نہ قتل کرنے والوں کو پتہ ہے ان لوگوں کو وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور نہ مقتول کو پتہ ہے کہ اس کو کیوں مارا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے یہ الفاظ اس بات کی پوری پوری تائید کرتے ہیں کہ ''اس زمانے کے اکثر لوگوں کی عقلیں ختم ہو جائیں گی۔'' نسأل اللہ العافیة' ونعوذ به من الفتن ماظهر منها ومابطن.

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امت ''امت مرحومہ'' ہے' ان کو آخرت میں وہ عذاب نہیں ہوگا جو دوسری امتوں کو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کی سزا دنیا ہی میں فتنوں' زلزلوں اور قتل و غارت کی شکل میں دے دے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں ایک حدیث بھی ہے ۔ رباح بن حارث رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ابو بردہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں زیاد کی گورنری کے زمانہ میں بازار میں کھڑا تھا۔ میں نے تعجب سے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر مارا۔ انصار کے ایک شخص نے جس کا باپ صحابی رسولؐ تھا' کہا: اے ابو بردہ! تمہیں کس بات پر تعجب ہو رہا ہے۔ میں نے کہا: میں ایسی قوم پر تعجب کر رہا ہوں جن کا دین ایک' نبی ایک' دعوت ایک' حج ایک اور جنگ ایک لیکن پھر بھی ان کے بعض بعض کا قتل حلال اور جائز سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا: مت تعجب کر کیونکہ میں نے اپنے والد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا: میری امت مرحومہ (یعنی رحم کردہ امت) ہے۔ ان کے لیے آخرت میں حساب اور عذاب نہیں ہے۔ ان کا عذاب قتل' زلزلے اور مختلف فتنے ہیں۔ (ان امتی امة مرحومة' لیس علیها فی الآخرة حساب ولا عذاب' انما عذابها فی القتل والزلازل والفتن)

(مستدرک حاکم جلد۴ص۲۵۴' وقال: صحیح الاسناد ولم یخرجاه' ووافقه الذهبی)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس سلسلہ میں ایک اور روایت سیدنا ابوموسیٰ شعری رضی اللہ عنہ سے ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان امتی امۃ مرحومۃ' لیس علیھا فی الآخرۃ عذاب' انما عذابھا فی الدنیا: القتل والبلابل والزلازل))

(مسند امام احمد بن حنبل جلد۴ص ۴۱۰' والحدیث صحیح کما قال الالبانی فی سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ جلد۲ص ۶۸۴)

''میری امت امت مرحومہ ہے' اس کے لیے آخرت میں عذاب نہیں ہے۔ اس کا عذاب دنیا ہی میں قتل وغارت رنج وغم اور زلزلوں کی صورت میں ہے۔''

کثرت بخل (شح):

عربی زبان میں کنجوسی کے لیے دو لفظ ہیں۔ ایک بخل اور دوسرا شح' لیکن شح بخل سے زیادہ شدید ہوتا ہے بلکہ اس میں بخل کے ساتھ حرص بھی ہوتی ہے (النہایہ فی غریب الحدیث جلد۲ص ۴۸۸) شح خلق مذموم ہے' اسی لیے اسلام نے اس سے منع کیا جیسا کہ قرآن حکیم نے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾ (الحشر:۹' التغابن:۱۶)

اس قسم کے بخل کو جناب رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی نشانیوں میں سے بتایا ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اشراط الساعۃ أن یظھر الشح))

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ بخل عام ہوگا۔''

(رواہ الطبرانی فی الاوسط' فتح الباری جلد۱۳ص ۱۵ مجمع الزوائد جلد۷ص ۳۲۲' قال الہیثمی: رجالہ رجال الصحیح)

اور ایک اور روایت میں جو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((یتقارب الزمان' و ینقص العمل' ویلقی الشحّ))(بخاری جلد۱۳ص ۱۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اعمال کم اور برکت کی قلت ہو جائے گی' علم دین کم ہو جائے گا اور بخل بڑھ جائے گا۔''

اس سلسلہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اتقوا الظلم فان الظلم من ظلمات یوم القیامة' واتقوا الشح' فان الشح اھلك من كان قبلكم' حملھم علی أن سفكوا دماء ھم' واستحلوا محارمھم)) (مسلم جلد ۱۶ ص ۱۳۴)

''ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن کی تاریکیاں ہیں' اور بخل سے بچو کیونکہ تم سے پہلے لوگوں کو بخل نے ہلاک کر دیا۔ اس بخل نے ان کو خون ریزی کرنے اور حلال کو حرام کرنے پر برانگیختہ کیا۔''

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہوسکتا ہے کہ ہلاکت سے مراد دنیا کی ہلاکت ہو کیونکہ انہوں نے بخل کی وجہ سے ایک دوسرے کا خون بہایا۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ آخرت کی ہلاکت مراد ہو۔ اور اس کا بھی احتمال ہے کہ دنیا اور آخرت دونوں کی ہلاکت مراد ہو۔

(نووی شرح مسلم جلد ۱۶ ص ۱۳۴)

کثرت تجارت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حدیث میں یہ بھی آئی ہے کہ تجارت کی کثرت ہو جائے گی اور لوگ اس کو خوب پھیلائیں گے یہاں تک کہ عورتیں بھی مردوں کے ساتھ کاروبار اور تجارت میں شریک ہوں گی۔ چنانچہ حدیث میں ہے جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((بین یدی الساعة .... وفشو التجارة حتی تشارك المرأة زوجھا فی التجارة)) (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۳۳' اسنادہ صحیح' مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۴۴۶)

''قیامت سے قبل تجارت عام ہو جائے گی حتی کہ عورت بھی اپنے خاوند کے ساتھ تجارت میں شریک اور حصہ دار ہوگی۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اشراط الساعة أن یفشو المال ویکثر' وتفشو التجارة))

(سنن نسائی جلد ۷ ص ۲۴۴)

''قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ مال کی ہر طرف کثرت ہو جائے گی اور تجارت پھیل جائے گی۔''

رسول اللہ ﷺ کی یہ پیش گوئی بالکل صحیح اور درست ثابت ہو رہی ہے۔ تجارت پوری دنیا میں عام ہو گئی ہے اور اب ہر کمپنی کی ڈائرکٹر اور حصہ دار عورتیں بھی ہیں بلکہ عورتوں نے اپنی الگ تجارت اور الگ کاروبار شروع کیا ہوا ہے۔ اس طریقہ سے مال کی کثرت ہو گئی ہے اور اب ایک معمولی آدمی بھی لاکھوں میں کھیلتا ہے۔ مال کی اس بہتات اور کثرت نے لوگوں کو تنافس کے فتنہ میں مبتلا کر دیا ہے اور ہر مال دار شخص (الا ماشاء اللہ) آخرت سے غافل ہو کر خدا ناشناسی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ تجارت میں حلال و حرام کی تمیز نہیں رہی اور رسول اللہ ﷺ کی وہ پیش گوئی بھی پوری ہو رہی ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ مجھے اپنی امت کی غریبی کا ڈر نہیں بلکہ مجھے ان کی امارت کا ڈر ہے کہ دنیا ان پر پھیلا دی جائے گی۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((واللہ! ما الفقر أخشی علیکم' ولکنی اخشی علیکم أن تبسط الدنیا علیکم کما بسطت علی من کان قبلکم' فتنافسوها کما تنافسوها' تهلککم کما اهلکتهم))

(بخاری جلد ۶ ص ۲۵۷-۲۵۸' مسلم جلد ۱۸ ص ۹۵ مع شرح النووی)

''بخدا! مجھ کو تمہاری غریبی کا خوف نہیں لیکن مجھے تم پر خوف ہے کہ دنیا تم پر اس طرح کشادہ ہو جائے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر کشادہ ہو گئی تھی۔ پھر تم ان کی طرح دنیا میں منہمک ہو جاؤ گے جس طرح تم سے پہلے لوگ منہمک ہوئے تھے اور یہ دنیا تم کو اس طرح ہلاک کر دے گی جس طرح اس نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کیا تھا۔''

مسلم کی ایک روایت میں ''وتلهیکم کما ألهتهم'' (مسلم جلد ۱۸ ص ۹۶) کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ ہیں۔ جس کے معنی ہیں کہ دنیا تم کو بھی اس طرح (خدا و آخرت سے) غافل کر دے گی جس طرح تم سے پہلے لوگوں کو غافل کیا تھا۔

اس سلسلہ میں مسلم ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اذا فتحت علیکم فارس والروم، ایّ قوم انتم؟ قال عبدالرحمن بن عوف: نقول کما امرنا اللہ، قال رسول اللہ أوغیر ذالك: تتنافسون، ثم تتحاسدون، ثم تتدابرون، ثم تتبا غضون، أونحو ذالك)) (مسلم، جلد ۱۸ ص ۹۶)

"(مسلمانو!) اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب روم اور فارس فتح ہو جائیں گے؟ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے عرض کی: ہم اللہ کے حکم کے مطابق کہیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بلکہ اس کے سوا ہوگا۔ تم رغبت کرو گے، پھر حسد کرو گے، پھر دشمنی کرو گے، پھر بغض رکھو گے یا اس کی مثل۔ (دنیا میں منہمک ہونا دین کی کمزوری کی وجہ سے ہوتا ہے اور یہ شی اس امت کی ہلاکت کی وجہ ہے۔")

کیونکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی کوئی حقیقت نہیں۔ اس بات کو بھی رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں بیان فرمایا۔ چنانچہ سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ عالیہ کے کسی حصہ سے آتے ہوئے بازار سے گذرے۔ آپ کے دونوں طرف لوگ تھے۔ آپ ایک چھوٹے کان والے مرے ہوئے بکری کے بچے کے پاس سے گذرے۔ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کوئی اس کو ایک درہم کے بدلے میں لینا پسند کرے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: ہم اس کو کسی شی کے بدلے میں لینا پسند نہیں کریں گے۔ ہم اس کو کیا کریں گے؟ آپ نے فرمایا: تم یہ چاہتے ہو کہ یہ تم کو مل جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی: 'بخدا! اگر یہ زندہ ہوتا تب بھی اس میں عیب تھا کیونکہ اس کا ایک کان چھوٹا ہے اب تو یہ مردہ ہے۔ آپ نے فرمایا:

((فواللہ! للدنیا اھونُ علی اللہ من ھذا علیکم))

"بخدا! جس طرح یہ تمہارے نزدیک حقیر ہے، اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔" (مسلم جلد ۱۸ ص ۹۴)

جب دنیا کی حقیقت یہ ہے تو آخرت سے غافل ہو کر اس میں منہمک ہونا احمقوں کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کام ہے۔ لہٰذا تجارت کی ریل پیل اور مال و دولت کی بہتات نے ہمیں دنیا میں منہمک اور آخرت سے غافل کر دیا ہے اور یہ قیامت کی ایک نشانی ہے۔

تقارب الزمان:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعۃ ...... یتقارب الزمان)) (بخاری جلد ۱۳ ص ۸۱-۸۲)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وقت تیز رفتار نہ ہو جائے۔''

اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعۃ حتی یتقارب الزمان' فتکون السنۃ کالشھر' ویکون الشھر کالجمعۃ' وتکون الجمعۃ کالیوم' ویکون الیوم کالساعۃ' وتکون الساعۃ کاحتراق السعفۃ)) (مسند احمد جلد ۲ ص ۵۳۷)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ وقت تیز رفتار نہ ہو جائے' ایک برس ایسے معلوم ہوگا جیسے ایک مہینہ' اور ایک مہینہ ایسے معلوم ہوگا جیسے ایک جمعہ' اور ایک جمعہ ایک دن کی طرح معلوم ہوگا۔ اور ایک دن ایک ساعت (گھنٹہ) کی طرح معلوم ہوگا۔''

یتقارب الزمان کے علماء نے کئی مطلب بیان کیے ہیں۔

① ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس زمانہ میں برکت میں قلت ہوگی۔ حافظ ابن حجر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں یہ بات دیکھی جارہی ہے کہ دن بڑی تیزی سے گذرتے ہیں اور یہ بات ہم اس زمانے سے پہلے زمانہ میں نہیں دیکھتے تھے۔

(فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۶)

② ایک معنی یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس سے مراد سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور امام مہدی رحمہ اللہ کا زمانہ ہے۔ کہ اس زمانہ میں لوگوں کی زندگی امن و عام اور عیش و عشرت سے گذرے گی۔ ہر طرف عدل و انصاف کا دور دورہ ہوگا۔ اور یہ ایک فطری شی ہے کہ خوشی اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

آرام وراحت کے ایام نہایت چھوٹے اور مختصر ہوتے ہیں اگرچہ وہ طویل ہی کیوں نہ ہوں اور تکلیف و شدت کے ایام نہایت طویل ہوتے ہیں اگرچہ وہ مختصر اور چھوٹے ہوں۔ (فتح الباری جلد ۱۳ ص ۱۶)

③ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ زمانہ میں برکت نہ رہے گی۔ عمریں چھوٹی ہو جائیں گی۔ یا زمانہ کے لوگ شر اور برائی میں ایک دوسرے کے قریب ہوں گے۔ یا خود زمانہ کے اجزا ایک دوسرے کے مشابہ ہوں گے۔ ایک زمانہ برا آئے گا دوسرا بھی اس طرح کا۔ یا دولتیں اور حکومتیں دیرپا نہ ہوں گی۔ جلدی جلدی حکومتیں بدلیں گی۔ کرمانی رحمۃ اللہ نے کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں پر ایسی فکریں اور سختیاں ہوں گی اور فتنوں کا ایسا ہجوم ہوگا کہ ہوش وحواس قائم نہ رہیں گے۔ ان کو نہ سال معلوم ہوگا اور نہ مہینہ۔ اور صحیح یہ ہے کہ برکت اٹھ جائے گی۔ ہر شی کی برکت جاتی رہے گی یہاں تک کہ زمانہ کی بھی۔

④ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ اس زمانہ میں مواصلات کا نظام سریع اور تیز ہوگا جو دوریوں کو قربتوں میں تبدیل کر دے گا۔ (اتحاف الجماعۃ جلد ۱ ص ۴۹۷)

اس سلسلہ میں ایک حدیث یہ بھی کتابوں میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((یتقارب الزمان' وینقص العلم' ویلقی الشح' وتظهر الفتن' ویکثر الهرج))

(قرب قیامت میں) اعمال کم اور برکت کی قلت ہو جائے گی' علم دین کم ہو جائے گا' بخل بڑھ جائے گا' ہر قسم کے فتنے ظاہر ہوں گے اور قتل کثرت سے ہوں گے۔

(بخاری جلد ۱۰ ص ۴۵۶' مسلم جلد ۴ ص ۲۵۷' ابوداؤد جلد ۴ ص ۹۸-۹۹ حدیث نمبر ۴۲۵۵' سنن ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۳۴۵' حدیث نمبر ۴۰۵۲)

یتقارب الزمان کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دن چھوٹے ہو جائیں گے یعنی وقت نہایت جلدی گزرے گا۔ مہینہ ہفتے کے برابر محسوس ہوگا اور سال مہینے کے برابر۔ ان معنوں کی تائید حدیث سے بھی ہوتی ہے۔

(ملاحظہ ہو ترمذی حدیث نمبر ۲۳۳۲' مسند امام احمد بن حنبل جلد ۲ ص ۵۳۸' جلد ۶ ص ۴۵۴' ص ۴۵۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تقارب اسواق:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتی تظهر الفتن' ویکثر الکذب' وتتقارب الاسواق))

(مسند احمد جلد ۲ ص ۵۱۹' مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۷' قال الهیثمی: رجالہ رجال الصحیح)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ فتنے ظاہر نہ ہوں اور جھوٹ عام نہ ہو جائے۔ اور اسواق (بازاروں) میں تقارب نہ ہو۔''

''تقارب الاسواق'' کا مطلب یہ لکھا ہے تھوڑا منافع۔ یہ بات اس چیز کی طرف اشارہ ہے کہ ہمارے زمانہ میں مواصلات کی سرعت اور تیزی کے باعث' اور ٹیلی فون' فیکس اور انٹرنیٹ کے باعث ساری دنیا سمٹ کر قریب آ گئی ہے اور دنیا کے کسی خطہ' ملک یا شہر میں قیمتوں کی کمی بیشی سے ہر شخص فوری طور پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اگر ایک ملک میں کسی شی کا بھاؤ اور قیمت زیادہ ہوتی ہے تو دوسرے ملکوں یا شہروں میں بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور اگر قیمت میں کمی ہوتی ہے تو دوسرے ملکوں کے تاجر بھی کمی پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ علاوہ ازیں خود تاجر حضرات بھی جہازوں کے ذریعہ سے کئی دنوں اور مہینوں کا فاصلہ گھنٹوں میں طے کر کے ان منڈیوں میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور پھر وہاں سے مال خرید کر گھنٹوں ہی میں واپس آ جاتے ہیں۔ یہ وہ تقارب اسواق ہے جس کی طرف حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے۔

علماء نے لکھا ہے کہ تقارب اسواق تین طرح سے ہے

① اشیاء تجارت کی قیمتوں میں اتار چڑھاؤ سے جلد آشنا ہونا۔

② دور دراز کی منڈیوں میں جلدی پہنچ جانا۔

③ مختلف دور دراز کی منڈیوں کی قیمتوں میں مقاربت حاصل کرنا یعنی زیادت ونقصان میں ان کی پیروی کرنا۔ واللہ اعلم۔

(اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن والملاحم واشراط الساعة جلد ۱ ص ۴۹۸-۴۹۹)

دو گروہوں کا باہمی قتال:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ قیامت سے قبل دو عظیم

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گروہ آپس میں قتال کریں گے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

((لاتقوم الساعة حتی تقتل فئتال عظیماتان یکون بینهما مقتلة عظیمة' دعواهما واحدة' حتی یبعث دجالون کذابون قریب من ثلاثین کلهم یزعم انّه رسول الله وحتی یقبض العلم' وتکثر الزلازل' ویتقارب الزمان' وتظهر الفتن'ویکثر الهرج' وحتی یکثر فیکم المال فیفیض' وحتی یهم رب المال من یقبل صدقته' وحتی یعرضه فیقول الذی یعرضه علیه' لاارب لی فیه' وحتی یتطاول الناس فی البنیان' وحتی یمر الرجل بقبر الرجل فیقول: یالیتنی مکانه' وحتی تطلع الشمس من مغربها' واذا طلعت و رآها الناس اجمعون' فذالك حین لا ینفع نفساً ایمانها لم تکن امنت من قبل أو کسبت فی ایمانها خیراً' ولتقومنّ الساعة وقد نشر الرجلان ثوبهما فلا یتبایعان ولا یطویانه' ولتقومن الساعة وقد انصرف الرجل بلبن لقمته فلا یطعمه' ولتقومن الساعة وهو یلیط حوضه فلا یسقی فیه' ولتقومنّ الساعة وقد رفع اکلته الیٰ فیه فلا یطعمها))

(بخاری کتاب الفتن حدیث نمبر ۷۱۲۱' مسلم باب ۲۷ حدیث نمبر ۱۵۷' ابوداؤد باب ۱۲' امارات الساعۃ حدیث نمبر ۴۳۱۲)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک بڑے بڑے دو گروہوں میں قتال نہ ہو۔ ان دونوں کا دعویٰ (دین) ایک ہوگا۔ اور قیامت اس وقت تک برپا نہ ہوگی جب تک جھوٹے دجال نہ پیدا ہوں۔ یہ تیس کے قریب ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک کا یہ دعویٰ ہوگا کہ وہ اللہ کا رسول ہے۔ اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی یہاں تک کہ (دین کا) علم دنیا سے اٹھ نہ جائے گا۔ اور زلزلے بہت آئیں گے۔ اور زمانہ (عیش وغفلت کی وجہ سے) جلد جلد گذرے گا۔ فتنے ظاہر ہوں گے۔ خون ریزی عام ہو جائے گی۔ مال کی اتنی کثرت اور فراوانی ہو جائے گی کہ چاروں طرف بہنے لگے گا۔ مالک مال صدقہ دینے کے لیے لوگوں کو تلاش کرتا پھرے گا اور جسے بھی وہ دینا چاہے گا وہ کہے گا کہ مجھے ضرورت نہیں۔ لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ اور ایک شخص دوسرے کی قبر پر سے گذرے گا اور کہے گا کہ کاش میں اس کی جگہ ہوتا (یعنی مر گیا ہوتا) اور سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ جب ادھر سے (یعنی مغرب سے) نکلے گا اور تمام لوگ اسے دیکھ لیں گے تو سب اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت ان کا ایمان لانا مفید نہ ہوگا جو اس سے قبل ایمان نہ لا چکے ہوں گے یا کچھ نیک کام نہ کر چکے ہوں گے۔ اور قیامت ایسی اچانک آئے گی کہ دو آدمی کپڑا پھیلائے خرید وفروخت کر رہے ہوں گے۔ ابھی اس سے فارغ نہ ہوں گے اور کپڑا تہہ نہ کریں گے کہ قیامت واقع ہو جائے گی۔ قیامت اتنی جلدی آئے گی کہ ایک شخص اپنی اونٹنی کا دودھ لے جا رہا ہوگا۔ ابھی پینے کی نوبت نہ آئے گی کہ قیامت واقع ہو جائے گی۔ قیامت اتنی جلدی آئے گی کہ ایک شخص حوض تیار کر رہا ہوگا اور ابھی اس نے اپنے جانوروں کو پانی نہ پلایا ہوگا کہ قیامت آ جائے گی۔ قیامت اتنی جلدی آئے گی کہ ایک شخص منہ تک نوالا اٹھا چکا ہوگا لیکن اس کے کھانے سے پہلے یعنی منہ میں نوالا ڈالنے سے پہلے قیامت آ جائے گی۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ ان تیرہ علامات قیامت میں سے بعض کا ظہور بھی ہو چکا ہے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ

((لاتقوم الساعة حتى تقتتل فيئتان عظيمتان يكون بينهما مقتلة عظيمة دعواهما واحدة))

"قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ دو بڑے گروہ آپس میں قتال عظیم نہ کریں۔ ان کا دعویٰ ایک ہوگا۔"

محدثین نے لکھا ہے کہ اس قتال سے مراد سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی آپس کی جنگیں ہیں۔ چنانچہ اس وقت مسلمان امت دو گروہوں میں تقسیم ہو چکی تھی۔ ایک گروہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اور دوسرا گروہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ دونوں گروہ ہر لحاظ سے عظیم تھے۔ ان کا دین' ان کا دعویٰ اور ان کی دعوت بھی ایک تھی۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے خود اس بات کا اعتراف فرمایا ہے۔ آپ نے اپنے ایک خط میں اپنے تمام گورنروں کو لکھا:

ان ربنا واحد' ونبينا واحد' ودعوتنا في الاسلام واحدة 'لا نستزيد هم في

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الایمان باللہ' والتصدیق برسولہ' ولایستزیدوننا

''بے شک ہم دونوں (سیدنا علی رضی اللہ عنہ اور سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ) کا رب ایک ہے' ہمارا نبی ایک ہے' ہماری دعوت اسلام بھی ایک ہے۔ نہ ہم ایمان باللہ اور تصدیق بالرسول میں معاویہ رضی اللہ عنہ اور اس کے گروہ سے زیادہ ہیں اور نہ وہ ہم سے (ان باتوں میں) زیادہ ہیں۔'' (نہج البلاغۃ جلد۲ص ۱۱۸)

ان دونوں گروہوں کا سب سے بڑا معرکہ جنگ صفین میں ہوا۔ جنگ سے قبل خیر خواہان امت ان دونوں کی مصالحت کے درپے تھے۔ چنانچہ سیدنا جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی اس مصالحت میں ایک مرکزی کردار ادا کیا لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوئے۔ مصالحت کی اس کوشش میں ناکامی کا سب سے بڑا سبب مالک الاشتر اور اس کے ساتھی تھے جو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں اہم عہدوں پر فائز تھے۔ چنانچہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے مصالحت کی کوششیں رائیگاں سمجھتے ہوئے جنگ کی تیاریاں بڑے زور شور سے شروع کر دیں اور تمام گورنروں کو جنگ میں شرکت کے لیے خطوط لکھے جس سے قریباً اسی (80) ہزار آدمیوں کا لشکر جرار تیار ہو گیا۔

(البدایہ والنہایہ جلد۷ص ۲۵۳' ابن اثیر جلد۳ص ۱۴۱)

ادھر سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بھی مدافعانہ طور پر جنگی تیاریوں میں مصروف تھے۔

(منہاج السنہ جلد۳ص ۲۱۹)

یہ دیکھ کر شام کے کچھ اہل درد مسلمانوں کی رائے یہ تھی کہ معاملہ کو زبانی بات چیت یا خط و کتابت کے ذریعہ طے کیا جائے اور کوئی ایسا قدم نہ اٹھایا جائے جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کے خون کی ارزانی ہو۔ چنانچہ وہاں کے ایک عابد شب زندہ دار اور دردمند بزرگ ابومسلم مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ چند مسلمانوں کی معیت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ آپ سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے برسرپیکار ہونا چاہتے ہیں' کیا آپ اپنے کو ان کا ہم پایہ اور برابر سمجھتے ہیں؟'' سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا:

''بخدا! میں اپنے کو علی رضی اللہ عنہ کے برابر ہرگز نہیں سمجھتا بلکہ میں جانتا ہوں کہ وہ مجھ سے افضل ہیں اور امر خلافت میں مجھ سے زیادہ حق دار ہیں' لیکن کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ مظلوم شہید ہوئے ہیں اور میں ان کا چچا زاد بھائی ہوں اور سیدنا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

علی رضی اللہ عنہ سے سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کے قصاص کا طلب گار ہوں' لہٰذا تم علی رضی اللہ عنہ سے جا کر کہو کہ اگر وہ قاتلان عثمان سے قصاص لینے کی طاقت نہیں رکھتے تو انہیں ہمارے حوالے کر دیں۔ ہم خود ان سے قصاص لے لیں گے۔ پھر دیکھیں میں کیسے ان کی اطاعت وتابعداری کرتا ہوں اور ان کی خلافت کو تسلیم کرتا ہوں۔"

(تاریخ الاسلام للذہبی جلد۲ص ۱۶۸)

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں ایک تڑپ تھی اور امت کے لیے ایک درد تھا۔ وہ اس معاملہ کو خون ریزی کے بغیر نپٹانا چاہتے تھے' لہٰذا انہوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ یہ سب مطالبات مجھے لکھ دیں۔ میں خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس جاتا ہوں اور ان سے زبانی گفتگو کر کے آپ کے یہ مطالبات منوانے کی کوشش کرتا ہوں۔ ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے پر آپ نے ان مطالبات کو الفاظ کا جامہ پہنایا اور ایک خط کی شکل میں ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا۔

ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا یہ خط لے کر سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ خط پیش کیا اور خط کے ساتھ زبانی بھی سارے حالات بیان کر دیے۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ سب باتیں نہایت غور سے سنیں۔ آپ نے اس روز تو ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا کہ کل اس کا جواب دوں گا۔ دوسرے روز ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ جامع مسجد کوفہ میں جب آپ سے ملنے گئے تو دیکھا کہ وہاں دس ہزار کے قریب مسلح آدمی یہ نعرے لگا رہے تھے: کلنا قتلة عثمان (ہم سب قاتلان عثمان ہیں) یہ دیکھ کر ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: معلوم ہوتا ہے کہ ان کو میرے آنے کی وجہ معلوم ہو گئی ہے اور انہوں نے اپنے تحفظ اور بچاؤ کے لیے یہ تدبیر سوچی ہے۔

میدان جنگ میں جب دونوں فوجیں آمنے سامنے ڈیرے جمائے ہوئے تھیں' اس وقت بھی مصالحت کی بہت کوشش کی گئی لیکن سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں ایک خاص گروہ تھا جو اس صلح میں اپنی تباہی پنہاں سمجھتا تھا' اس نے مصالحت کی ہر کوشش کو سبوتاژ کیا اور کسی کوشش کو کامیاب اور بارآور نہ ہونے دیا۔ اور آخر معاملہ تحکیم پر پہنچا۔ فیصلہ تحکیم کو بھی ان لوگوں نے کامیاب نہ ہونے دیا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اسی دوران سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو انہی کی فوج کے ایک شخص عبدالرحمٰن بن ملجم خارجی نے شہید کر دیا اور ان کے بعد زمام خلافت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں آئی۔ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ایک وصیت فرمائی تھی:

''معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت سے ناگواری محسوس نہ کرنا کیونکہ اگر تم نے ان کو بھی کھو دیا تو تم دیکھو گے کہ (امت میں اس قدر بدنظمی ہو جائے گی) لوگوں کے سر حنظل کی طرح شانوں سے کٹ کٹ کر گریں گے۔''

(ابن ابی الحدید جلد۳ص ۳۶' ازالۃ الخفا جلد۳ص ۲۸۳' تاریخ الاسلام ذہبی جلد۲ص ۲۶۶)

کچھ اپنے شیعوں کی بے وفائی اور کچھ اپنے ابا کی وصیت کو بروئے کار لاتے ہوئے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کر لی اور رسول اللہ ﷺ کی اس پیش گوئی کو سچا ثابت کر دکھایا جس میں آپؐ نے سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک روز فرمایا تھا:

((ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین فئتین عظیمتین من المسلمین))

''میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرائے گا۔''

(بخاری جلد۱ص ۳۷۳' جلد۲ص ۵۳۰' ص ۱۰۹۶' ترمذی جلد۲ص ۲۴۱' البدایہ والنہایہ جلد۸ص ۱۷' ص ۳۶' مستدرک حاکم جلد۳ص ۱۷۵' ابن عساکر جلد۴ص ۲۱۱)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

دل الحدیث علیٰ ان کلا الفریقین کانا علیٰ ملۃ الاسلام۔ (اللمعات)

یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دونوں فریق ملت اسلامیہ پر ہی تھے۔

صلح کی پیش کش پہلے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے کی جس کو سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے قبول کر کے مندرجہ ذیل شرائط پر صلح کی۔

① سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کتاب اللہ' سنت رسول اللہ ﷺ اور سیرت خلفائے راشدین کے مطابق امور خلافت کو انجام دیں گے۔ (کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ)

ملا باقر مجلسی نے سیرۃ خلفائے راشدین کے بجائے سیرت خلفائے صالحین کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

الفاظ لکھے ہیں۔ (بحارالانوار جلد ا ص ۱۲۴)

(۲) کوفہ کے بیت المال کا کل روپیہ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا۔

(طبری جلد ۷ ص ۴' فتح الباری جلد ۳ ص ۴۰۳' البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۴' ص ۴۱)

(۳) دارابجرد کا کل خراج آپ کو دیا جائے گا۔

ان شرائط کے ساتھ سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ دونوں نے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمائی اور اس روز کے بعد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ بجائے گورنر شام ہونے کے پوری مملکت اسلامیہ کے امیر المومنین ہو گئے۔

یہ تھی مختصری داستان اس جنگ کی جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی فرمائی تھی کہ قیامت سے قبل دو بڑے گروہ آپس میں جنگ وقتال کریں گے۔ وہ دونوں گروہ مومن ہوں گے' ان میں کوئی کافر نہیں ہوگا' اور ان کی دعوت بھی ایک ہوگی اور دعویٰ بھی ایک ہو گا۔ ان دونوں گروہوں کی دعوت ایک ہی تھی جیسا کہ گذشتہ سطور میں بیان کیا گیا ہے۔

دوسری علامت جو اس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آپ ؐ کے بعد تیس کے قریب دجال اور کذاب پیدا ہوں گے۔ ان میں سے ہر ایک اپنے کو نبی سمجھے گا' لیکن میں چونکہ خاتم النبیین ہوں' اس لیے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (اس سلسلہ میں ملاحظہ ہو احقر کی کتاب ختم نبوت اور قادیانی)

ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ایک اور روایت نقل کی ہے کہ

''میری امت میں 27 دجال اور کذاب پیدا ہوں گے۔ ان میں چار عورتیں ہوں گی۔ اور میں چونکہ خاتم النبیین ہوں اس لیے میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

(حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۱۴۹)

ان دونوں روایتوں میں ایک بات مشترک ہے وہ یہ کہ ان تیس دجالوں اور کذابوں میں سے جو بھی دعویٰ نبوت کرے گا وہ اپنے کو ''امتی نبی'' کہے گا جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا ہے کہ ''میں نبی ہوں لیکن امتی نبی ہوں۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ آپ کے بعد جو شخص بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے وہ دجال اور کذاب ہے' لہٰذا اگر کوئی شخص کسی مدعی نبوت کو دجال یا کذاب کہے تو وہ اس

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو گالی نہیں دیتا بلکہ وہ قول رسولؐ کے مطابق دین میں اس کی حیثیت کو بیان کر رہا ہے۔ یہ بات اس لیے لکھی ہے کہ جب مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کو اس کے دعویٰ نبوت کے باعث دجال اور کذاب کہتے ہیں تو قادیانی شور مچاتے ہیں کہ دیکھو مسلمان مرزا غلام احمد کو گالیاں دیتے ہیں' حالانکہ یہ الفاظ لسان نبوت سے نکلے ہوئے ہیں جو کسی صورت میں بھی گالی نہیں۔ آپ ﷺ نے خود بھی مسیلمہ کے خط کے جواب میں اس کو بھی خط لکھا تھا اس میں اسے مسیلمہ کذاب کہا تھا۔

یہ علامت بھی کافی حد تک پوری ہو چکی ہے' اور آئندہ بھی قیامت تک جو شخص بھی نبوت و رسالت کا دعویٰ کرے گا وہ بھی اس حدیث کا مصدق ہے۔

اس حدیث میں ایک علامت "یتقارب الزمان" کی ہے۔ خطابی رحمہ اللہ نے معالم السنن میں کہا ہے کہ "یتقارب الزمان" سے مراد لوگوں کی عمر کی کمی اور اس میں برکت کا نہ ہونا ہے۔ بعض علماء کے نزدیک اس کا معنی یہ ہے کہ شر و فساد اور فتنے میں لوگ ایک دوسرے کے قریب قریب ہوں گے یعنی فتنہ و فساد بڑھ جائے گا۔ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ ایام کی مدت بہت کم نظر آئے گی کیونکہ لوگ اپنی عیش و عشرت اور حصول لذت میں مصروف ہوں گے۔ ان احوال میں وقت گذرنے کا احساس نہیں رہتا۔ سال مہینوں اور مہینے ہفتوں کی طرح اور ہفتے دنوں کی طرح گذرتے جائیں گے۔ گویا وقت اور زمانے کی برکت اٹھ جائے گی۔ موجودہ دور کی سائنس کی سریع تر ایجادات کے باعث وقت اور فاصلہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جن علاقوں میں لوگ مہینوں کا سفر طے کر کے پہنچتے تھے' اب وہ دنوں اور گھنٹوں کا فاصلہ ہو کر رہ گیا ہے۔

فحش کاری' قطع رحمی اور پڑوسی کو ایذا دینا:

فحش کاری' قطع رحمی اور پڑوسی کو ایذا دینا یہ تینوں چیزیں بھی قرب قیامت میں عام ہو جائیں گی۔ فحش کاری کی کئی وجوہات ہو سکتی ہیں۔ ایک تو ان عورتوں کی بہتات اور فراوانی جو فحش کاری کو دل سے چاہتی ہیں' جو سر بازار اپنی آبرو کا سودا کرتی ہیں' اسی کی روٹی کھاتی ہیں اور ہر کس و ناکس کو سواری کے لیے اپنے آپ کو پیش کرتی ہیں۔ حالانکہ انجام سے وہ بھی آشنا ہیں کہ شہوت رانی کے غلبے سے عزت و آبرو کس طرح نیلام ہو گی۔ آج معاشرہ میں بدکاری کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جابجا اڈے کھل گئے ہیں۔ رقص گاہوں، کلبوں اور سینما گھروں کی فراوانی ہو چکی ہے۔ رہی سہی کسر ٹی۔ وی نے نکال دی ہے جس میں آزاد محبت (Free Love) کے ڈرامے اور فلمیں دکھائی جاتی ہیں۔ اونچے طبقے کے لوگوں، لیڈر مردوں اور عورتوں اور بے حیائی کی خواہاں دونوں صنفوں میں عزت و آبرو کا سودا ایک بیوپار کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ اور اب تو وزیر عورتیں بھی ایک دوسری کو طعنہ دیتے ہوئے نہیں شرماتیں کہ تو فلاں کے بستر کی زینت بن کر اسمبلی میں آئی ہے۔ کال گرلز کو آپ ٹیلی فون کر کے گھر بلا سکتے ہیں۔ ان سب چیزوں کے نتیجے میں شہوت کا بازار گرم ہوا، مفاسد بڑھ گئے، معاشرہ میں بے حیائی پھیل گئی اور جرائم کی کثرت ہو گئی۔ اور اس کے نتیجہ میں معاشرہ کی وہ بنیادیں ہل گئیں جن پر اس کی عمارت کھڑی تھی۔ حق تعالیٰ شانہ نے چودہ سو سال قبل ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا تھا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يُحِبُّونَ أَنْ تَشِيعَ الْفَاحِشَةُ فِي الَّذِينَ آمَنُوا لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ (النور:۱۹)

''یقیناً جو لوگ یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والوں کے اندر بے حیائی عام ہو ان کے لیے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہوگا۔ اور اللہ جانتا ہے جب کہ تم نہیں جانتے۔''

مغربی معاشرہ جس نے اپنی کوکھ سے فحش کاری کو جنم دیا اور اب یہ فحش کاری ان کے نزدیک کوئی جرم نہیں ہے، اس کے جراثیم اب کافی حد تک مسلمان ملکوں میں بھی آ گئے ہیں اور اب مسلمان ملکوں کا معاشرہ بھی بے حیائی کے اس ماحول میں سانس لے کر بے شمار مہلک خطرات کا باعث بن رہا ہے۔ اور بات اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ اب اخلاقی قدروں اور قانونی پابندیوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں رہی۔ اس شی کی پیش گوئی سرکار دو عالم ﷺ نے چودہ سو سال پہلے ان الفاظ میں فرمائی تھی:

((لاتقوم الساعة حتی یظهر الفحش والتفاحش وقطعیة الرحم))

(مسند احمد جلد ۱۰ اص ۲۶)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ فحش کاری اور ایک دوسرے سے فحش کلامی اور قطع رحمی عام نہ ہو جائے۔''

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

((ان من اشراط الساعة الفحش والتفحش وقطعية الرحم))

(مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۲۸۴)

''فحش کلامی اور فحش کام کرنا اور قطع رحمی قیامت کی علامات میں سے ہے۔''

نہایہ میں ہے کہ فحش اور فاحشہ ہر برے' بے شرمی کی بات یا کام کو کہتے ہیں۔ اسی طرح ہر سخت برے گناہ کو' اور کبھی فاحشہ زنا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور ہر ایک بری اور قبیح خصلت میں قول یا فعل کو۔ کرمانی نے کہا ہے حدیث میں فاحش سے مراد وہ شخص ہے جو خلقۃً فحش گو ہو اور متفحش جو خواہ مخواہ فحش گو ہو مثلاً بھانڈ' مسخرہ وغیرہ۔ (النہایہ جلد ۳ ص ۴۱۵)

اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان بین یدی الساعة .... قطع الارحام))

(مسند احمد جلد ۵ ص ۳۳۳' وقال اسنادہ صحیح)

''قیامت سے پہلے قطع رحمی عام ہو جائے گی۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فحاشی کے بارے میں جو خبر دی تھی وہ تو ہم آج اپنی آنکھوں سے دنیا کے تمام ملکوں میں دیکھ رہے ہیں۔ اس بارے میں مسلمان ممالک اور غیر مسلم ممالک سب ایک ہی رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اب فرق تھوڑا ہی رہ گیا ہے۔ مغرب اور امریکہ سے فحاشی اور فحش کاری کا جو طوفان اٹھا تھا اس نے ساری دنیا کو میں اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور ہمارے اخبارات' جرائد' رسالے' ریڈیو' ٹیلی ویژن اور انٹرنیٹ نے اس کی اشتہار بازی (Advertisement) کر کے اس کو پوری دنیا میں اس طرح پھیلا دیا ہے کہ اب اس فحاشی کو زندگی کا ایک حصہ سمجھ لیا گیا ہے۔ بے پردگی اور مرد و زن کا اختلاط جو یورپ نے اسلامی ممالک میں برآمد کیا فحاشی اور فسق و فجور کا ایک سیلاب امنڈ پڑا ہے' خصوصاً بڑے شہروں اور ملکوں میں اس وبا نے ہمہ گیر صورت اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ بخاری' مسلم اور مسند احمد میں جو حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' اس کی سچائی کو آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اہل جہنم کی دو قسمیں ایسی ہیں جن کو اب تک میں نے نہیں دیکھا (یعنی آئندہ آئیں گی) ایک تو وہ قوم ہوگی جس کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے اور لوگوں کو ان کوڑوں سے ماریں گے۔ اور دوسری صنف ان عورتوں کی ہوگی جو لباس پہنے ہوں گی مگر برہنہ ہوں گی۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی اور خود ان کی طرف مائل ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ایک طرف جھکے ہوں گے۔ یہ عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی بلکہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائیں گی اگرچہ جنت کی خوشبو اتنی دور سے آتی ہوگی۔''

اس فحش کاری نے خاندانی اور عائلی نظام میں ایک بہت بگاڑ پیدا کر دیا ہے۔ باپ کا اولاد پر اور اولاد کا باپ پر اعتماد اٹھ چکا ہے اور آج موتی کے بکھرے دانوں کی طرح ان میں دوری پیدا ہو چکی ہے۔ چین و سکون عنقا ہو گیا ہے اور خاندانی نظام کی چولیں ہل چکی ہیں جس سے مضبوط اور صالح معاشرہ کی تشکیل ہوتی ہے۔

فحاشی حب مال اور دوسرے گناہوں نے قطع رحمی کے گناہ کو بھی جنم دیا ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی کی سخت تاکید فرمائی تھی۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا۔ جب وہ اس سے فارغ ہو گیا تو رحم نے کھڑے ہو کر بارگاہِ الوہیت میں عرض کی: یہ قطع رحم سے پناہ مانگنے والے کا مقام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

((اما ترضین ان اصل من وصلك واقطع من قطعك))

''کیا تم اس سے راضی نہیں ہو کہ میں اس سے واصل ہوں گا جو تم سے واصل ہوگا۔ اور اس سے منقطع ہوں گا جو تم سے منقطع ہوگا۔''

رحم نے کہا کیوں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو

﴿ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ○ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ○ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ﴾ (محمد: ۲۲-۲۴)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

"کیا تم اس بات کے قریب ہو کہ اگر تم حکومت حاصل کر لو تو زمین میں فساد ہی پھیلاؤ اور اپنی قطع رحمی کرو۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی تو ان کو بہرا بنا دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا' تو کیا یہ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگے ہوئے ہیں۔"

(مسلم جلد ۶ ص ۱۱۲' حدیث نمبر ۶۴۹۵)

اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی اسی مضمون کی ایک حدیث مسلم ہی میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الرحم معلقة بالعرش' تقول: من وصلني وصله الله ومن قطعني قطعه الله))

"رحم عرش کے ساتھ لٹکا ہوا ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ جس نے مجھ سے تعلق جوڑا اللہ اس کے ساتھ تعلق جوڑے گا اور جس نے میرے ساتھ تعلق منقطع کیا اللہ تعالیٰ اس سے تعلق منقطع کرے گا۔" (مسلم جلد ۶ ص ۱۱۲)

ان احادیث کی شرح میں علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا کہ رحم جس سے وصل اور قطع کیا جاتا ہے وہ عرض اور معنی ہے' جوہر اور جسم نہیں۔ رحم قرابت اور نسبت ہے جس کا جامع والدہ کا رحم ہے اور اس کی وجہ سے بعض بعض کے ساتھ متصل ہوتے ہیں' اور اس اتصال کو رحم کہتے ہیں۔ اتصال ایک معنی مصدری ہے اور معنی مصدری میں قیام اور کلام متصور نہیں ہوتا۔ سو رحم کے کھڑے ہونے اور اس کے کلام کرنے سے مثال اور استعارہ مراد ہے۔ اس مثال سے رحم کی فضیلت اور صلہ رحم کرنے والے کو اجر و ثواب اور قطع رحم کرنے والے کا عذاب بیان کرنا مقصود ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ رحم کے کھڑے ہونے سے فرشتہ کا کھڑا ہونا مراد ہو اور رحم کے بولنے سے فرشتے کا بولنا مراد ہو۔

علماء نے بیان کیا ہے کہ وصل کی حقیقت رحمت اور شفقت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وصل کرنے کا معنی یہ ہے کہ وہ بندوں پر لطف و کرم فرمائے گا اور بندوں پر احسان کرے گا اور ان کو نعمتوں سے نوازے گا۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس بات پر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اتفاق ہے کہ فی الجملہ صلہ رحم کرنا واجب ہے اور قطع رحم کرنا معصیت کبیرہ ہے جیسا کہ احادیث میں اس کا بیان ہے۔ البتہ صلہ رحمی کے درجات ہیں جو بعض بعض سے ارفع ہیں سب سے کم درجہ یہ ہے کہ ترک تعلق کو ختم کیا جائے اور کلام سے وصل کیا جائے خواہ وہ سلام کے ذریعہ ہو۔ حاجت اور ضرورت کے اعتبار سے وصل کے درجات مختلف ہیں۔ بعض واجب ہیں اور بعض مستحب ہیں۔ اگر کسی شخص نے مکمل وصل نہیں کیا اور کچھ وصل کر لیا تو اس کو قاطع نہیں کہا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنے فرائض اور واجبات سے کوتاہی کی اور اس پر جتنا وصل تھا اتنا نہیں کیا تو اس کو وصل نہیں کہا جائے گا۔ اس میں بھی اختلاف ہے کہ جس رحم کا صلہ واجب ہے اس کی حد کا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ جس سے نکاح حرام ہو اس سے صلہ رحمی واجب ہے۔ اس قول پر چچازاد، ماموں زاد اور خالہ زاد بھائی بہنوں سے صلہ رحمی واجب نہیں ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ تمام ذوی الارحام کے ساتھ صلہ رحمی واجب ہے اور تمام وہ رشتہ دار جو وراثت میں حصہ پا سکتے ہیں وہ سب ذوی الارحام ہیں۔ یہ دوسرا قول صحت کے زیادہ قریب ہے کیونکہ حدیث میں باپ کے دوستوں سے بھی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے حالانکہ وہ محرم نہیں ہے۔''

(نووی شرح مسلم جلد۲ ص ۳۱۵' نور محمد کراچی)

رحم ہر وہ رشتہ دار ہوتا ہے جو انسان سے پیوستہ ہوتا ہے خواہ اس کا رشتہ ماں کی طرف سے ہو یا باپ کی طرف سے۔ اور یہ بات عقل و قیاس کے بھی قرین ہے کہ مسلمان کو اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنی چاہیے اور حاجت مند ہونے پر حتی المقدور اس کی مالی اعانت کرنی چاہیے۔ ان کی مزاج پرسی کے لیے اس کے پاس جانا چاہیے اور اگر وہ پردیس میں ہوں تو اس کے ساتھ خط و کتابت رکھنا چاہیے۔ حق تعالیٰ شانہ فرماتے ہیں:

﴿واتقوا الله الذی تسألون به والارحام﴾ (النساء:۱)

''اللہ تعالیٰ کے نام سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے سوال کیا کرتے ہو۔ اور قطع رحمی سے بچتے رہو۔''

شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی قدس سرہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''خالق اور رب یعنی موجد و مبقی ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اس کی اطاعت کے وجوب کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تم اس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے یعنی اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو اور آپس میں اس کی قسمیں دیتے ہو اور اس پر اطمینان حاصل کرتے کراتے ہو یعنی اپنے باہمی معاملات اور حاجات عارضہ میں بھی اسی کا ذریعہ پکڑتے ہو۔ مطلب یہ ہوا کہ وجود اور بقا ہی میں احتیاج منحصر نہیں بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اس کے محتاج ہوئے اس لیے اس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا۔ اس کے بعد تم کو یہ حکم ہے کہ قرابت سے بھی ڈرو یعنی اہل قرابت کے حقوق ادا کرتے رہو اور قطع رحمی اور بدسلوکی سے بچو۔ بنی نوع یعنی تمام افراد انسانی کے ساتھ علی العموم سلوک کرنا تو آیت کے پہلے حصے میں آ چکا تھا۔ اہل قرابت کے ساتھ چونکہ قرب واتحاد مخصوص اور بڑھا ہوا ہے اس لیے ان کی بدسلوکی سے اب خاص طور پر ڈرایا گیا کیونکہ ان کے حقوق دیگر افراد انسانی سے بڑھے ہوئے ہیں۔ (فوائد عثمانی ص ۹۹)

قطع رحمی کی اس اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے صلہ رحمی پر زور دیا ہے۔

چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من كان يومن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه' ومن كان يومن بالله واليوم الآخر فليصل رحمه)) (بخاری ومسلم)

''جو کوئی اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیے' اور جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔''

سیدنا جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لا يدخل الجنة قاطع رحم)) (مسلم حدیث ۶۳۹۸)

''قاطع رحم جنت میں داخل نہیں ہو گا۔''

اس حدیث کی ایک توجیہ علماء نے یہ لکھی ہے کہ جو شخص بغیر کسی سبب اور بغیر کسی شبہ اور قطع رحم کی حرمت کے علم کے باوجود اس کو حلال سمجھتا ہو وہ کافر ہے۔ جہنم میں ہمیشہ رہے گا اور جنت میں نہیں جائے گا۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ وہ سابقین اولین کے ساتھ جنت میں نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے گا بلکہ وہ کچھ دیر سے جائے گا جتنی دیر اللہ چاہے گا۔

مسلم ہی کی ایک اور روایت میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے بعض رشتہ دار ایسے ہیں کہ میں ان سے تعلق جوڑتا ہوں اور وہ مجھ سے تعلق توڑتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ نیکی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں۔ میں ان کے ساتھ بردباری کے ساتھ پیش آتا ہوں اور وہ میرے ساتھ جہالت آمیز سلوک کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اگر تم درحقیقت ایسا ہی کرتے ہو جیسا کہ تم نے کہا ہے تو تم ان کو جلتی ہوئی راکھ کھلا رہے ہو اور جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔"

محدثین نے لکھا ہے کہ جو شخص قطع رحم کرنے والے کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہے وہ اس کو جلی ہوئی راکھ کھلا رہا ہے۔ اس جلی ہوئی راکھ کھانے کو اس عذاب سے تشبیہ دی ہے جو قطع رحمی کرنے کی وجہ سے ان کو لاحق ہوگا۔ اور اس میں حسن سلوک کرنے والے پر کوئی ضرر نہیں ہے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کرنے والے کی مسلسل نیکیوں اور بدکار کی مسلسل جفاؤں سے وہ دل میں جلتا ہے اور اپنی بدسلوکی کا احساس کر کے اپنی حقارت محسوس کرتا ہے جیسے کسی کے منہ پر جلتی ہوئی آگ ڈال دی ہو۔ نیز اس حدیث میں ہے کہ "جب تک تم اس روش پر رہو گے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے مقابلہ میں تمہارا ایک مددگار رہے گا۔" اور دنیا میں اور آخرت میں تمہارا درجہ بلند کرے گا۔ بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جس شخص کے متعلق تمہیں یہ گمان ہے کہ وہ تمہارے سلام کا جواب نہیں دے گا تم اس کو سلام مت کرو کیونکہ تم سلام کر کے اس کو حرام کا مرتکب کر رہے ہو۔ یہ نکتہ غلط ہے' بلکہ تم اس کو سلام کرو' ہوسکتا ہے کہ وہ اس سے توبہ کر لے اور تم کسی ظنی امر کی وجہ سے سنت کو مت ترک کرو' اور اس حدیث میں بھی اس قول کا رد ہے کیونکہ آپ نے سوال کرنے والے صحابی کو اس کے حسن سلوک پر دوام اور بقا کی تاکید فرمائی اور اس روش پر رہنے سے انسان کو بدی کے مقابلہ میں نیکی کرنے اور برائی کا جواب اچھائی سے دینے کا موقع ملتا ہے۔ (نووی شرح مسلم جلد ۲ ص ۳۱۵' نور محمد کراچی)

باقی رہا معاملہ پڑوسیوں کا تو اسلام نے ان کے حسن سلوک کی بڑی تاکید کی ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء میں فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کرو بلکہ قریبی رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، نزدیک اور دور کے پڑوسیوں اور ساتھ والوں، اور مسافروں اور غلاموں سے احسان کیا کرو، اللہ تعالیٰ متکبروں اور اترانے والوں سے محبت نہیں کرتا۔'' (النسا:۳۶)

پڑوسی کون ہے اور اس کی تعریف کیا ہے۔ علامہ ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''جس شخص کا گھر یا دوکان تمہارے گھر یا دوکان سے متصل ہو وہ تمہارا پڑوسی ہے۔ بعض علماء نے چالیس گھروں تک اتصال کا اندازہ کیا ہے یعنی تمہارے گھر سے چالیس گھروں تک کے لوگ تمہارے پڑوسی ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میرا گمان تھا کہ پڑوسی کو وارث بنا دیا جائے گا۔''

(اکمال المعلم شرح مسلم، علامہ دشتانی ابی مالکی رحمۃ اللہ علیہ جلد ۲ ص ۶۳)

رسول اللہ ﷺ نے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی بڑی تاکید فرمائی۔

حدیث میں ہے:

((من کان یؤمن باللہ والیوم الآخر فلا یوذ جارہ))

(مسلم مع شرح نووی جلد ۲ ص ۲۰)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی کو اذیت نہ دے۔''

اور مسلم کی ایک حدیث میں ہے:

من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلیحسن الیٰ جارہ۔ (مسلم جلد ۱۶ ص ۱۷۶)

''جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے پڑوسی کے ساتھ احسان کرنا چاہیے۔''

اس حدیث کا واضح مفہوم یہ ہے کہ جو کوئی پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک نہیں کرے گا یا اس کو ستائے گا وہ اللہ تعالیٰ، اس کے رسول ﷺ اور یوم آخرت پر کامل ایمان لانے والا نہیں ہو سکتا۔ اگر وہ کامل ایمان رکھنے والا ہوتا تو اس کا ایمان پڑوسی کو اذیت دینے سے روکتا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ایک اور حدیث میں جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((واللہ لایؤمن' واللہ لا یؤمن' واللہ لایؤمن' قیل من یا رسول اللہ؟ قال: الذی لا یامن جارہ بوائقہ))

''بخدا! وہ مومن نہیں' بخدا! وہ مومن نہیں' بخدا! وہ مومن نہیں' عرض کیا گیا: کون یا رسول اللہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا: جس کا پڑوسی اس کی اذیتوں سے محفوظ نہ رہے۔''

اس کے علاوہ اور بھی بہت سی احادیث اس سلسلہ میں کتابوں میں مذکور ہیں' لیکن پڑوسی کے بارے میں اس قدر تاکید کے باوجود آج کل کے مسلمان پڑوسی کے حقوق کی رعایت نہیں کرتے۔ اور اس کو اپنی زبان' ہاتھ پاؤں اور دوسرے طریقوں سے اذیت دیتے رہتے ہیں۔ مثلاً گھر کی چھت اتنی اونچی رکھتے ہیں کہ پڑوسی کے گھر میں جھانکیں۔ گھر کا بیت الخلاء کچھ اس طریقے سے بناتے ہیں کہ اس کی بدبو سے پڑوسی کو بدبو پہنچے۔ حالانکہ زمانہ جاہلیت میں بھی پڑوسی کے حقوق کی رعایت رکھنے پر وہ لوگ فخر کرتے تھے اور ایسا کرنے والے کو وہ معزز ترین انسان سمجھتے تھے۔ ایک جاہلی شاعر کہتا ہے ؎

تعیرنا انا قلیل عدیدنا

فقلت لھا ان الکرام قلیل

وہ ہمیں عار دلاتی ہے کہ ہماری تعداد کم ہے۔ میں نے اس سے کہا بے شک اشراف کم ہی ہوتے ہیں

وما ضرنا ان قلیل وجارنا

عزیز و جار الاکثرین ذلیل

یہ شی ہمیں کوئی تکلیف نہیں دیتی کہ ہم قلیل ہیں لیکن ہمارے پڑوسی تو عزت والے ہیں جب کہ اکثر لوگوں کے پڑوسی ذلیل ہوتے ہیں۔

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کے ضمن میں یہ بھی مطلوب ہے کہ مسلمان اپنے پڑوسی کے ساتھ حسب توفیق تحفہ تحائف کا تبادلہ بھی کرے۔ ملاقات ہو تو سلام کرنے میں پیش قدمی کرے۔ خوش دلی سے ملاقات کرے۔ اگر اسے کوئی ضرورت درپیش ہو تو اس کی حتی المقدور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مدد کرے۔ بیمار ہو تو اس کی عیادت کرے۔ اپنے گھر کی دیواریں اتنی اونچی نہ بنائے کہ اس کو تازہ ہوا نہ مل سکے لیکن اگر وہ اجازت دے تو مضائقہ نہیں۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ایک مرتبہ سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: اے ابوذر! جب تم سالن پکاؤ تو اس میں شوربا زیادہ رکھو اور اپنے پڑوسی کا خیال رکھو۔ (مسلم حدیث نمبر ۶۵۶۴) دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں ''پھر اپنے ہمسایہ کے گھر والوں کو دیکھو اور اچھی شی ان کو بھیج دو۔ (مسلم حدیث نمبر ۶۵۶۵)

علامہ خطابی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ آپ ﷺ نے جو فرمایا کہ سالن پکاؤ تو اس میں شوربہ زیادہ رکھو' یہ امر استحباب ہے اس میں حسن سلوک کی ہدایت دی ہے۔ اس بات سے ہمسایوں کی الفت اور محبت حاصل ہو گی' اور پڑوسیوں کی ضروریات پوری ہوں گی۔ کبھی پڑوسی اپنے ضعف' کثرت عیال اور تنگ دستی کی وجہ سے سالن پکانے پر قادر نہیں ہوتا اور کبھی اس کے پڑوس میں یتیم بچے اور بیوہ عورتیں ہوتیں ہیں۔ (اکمال اکمال المعلم جلد ۲ ص ۶۳)

قرب قیامت میں ایک مسلمان قرآن و حدیث کی ان تمام تعلیمات کو پس پشت ڈال کر پڑوسیوں سے بدسلوکی کرے گا جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتى .... وسوء المجاورة)) (مسند احمد جلد ۱۰ ص ۲۶)

''قیامت اس وقت قائم ہو گی جب پڑوسیوں کے ساتھ برا سلوک کیا جائے گا۔''

کمینے اور چھوٹے لوگوں کا اُوپر آ جانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ چھوٹے اور کمینہ صفت لوگ اچھے لوگوں کے اُوپر آ جائیں گے اور بڑے بڑے امور ان کے سپرد کر دیے جائیں گے اور عنان حکومت ان لوگوں کے سپرد کر دی جائے گی جو بیوقوف اور ارذل ہوں گے اور ان میں نیکی کا کوئی جراثیم نظر نہیں آئے گا۔ اور اہل الحل والعقد ہوں گے اور نیکی اور علم کے لحاظ سے صفر ہوں گے' حالانکہ عقل و دانش کا تقاضا یہ ہے کہ اقتدار میں ان لوگوں کو آگے لایا جائے جو دین دار' صاحب تقویٰ' دیانت دار اور علم و فضل کے لحاظ سے لوگوں میں اعلیٰ مقام رکھتے ہوں۔ کیونکہ قرآن حکیم کی تعلیم بھی یہی ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ (الحجرات: ۱۳)

''اور اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔''

اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے اقتدار اور لوگوں کے امور کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں دی جو لوگوں میں سب سے زیادہ عالم اور دیانت دار تھے۔ اسی طرح آپ کے بعد خلفائے راشدین نے بھی انہی اصولوں پر امور مملکت کو چلایا اور مختلف صوبوں کے گورنر انہی لوگوں کو بنایا جو اس معیار پر پورے اترتے تھے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے اہل نجران سے فرمایا: میں تمہاری طرف ایک ایسے شخص کو بھیجوں گا جو امین ہو گا اور حق امانت و دیانت ادا کرے گا۔ چنانچہ آپ نے سیدنا ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ان کے ہاں گورنر بنا کر بھیجا۔ (بخاری جلد ۱۳ص ۲۳۲)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ جنہوں نے دنیا میں سب سے پہلے فلاحی مملکت (Welfare State) قائم، کی وہ بھی اور ان سے پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی جس شخص کو گورنر مقرر فرماتے' اس کے علم' قابلیت اور اہلیت اور دیانت و امانت پر مہاجرین و انصار کی گواہی لیتے (کتاب الخراج لابی یوسف ص ۶۶) اس کا ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ جو شخص کسی عہدہ پر فائز کیا جا رہا ہے اس کی لیاقت اور فرائض سے لوگ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آگاہ ہو جائیں اور اس کے علم' قابلیت اور دیانت و امانت میں اگر کوئی نقص اور عیب ہو یا کمی ہو تو وہ واضح ہو جائے۔ پھر اسے ایسا فرمان دیا جاتا جس پر اس کی تقرری' اختیارات اور فرائض کا ذکر ہوتا۔ اس فرمان کو لے کر وہ شخص مدینہ سے روانہ ہو جاتا اور جس مقام پر جاتا وہاں تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے یہ فرمان پڑھتا تھا۔ چنانچہ اس طریقہ سے لوگ اس کے عہدہ' اختیارات اور فرائض سے آشنا ہو جاتے تھے اور جب وہ اپنے ان تفویض کردہ اختیارات سے تجاوز کرتا تو لوگ اس پر گرفت کرتے۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ صرف گورنروں کا تقرر ہی نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کی خصوصی نگرانی بھی فرماتے تھے کیونکہ کل کو ان کا احتساب بھی کرنا ہوتا تھا۔ اس لیے جس وقت کوئی عامل مقرر فرماتے تھے تو اس کی منقولہ اور غیر منقولہ جائداد کی ایک مکمل فہرست تیار کر کے اپنے پاس محفوظ رکھ لیتے تھے۔ اور جب دیکھتے کہ کسی عامل کی مالی حالت غیر معمولی زیادہ ہو گئی ہے تو اس کا احتساب کر کے مواخذہ کیا جاتا تھا۔ (فتوح البلدان ص ۲۱۹)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گورنر کے مال میں اضافہ سے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس کی امانت و دیانت مشکوک سمجھی جاتی تھی۔ آپ اس سے پورا پورا حساب لیتے اور زائد سامان بحق سرکار ضبط کر لیتے۔ پھر اس سے فرماتے:

''ہم تمہیں گورنر بنا کر بھیجتے ہیں تاجر بنا کر نہیں بھیجتے۔''

گورنر کی اس مالی زیادتی کی ٹوہ کے لیے الگ کارخاص کے لوگ ہوتے تھے اور گورنر خواہ مصر میں ہو اس کی ہر بات کی اطلاع امیر المومنین کو مدینہ میں ہوتی تھی۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اپنے گورنروں کو حج کے موقع پر مکہ مکرمہ میں طلب فرماتے اور ان کے لیے یہ ضروری قرار دیا گیا کہ وہ مکہ میں اکٹھے ہوں۔ پھر گورنروں سے ان کے کاموں کے بارے میں پوچھتے اور عوام سے گورنروں کے رویہ کے متعلق دریافت فرماتے۔ اس سے وہ یہ دیکھنا چاہتے تھے کہ اپنے فرائض کے احساس میں گورنر کتنی احتیاط اور ہوش مندی سے کام لیتے ہیں۔ اور ادائے فرض کے وقت اپنے یا اپنے کسی رشتہ دار کے مفاد کا لحاظ تو نہیں رکھتے' اس لیے کہ اخلاص اور بے غرضی سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہر شی پر مقدم تھی۔ گورنروں سے یہ پوچھ گچھ بھی کسی خاص میٹنگ میں نہ ہوتی تھی جیسا کہ آجکل رواج ہے بلکہ حج میں سیدنا عمر رضی اللہ عنہ خود کھڑے ہو کر اعلان فرماتے تھے کہ ''اگر کسی کو کسی گورنر کے خلاف کوئی شکایت ہو تو پیش کرے۔'' اگر کسی شخص کو کوئی شکایت ہوتی تو وہ مجمع میں بیان کرتا اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہ تحقیقات کر کے مناسب کارروائی کرتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا:

''گورنر جو مقرر کر کے مختلف صوبوں میں بھیجے جاتے ہیں وہ اس لیے نہیں بھیجے جاتے کہ وہ تمہیں طمانچے ماریں اور تمہارا مال چھین لیں بلکہ میں ان کو اس لیے بھیجتا ہوں کہ وہ تمہیں سنت نبوی کا راستہ دکھائیں۔ پس اگر کسی گورنر نے اس کے خلاف کیا ہو تو بلا جھجک مجھ سے بیان کرو۔''

گورنر مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کہا: ''امیر المومنین! اگر کوئی گورنر ادب سکھانے کے لیے کسی کو مارے گا تب بھی آپ اسے سزا دیں گے؟'' سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' میں اسے ضرور سزا دوں گا کیونکہ میں نے خود رسول اللہ ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔ خبردار! مسلمانوں کو ہرگز نہ مارا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرو ورنہ وہ ذلیل ہو جائیں گے۔ ان کے حقوق تلف نہ کرو ورنہ وہ کفران نعمت پر مجبور ہو جائیں گے۔'' (ابن اثیر جلد۳ ص۳۰' مسند ابی داوٗد حدیث نمبر ۵۵' طبری جلد۳ ص۲۷۳)

گورنروں کے بارے میں جو شکایت بارگاہ خلافت میں پہنچتی ان کی تحقیقات کے لیے ایک محکمہ مقرر تھا جس کے انچارج سیدنا محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے۔ جس صوبے سے بھی کسی گورنر کے بارے شکایت موصول ہوتی تو وہ خود موقع پر جا کر تحقیق احوال کرتے۔ (اسد الغابہ ترجمہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ) پھر اگر اس گورنر کا جرم ثابت ہو جاتا تو اس کا پورا پورا احتساب ہوتا جس کی تفصیل ہم نے اپنی کتاب ''سیرت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ'' میں کر دی ہے' وہاں ملاحظہ فرمائی جائے۔

یہ تو تھیں وہ صفات اور وہ طریقہ تقرر جو صاحب اقتدار لوگوں میں ہونی چاہیں اور جس کے تحت کسی کو کسی عہدہ پر مقرر کرنا چاہیے' لیکن قرب قیامت میں جو لوگ کرسی اقتدار پر بیٹھیں گے ان میں نہ تو علم ہوگا اور نہ ہی وہ دیانت وامانت کی صفات کے حامل ہوں گے بلکہ وہ معاشرہ کے اوباش قسم کے لوگ ہوں گے جو علم وعمل اور دیانت وامانت کی ضروری صفات سے یک قلم عاری ہوں گے۔ گویا اس زمانے میں علمی اور اخلاقی اقدار بالکل تبدیل ہو جائیں گے۔

چنانچہ حدیث میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت سے قبل عنقریب کچھ سال ایسے آئیں گے جو لوگوں کو فریب دیں گے۔ (یعنی بارش ہوگی لیکن پیداوار نہ ہوگی یا بارش کم ہوگی یا بہت زیادہ ہوگی) ان میں جھوٹے آدمی کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے آدمی کی تکذیب کی جائے گی۔ خائن امانت دار ہوگا اور امانت دار خائن ہوگا' اور ''رویبضہ'' لوگوں کے عمومی کاموں میں رائے دے گا (یعنی اس کو عہدہ اور لیڈری مل جائے گی) پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ! ''رویبضہ'' کس کو کہتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ذلیل' پاجی' کمینہ' دون ہمت' بخیل اور شکم پرور آدمی کو۔

(ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۳۶' مسند احمد جلد۲ ص۲۹۱' ص ۳۳۸' جلد۳ ص۲۲۰)

اور اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک بے حیائی اور بخل دنیا میں نہ پھیل

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جائے۔ امین خائن ہو جائے اور خائن امین' اور بلند درجہ لوگ ہلاک ہو جائیں اور کمینہ اور ذلیل صفت لوگ معاشرہ پر چھا نہ جائیں۔''

(غریب الحدیث جلد ۳ ص ۱۲۵)

اور حدیث جبرئیل میں بھی رسول اللہ ﷺ نے ان لوگوں کی نشان دہی فرمائی ہے کہ

((واذا كانت العراة الحفاة رؤوس الناس' فذاك من اشراطها))

(مسلم جلد ۱ ص ۱۶۳)

''جب ننگے بدن اور ننگے پاؤں لوگ عوام کے لیڈر اور سردار بن جائیں تو یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔''

ایک اور حدیث میں جو سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کہ

((أن يعلوا التحوت الوعول))

''جب کمینے اور پست درجہ لوگ بلند درجہ لوگوں پر غالب آ جائیں۔''

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں:

((لاتقوم الساعة حتى تعلوا التحوت وتهلك الوعول))

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کمینے اور پست درجہ کے لوگ بلند درجہ نہ ہو جائیں اور جو اشراف اور رئیس ہیں وہ تباہ نہ ہو جائیں۔''

(مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۷' وقال الھیثمی: رجالہ رجال الصحیح' وذکرہ الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فی الفتح جلد ۱۳ ص ۱۵ من روایۃ الطبرانی فی الاوسط عن ابی ہریرۃ)

سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتى يكون اسعد الناس بالدنيا لكع بن لكع))

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ ایک کمینہ اور بدقماش بن کمینہ اور بدمعاش کو دنیوی لحاظ سے خوش نصیب نہ سمجھا جانے لگے۔''

(ترمذی حدیث نمبر ۲۲۱۰' مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۳۸۹' الجامع الصغیر جلد ۲ ص ۲۰۲' بھامشہ کنوز الحقائق للمناوی واخرجہ البیہقی فی دلائل النبوۃ وھو حدیث حسن وقال الالبانی: صحیح)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مطلب یہ ہے کہ بد اخلاق' کمینے' لفنگے' بدقماش اور ہیروین فروش قسم کے لوگ جن کے باپ بھی اسی طرح کے ہوں گے' چوہدری' وڈیرے اور قوم کے لیڈر بن جائیں گے اور لوگوں پر حکمرانی کریں گے۔ مال و دولت کی بہتات ان کے عیبوں کی پردہ پوشی کر دے گی اور لوگ انہیں نہایت خوش نصیب سمجھنے لگیں گے۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث امام طبرانی نے اوسط میں نقل کی ہے جس میں سیدنا عمر بن خطاب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من اشراط الساعة' ان یغلب علی الدنیا لکع بن لکع فخیر الناس یومئذ مومن بین کریمین)) (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۵)

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ پاجی اور بدقماش لوگ جن کے باپ بھی پاجی اور بدقماش ہوں گے دنیا پر غالب آ جائیں گے اور اس زمانہ میں سب سے بہتر وہ مومن ہوگا جو دو کریموں کے مابین ہوگا۔ یعنی جس دنیا پر اچھے لوگوں کا تسلط ہونا چاہیے تھا وہاں برے اور کمینہ صفت لوگوں کا تسلط ہوگا۔''

اسی بات کو رسول اللہ ﷺ نے امانت کے ضیاع سے بھی تعبیر فرمایا ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہمیں ارشاد فرمایا: ''قیامت کے بارے میں سوال کرنے والا کہاں ہے؟'' ایک شخص نے عرض کی: ''اے اللہ کے رسول! میں ہوں۔'' آپ نے اس سے فرمایا:

((اذا ضیعت الامانة فانتظر الساعة))

''جب امانت ضائع ہونے لگے تو پھر قیامت کا انتظار کرنا۔''

اس نے شخص نے پوچھا: امانت کا ضائع ہونا کیا ہے؟۔ فرمایا:

((اذا وسد الامر الی غیر اهله' فانتظر الساعة)) (بخاری جلد ۱۲ ص ۳۳۲)

''جب امور غیر اہل لوگوں کے سپرد ہونے لگیں تو پھر تم قیامت کے منتظر رہو۔''

گویا غیر اہل لوگوں کو معاملات اور مختلف امور کی سپردگی بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ہے۔ رشوتوں اور سفارشوں سے غیر اہل اور میرٹ (Merit) کے خلاف نوکریاں دینا ان کی اس عہدہ کے لیے قابلیت کا لحاظ نہ رکھنا یا میرٹ پر کالجوں اور یونیورسٹیوں میں داخلہ نہ دینا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ بھی اسی ذیل میں آتا ہے۔

اسی سلسلہ میں وہ حدیث بھی ہے جو سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ مسجدوں پر فاسق و فاجر لوگ قابض ہو جائیں گے۔ یعنی مسجد کمیٹیوں کے صدر، سیکریٹری اور انتظامیہ کے سربراہ فاسق و فاجر لوگ ہوں گے۔ اور برے لوگ نیک لوگوں پر غالب آجائیں گے۔''

(حلیۃ الاولیاء جلد ۶ ص ۶۴)

اس حدیث سے یہ پتہ چلا کہ نہ صرف حکومت اور تمام معاشرہ پر کمینہ صفت اور فاسق و فاجر لوگوں کا قبضہ ہو جائے گا بلکہ مساجد اور مدارس وغیرہ دینی ادارے بھی انہی کی تحویل میں آجائیں گے۔ اور اسی قسم کے لوگ عہدہ داروں کی شکل میں دینی اداروں پر قابض ہو جائیں گے۔ اسی وجہ سے حکیم الامت مولانا اشرف تھانوی رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ علماء کو مساجد اور مدارس کا انتظام دنیا دار لوگوں کے ہاتھ میں نہیں دینا چاہیے۔ اس سے یہ ادارے تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اور اگر تباہ و برباد نہ بھی ہوں پھر بھی برکات خداوندی ان سے اٹھ جائیں گی، کیونکہ یہ دنیا دار لوگ مساجد اور مدارس کی نہ تو اہمیت سے آشنا ہیں اور نہ ہی ان کو چلانے کا طریقہ آتا ہے اور نہ ہی یہ لوگ ان علماء کی قدر و منزلت سے واقف ہیں جو مساجد و مدارس میں کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ علماء سے دنیا داروں والا سلوک کریں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ علماء کی توہین کے مرتکب ہوں گے۔

سلام صرف جاننے والوں کو کی جائے گی:

اسلام میں جس طرح دوسری چیزوں کے آداب بتائے گئے ہیں سلام کرنے کے بھی کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔ سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک اسم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نقص، عیب اور فانی ہونے سے سلامت ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ ان تمام عوارض سے بری ہے جو اس کے غیر کو لاحق ہوتے ہیں۔ وہ باقی اور دائم ہے جو مخلوق کو فنا کر دیتا ہے اور خود فنا نہیں ہوتا۔

(تاج العروس جلد ۸ ص ۳۳۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سلام اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ایک اسم ہے اور السلام علیکم کے معنی ہیں کہ تم پر اللہ کا سلام ہو یعنی تم اس کی حفاظت میں رہو جیسے کہا جاتا ہے کہ اللہ تمہارا صاحب ہو۔

قرآن حکیم میں سلام کرنے کے کچھ آداب بتائے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا ادب یہ ہے کہ تم اپنے گھروں کے علاوہ دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور ان گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔ (النور: ۲۷)

اور دوسرا ادب یہ بتایا گیا کہ جب تمہیں کسی لفظ کے ساتھ سلام کیا جائے تو تم اس سے بہتر لفظ کے ساتھ اس کو سلام کرو یا پھر اسی لفظ کے ساتھ جواب دو۔ (نساء: ۸۵)

حدیث میں بھی اس بارے میں کچھ احکام نبی اکرم ﷺ نے بتائے ہیں۔ بخاری کی ایک حدیث میں بتایا گیا ہے کہ مسلمانوں کا یہ سلام کیوں جاری کیا گیا۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السلام کو اپنی صورت (یعنی صفت علم) پر پیدا کیا۔ ان کی لمبائی ساٹھ ہاتھ تھی۔ جب ان کو پیدا کرلیا تو فرمایا کہ جاؤ اور فرشتوں کی اس جماعت کو جو بیٹھی ہوئی ہے' سلام کرو۔ اور سنو کہ وہ سلام کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔ جو وہ کہیں وہی تمہارا سلام ہوگا اور تمہاری اولاد کا بھی سلام ہوگا۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے فرشتوں کی جماعت سے کہا ''السلام علیکم''۔ فرشتوں نے جواب میں کہا: ''السلام علیکم ورحمتہ اللہ''۔ فرشتوں نے ''رحمتہ اللہ'' کا لفظ زائد کہا۔ (بخاری جلد۲ص ۹۱۹' کراچی)

سلام کرنے کا حکم یہ دیا کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے' گذرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور کم لوگ زیادہ لوگوں کو سلام کریں۔ (بخاری جلد۲ص ۹۲۱' کراچی)

دوسرا ادب یہ بتایا کہ جن الفاظ میں کوئی سلام کرے تم اس سے بہتر الفاظ میں اس کا جواب دو۔ چنانچہ سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: السلام علیکم۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دس نیکیاں۔ دوسرے شخص نے حاضر ہو کر کہا: السلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ نبی ﷺ نے فرمایا: بیس نیکیاں۔ پھر ایک شخص نے آ کر کہا: السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تیس نیکیاں۔ (ترمذی ۳۸۵' کراچی)

جب کوئی شخص اپنے گھر میں جائے تو اپنے اہل وعیال کو سلام کرے۔ یہ ان کے لیے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور سلام کرنے والے کے لیے باعث برکت ہوگا۔(یکون برکة علیك و علیٰ اهل بیتك) (ترمذی ص ۳۸۶' کراچی)

جب ایک جماعت کا کہیں سے گذر ہو تو ساری جماعت کا سلام کرنا ضروری نہیں بلکہ ان میں سے صرف ایک شخص کا سلام کرنا کافی ہے۔ اور جن کو سلام کیا جا رہا ہے وہ اگر زیادہ ہیں تو ان میں سے صرف ایک شخص کا جواب دینا کافی ہے۔ (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۳۵۲)

حکیم الامت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ سلام کی مشروعیت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''آداب زندگی میں سے ایک سلام ہے جس کو بعض لوگ بعض کے لیے عمل میں لاتے ہیں کہ باہم خوشی کا اظہار کریں اور ایک دوسرے سے شفقت اور مہربانی سے پیش آئیں۔ چھوٹا بڑے کو بزرگ سمجھے اور بڑا چھوٹے پر شفقت کرے اور سب آپس میں بھائی اور دوست بن کر رہیں کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو باہمی محبت اور میل جول کا کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ اور اگر خوشی کے اظہار کے لیے کوئی نقطہ مقرر نہ کیا جائے تو خوشی ایک اندرونی شی ہو کر رہ جائے اور بغیر قرائن کے معلوم ہی نہ ہو کہ دوسرے شخص کو مل کر خوشی اور مسرت ہوئی ہے یا نہیں۔ لہٰذا ہر گروہ کے سلف کا طریقہ ان کی رائے کے موافق آپس میں سلام کرنے کا چلا آتا ہے۔ پھر وہ طریقہ ان کے مذہب کا شعار اور مخصوص نشان ہوگا۔ جس سے پتہ چل جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں گروہ سے تعلق رکھتا ہے.......... قانونِ شرعی کا یہ تقاضا تھا کہ اس امر میں وہ طریقہ اختیار کیا جائے جو انبیاء علیہم السلام کی سنت ہے اور جس کو انبیاء علیہم السلام نے ملائکہ سے سیکھا۔ اور وہ طریقہ دعا اور ذکر الٰہی کے قبیل سے ہو نہ کہ دنیوی زندگی پر مطمئن ہونے کے قبیل سے جیسے درازی عمر اور دولت کی آرزو کرنا اور نہ اس میں حد سے زیادہ تعظیم ہو یہاں تک کہ آدمی کو شرک کے قریب کر دے جیسے سجدہ کرنا اور زمین چومنا۔ اور وہ طریقہ ہے سلام کرنا۔

(حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ ص ۵۴۵)

سلام کے بارے میں امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ نے ایک عجیب بات لکھی ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''السلام علیکم کے جواب میں السلام علیکم نہیں شروع کیا گیا بلکہ ''وعلیکم السلام'' شروع کیا گیا ہے تا کہ اول و آخر اللہ کا نام یعنی سلام کا ذکر ہو۔ اور جب مجلس کے اول آخر میں اللہ کے نام اور سلامتی کی دعا کا ذکر ہو گا تو اللہ تعالیٰ کی رحمت' مغفرت اور سلامتی کی زیادہ توقع ہو گی جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اقم الصلوٰة طرفي النهار وزلفاً من الليل' ان الحسنات يذهبن السيئات'' دن کے دونوں طرفوں میں اور رات کے قریب نماز پڑھو کیونکہ نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یعنی جب دن کے اول اور آخر میں نماز پڑھی جائے گی تو اس کی برکت سے درمیان کے گناہ مٹ جائیں گے۔ سو اسی طرح جب مجلس کے اول و آخر میں اللہ کا نام لیا جائے گا تو اس کی برکت سے تمام مجلس میں اللہ کی رحمت اور سلامتی شامل رہے گی۔

(تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۲۷۸' بیروت)

سلام کرنے کے بارے میں اسلام نے جو آداب سکھائے ہیں ان میں ایک ادب یہ ہے کہ سلام کرنے میں واقف و ناواقف' چھوٹے اور بڑے اور غریب اور امیر کی تخصیص نہ ہو بلکہ جو مسلمان بھی ملے خواہ تم اس کو جانتے ہو یا نہ جانتے ہو اس کو سلام کرنا چاہیے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں ہے کہ

''وتقرئ السلام علىٰ من عرفت وعلىٰ من لا تعرف''

اور اپنے آشنا اور نا آشنا دونوں کو سلام کرو۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ سلام کے لیے جان پہچان ضروری نہیں صرف مسلمان ہونا ضروری ہے اور قرون اولیٰ کے مسلمان ہر شخص کو سلام کہتے تھے خواہ وہ اس کو جانتے تھے یا نہ جانتے تھے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ سلام صرف اس کو کیا جائے گا جس کو آدمی جانتا ہو گا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان من اشراط الساعة أن يسلم الرجل على الرجل' لايسلم عليه الاللمعرفة)) (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۲۶)

''بے شک قیامت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ آدمی صرف جان پہچان والے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کو سلام کرے گا۔“

اور مسند امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ہی کی ایک اور روایت ان الفاظ کے ساتھ ہے:

” ان بين يدى الساعة تسليم الخاصة “ (مسند احمد جلد ۵ ص ۳۳۳)

”قیامت سے پہلے صرف خاص لوگوں کو سلام کیا جایا کرے گا۔“

یہ نشانی کافی حد تک پوری ہو چکی ہے اس زمانہ میں ہر شخص اس بات کا مشاہدہ کر رہا ہے کہ لوگوں کی ایک اچھی خاصی تعداد صرف ان لوگوں کو سلام کرتی ہے جن کو وہ جانتے ہیں حالانکہ یہ بات سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ جان پہچان ہو یا نہ ہو ایک مسلمان کو سلام کیا جانا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو ترغیب دی ہے کہ سلام کو خوب پھیلاؤ اور ہر صاحب ایمان کو سلام کرو خواہ اس سے جان پہچان ہو یا نہ ہو۔ اس سے مومنوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے محبت کے جذبات پیدا ہوں گے اور یہ بات جنت میں دخول کا باعث ہو گی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتدخلوا الجنة حتى تؤمنوا، ولا تؤمنوا حتى تحابوا، أولا ادلكم على شئى اذا فعلتموه تحاببتم؟ افشوا السلام بينكم)) (مسلم جلد ۲ ص ۳۵)

”تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ، اور تم ایمان نہیں لاؤ گے جب تک کہ تم آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں وہ شی نہ بتلاؤں جس کو کرنے سے تمہارے دلوں میں محبت پیدا ہو گی۔ (اور وہ شی یہ ہے کہ) آپس میں سلام کو خوب پھیلاؤ۔“

بڑھاپے میں جوان ہونے کے لیے خضاب لگانا:

بڑھاپے میں جب بال سفید ہو جائیں تو سفید بالوں کو اگر سفید رکھا جائے وہ بھی جائز ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”سفید بالوں کو نہ اکھاڑو جس کے بال بھی اسلام میں سفید ہوں گے وہ قیامت کے روز اس کے لیے نور بن جائیں گے۔ یحییٰ کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بالوں کے عوض ایک نیکی لکھ دے گا اور ایک برائی مٹا دے گا۔“ (سنن ابی داؤد جلد ۲۲۲، لاہور) لیکن رسول اللہ ﷺ کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نزدیک بالوں کو رنگنا مستحب ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"ان الیھود و النصاریٰ لا یضبغون فخالفوھم"

(بخاری جلد ۲ ص ۸۷۵' ابوداؤد جلد ۲ ص ۲۲۲)

۔بے شک یہود ونصاریٰ بالوں کو نہیں رنگتے سوتم ان کی مخالفت کیا کرو (یعنی بالوں کو رنگا کرو)

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز سیدنا ابوقحافہ کو لایا گیا اس حال میں کہ ان کے سر کے اور ڈاڑھی کے بال سفید پھولوں کی طرح سفید تھے۔ (ان کو دیکھ کر) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((غیروا ھذا بشئی واجتنبوا السواد)) (سنن ابی داؤد جلد ۲ ص ۲۲۲' لاہور)

''ان کو کسی چیز سے متغیر کرو اور سیاہ رنگ سے اجتناب کرو۔''

ابوجعفر انصاری بیان کرتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سر اور ڈاڑھی کو روشن انگارے کی طرح سرخ دیکھا۔ (المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۲۴۵)

مصنف ابن ابی شیبہ میں اور بھی کچھ روایات مختلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں منقول ہیں جن میں ان کے بالوں کو رنگنے کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے۔

اگرچہ اسلام میں بالوں کا رنگنا مستحب قرار دیا گیا ہے لیکن بعض علماء کے نزدیک سیاہ خضاب سے بالوں کو سیاہ رنگنا اسلام کی نگاہ میں پسندیدہ نہیں ہے۔ چنانچہ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔ (مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۶۳)

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ زرد رنگ مومن کا خضاب ہے۔ سرخ رنگ مسلم کا خضاب ہے اور سیاہ رنگ کافر کا خضاب ہے۔

(مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۶۳)

ان کے علاوہ اور بھی کچھ روایات کتابوں میں موجود ہیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیاہ خضاب شریعت کی نگاہ میں ناپسندیدہ اور مکروہ ہے۔ لیکن کچھ روایات اس کے جواز کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بھی ہیں۔ کہ سیدنا سعد رضی اللہ عنہ، سیدنا حسن رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سیاہ خضاب لگایا کرتے تھے۔

(ملاحظہ ہو المصنف لابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۲۵۱، مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۶۳)

مذاہب اربعہ کی فقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب لگانا مکروہ تحریمی ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب خلاف اولیٰ ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور سیاہ خضاب مکروہ ہے۔ فقہاء احناف کے نزدیک بھی سفید بالوں کو رنگنا مستحب ہے اور اکثر فقہاء کے نزدیک سیاہ خضاب مکروہ ہے اور بعض کے نزدیک بلا کراہت جائز ہے۔

لیکن قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حدیث میں یہ بتائی گئی ہے کہ قرب قیامت میں لوگ بالوں کو رنگیں گے۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((یکون قوم یخضبون فی آخر الزمان بالسواد کحو اصل الحمام لا یریحون رائحة الجنة))

(مسند احمد جلد ۴ ص ۱۵۶، سنن ابی داؤد جلد ۱۱ ص ۲۶۶ مع عون المعبود)

''آخر زمانہ میں ایک قوم کبوتر کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب کے ساتھ اپنے بالوں کو رنگے گی۔ وہ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔''

حدیث کی یہ پیش گوئی آج ہم اپنی آنکھوں سے سچی دیکھ رہے ہیں کہ مرد حضرات اپنے بالوں اور اپنی ڈاڑھیوں کو سیاہ خضاب سے رنگ رہے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اور حدیث بھی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((یکون فی آخر الزمان قوم یسودون اشعار هم لاینظر الله الیهم رواه الطبرانی فی الاوسط واسناده جید)) (مجمع الزوائد جلد ۵ ص ۱۶۱)

''آخر زمانہ میں ایک قوم ہوگی جو اپنے بالوں کو سیاہ رنگ کے ساتھ رنگے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی طرف نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔ اس حدیث کو طبرانی نے اوسط میں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

روایت کیا اور اس کی سند عمدہ ہے۔''

علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ ''وہ جنت کی خوشبو نہیں سونگھیں گے۔'' (لا یریحون رائحة الجنة) یہ کسی فعل یا کسی عقیدہ کی خرابی کی وجہ سے ان کے ساتھ یہ معاملہ ہوگا نہ کہ صرف سیاہ خضاب لگانے کی وجہ سے' البتہ یہ سیاہ رنگ کا خضاب ایک علامت ہے ایسے لوگوں کی جیسے کہ خوارج کے متعلق حدیث میں ہے کہ ان کے سر مونڈھے ہوئے ہوں گے تو یہ سر کا مونڈھے ہوئے ہونا ایک علامت ہے وگرنہ بالوں کا مونڈھانا حرام نہیں ہے۔ (الموضوعات جلد۳ ص ۵۵ لابن الجوزی)

قیامت کی چند نشانیاں:

سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب میری امت میں پندرہ خصلتیں پیدا ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس پر مصائب کی بارش شروع ہو جائے گی (اور قیامت بالکل قریب ہوگی۔) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب غنیمت کا مال دولت کا مال سمجھا جائے گا (یعنی وزیر اعظم' صدر مملکت اور حکومتی عہدے دار' ارکان قومی وصوبائی اسمبلی اس مال کو اپنے باپ کا مال سمجھیں اور غریب اور نادار لوگوں میں تقسیم نہ کریں بلکہ خود کھا جائیں) اور امانت کے مال کو لوٹ کا مال سمجھیں (یعنی اس کو بغیر ڈکار لیے کھا جائیں' بنکوں سے قرض لیں تو واپس نہ کریں) اور زکوٰۃ کو تاوان اور ڈنڈ سمجھیں' اور آدمی اپنی بیوی کی اطاعت کرنے اور ماں کی نافرمانی کرنے لگے' جب آدمی دوست کے ساتھ نیکی اور باپ کے ساتھ ظلم وستم اور برائی کرنے لگے' اور مسجدوں میں (بات چیت یا درود و وظائف کی شکل میں) آوازیں اونچی ہونے لگیں' اور قوم کا سردار اس کا ذلیل ترین آدمی ہو' اور ایک انسان کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے ہونے لگے' اور شرابیں پی جانے لگیں' اور ریشم (جس کو شریعت اسلامیہ نے مردوں کے لیے حرام قرار دیا ہے) پہنا جانے لگے' جب گانے والی عورتوں اور آلات موسیقی کو محبت کی جانے لگے' اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں (یعنی سلف صالحین اور محدثین و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء جیسے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ اور دوسرے ائمہ وغیرہ پر لعن طعن کریں) جب ایسا ہونا شروع ہو جائے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو زمین میں دھنسا کر یا پھر ان کی صورتیں مسخ کر کے عذاب دیں گے۔'' (ترمذی حدیث نمبر ۲۲۱۰)

ترمذی ہی میں ایک اور روایت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی مروی ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جب مال غنیمت کو دولت کا مال سمجھا جانے لگا' اور امانت کے مال کو لوٹ کا مال سمجھا جانے لگے اور زکواۃ کو تاوان اور جرمانہ سمجھا جانے لگے اور علم غیر دین یعنی دنیا کے لیے پڑھا جانے لگے اور ایک شخص بیوی کی تو اطاعت کرے اور اپنی ماں کی نافرمانی کرنے لگے' اور ایک شخص اپنے دوست کو تو قریب کرے اور باپ کو دور کرے' اور مساجد میں آوازیں اونچی ہونے لگیں' اور قوم اور قبیلہ کا فاسق و فاجر شخص اس کا سردار بن جائے' اور قوم کا لیڈر اس کا ذلیل ترین آدمی ہو' اور ایک شخص کے شر سے بچنے کے لیے اس کی عزت و تکریم کی جانے لگے' اور گانے والیاں اور آلات موسیقی عام ہو جائیں' اور شرابیں پی جانے لگیں' اور امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعن طعن کرنے لگیں' تو اس وقت اس بات کے انتظار میں رہو کہ کب تم پر سرخ آندھیاں یا زلزلے یا خسف و مسخ یا اسی قسم کی اور مسلسل چیزیں آنا شروع ہوں جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹنے سے دانے مسلسل گرتے ہیں۔'' (ترمذی جلد ۴ ص ۴۹۵' حدیث نمبر ۲۲۱۱)

اگر غور سے دیکھا جائے تو قیامت کی یہ سب نشانیاں قریباً ظاہر ہو چکی ہیں۔

① مال غنیمت یا مال فئے دوسرے لفظوں میں بیرونی امداد اور ایڈ (Aid) کی شکل میں جو رقم بھی باہر کے ملکوں سے آتی ہے اس کو کارکنان اور عہدہ داران حکومت اپنے باپ دادا کا مال سمجھ کر ہڑپ کر رہے ہیں۔ اور بنکوں کے مال کو قرضوں کی شکل میں کھا رہے ہیں۔

② ملک کا تمام ریونیو خواہ وہ ٹیکس کی صورت میں یا ڈیوٹی' سیلز ٹیکس یا کسی اور شکل میں ہو' سیاست دان اور ملک کی انتظامیہ دونوں ہاتھوں سے لوٹ کر کھا رہی ہے۔ جس کی مالیت اربوں میں ہے۔ یہی حال دوسرے ٹیکسوں کا ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

③ زکواۃ کی ادائیگی اول تو کی نہیں جاتی اور اگر کی جاتی ہے تو اس کو واقعی تاوان یا ڈنڈ سمجھا جاتا ہے۔ نیشنل سیونگز اور بنکوں میں لوگوں نے زکواۃ سے بچنے کے لیے اپنے شیعہ ہونے کے بیان حلفی داخل کیے ہوئے ہیں حالانکہ وہ شیعہ نہیں ہیں تاکہ زکواۃ نہ دینی پڑے۔

④ علم دین دنیا کمانے کے لیے پڑھا جا رہا ہے' اور جو عالم بن چکے ہیں ان کی اکثریت اپنے اس علم سے دولت اکٹھی کر رہی ہے۔ کچھ لوگ علم دین نام ونمود اور نزاع و جدال کے لیے حاصل کرتے ہیں۔ قاری صاحبان تراویح اور شبینہ میں قرآن سنانے کا معاوضہ لیتے ہیں۔

⑤ یہ بھی ہمارے معاشرے میں عام ہو گیا ہے کہ بیوی کی اطاعت ہو رہی ہے اور والدین کی نافرمانی' بلکہ بیوی کے لیے والدین کے ساتھ ہر روز لڑائی جھگڑا رہتا ہے۔

⑥ دوستوں کے ساتھ اچھا سلوک اور والد کے لیے نفرت کے جذبات آج کل کے نوجوانوں کا وطیرہ ہو چکا ہے۔ دوستوں کی مجلس میں اگر کوئی تعلیم یافتہ نوجوان بیٹھا ہو اور وہاں اس کا ان پڑھ باپ آ جائے تو اکثر و بیشتر باپ کو ڈانٹ دیا جاتا ہے کہ یہاں کیوں آئے کیونکہ نوجوان اور فیشن ایبل بیٹے ان پڑھ اور سادہ لوح باپ کو اپنے لیے باعث عار سمجھتے ہیں اور اس سے نفرت کے درپے ہوتے ہیں بلکہ نوجوان تو اپنے دوستوں کے سامنے اپنے باپ کو نوکر بتاتے ہیں۔

⑦ مساجد میں شور و غوغا اور آوازوں کا اٹھنا روز مرہ کا معمول بن چکا ہے۔ سیاسی معاملات مسجدوں میں زیر بحث آتے ہیں' سیاسی تقاریر کی جاتی ہیں جن میں دوسروں پر بہتان طرازی کی جاتی ہے۔ کہیں دین کے نام پر اونچی اونچی آواز میں وظیفے کیے جاتے ہیں۔ جونہی امام نے سلام پھیرا' اسی وقت ''لا الہ الا اللہ'' کا اونچی آواز میں ورد شروع ہو جاتا ہے حالانکہ حدیث کی رو سے ایسا کرنا جائز نہیں۔ چنانچہ فتاویٰ قاضی خان میں ہے:

''الجهر بالذكر حرام' وقد صح عن ابن مسعود انه سمع قوماً اجتمعوا في مسجد يهللون ويصلون عليه الصلواة والسلام جهراً فراح اليهم وقال:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ماعهدوا ذالك على عهده عليه الصلوٰة والسلام' وما اراكم الا مبتدعين فما زال يذكر ذالك حتى اخرجهم من المسجد"

(بحوالہ انوار ساطعہ ص ۳۸-۳۹' مصنفہ مولوی عبدالسمیع)

"ذکر بالجہر حرام ہے کیونکہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت ہے کہ انہیں پتہ چلا کہ کچھ لوگ ایک مسجد میں جمع ہو کے اونچی اونچی آواز سے کلمہ طیبہ اور رسول اللہ ﷺ پر درود کا ورد کرتے ہیں۔ آپ ان کے پاس گئے اور انہیں فرمایا: یہ طرز و طریقہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں معہود نہ تھا' لہٰذا تم بدعتی ہو۔ چنانچہ آپ نے انہیں مسجد سے باہر نکال دیا۔"

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس عمل کو اپنے فتاویٰ ردالمختار میں نقل کیا ہے۔ (ملاحظہ ہو ردالمختار جلد ۵ ص ۳۵۰)

بعض مساجد میں جونہی سلام پھیرا جاتا ہے تو زور زور سے کلمہ اور درود شریف کا وظیفہ شروع ہو جاتا ہے لیکن آج کوئی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ انہیں مسجد سے نکالنے والا نہیں بلکہ آج جو شخص انہیں اس بدعت پر ٹوکتا ہے اسے مسجد سے نکال دیا جاتا ہے۔

⑧ یہ بھی عام ہے کہ فاسق و فاجر لوگ اپنے اپنے محلوں' قبیلوں اور علاقوں کے سردار لیڈر اور چوہدری بنے ہوئے ہیں' اور ذلیل ترین لوگ بڑے بڑے عہدوں اور منصوبوں پر متعین ہیں' اور پوری قوم کی سرپرستی انہیں سونپی گئی ہے۔ حکومت ہر سال صحت عامہ' بہبود آبادی اور دوسرے امور کے لیے کروڑوں اربوں روپے مختص کرتی ہے لیکن گذشتہ نصف صدی میں قوم کے اخلاق سنوارنے کے لیے ایک پائی بھی مختص نہیں کی گئی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کالج اور یونیورسٹیاں بداخلاقی کے اڈے بن گئیں' اور وہاں صرف تعلیم رہ گئی اگرچہ وہ بھی روپوں میں بکتی ہے' لیکن تربیت بالکل ختم ہو گئی۔ یہی وجہ ہے کہ کالجوں اور یونیورسٹیوں میں کلاشنکوف کلچر پھیل رہا ہے

⑨ چونکہ کمینہ صفت اور ارذل لوگ قوم کے رئیس اور لیڈر بن گئے ہیں اور وہ معمولی معمولی باتوں پر ذلیل سے ذلیل حربہ اختیار کرنے پر اتر آتے ہیں' اس وجہ سے شریف لوگ ان کے شر سے بچنے کے لیے انہیں خان صاحب' چوہدری صاحب اور

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

رانا صاحب وغیرہ کے القاب سے یاد کرتے ہیں جس سے وہ ذلیل اور ارذل لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہماری عزت افزائی ہو رہی ہے حالانکہ یہ سب کچھ ان کے شر سے بچنے کے لیے کیا جاتا ہے۔

(۱۰) ایک اور علامت جو اس حدیث میں بتائی گئی ہے وہ یہ کہ گانے والیوں اور آلات موسیقی کا گھر گھر چرچا ہو جائے گا۔ حدیث کی یہ علامت بھی پوری ہو گئی ہے۔ گانے بجانے کا کام اب ہر جگہ شروع ہو گیا ہے۔ لڑکے اور لڑکیوں کی ایک بھیڑ ہے جو ریڈیو اور ٹیلی ویژن پر گانا گانے کے لیے آ رہی ہے۔ ان میں سے بعض بڑے بڑے گھروں سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ہر پروگرام میں آلات موسیقی کا استعمال ایک فیشن بن گیا ہے۔ اب ان گانے والوں اور گانے والیوں کا نام بھی آرٹسٹ رکھ دیا گیا ہے جس سے ان کے ضمیر سے وہ کانٹا بھی نکل گیا ہے جو خلاف شریعت کاموں پر خلش پیدا کرتا ہے۔ اب وہ معاشرہ میں معزز ترین لوگ سمجھے جانے لگے ہیں۔ کسی زمانہ میں ان کو میراثی اور بھانڈ کہتے تھے۔ اور سماج کا ہر فرد ان سے نفرت کرتا تھا۔ معاملہ یہاں تک بڑھ گیا ہے کہ اب نعتیں اور قصیدہ بردہ شریف بھی ساز و آواز سے گایا جاتا ہے۔ فلمی گانوں کی طرز پر نعتیں بنائی جاتی ہیں اور ہر نعت خواہ مجلس میں اپنی آواز کے زیر و بم اور فلمی طرز سے لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

(۱۱) ایک اور علامت جو حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ قسم قسم کی شرابیں پی جائیں گی چنانچہ آج کافر تو کافر مسلمان بھی قسم قسم کی شرابوں کے رسیا ہو گئے ہیں، نیو ائر منانے کے لیے بڑے بڑے ہوٹلوں میں کاک ٹیل پارٹیاں مرتب کی جاتی ہیں اور ان میں رنگا رنگ شرابیں پی جاتی ہیں۔

بڑے افسوس کا مقام ہے کہ مسلمانوں میں شراب نوشی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال روز بروز بڑھتا جا رہا ہے۔ یہ وبا زیادہ تر یورپین قوموں اور مشرقی ملکوں کے ملحدوں کے باہمی اختلاط کا نتیجہ ہے۔ مزید افسوس یہ کہ نام نہاد مسلم حکام بھی انہیں اپنے قول و عمل سے شہ دیتے ہیں۔ حالانکہ شراب اور جوئے کو قرآن حکیم نے ''رجس'' قرار دیا اور ''رجس'' انتہا درجے کی خباثت اور قباحت کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہتے ہیں (مائدہ: ۹۱) پھر اس کو شیطانی عمل قرار دیا گیا اس لیے کہ شراب سے شر اور سرکشی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ امر واضح ہے کہ شیطانی عمل کوئی بھی ہو غضب الٰہی کا باعث بنتا ہے۔

پھر ترک کے حکم کو اجتناب کے لفظ سے تعبیر کیا۔ اور یہ واقعہ ہے کہ ممانعت کا یہ بلیغ استعمال ہے کیونکہ یہ لفظ بتاتا ہے کہ ترک کے ساتھ بالکلیہ دوری اور پرہیز بھی اختیار کی جائے۔ اور قرآن حکیم میں اجتناب کے لفظ کا استعمال شرک اور طاغوت پرستی سے بچنے کے مواقع پر کیا گیا ہے جو شرک' بت پرستی اور سرکشی کی تمام صورتوں' جملہ کبائر اور جھوٹی باتوں سے گریز کو شامل ہے۔ اور یہ بہت کبیرہ گناہ ہے۔ (ملاحظہ ہو حج: ۳۰' نحل: ۳۶' نجم: ۳۲' زمر: ۱۷)

شراب ایک دوسرے کے ساتھ نفرت' عداوت اور بغض و حسد پیدا کرتی ہے اور بسا اوقات معمولی چھیڑ چھاڑ اور جھگڑے سے بڑی لڑائی' مار کٹائی اور قتل و غارت کی نوبت آ جاتی ہے۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ شراب ذکر الٰہی اور نماز سے روکتی ہے کیونکہ شراب پی کر آدمی اپنی عقل کھو دیتا ہے اور نماز کا وقت آ کر گزر بھی جاتا ہے اور اسے احساس تک نہیں ہوتا۔

علاوہ اس کے مضر اثرات جسمانی صحت پر پڑتے ہیں جس سے انسانی تندرستی تباہ و برباد ہو کر رہ جاتی ہے۔ جسمانی ساخت بگڑ جاتی ہے۔ زبان سے چکھنے کا احساس جاتا رہتا ہے اور حلق میں جلن اور سوزش پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی جگر بڑھ کر پھیل جاتا ہے اور جسم میں فاضل چربی زیادہ پیدا ہوتی ہے۔ دوران خون مشکل ہو جاتا ہے۔ کبھی دوران خون رک بھی جاتا ہے۔ کبھی شریان میں انجماد پیدا ہو جاتا ہے۔ عمل تنفس کا پورا نظام شراب سے بری طرح متاثر ہوتا ہے۔ نرخرہ سخت اور بھدہ ہو جاتا ہے اور سانس کی نالی پھول جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں ہچکی اور کھانسی کا پیہم عارضہ لاحق ہو جاتا ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ پھیپھڑوں کی سوجن جیسا مہلک عارضہ جوانی ہی میں لاحق ہو جاتا ہے اور انسان نوجوانی ہی میں موت کی آغوش میں چلا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ہر اس شخص پر اللہ کی لعنت کا اعلان فرمایا ہے جس کا شراب سے کچھ تعلق ہوتا ہے۔ فرمایا:

لعن الله الخمر' وشاربها' وساقيها' ومبتاعها' وبائعها' وعاصرها' ومعتصرها' وحاملها والمحمولة اليه (ابوداؤد جلد۲ص ۱۶۱)

''اللہ تعالیٰ نے شراب' اس کے پینے والے' پلانے والے' خریدنے والے' اس کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فروخت کرنے والے اس کو نچوڑنے والے' نچوڑ کر (برتنوں وغیرہ میں) رکھنے والے' اسے اٹھانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر لے جایا جائے' ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔"

شراب کی جسمانی' سماجی اور شرعی خرابیوں کے باوجود بھی صرف مغرب والوں کی ریس میں ہمارا نوجوان اور امیر طبقہ اس گندی شی کو دن رات پی رہا ہے تاکہ ہم ماڈرن کہلائیں اور ہمیں کوئی دقیانوس اور بنیاد پرست نہ کہے۔ ایسی سوچ پر اللہ کی لعنت ہو۔

اسی لیے سیدنا ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

"میری امت کے کچھ لوگ شراب پئیں گے لیکن اس کا نام کچھ اور رکھ لیں گے یعنی اس کو شراب کے علاوہ کسی اور نام سے پکاریں گے۔"

(ابوداؤد جلد ۳ ص ۳۲۹ حدیث نمبر ۳۶۸۸' نسائی کتاب الاشربہ باب نمبر ۱' ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۲۰' مسند احمد جلد ۵ ص ۳۱۸' ص ۳۴۲)

ایک اور حدیث میں ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ ہو جائیں گے جب آپ ﷺ سے پوچھا گیا کہ وہ کون ہوں گے تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"وہ گانے بجانے کے رسیا ہوں گے اور مختلف قسم کی شرابیں پئیں گے۔ چنانچہ شراب و کباب میں دھت اور لہو و لعب میں مشغول ہو کر رات گذاریں گے اور جب صبح کو اٹھیں گے تو ان کی شکلیں بندروں اور سوروں میں تبدیل ہو چکی ہوں گی۔"

(حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۱۱۹)

اسی مضمون کی ایک حدیث بخاری جلد ۲ ص ۸۳۵۷ میں بھی ہے۔

(۱۲) حدیث کی یہ علامت بھی قریباً پوری ہو چکی ہے کہ پچھلے لوگ اگلے لوگوں پر لعنت کریں گے۔ چنانچہ ائمہ اسلام اور محدثین عظام کے بارے میں طرح طرح کے الزامات لگائے جاتے ہیں اور ان کی شان میں ہر قسم کی گستاخیاں کی جاتی ہیں۔

چنانچہ ایک جاہل نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بارے میں یوں لکھا:

"کیونکہ یہ مسلمہ امر اور آخری اور قطعی حقیقت ہے کہ امام ابوحنیفہ صاحب کے نام

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ محدث یا امام فن حدیث کا لفظ برائے نام بھی کتب تاریخ اسلام اور اسماء الرجال وطبقات میں موجود نہیں۔'' (نتائج التقلید ص ۱۸۹)

حالانکہ اس کتاب کے مصنف میں اگر ذرا بھی علمی رمق موجود ہوتی تو وہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کی تذکرۃ الحفاظ ہی دیکھ لیتا جس میں انہوں نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حفاظ حدیث میں شمار کیا ہے۔ یا پھر ابن خلدون کا مقدمہ تاریخ ہی دیکھ لیتا جس میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو علم حدیث کے بڑے مجتہدین میں شمار کیا گیا ہے اور اگر وہ عربی کی کتاب دیکھنے کی قابلیت نہ رکھتا تھا تو وہ حضرۃ مولانا محمد علی کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور علم الحدیث'' ہی کا مطالعہ کر لیتا کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدث ہیں کہ نہیں؟

مشہور مورخ پروفیسر اسلم صاحب اپنے ایک مضمون ''مولانا حامد میاں سے میری آخری ملاقات'' میں رقمطراز ہیں:

''راقم آثم نے عرض کیا کہ ہمارے علاقہ کا ایک بھنگی چند سال ہوئے خاکروبوں میں بھرتی ہو کر سعودی عرب چلا گیا۔ وہاں قیام کے دوران میں وہ مشرف بہ اسلام ہوا اور اس نے مسلک اہل حدیث اختیار کر لیا۔ اس نے حج بھی کیا اور اب وہ واپس آچکا ہے۔ میں بھی ان سے مل چکا ہوں۔ وہ اکثر لاؤڈ اسپیکر پر یہ اعلان کیا کرتا ہے کہ ''ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو میرے سامنے لاؤ میں اسے نماز ادا کرنے کا طریقہ بتاؤں۔'' اس کے بعد وہ یہ آیت پڑھا کرتا ہے فسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون۔ قبلہ میاں صاحب نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ایک بھنگی سے یہی امید رکھنی چاہیے۔''

(ماہ نامہ بینات جلد ۵۰، شمارہ نمبر ۱۰، ص ۳۰، بحوالہ حدیث اور اہل حدیث ص ۲۳-۲۴)

یہ تو صرف دو حوالے ہیں ورنہ بعض حضرات اس مرض کے ایسے مریض ہیں کہ جب تک وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں گستاخانہ کلمات نہ کہہ لیں ان کے پیٹ کی ہوا ہی خارج نہیں ہوتی۔ ان لوگوں کی انہی گستاخانہ کارروائیوں کی وجہ سے ان کے علماء ان جہلاء سے سخت نالاں رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت مولانا محمد داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ میں لکھا ہے اور تذکرہ نویس مولانا محمد اسحاق بھٹی لکھتے ہیں:

''ایک دن میں ان کی (مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ) کی خدمت میں حاضر تھا کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جماعت اہل حدیث کی تنظیم سے متعلق گفتگو شروع ہوئی۔ بڑے دردناک لہجہ میں فرمایا: مولوی اسحاق! جماعت اہل حدیث کو حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روحانی بددعا لے کر بیٹھ گئی ہے۔ ہر شخص ابوحنیفہ ابوحنیفہ کہہ رہا ہے۔ کوئی بہت ہی عزت کرتا ہے تو امام ابوحنیفہ کہہ دیتا ہے۔ پھر ان کے بارے میں ان کی تحقیق یہ ہے کہ وہ تین حدیثیں جانتے تھے یا زیادہ سے زیادہ گیارہ۔ اگر کوئی بڑا احساس کرے تو وہ سترہ حدیثوں کا عالم گردانتا ہے۔ جو لوگ اتنے جلیل القدر عالم کے بارے میں یہ نقطۂ نظر رکھتے ہوں' ان میں اتحاد و یک جہتی کیونکر پیدا ہو سکتی ہے؟ یا غربۃ العلم! انما اشکوبثی و حزنی الی اللہ۔" (حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۱۳۶)

"دوسرے لوگوں کو یہ شکایت ہے کہ اہل حدیث حضرات ائمہ اربعہ کی توہین کرتے ہیں' بلاوجہ نہیں ہے۔ اور میں دیکھ رہا ہوں کہ ہمارے حلقہ میں عوام اس گمراہی میں مبتلا ہو رہے ہیں اور ائمہ اربعہ کے اقوال کا تذکرہ حقارت کے ساتھ بھی کر جاتے ہیں۔ یہ رجحان سخت گمراہ کن اور خطرناک ہے' اور ہمیں سختی کے ساتھ اس کو روکنے کی کوشش کرنی چاہیے۔" (حضرت مولانا داؤد غزنوی رحمۃ اللہ علیہ ص ۸۷)

اسی بات کو مشہور غیر مقلد عالم مولوی وحید الزمان نے یوں لکھا ہے:

"غیر مقلدوں کا گروہ جو اپنے تئیں اہل حدیث کہتے ہیں انہوں نے ایسی آزادی اختیار کی ہے کہ مسائل اجماعی کی بھی پروا نہیں کرتے' نہ سلف صالحین صحابہ اور تابعین کی' قرآن کی تفسیر صرف لغت سے اپنی من مانی کر لیتے ہیں۔ حدیث شریف میں جو تفسیر آ چکی ہے اس کو بھی نہیں مانتے۔ بعض عوام اہل حدیث کا یہ حال ہے کہ انہوں نے صرف رفع یدین اور آمین بالجہر کو اہل حدیث ہونے کے لیے کافی سمجھا ہے۔ باقی اور آداب اور سنن اور اخلاق نبوی سے کچھ مطلب نہیں۔ غیبت' جھوٹ' افترا، سے باک نہیں کرتے۔ ائمہ مجتہدین رضوان اللہ علیہم اجمعین اور اولیاء اللہ اور حضرات صوفیہ کے حق میں بے ادبی اور گستاخی کے کلمات زبان پر لاتے ہیں۔ اپنے سوا تمام مسلمانوں کو مشرک اور کافر سمجھتے ہیں۔ بات بات پر ہر ایک کو مشرک اور قبر پرست کہہ دیتے ہیں۔" (لغات الحدیث کتاب شین جلد ۲ ص ۹۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مشہور غیر مقلد حکیم فیض عالم نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ پر بھی سخت تنقید کی ہے جو کہ ان کی تنقیص کے مترادف ہے۔

(ملاحظہ ہو صدیقہ کائنات ص ۱۰۶، ص ۱۰۷، ص ۱۰۸ وغیرہ)

قیامت کی بہتر (72) نشانیاں:

ابو نعیم اصفہانی نے اپنی کتاب حلیۃ الاولیاء میں ایک طویل حدیث نقل کی ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی بہتر (72) نشانیاں بیان فرمائی ہیں۔ چنانچہ سیدنا حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے قریبی زمانے میں (72) باتیں ظاہر ہوں گی۔ جب تم دیکھو کہ لوگوں نے نماز ختم کر دی، اور امانتوں کو ضائع کر دیا، اور سود کھانا شروع کر دیا اور جھوٹ بولنے کو جائز اور حلال قرار دیا، اور قتل کو معمولی بات سمجھ لیا، اور اونچی اونچی عمارتیں بنانا شروع کر دیں، اور دین کو دنیا کے بدلہ میں فروخت کر دیا، اور قطع رحمی شروع کر دی، جب حکم کمزور ہو جائے اور جھوٹ سچ کی شکل اختیار کر لے، اور لوگ ریشم پہننے لگیں، اور ظلم وجور کا دور دورہ ہو جائے، اور طلاق کی کثرت ہو جائے، اور لوگ اچانک مرنے لگیں (جیسے آج کل ہارٹ فیل سے مرتے ہیں کہ بیٹھے بیٹھے مر گئے یا حادثات میں مرتے ہیں کہ صبح گھر سے نکلے اور دوپہر کے وقت لاش گھر پہنچ گئی) اور جب خائن امین ہو جائیں اور امین خیانت کرنے لگیں، اور جھوٹ بولنے والا سچی بات کہے اور سچ بولنے والا جھوٹی بات کہنے لگے، اور الزام تراشی عام ہو جائے (اب تو سیاسی لیڈر بھی جلسہ عام میں الزام تراشی کرتے ہیں) اور بارش سے شدت کی گرمی ہو جائے (حالانکہ بارش ہوا کو ٹھنڈا کرنے کے لیے ہوتی ہے) اور اولاد رنج وتکلیف اور غصہ کا باعث ہو (یعنی اولاد ناخلف، نالائق اور نافرمان ہو اور بجائے آرام وراحت کے رنج وتکلیف کا باعث ہو جائے۔) اور بخیل، پاجی اور بدذات بہت ہوں اور شریف، سخی اور غریب پرور کم ہوں، سربراہان مملکت اور عہدہ دارانِ حکومت فاسق و فاجر ہوں اور وزرائے مملکت جھوٹے اور کاذب ہوں، قبیلہ کے سردار اور علاقہ کے چوہدری ظالم ہوں، اور عالم وقاری فاسق اور بدعمل ہوں، انہوں نے بھیڑ کی کھال پہن رکھی ہو (یعنی اوپر سے بہت نرم ہوں اور اندر سے بھیڑیے کی طرح درندہ ہوں) اور ان کے دل مردار سے زیادہ بدبودار ہوں اور مصبر (ایلوا) سے زیادہ کڑوے ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں فتنہ میں مبتلا فرمائے گا اور جس طرح

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہود گمراہی کی ظلمت میں سرگرداں ہو گئے یہ بھی فتنہ میں سرگرداں ہو جائیں گے (اور انہیں باہر نکلنے کا راستہ نہیں ملے گا) سونا اور چاندی (یعنی مال و دولت) کثرت سے ہو جائے' گناہ عام ہو جائے' امراء خیانت کرنے لگیں' قرآن کریم کو بڑا سنوارا جائے اور مساجد پر نقش و نگار بنائے جائیں' اور لمبے لمبے منبر بنائے جائیں' اور دلوں کی دنیا خراب ہو جائے' اور شرابیں عام پی جائیں' حدود الٰہی کو معطل کیا جائے' اور لونڈی اپنے مالک کو جنے' اور ننگے بدن اور ننگے پاؤں لوگ سربراہ مملکت بن جائیں' اور عورت اپنے خاوند کی تجارت اور کاروبار میں شریک ہو' اور مرد عورتوں کی مشابہت کرنے لگیں اور عورتیں مردوں کی مشابہت کرنے لگیں (لباس میں مشابہت ہو' بالوں میں ہو' شکل میں ہو یا اور کسی لحاظ سے ہو) اور اللہ کی قسمیں اٹھائی جائیں اور آدمی بغیر شہادت طلب کیے شہادت دیں' اور دین کے علاوہ دوسرے امور پر غور و فکر ہو اور آخرت کے عمل کر کے دنیا طلب کی جائے (جیسا کہ آج کل دنیا دار مولوی اور پیر کرتے ہیں) جب غنیمت کا مال دولت کا مال سمجھا جائے اور امانت کے مال کو لوٹ کا مال سمجھا جائے۔ (یعنی امانت کا تصور ہی ختم ہو جائے۔) اور زکواۃ کو تاوان اور ڈنڈ سمجھا جائے' اور ارذل اور ذلیل شخص لیڈر اور چوہدری بن جائے' اور آدمی باپ کی نافرمانی کرے اور ماں پر ظلم کرے' اور دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے' اور بیوی کی اطاعت کرے' اور مسجدوں میں فاسق لوگوں کی آوازیں بلند ہوں' اور لوگ گانے بجانے والیوں کو پسند کرنے لگیں' اور راستوں میں (یعنی سرعام) شرابیں پی جائیں' اور ظلم و جور کرنے میں فخر محسوس کیا جائے' فیصلے فروخت ہوں' شرط لگانے کی کثرت ہو جائے (جیسے آج کل ہر معاملہ میں شرطیں لگتی ہیں) اور قرآن حکیم کو راگ سے پڑھا جانے لگے' مسجدوں کو راستہ بنا لیا جائے' اور اس امت کے پچھلے لوگ پہلے لوگوں پر لعنت کریں' تو اس وقت سرخ آندھی اور زمین میں دھنسنے' صورتوں کے بگڑنے اور آسمان سے پتھراؤ کے انتظار میں رہو۔" (حلیۃ الاولیاء جلد ۳ ص ۳۵۸)

اس حدیث میں جتنی نشانیاں بتائی گئی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر پوری ہو چکی ہیں اور کچھ ہو رہی ہیں۔

پہلی رات کے چاند کا بڑا ہونا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حدیث میں یہ آئی ہے کہ پہلی رات کا چاند بڑا نظر آئے گا اور لوگ یہ سمجھیں گے کہ شاید یہ دوسری رات کا چاند ہے۔ چنانچہ سیدنا انس بن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ پہلی رات کا چاند بڑا دکھائی دے گا اور کہا جائے گا کہ یہ دو راتوں کا چاند ہے۔ (حالانکہ وہ ایک رات کا ہوگا۔)

(عزاہ السیوطی فی الجامع الصغیر جلد ۶ ص ۱۰ للطبرانی فی الاوسط' مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۵)

ایک اور روایت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة))

(رواہ الطبرانی فی الکبیر' مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۴۶)

"قیامت کے قریب پہلی رات کا چاند بڑا دکھائی دے گا۔"

اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((من اقتراب الساعة انتفاخ الاهلة وان يرى الهلال ليلة' فيقال لليلتين))

"قیامت کے قریب پہلی رات کا چاند بڑا دکھائی دے گا' وہ ایک رات کا ہوگا اور کہا جائے گا کہ وہ دو راتوں کا ہے۔" (مجمع الزوائد جلد ۳ ص ۱۴۶)

امانت کا ضائع ہونا:

بخاری اور مسلم کی روایت ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ قرب قیامت میں لوگوں کے دلوں سے امانت اور ایمان دونوں اٹھا لیے جائیں گے یعنی ان دونوں کا اٹھایا جانا یہ بھی علامات قیامت میں سے ہے چنانچہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اذا ضيعت الامانة' فانتظر الساعة' قال كيف اضاعتها يا رسول الله؟ قال: اذا أسند الامر الىٰ غير اهله' فانتظر الساعة)) (بخاری جلد ۱ ص ۳۴۳)

"جب امانت داری دنیا سے جاتی رہے تو قیامت کا انتظار کرنا' ایک شخص نے پوچھا: "یارسول اللہ! امانت داری کیسے اٹھ جائے گی؟" آپ ﷺ نے فرمایا: جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکومت ان لوگوں کے حوالے کی جائے گی جو اس کے اہل نہ ہوں گے تو اس زمانہ میں قیامت کا منتظر رہنا۔"

حافظ ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادشاہوں اور حاکموں کو اپنی امانت سپرد کی ہے۔ اپنے بندوں پر ان کو اس لیے حاکم بنایا ہے کہ وہ ہر ایک ایمان دار اور لائق شخص کو حکومت کے معاملات سپرد کریں۔ جب یہ لوگ سفارشوں یا رشوتوں کی وجہ سے بے ایمان' بددیانت اور نالائق لوگوں کو معاملات سپرد کر دیں گے تو اللہ تعالیٰ کی امانت کو انہوں نے ضائع کر دیا اور اس میں خیانت کے مرتکب ہوئے۔ جو بادشاہ' یا حاکم نالائقوں اور نااہلوں کو اپنے ملک کی خدمات دیتا ہے یا ذی علم اور نالائق لوگوں کی قدردانی نہیں کرتا تو اس کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی حکومت آج کل میں جانے والی ہے۔ اور عجب نہیں کہ قیامت سے آپ ﷺ کی مراد یہی ہو یعنی تغیر حکومت جس میں قیامت کی طرح بڑے بڑے انقلاب آتے ہیں' افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان حکومتوں میں یہی شکایت سنی جاتی ہے کہ لائق اور ذی علم اور شریف اور خاندانی لوگ خدمت سے علیحدہ کیے جاتے ہیں اور جاہل' مجهول النسب' کم ذات لوگ بڑے بڑے عہدوں پر مامور کیا جاتے ہیں' جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگ تحصیل علوم کو فضول اور بے فائدہ سمجھنے لگتے ہیں اور علمی کمالات حاصل کرنے میں سستی اور تکاسل سے کام لیتے ہیں اور پھر اس طرح پورے ملک میں جہالت اور بدتمیزی پھیل جاتی ہے۔ اخیر میں دفعۃً من جانب اللہ حکومت کی تبدیلی کا حکم ہوتا ہے اور حاکم وقت' وزیر اعظم یا صدر مملکت معزول ہو کر تختۂ دار پہ جھول جاتا ہے یا پھر جلاوطنی یا قید خانہ کی ہوا کھاتا ہے۔

اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ "فانتظر الساعة" کہ ساعت کے منتظر رہو تو ساعت سے مراد ساعت انقلاب بھی ہو سکتی ہے۔ عوام جب اپنا ووٹ اچھے' دیانت دار اور لائق لوگوں کو نہیں دیتے تو سازشیں اور فسادات اور انتخابی رقابتیں شروع ہو جاتی ہیں یعنی جب حکومت نااہل لوگوں کی ہو تو لوگ اس سے تنگ آ کر اس حکومت کو بدلنے کے لیے مجبور ہوں گے۔ چونکہ عوام اپنے ووٹ کی امانت کو غلط استعمال کرتے ہیں اور غلط' بددیانت اور نااہل قسم کے لوگ منتخب ہو کر آتے ہیں' ایسے لوگ قابل' اہل اور نیک لوگوں کے سپرد حکومت کے کام نہیں کرتے اس لیے کوئی کام درست اور صحیح نہیں ہو پاتا' اس طرح قیامت صغریٰ یعنی عام فسادات برپا ہو جاتے ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے دو حدیثیں بیان فرمائیں جن میں سے ایک کا ظہور تو میں اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا ہوں جب کہ دوسری کے ظہور کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

''امانت داری لوگوں کے دلوں پر خدا کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔ پھر قرآن حکیم بعد ازاں سنت (یعنی حدیث کی تعلیم) سے وہ راسخ ہو جاتی ہے۔ آپ ﷺ نے اس امانت داری کے اٹھ جانے (معدوم ہونے) کا بھی حال بیان فرمایا کہ ایک بار وہ سوئے گا تو (نیند کی حالت میں) امانت داری اس کے دل پر سے اٹھا لی جائے گی۔ چنانچہ مدہم سا نشان پڑ جائے گا۔ پھر دوسری بار سوئے گا تو اس کا نشان چھالے کی طرح ہو جائے گا جیسے پاؤں پر چنگاری لڑھکانے سے چھالا پھول جاتا ہے۔ (بظاہر) یہ پھولا ہوا ہوتا ہے مگر اس کے اندر کوئی شی نہیں ہوتی۔ (مطلب یہ ہے کہ پہلی نیند میں تو ایمانداری کا نور اٹھ کر بے ایمانی کی ظلمت اور تاریکی مدہم اور ہلکے داغ کی طرح نمودار ہوگی۔ پھر دوسری نیند پر یہ ظلمت زیادہ ہو کر چھالے کے داغ کی طرح نمودار ہو جائے گی) اس وقت یہ کیفیت ہو جائے گی کہ آپس میں لوگ معاملت (خرید وفروخت اور لین دین) کریں گے مگر امانت کوئی واپس نہیں کرے گا۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی (اور امانت دار ایسے کم ہو جائیں گے) کہ لوگ کہیں گے کہ فلاں قوم میں فلاں شخص امانت دار ہے اور لوگ کسی شخص کی نسبت یوں کہیں گے فلاں کتنا ہوشیار ہے' کتنا ظریف ہے اور کتنا مضبوط انسان ہے (ما اعقلہ وما اظرفہ وما اجلدہ) (یعنی اس کی تعریفیں کریں گے) حالانکہ (وہ پکا بے ایمان ہو گا) اس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔

''سیدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ پر ایک زمانہ ایسا گذر چکا ہے جب مجھے کچھ فکر نہ ہوتی۔ میں جس سے چاہتا خرید وفروخت کر لیتا (کیونکہ اس وقت اکثریت ایماندار تھی) میں جس سے معاملہ کرتا اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس کا اسلام اسے مجبور کرتا (اور وہ بددیانتی نہ کرتا) اور اگر کوئی نصرانی ہوتا تو اس کے حاکم (اسے مجبور کر کے) حق دار کا حق دلا دیتے۔ اب تو وہ وقت ہے کہ میں سوائے فلاں فلاں شخصوں کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور کسی سے لین دین اور معاملہ نہیں کرنا چاہتا (یعنی کوئی اعتبار کے قابل ہی نہیں۔ جدھر دیکھو بے ایمانوں کا نرغہ ہے۔)

(بخاری جلد ۱۱ص ۳۳۳، جلد ۱۳ص ۳۸، مسلم حدیث نمبر ۱۴۳، ترمذی حدیث نمبر ۲۱۷۹، ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۵۳، مسند احمد بن حنبل جلد ۵ص ۳۸۳)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ غیر اہل کو امور سونپنا یہ اس وقت ہوگا جب علم اٹھالیا جائے گا اور جہالت کا دنیا میں غلبہ ہوگا اور علم کا اٹھ جانا اور جہالت کا غلبہ ہونا یہ بذات خود علامات قیامت میں سے ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ص ۱۴۳)

اور رسول اللہ ﷺ نے اس بات کی خبر بھی دی ہے کہ قرب قیامت میں کچھ سال مکر و فریب کے سال آئیں گے جن میں سچے کی تکذیب کی جائے گی اور جھوٹے شخص کی تصدیق کی جائے گی۔ امین خائن ہوگا اور خائن امانت دار جیسا کہ گذشتہ صفحات میں یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے۔

ایسی عورتوں کا ظاہر ہونا جنہوں نے کپڑے پہنے ہوں گے مگر ننگی ہوں گی:

قرب قیامت میں کچھ ایسی عورتیں ظاہر ہوں گی جنہوں نے کپڑے پہنے ہوں گے لیکن حقیقت میں وہ ننگی ہوں گی۔ لباس سے اپنے ان اعضاء کو نہیں چھپائیں گی جن کا چھپانا شریعت نے ضروری قرار دیا ہے۔ بلکہ ان کو ننگا کر کے اپنی زینت کا اظہار کریں گی۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

((سیکون فی آخر امتی رجال یرکبون علیٰ سروج کاشباہ الرحال' ینزلون علیٰ ابواب المساجد' نساؤھم کاسیات عاریات علیٰ رؤسھم کاسنۃ البخت العجاف' العنوھن' فانھن ملعونات' لو کانت وراء کم امۃ من الامم لخدمن نساؤکم نساء ھم کما یخدمنکم نساء الامم قبلکم)) ۔

(مسند امام احمد بن حنبل جلد ۱۲ص ۳۶ حدیث نمبر ۷۰۸۳ واسنادہ صحیح)

''عنقریب میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو بہترین گدیوں والی سواریوں (یعنی بہترین کاروں) پر سوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے۔ ان کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عورتیں کپڑے پہنے ہوں گی لیکن ننگی ہوں گی' ان کے سروں پر کمزور بختی اونٹوں کی طرح جوڑے ہوں گے' تم ان پر لعنت بھیجو کیونکہ وہ عورتیں ملعون ہیں' اگر تمہارے بعد کوئی اور امت ہوتی تو تمہاری یہ عورتیں ان کی عورتوں کی خدمت کرتیں جیسے پہلی امتوں کی عورتیں تمہاری خدمت کرتی ہیں۔''

اور امام حاکم کی روایت میں ہے:

سیکون فی آخر هذه الامة رجال یرکبون علی المیاثر حتی یاتوا ابواب المساجد' نساؤهم کاسیات عاریات

(مستدرک حاکم جلد۴ص۴۳۶' وقال: ہذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین)

''اس امت کے آخر میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو شاندار سواریوں پر سوار ہو کر مسجدوں کے دروازوں تک آئیں گے' (یعنی خود تو نمازی پرہیز گار ہوں گے) ان کی عورتیں کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔''

اسی سلسلہ کی ایک اور حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((صنفان من اهل النار لم ارهما' قوم معهم سیاط کاذناب البقر یضربون بها الناس ونساء کاسیات عاریات ممیلات مائلات رؤوسهن کاسنمه البخت المائلة' لایدخلن الجنة ولا یجدن ریحها' وان ریحها لیوجد من مسیرة کذا و کذا)) (مسلم جلد۷ص۱۹۰)

''اہل جہنم کی دو ایسی قسمیں ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا۔ ایک وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیلوں کی دموں کی طرح کوڑے ہیں جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے' دوسری وہ عورتیں ہیں جو لباس پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے۔ وہ جنت میں داخل ہوں گی نہ جنت کی خوشبو پائیں گی۔ اور جنت کی خوشبو اتنی اتنی مسافت سے آتی ہے۔''

اسی مضمون کی ایک اور حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((من اشراط الساعة ...... ان تظهر ثیاب تلبسها نساء کاسیات عاریات))
(مجمع الزوائد جلد ۷ص ۳۲۷ ورجالہ رجال الصحیح)

''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ کچھ لباس ایسے ظاہر ہوں گے جنہیں عورتیں پہنیں گی۔ انہوں نے لباس پہنا تو ہوگا لیکن حقیقت میں ننگی ہوں گی۔''

امام نووی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث (اور اس مضمون کی دوسری احادیث) رسول اللہ ﷺ کے معجزات میں سے ہے کیونکہ یہ دونوں قسمیں اس زمانہ میں موجود ہیں۔ اور اس میں ان دونوں قسموں کی مذمت ہے۔ اس کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ وہ عورتیں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے ملبوس ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کے شکر سے عاری ہوں گی۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ عورتیں بدن کے بعض حصوں پر لباس پہنیں گی اور بعض حصوں کو اظہار جمال کے لیے عریاں رکھیں گی۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ لباس اتنا باریک پہنیں گی جس سے کپڑے پہننے کے باوجود ان کا جسم برہنہ نظر آئے گا۔

اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ان کا لباس اتنا تنگ ہوگا کہ جسم کا انگ انگ اس سے نظر آئے گا اور باوجود لباس پہننے کے وہ اعضاء جن کا چھپانا واجب ہے وہ صاف نظر آئیں گے۔ چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے کہ ''جسم کے جن اعضاء کا ستر واجب ہے اگر کپڑوں سے ان اعضاء کی ساخت اور ابھار دکھائی دے تو ان کو دیکھنا بھی ممنوع ہے۔'' (رد المختار جلد ۵ص ۳۲۱ استنبول)

چنانچہ آج کل کے زمانہ میں مغرب زدہ عورتیں جو اپنے کو الٹرا ماڈرن کہتی ہیں' اور ان کی دیکھا دیکھی عام عورتوں نے بھی اتنا تنگ لباس پہننا شروع کر دیا ہے کہ ان کے جسم کا ہر عضو باوجود مستور ہونے کے صاف دکھائی دیتا ہے جیسے ان کا سینہ اور پشت وغیرہ بلکہ بعض عورتوں نے تو بجائے شلوار کے اتنی تنگ پتلونیں پہننی شروع کر دی ہیں کہ پشت اور ان کی ٹانگیں وغیرہ صاف دکھائی دیتی ہیں۔ آخرت میں ایسی عورتوں کو ضرور پرسش ہوگی۔

ایسی عورتوں کے اس وصف کو رسول اللہ ﷺ نے ''کاسیات عاریات'' (یعنی کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی) کے الفاظ سے بیان کیا ہے۔ اور دوسرا وصف ان کا یہ بیان کیا کہ وہ ''مائلات ممیلات'' (خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی اور دوسروں کو اپنی طرف مائل کریں گی' دوسرا معنی یہ کہ راہ حق سے ہٹانے والی اور خود بھی ہٹی ہوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گی) اور تیسرا وصف یہ بیان فرمایا کہ "ان کے سر بختی اونٹوں کی طرح ایک طرف جھکے ہوئے ہوں گے۔ یہ ساری صفات آج کل کی فیشن ایبل عورت میں دیکھی جا سکتی ہیں سر کے بالوں کو بختی اونٹ کے کوہان کی طرح اونچا کیا ہوتا ہے۔ اور میک اپ کر کے عام مجلسوں کی شمع محفل بنتی ہیں اور ہر شخص کی نگاہ اس کے چہرہ پر مرکوز ہوتی ہے۔ بلکہ اب تو اس میک اپ کے لیے بیوٹی پارلر ہر گلی کوچے میں بن گئے ہیں جہاں عورتوں کا یہ بناؤ سنگار مرد کرتے ہیں۔ جو وہاں موٹی موٹی تنخواہوں پر ملازم ہوتے ہیں۔ بلکہ بعض عورتیں اپنے طبعی بالوں کے علاوہ اپنے سروں پر وگیں (مصنوعی بال یا دوسری عورتوں کے بال) لگاتی ہیں تا کہ ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو اور ایک طرف مرد جو ملائمت و نزاکت اور حسن و جمال میں عورتوں سے بڑھ جانے کے خواہش مند ہیں اور دوسری طرف عورتیں ہیں جو پر کشش بن کر مردوں کو راغب کرنا چاہتی ہیں۔ وہ اپنے سروں پر بختی اونٹ کے کوہان کی طرح بالوں کا جوڑا سر کے درمیانی حصہ میں اونچا کر کے بناتی ہیں۔ یہ بھی آج کل کا ایک فیشن ہے۔

مذکورہ حدیث میں ایک عجیب نکتہ یہ ہے کہ سیاسی استبداد اور اخلاقی گراوٹ کے درمیان ایک قسم کا ربط ہے جس کی تصدیق حالات حاضرہ نے کر دی۔ استبداد کرنے والے ہمیشہ قوم کو شہوت انگیز کاموں میں مصروف رکھ کر اور لوگوں کو ذاتی دلچسپی کے کاموں میں الجھا کر ان کی توجہ عام مسائل کی طرف سے ہٹاتے رہتے ہیں۔

ان بیوٹی پالرز میں عورتوں کو جاذب نظر بنانے کے لیے ہر وہ زینت و آرائش کا کام ہوتا ہے جس کو شریعت اسلامیہ میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ شریعت کی یہ مخالفت صرف مغربی عورتوں کی دیکھا دیکھی کی جاتی ہے جو خدا نا آشنا معاشرہ میں اپنی زندگی گذار رہی ہے اور جن کے نزدیک اللہ اس کے رسول اور یوم آخرت کا کوئی تصور نہیں۔ چنانچہ اس غلو آمیز زیب و زینت کی ایک شکل جسے اسلام نے حرام کیا ہے نمص (بال نوچنا) ہے۔ نمص سے مراد بھوؤں کے بال نکال ڈالنا تا کہ ان کو صاف یا ہموار کیا جا سکے' رسول اللہ ﷺ نے ایسا کام کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ چنانچہ امام ابوداؤد میں حدیث ہے کہ

((لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم النامصة والمتنمصة)) (ابوداؤد)

"رسول اللہ ﷺ نے بال نوچنے والی پر اور اس عورت پر جو کسی سے یہ خدمت لے'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

لعنت فرمائی ہے۔''

زیب و زینت کی ایک دوسری شق جس کا آج کل بڑا رواج ہوتا جا رہا ہے اور ہم نے گذشتہ سطور میں اس کی طرف اشارہ بھی کیا ہے' وہ عورت کا دوسرے بالوں کا جوڑ کر زینت کرنا' شریعت میں یہ بھی حرام ہے' خواہ بال اصلی ہوں یا نقلی (مصنوعی)۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے سیدہ عائشہ سلام اللہ علیہا' سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا' سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ' سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے۔

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الواصلۃ والمستوصلۃ۔ (بخاری)

''رسول اللہ ﷺ نے بال جوڑنے والی اور بالوں کو جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔''

اس حرمت کا اطلاق ان مردوں پر بدرجہ اولیٰ ہوتا ہے جو یہ کام انجام دیں' خواہ وہ دوسروں کے سر میں بال لگانے کی خدمت انجام دیں یا اپنے سر میں دوسرے بال لگوائیں جیسے نوجوان زنخے۔

نبی اکرم ﷺ نے اس قسم کی جعل سازی کی سخت مخالفت کی ہے یہاں تک کہ کسی ایسی عورت کو بھی آپ ﷺ نے دوسرے بال لگوانے کی اجازت نہیں دی جس کے بال بیماری کی وجہ سے گر گئے ہوں' خواہ وہ پہلی شب کی دلہن ہی کیوں نہ ہو۔ سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا بیان کرتی ہیں کہ انصار کی ایک لڑکی کی شادی اس حال میں ہوئی کہ بیماری کی وجہ سے اس کے بال گر گئے تھے۔ لوگوں نے چاہا کہ دوسرے بال لگا لیں لیکن جب انہوں نے نبی اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

((لعن اللہ الواصلۃ المستوصلۃ)) (مسلم حدیث نمبر ۵۴۵۰)

''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور جڑوانے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔''

سیدنا سعید بن المسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ تشریف لائے اور مدینہ میں ان کی یہ تشریف آوری آخری مرتبہ تھی۔ آپ نے خطبہ ارشاد فرمایا:

((فاخرج کبۃ من شعر قال: ما کنت اریٰ احداً یفعل ھذا غیر الیھود' ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم سماہ الزور یعنی الواصلۃ فی الشعر)) (مسلم حدیث نمبر ۵۴۶۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''دوران خطبہ بالوں کا ایک گچھا نکال کر فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ یہودیوں کے علاوہ اور کوئی یہ فیشن کرتا ہوگا۔ نبی اکرم ﷺ نے اسے زور (جھوٹ' فریب) سے تعبیر کیا ہے یعنی بال جوڑنے کا فیشن۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اہل مدینہ سے فرمایا:

این علماء کم؟ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ینھیٰ عن مثل ھذہ ویقول: انماھلکت بنو اسرائیل حین اتخذ ھذہ نساء ھم

''تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کی چیزوں سے روکتے ہوئے اور یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بنی اسرائیل کی عورتوں نے جب اس فیشن کو اختیار کیا تو وہ ہلاک ہوگئے۔'' (بخاری)

رسول اللہ ﷺ نے اس فیشن کو ''زور'' (فریب) سے تعبیر فرمایا ہے جس سے تحریم کی حکمت و مصلحت واضح ہوتی ہے۔ یہ ایک قسم کا فریب' جعل سازی اور تصنع ہے۔ اسلام فریب کاری کو سخت ناپسند کرتا ہے اور تمام معاملات کو خواہ وہ مادی ہوں یا معنوی کھوٹ سے پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ اور حدیث میں ہے:

((من غشا فلیس منّا))

''جس نے ہمارے ساتھ فریب دہی کی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

علامہ خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ان اشیاء کے بارے میں سخت وعید اس لیے وارد ہوئی ہے کہ ان میں کھوٹ اور فریب ہے۔ اگر اس کو جائز کر دیا جاتا تو کھوٹ اور فریب کی دوسری صورتیں بھی جائز ہو جاتیں۔ نیز ان چیزوں میں قدرتی ساخت میں رد و بدل کا پہلو بھی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ''المغیرات خلق اللہ'' (اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ساخت میں رد و بدل کرنے والیاں) سے اس کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔ (فتح الباری' باب وصل الشعر)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

ان احادیث میں بالوں کے ساتھ بال پیوند کرنے پر صراحتاً لعنت کی گئی ہے اور یہی ظاہر اور مختار ہے اور ہمارے اصحاب نے یہ تفصیل کی ہے کہ اگر عورت انسان کے بالوں کے ساتھ اپنے بالوں کو پیوند کرے تو یہ بالاتفاق حرام ہے خواہ مرد کے بالوں کو جوڑے یا عورت کے'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

خواہ وہ مرد اس کا محرم ہو' خاوند ہو یا کوئی اور شخص ہو' کیونکہ حدیث میں عموم ہے۔ نیز اس لیے کہ انسان کے بالوں اور اس کے باقی اجزاء سے اس کی کرامت وحرمت کی وجہ سے انتفاع حرام ہے' اس لیے انسان کے بالوں' ناخنوں اور اس کے باقی اجزاء کو دفن کر دیا جائے گا۔ اور اگر عورت نے اپنے بالوں کے ساتھ غیر انسان کے بالوں کو جوڑا' تو اگر اس کے بال نجس ہیں (مثلاً مردہ جانور کے بال یا حرام جانور کے بال) تو وہ بھی از روئے حدیث حرام ہے۔ نیز اس وجہ سے کہ وہ نماز کی حالت اور عام حالات میں عمداً حامل نجاست ہوگی' اور اس حکم میں مرد اور عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ اور اگر غیر انسان کے بال پاک ہوں تو اگر اس عورت کا شوہر یا مالک موجود نہیں ہے تو یہ پھر بھی حرام ہے' اور اگر اس کا خاوند ہے تو پھر اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول: یہ ظاہر احادیث کی بنا پر ناجائز ہے

دوم: یہ حرام نہیں ہے

سوم: زیادہ صحیح یہ ہے کہ اگر اس نے اپنے مالک یا خاوند کی اجازت سے بالوں کو پیوند کیا تو جائز ہے ورنہ حرام ہے۔

اور عورت کا چہرے پر سرخی لگانے اور بالوں کو سیاہ خضاب لگانے اور مہندی سے پوروں کو رنگنے کا حکم یہ ہے کہ اگر اس کا خاوند یا مالک نہ ہو یا خاوند اور مالک ہو اور اس نے اس کی اجازت کے بغیر یہ بناؤ سنگھار کیا ہو تو یہ حرام ہے' اور اگر اس کی اجازت سے کیا ہو تو پھر صحیح مذہب کے مطابق جائز ہے۔ یہ اس مسئلہ میں ہمارے مذہب کا خلاصہ ہے۔

قاضی عیاض رضی اللہ عنہ مالکی نے کہا ہے کہ اس مسئلہ میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ' امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور فقہاء نے کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ کسی شی کو بھی پیوند کرنا جائز نہیں ہے' خواہ اس نے بالوں کو بالوں کے ساتھ پیوند کیا ہو' اور اون کے ساتھ پیوند کیا ہو یا کپڑے کے ساتھ۔ ان کا استدلال اس حدیث سے ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو اپنے سر کے بالوں کے ساتھ کسی شی کو پیوند کرنے سے منع فرمایا ہے۔ اور لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ یہ ممانعت بالوں کو بالوں سے پیوند کرنے کے ساتھ مخصوص ہے' اور بالوں کو اون یا کپڑے کے ساتھ ملانے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ بالوں کے ساتھ ہر چیز کو ملانا جائز ہے۔ سیدہ عائشہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی یہ ایک روایت ہے لیکن یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ صحیح یہ ہے کہ سیدہ عائشہ صدیقہ سلام اللہ علیہا کا قول جمہور کی طرح ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ ریشم یا کسی اور شی کے دھاگوں کے ساتھ بالوں کو باندھنا ممنوع نہیں ہے کیونکہ یہ حقیقتاً یا حکماً پیوند نہیں ہے بلکہ یہ تجمل اور تحسین ہے۔ حدیث میں ہے کہ بالوں کے ساتھ بالوں کو پیوند کرنا گناہ کبیرہ ہے اور ایسا کرنے والے پر لعنت ہے۔ اور اسی سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فعل حرام پر معاونت کرنے والا بھی لعنت میں شریک ہوتا ہے جیسا کہ عبادات میں معاونت کرنے والا ثواب میں شریک ہوتا ہے۔ (نووی شرح مسلم جلد۲ ص ۲۰۴' کراچی)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی قریباً قریباً یہی لکھا ہے۔

(عمدۃ القاری جلد ۲۲ ص ۶۴)

اور علمائے احناف کے ہاں بھی یہی ہے کہ "بالوں کے ساتھ آدمی کے بالوں کو ملانا (پیوند کرنا) حرام ہے خواہ وہ عورت کے بال ہوں یا عورت کے علاوہ کسی اور کے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے بال ملانے والی' ملوانے والی' گودنے والی' گدوانے والی' اور بال نوچنے والی اور نچوانے والی پر لعنت کی ہے۔" (درمختار علیٰ ہامش ردالمختار جلد۵ ص ۲۶۴)

یہ تو بال لگوانے کا مسئلہ ہے اسلام نے تو اپنے جھوٹے اوصاف ظاہر کرنے کی بھی ممانعت کی ہے جیسا کہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ایک عورت نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! میرے شوہر نے مجھے کچھ چیزیں نہیں دیں تو کیا میں کہہ سکتی ہوں کہ اس نے مجھے وہ چیزیں دی ہیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((المتشبع بما لم یعط كلابس ثوبی زور)) (مسلم حدیث نمبر ۵۴۶۸)

"جس کے پاس جو چیز نہ ہو اور وہ یہ ظاہر کرے کہ اس کے پاس وہ چیز ہے' وہ جھوٹی زیبائش والے کپڑے پہننے والوں کی مثل ہے۔"

اسی مضمون کی ایک روایت سیدہ اسماء رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے۔ (مسلم حدیث نمبر ۵۴۶۹)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ آج عورتیں بیوٹی پارلز میں جا کر جو کچھ کرتی ہیں اور جس قسم کا بناؤ سنگار کرتی ہیں اور جس قسم کے کپڑے پہنتی ہیں جو یا تو نہایت باریک ہوتے ہیں یا نیم برہنہ کرنے والے جن سے وہ اعضاء نہیں چھپتے جن کو چھپانا شریعت میں ضروری ہے'

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہ سب کچھ ایک تو علامات قیامت میں سے ہے اور دوسرے ایسی عورتوں پر اللہ کے رسول ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

مومن کے خوابوں کا سچا ہونا:

علامات قیامت میں سے ایک علامت رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی ہے کہ آخری زمانے میں مومن کے خواب سچے ثابت ہوں گے جب کہ مومن اپنے میں صادق ہوگا' اس کے خواب بھی سچے ہوں گے۔

خواب کیا ہوتا ہے؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔

① جو شی نیند میں دکھائی دے وہ خواب ہے۔ (المفردات للراغب ص ۲۰۹)

② جس شی کو تم نیند میں دیکھو وہ خواب ہے۔ (تاج العروس جلد ۱۰ص ۱۳۹)

③ قاضی بیضاوی رحمۃ اللہ علیہ خواب کے بارے میں فرماتے ہیں:

''جو صورت خیال سے نکل کر حس مشترک میں مرتسم ہو جاتی ہے اس کو خواب کہتے ہیں۔ اگر انسان کی روح عالم ملکوت سے متصل ہو تو وہ خواب صادق ہوتا ہے کیونکہ جب روح بدن کی مادی خواہشات سے فارغ ہوتی ہے تو پھر اس کی عالم ملکوت کے ساتھ مناسبت ہو جاتی ہے۔ پھر خیال میں وہاں سے صورت منتقل ہوتی ہے اور حس مشترک میں آنے کے بعد اس صورت کا مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ پھر اگر روح کی عالم ملکوت کے ساتھ قوی مناسبت ہو تو اس خواب کی تعبیر کی ضرورت نہیں ہوتی ورنہ اس کی تعبیر کی ضرورت پڑتی ہے۔'' (انوار التنزیل علی عنایۃ القاضی جلد ۵ص ۱۵۶' بیروت)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے بھی اس سلسلہ میں مختلف حضرات کے اقوال اس بارے میں نقل فرمائے ہیں لیکن ان سب اقوال کو یہاں نقل کرنا طوالت کے مترادف ہے۔ اہل علم فتح الباری جلد ۱۲ص ۳۵۲-۳۵۴ کا مطالعہ فرمائیں۔ البتہ سید محمود آلوسی مفتی بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''محدثین یہ کہتے ہیں کہ انسان کی روح کے ساتھ ایک فرشتہ موکل ہے' وہ فرشتہ خواب میں اس کو جو کچھ کہتا ہے وہ سچا خواب ہوتا ہے اور شیطان اور نفس کے وسوسوں سے جو کچھ دکھائی دیتا ہے وہ جھوٹا خواب ہوتا ہے۔'' (روح المعانی جلد ۱۲ص ۱۸۱)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صحیح کے شروع میں یہ باب قائم کیا ہے:

أول مابدئ به رسول الله صلى الله عليه وسلم من الوحي الرؤيا الصالحة

''یعنی رسول اللہ ﷺ پر سب سے پہلے وحی کا آغاز رویائے صالحہ سے ہوا۔''

ابتدائے وحی معتمد مورخین کے قول کے مطابق چالیسویں سال میں ہوئی۔ مہینہ ربیع الاول کا تھا۔ سیدنا جبریئل علیہ السلام کا نزول غار حرا میں رمضان میں ہوا۔ ربیع الاول سے رمضان تک چھ مہینے ہوتے ہیں۔ گویا خوابوں کا سلسلہ شروع نبوت سے چھ ماہ تک چلا (فتح الباری جلد۱ ص ۲۷) خوابوں کے ذریعہ دراصل آپ کو مانوس کرنا مقصود تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں علقمہ بن قیس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ''انبیاء علیہم السلام کو سب سے پہلے خواب دکھائے جاتے ہیں تاکہ ان کے دل مانوس ہو جائیں پھر اس کے بعد ان پر وحی نازل ہوتی ہے۔'' (خصائص کبریٰ سیوطی جلد۱ ص۵۳) صرف خواب ہی نہیں بلکہ نبوت سے قبل نبوت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لیے آپ کو تیار کرنے کی غرض سے دیگر مبشرات بھی پیش آتے رہے۔ چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ آپ ﷺ جب راستہ پر چلتے تو سلام کی آواز سنائی دیتی۔ آپ پیچھے اور دائیں بائیں متوجہ ہو کر دیکھتے تو سوائے درخت اور پتھروں کے اور کچھ نہ ہوتا۔ (دلائل النبوۃ بیہقی جلد۲ ص ۱۴۶)

خلاصہ یہ کہ باقاعدہ نزول وحی سے قبل وحی کے ساتھ مناسبت پیدا کرنے کے لیے تمہیداً اچھے اور سچے خواب دکھائے گئے اور اسی طرح شجر و حجر سے آپ کی رسالت و نبوت کا اقرار کرایا گیا۔

بخاری کی کتاب التفسیر کے بعض طرق میں اور اسی طرح کتاب التعبیر میں ''الرؤیا'' کی صفت ''الصالحۃ'' کی بجائے ''الصادقۃ'' وارد ہے۔ گویا آپ کے خوابوں کی تین صفات تھیں۔ ایک صالحۃ دوسری صادقۃ اور تیسری صفت واضحۃ' جو ''فکان لایری رؤیا الاجاءت مثل فلق الصبح'' سے سمجھ میں آتی ہے۔ واضحہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو جو خواب نظر آتے تھے ان میں کوئی پیچیدگی نہیں ہوتی تھی۔ ان کی تعبیر متعین کرنے میں کوئی دشواری نہیں پیش آتی تھی۔ وہ اپنے مدعا اور مفہوم پر بالکل واضح طور پر دلالت کرتے تھے۔ (فضل الباری جلد۱ ص۱۶۲) اور ''صالحۃ'' کے معنی ہیں خوش کن اور مسرت انگیز اور ''صادقۃ'' سچے خواب کو کہتے ہیں۔

پھر ''صادقۃ'' اور ''صالحۃ'' کے بارے میں علماء نے فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے اعتبار

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے آخرت میں تو وہ مساوی ہیں، ان کا ہر خواب صالح اور صادق ہے لیکن دنیا کے اعتبار سے ''صادقہ''۔''صالحہ'' سے اعم ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے تمام خواب صادق ہوتے ہیں لیکن ہر خواب صالح نہیں ہوتا بلکہ بعض خواب غیر صالح ہوتے ہیں۔ چنانچہ غزوہ احد کے موقع پر آپ ﷺ نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ نے تلوار لی، اس کو حرکت دی تو وہ کئی جگہ سے ٹوٹ گئی۔ (بخاری حدیث نمبر ۴۰۸۱) آپ نے تلوار ٹوٹنے کی بعض مسلمانوں کی شہادت سے تعبیر دی، اسی طرح گائے کے ذبح ہونے کی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی شہادت سے تعبیر دی گئی۔ اب ظاہر ہے کہ ہزیمت اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا شہید ہو جانا کوئی مسرت انگیز شی نہیں ہے، لیکن آپ کا خواب صحیح اور صادق تھا۔ (فتح الباری جلد۱۲ص ۳۵۵)

پھر انبیاء علیہم السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے حق میں صالحہ اور صادقہ میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی۔ اگر صادقہ کی تفسیر ''مالا یحتاج الی تعبیر'' سے کریں یعنی بعض خواب صالح ہوں گے اور محتاج تعبیر بھی ہوں گے اور بعض خواب صالح ہوں گے لیکن محتاج تعبیر نہیں ہوں گے اور بعض ایسے خواب ہوں گے جو صالح نہیں ہوں گے اور محتاج تعبیر ہوں گے، یا محتاج تعبیر نہیں ہوں گے یعنی صادق تو ہوں گے لیکن صالح نہیں ہوں گے۔ یہ دوسرا مادۂ افتراق ہوگا اور ایک مادۂ افتراق پہلی صورت میں تھا۔

بہر حال حدیث میں بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی کی ابتداء خوابوں سے ہوئی چھ ماہ کی نسبت بقیہ مدت وحی یعنی ۲۳ سال کی مدت کے مقابلہ میں چھیالیسویں حصے کی ہے اس لیے حدیث میں مومن کے خواب کو نبوت کا چھیالیسواں حصہ بتایا گیا۔ (بخاری حدیث نمبر ۶۹۸۷، ۶۹۸۸)

یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کی وفات سے نبوت منقطع ہو چکی ہے تو مومن کے رؤیا کو نبوت کا جزو کیونکر قرار دیا گیا۔ کیا یہ ختم نبوت کے مسلمہ عقیدہ کے خلاف نہیں؟ اس کا سادہ اور صاف جواب یہ ہے کہ کسی جزو کا وجود کل کے وجود کو مستلزم نہیں ہوتا۔ جیسے شربت بنفشہ کا جزو چینی ہے۔ کیا چینی ہونے سے شربت بنفشہ کا وجود متحقق ہوگا۔ ایسے ہی ایمان کی ستر (70) سے زیادہ شاخیں ہیں، لیکن کسی ایک شعبہ کے پائے جانے سے ایمان متحقق نہیں ہوتا جب تک کہ بنیاد نہ پائی جائے اور ضروریات دین کو نہ مانے۔ اسی طرح یہاں بھی سمجھئے کہ نبوت محض ایک جزء کا نام نہیں بلکہ مجموعہ اجزائے نبوت کا نام ہے اور مجموعہ اجزائے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نبوت کے وجود کا سلسلہ رسول اللہ ﷺ پر ختم ہو گیا۔ کسی مصلحت کی بنا پر اس کے کسی ایک جزء یا چند اجزاء کے وجود سے نبوت کا وجود لازم نہیں آتا۔

(فتح الباری جلد ۲ ص ۳۷۵ مزید جوابات کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۱۲ ص ۳۶۳)

خلاصہ یہ کہ مومن کا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے اور وہ درست ہوتا ہے۔ جوں جوں کوئی مومن اعمال صالحہ کی وجہ سے اعمال نبوت کے قریب پہنچتا ہے اس کے خوابوں کا سلسلہ بھی صادق ہوتا جاتا ہے۔

حدیث میں آتا ہے کہ آخری زمانہ میں مومن کے خواب اکثر سچے اور صادق ہوں گے۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اذا اقترب الزمان، لم تكد رؤيا المسلم تكذب، واصدقكم رؤيا اصدقكم حديثاً، ورؤيا المسلم جزء من خمس و اربعين جزءً من النبوة))

(بخاری جلد ۱۲ ص ۴۰۴، مسلم جلد ۱۵ ص ۲۰ مع النووی)

''جب قیامت کا زمانہ قریب ہو جائے گا تو کسی مسلمان کا خواب جھوٹا نہیں ہوگا۔ جو شخص زیادہ سچا ہوگا اس کا خواب بھی زیادہ سچا ہوگا۔ مسلمان کا خواب نبوت کے اجزاء میں سے پینتالیسواں حصہ ہے۔''

ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری زمانہ میں مومن کے خواب کے جھوٹا نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو وہ خواب دیکھے گا وہ اپنی تعبیر کا محتاج نہ ہوگا اور وہ غلط نہ ہوگا جب کہ اس سے قبل اس کی تعبیر مخفی رہتی تھی اور خواب والا لوگوں سے تعبیر پوچھتا تھا اور بعض دفعہ معبرا سے تعبیر بتاتا تھا مگر وہ خواب تعبیر کے مطابق نہ نکلتی۔ اس وجہ سے اس خواب پر غلط اور جھوٹا ہونے کا اطلاق ہوتا۔

اور ''آخری زمانہ'' کے ساتھ جو مخصوص کیا گیا ہے اس میں یہ حکمت ہے کہ اس زمانہ میں مومن بالکل تنہا اور اجنبی ہوگا جیسا کہ حدیث میں ہے:

((بدأ الاسلام غريباً وسيعود غريباً)) (مسلم جلد ۲ ص ۱۷۶)

جب مومن کے خواب سچے ثابت ہوں گے وہ کون سا زمانہ ہوگا؟ اس بارے میں علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ جو حسب ذیل ہیں:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

① یہ قرب قیامت کا زمانہ ہوگا جب کہ اکثر اہل علم اس دنیا سے انتقال فرما جائیں گے اور معالم شریعت فتنہ اور قتال و جدال کی کثرت کی وجہ سے معدوم ہو جائیں گے اور لوگ کسی مجدد کی آمد کے منتظر ہوں گے جو انہیں دین کی حقیقت بیان کرے جیسا کہ ان حالات میں پہلی امتیں نبی کا انتظار کرتی تھیں۔ چونکہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی نبی نے اس امت میں نہیں آنا اس وجہ سے اس کے عوض میں ان کو رؤیا صالحہ اور رؤیا صادقہ عطا فرمائی گئیں جو کہ نبوت کا ایک جزء ہیں اور ان کے ذریعہ ان کو اس زمانہ میں بشارت و انذار سے مطلع کیا جائے گا۔ اور اس بات کی تائید سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا ذکر ہم نے گذشتہ صفحات میں کیا ہے

”یتقارب الزمان‘ و یقبض العلم“ (مسلم جلد ۱۶ص ۲۲۲ مع شرح النووی)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے اسی قول کو ترجیح دی ہے۔

② دوسرا قول اس بارے میں یہ ہے کہ یہ اس وقت ہوگا جب مومن تعداد میں بہت کم رہ جائیں گے اور دنیا میں کفر و جہالت اور فسق و فجور کا غلبہ ہوگا۔ چنانچہ اس وقت اللہ تعالیٰ بندۂ مومن کی اس طریقہ سے (یعنی سچے خوابوں سے) عزت و تکریم کے لیے معاونت اور تسلی خاطر فرمائیں گے۔ یہ قول ابن ابی جمرہ رحمہ اللہ کے قول کے قریب ہے۔ اور اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مومن کے رؤیا صادقہ کا تعلق کسی زمانے کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ جب بھی دنیا میں دین کا تعلق کمزور ہوگا اور لوگوں پر دنیا داری غالب آجائے گی تو ایک سچے مومن کے خواب بھی سچے ہونے شروع ہو جائیں گے۔

③ اور تیسرا قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ یہ بات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے زمانہ کے ساتھ مخصوص ہے کیونکہ صدر اول کے بعد اس زمانہ کے لوگ سب سے اچھے ہوں گے اور قول و فعل کے لحاظ سے سب سے زیادہ سچے ہوں گے۔ اس لیے اس زمانہ میں ان کی خوابیں جھوٹی نہیں ہوں گی۔ (تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۱۲ص ۴۰۶-۳۳۴)

مساجد کی بے قدری:

قرآن حکیم میں ہے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (جن:۲۰)

''بے شک مسجدیں اللہ تعالیٰ کی ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی اور کو مت پکارو۔''

مفسرین نے اس آیت کے ضمن میں یہ لکھا ہے کہ مسجدیں صرف ذکر اللہ کے لیے ہیں۔ان میں صرف اللہ تعالیٰ کی تسبیح تقدیس ہونی چاہیے۔ چنانچہ صاحب جمل فرماتے ہیں:

المعنی افردوا المساجد بذکر اللہ ولا تجعلوا بغیر اللہ فیھا نصیباً

(جمل ج۴ ص ۴۲۲)

''معنی یہ ہے کہ مسجدوں کو اللہ کے ذکر کے لیے مخصوص کر لو اور غیر کے لیے اس میں کوئی حصہ نہ بناؤ۔''

اس سے واضح تر عبارت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ کی ہے۔فرماتے ہیں:

الا انھا علیٰ ظاھرھا مما یستدل بہ علیٰ انّہ لایجوز فی المسجد التکلم بکلام الدنیا (تفسیرات احمدی ص ۵۹۸)

اس آیت کے ظاہر سے استدلال کیا گیا ہے کہ مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا جائز نہیں ہے۔

قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

﴿فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَیُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ﴾ (النور:۳۶)

''ان گھروں میں جن کے بارے میں اللہ نے حکم دیا کہ ان کی تعظیم کی جائے اور ان میں اللہ کا نام لیا جائے۔''

اس آیت میں بھی اس طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ مسجدوں میں صرف ذکر اللہ ہی کی قسم کی چیزیں ہونی چاہئیں کیونکہ یہاں ''بیوت'' سے مراد مسجدیں ہیں۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ ان کی قدر و منزلت بھی اسی میں ہے کہ ان میں دنیاوی باتوں سے پرہیز کیا جائے۔ وہاں پہنچ کر دھیان سب سے کٹ کر اللہ تعالیٰ پر ہو۔

چنانچہ علامہ ابوبکر جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ھذا یدل علیٰ انہ یجب تنزیھھا من القعود لامور الدنیا مثل البیع والشراء و

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

عمل الصناعات ولغو الحدیث الذی لافائدة فیه والسفه و ما جری مجری ذالك۔ (احکام القرآن جلد۳ص۴۰۴)

''یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ مسجدوں کو دنیوی کاموں سے پاک و صاف رکھنا واجب ہے جیسے خرید وفروخت' دستکاری اور بے فائدہ باتیں کرنا اور اسی طرح نادانی وغیرہ کی باتیں کرنا۔''

رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں مسجدوں کا پورا پورا احترام کیا جاتا تھا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عہد نبوی میں مسجدوں میں دنیوی باتیں کرنے کا لوگوں کو وہم وگمان بھی نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کو پیش گوئی کے طور پر فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا کہ دنیا کی باتیں مسجدوں میں ہونے لگیں گی۔ پھر آپ نے تاکیداً فرمایا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ ارشاد فرمایا:

((فلاتجا لسوھم فلیس للہ فیھم حاجة)) (مشکوٰۃ جلد ۱ص ۷۱)

''ان لوگوں میں (جو مسجدوں میں دنیا کی باتیں کریں) مت بیٹھنا کیونکہ ان کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں۔''

فقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ نے بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ

''لوگوں پر ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ اسلام کا بجز نام کے اور قرآن کا سوائے نشان اور رسم کے اور کچھ باقی نہیں رہے گا۔ ان کی مسجدیں بنی تو ہوں گی لیکن ذکر اللہ سے ویران ہوں گی۔'' (تنبیہ الغافلین ص ۱۰۱)

ان روایتوں کو پڑھ کر ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کیا عجب جس زمانہ کے بارے میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے وہ ہمارا یہی زمانہ ہو۔ اس لیے ارباب علم و دانش اور عوام الناس اپنے اعمال پر غور وفکر کریں۔ اس زمانے میں سیاسی تقریروں کا رواج مسجد میں عام ہوتا جا رہا ہے اور وہ بھی آداب مسجد کا لحاظ نہ کرتے ہوئے۔ ایسی غیر ذمہ داری کی باتیں جو کہیں بھی کہنی جائز نہیں ان کا مسجد میں کہنا کیونکہ جائز ہوسکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ مسجدوں کو بچوں' جھگڑوں' بلند آوازی' اجرائے حدود اور تلوار کھینچنے سے بچاؤ۔ (ابن ماجہ باب ما یکرہ فی المساجد) اور آج کل مسجدوں میں جو سیاسی جلسے ہوتے ہیں ان میں قریباً یہ تمام چیزیں کم وبیش پائی جاتی ہیں۔ اور ان سے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بڑھ کر آزار مسلم تقریر کا عام جزء ہوتا ہے جس سے اجتناب ضروری ہے۔

مسجد میں تو گم شدہ چیز کی تلاش بھی جائز نہیں ہے کہ یہ بھی مسجد کے احترام کے خلاف ہے کیونکہ اس میں شور اور ہنگامہ ناگزیر ہے۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((من سمع رجلاً ينشد ضالة في المسجد فليقل لا ردها الله عليك فان المساجد لم تبن لهذا)) (مسلم جلد ا ص ۲۱۰ باب النہی عن نشد الضالۃ)

''جو کسی شخص کو سنے کہ وہ مسجد میں گم شدگی کی تلاش کرتا ہے تو چاہیے کہ کہے: اللہ تعالیٰ اس کو تجھ پر نہ لوٹائے کیونکہ مسجد اس کام کے لیے نہیں بنائی گئی ہے۔''

اس حدیث میں صرف گم شدہ چیز کی تلاش سے روکا ہی نہیں گیا ہے بلکہ اس میں اس پر زجر و توبیخ بھی موجود ہے اور ساتھ ہی اس کی علت بھی بیان کر دی گئی ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب کسی کو مسجد میں گم شدہ چیز تلاش کرتے دیکھو تو کہو:

((لاوجدت، انما بنيت المساجد لما بنيت)) (مسلم جلد ا ص ۲۱۰)

''وہ تجھ کو نہ ملے۔ مسجد جس کام کے لیے بنائی گئی ہے اسی کے لیے ہے۔''

اس حدیث کے ضمن میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''مسجد میں دستکاری، صنعت و حرفت اور اس طرح کا کوئی دوسرا کام درست نہیں ہے کہ ان کاموں کا تعلق انسان کی ذات سے ہے۔ اس وقت البتہ اجازت ہے کہ یہ چیز عام مسلمانوں کے مفاد کی ہو جیسے آلات جہاد کی مرمت وغیرہ۔'' (نووی شرح مسلم جلد ا ص ۲۱۰)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں بہت سخت تھے۔ مسجد کی معمولی سی بے حرمتی بھی کبھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ چنانچہ لڑکوں کو بھی مسجد میں کھیلتے دیکھتے تو درّہ سے خبر لیتے اور عشا بعد بھی مسجد کی پوری خبر گیری رکھتے۔ نسائی میں ہے کہ ایک دفعہ آپ نے کسی کی بلند آواز سن لی۔ اس پر آپ نے تیز ہو کر فرمایا: ''تم کو معلوم ہے کہ کہاں ہو؟''

انہی وجوہ کی بنا پر سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مسجد کے ایک کنارے ایک چبوترہ بنوا دیا تھا جس کا نام حدیث میں ''بطیحا'' آتا ہے، اور اس کے بنوانے کے بعد اعلان کر دیا کہ جس کو شعر پڑھنا ہو یا اور کوئی ایسی بات کرنی ہو تو مسجد سے نکل کر وہاں چلا جائے۔ مسجد میں اس طرح کی کوئی بات نہ ہونے پائے۔ (مشکوٰۃ عن الموطاء باب المساجد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

البتہ بوقت ضرورت مسجد میں کھانا جائز ہے۔ مسافر و معتکف کو تو کھلی اجازت ہے۔ باقی دوسروں کے لیے بعض ائمہ مکروہ تنزیہی کے قائل ہیں۔ مگر ابن ماجہ باب الاکل فی المسجد میں یہ حدیث موجود ہے۔

((کنا ناکل علیٰ عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم فی المسجد الخبز واللحم)) (ابن ماجہ جلد ا ص ۲۴۵)

''ہم لوگ عہد نبوی میں مسجد میں گوشت روٹی کھاتے تھے۔''

البتہ مسجد میں کھانے کے لیے یہ شرط ہے کہ مسجد آلودہ نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

خلاصہ یہ کہ مسجد ذکر اللہ کے لیے ہے' اس میں ذکر اللہ کے خلاف کوئی بات کرنی جائز نہیں ہے۔ لیکن سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قرب قیامت میں لوگ مسجدوں کو ذکر اللہ کے بجائے دوسرے کاموں کے لیے استعمال کریں گے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان من اشراط الساعة أن یمر الرجل بالمسجد' لایصلی فیه رکعتین))

(صحیح ابن خزیمہ' باب کراھیۃ المرور فی المساجد من غیر ان تصلی فیھا جلد ۲ ص ۲۸۳)

''بلا شبہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ مسجدوں کو اپنی گذر گاہ بنا لیں گے اور اس میں دو رکعت (تحیۃ المسجد) نہیں پڑھیں گے۔''

ایک اور روایت میں ہے کہ

ان یجتاز الرجل بالمسجد' فلایصلی فیه ۔(مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۹)

''بے شک آدمی مسجد میں سے گذرے گا اور اس میں نماز نہیں پڑھے گا یعنی مسجد گذرنے کا راستہ ہوگی عبادت گاہ نہ ہوگی۔''

اسی طرح سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((ان من اشراط الساعة ان تتخذ المساجد طرقاً))

(مسند ابی داؤد الطیالسی جلد ۲ ص ۲۱۲' مستدرک حاکم جلد ۴ ص ۴۴۶ وقال ہذا حدیث صحیح الاسناد)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''قیامت کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ مسجدوں کو راستہ (گذرگاہ) بنالیا جائے گا۔''

سیدنا انس بن مالک رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((ان من امارات الساعة ان تتخذ المساجد طرقاً))

(منحۃ المعبود فی ترتیب مسند الطیالسی جلد۲ص۲۱۲)

''قیامت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ مسجدوں کو راستہ بنالیا جائے گا۔''

مسند ابی داؤد طیالسی میں سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے جس میں قیامت کی یہ علامات بتائی گئی ہیں۔

''لوگ مساجد کو راستہ بنالیں گے۔ آدمی صرف اس شخص کو سلام کرے گا جس سے اس کی جان پہچان ہوگی (جب کہ اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ آشنا اور غیر آشنا دونوں کو سلام کرو) عورت اور مرد دونوں مل کر تجارت کریں گے (اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ ایک ہی کمپنی میں مرد بھی ڈائرکٹر ہوگا اور عورت بھی) عورتوں کے حق مہر بہت زیادہ مقرر کیے جائیں گے (یعنی لاکھوں کروڑوں میں)'' (مسند ابوداؤد طیالسی جلد۲ص۲۱۲)

مسجدوں کو اپنا راستہ بنالینا جائز نہیں کیونکہ مسجدوں کی تعظیم شعائر اللہ کی تعظیم ہے۔ اور شعائر اللہ کی تعظیم ایمان اور تقویٰ کی علامت میں سے ہے' جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

﴿وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ﴾ (الحج:۳۲)

''اور جو کوئی ادب رکھے، اللہ کے نام لگی چیزوں کا' سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے۔''

اب مسجد کو صرف گذرگاہ بنانا اور اس میں داخل ہو کر دو رکعت نماز پڑھنا جس کا کہ حکم ہے' مسجد کی توہین کے مترادف ہے۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

((اذا دخل احد کم المسجد' فلا یجلس حتی یر کع رکعتین))

''تم میں سے کوئی شخص جب مسجد میں داخل ہو تو دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) پڑھنے سے قبل نہ بیٹھے۔'' (مسلم جلد۵ص۲۲۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بخاری میں بھی ایک روایت سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے اسی مضمون کی مروی ہے۔

مگر یہ دو رکعت نماز (تحیۃ المسجد) وقتی نمازوں میں صرف ظہر، عصر اور عشاء میں پڑھی جائے گی بقیہ دو نمازوں یعنی فجر اور مغرب میں یہ نہیں پڑھی جائیں گی، اس لیے کہ ان وقتوں میں کوئی نفل نماز جائز نہیں ہے۔ مسجد پہنچ کر کوئی بیٹھ جائے اور اس کے بعد تحیۃ المسجد پڑھنا چاہے تو یہ بھی جائز ہے مگر اولویت کے خلاف ہے۔ فرض و سنت کوئی پہنچتے ہی شروع کر دے تو کیا اس کے ذمہ سے تحیۃ المسجد کی نماز ساقط ہو جائے گی؟ جواب یہ ہے کہ ہاں یہ شکل بھی جائز ہے۔ (ملاحظہ ہو فتح العزیز پارہ اول ص ۲۴۲)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ ''نبی اکرم ﷺ کی سیرت یہ ہے کہ جو شخص مسجد میں داخل ہو وہ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے پھر وہ قوم کو آ کر سلام کرے۔ پس معلوم ہوا کہ تحیۃ المسجد سلام سے پہلے ہے۔'' (زاد المعاد جلد ۲ ص ۲۴)

خلاصہ یہ کہ مسجدوں کو جو عبادت اور ذکر کا محل ہیں ان کو دنیوی کاموں کے لیے استعمال کرنا یا ان کو اپنی گذر گاہ بنا لینا جیسا کہ آج کل بعض مسجدوں اور ملکوں میں ہوتا ہے، امت مسلمہ کے لیے بہت بڑی آزمائش ہے اور قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔

جھوٹی شہادت کی کثرت اور سچی شہادت کا چھپانا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ جھوٹی شہادت کی کثرت ہو جائے گی اور سچی شہادت سے آدمی جی چرائے گا۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان بین یدی الساعة ...... شهادة الزور و كتمان شهادة الحق))

(مسند احمد جلد ۵ ص ۳۳۳)

''قیامت سے قبل لوگ جھوٹی شہادت تو عام دیں گے اور سچی شہادت کو چھپائیں گے۔''

جھوٹی شہادت جان بوجھ کر جھوٹ بولنا ہے اور جھوٹی شہادت دینے کا مطلب ہے حق کو باطل قرار دینا اور سچی شہادت کو چھپانا بھی ابطال حق کا سبب ہوتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

﴿وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ﴾

(البقرۃ:۲۸۳)

''اور گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص گواہی چھپائے گا اس کا دل گناہ آلودہ ہے۔''

یہ نہی تحریم ہے اور گواہی کا چھپانا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس پر وعید معلق فرمائی ہے کہ جو شخص گواہی کو چھپائے گا اس کا دل گناہ آلودہ ہے۔ گواہی کا چھپانا یہ ہے کہ انسان گواہی دینے سے اپنے آپ کو روک لے۔ اور گواہی چھپانا اس وقت حرام ہے جب اس کے گواہی نہ دینے سے صاحب حق کا حق ضائع ہو جائے۔ دوسرے اس آیت میں گناہ کی اضافت دل کی طرف کی گئی ہے کیونکہ شہادت چھپانے اور اس کو ادا نہ کرنے کی نیت کا تعلق دل سے ہے۔ اور جب کسی فعل کی اضافت کسی عضو کی طرف کی جاتی ہے تو اس میں زیادہ تاکید ہوتی ہے۔

سیدنا ابوبکرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑے گناہوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ آپ نے یہ بات تین دفعہ فرمائی پھر فرمایا: (سب سے بڑے گناہ یہ تین ہیں) (1) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھیرانا (2) والدین کی نافرمانی اور (3) جھوٹی شہادت دینا۔ آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے کہ آپ سیدھے بیٹھ گئے اور ان الفاظ کو بار بار دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے (دل میں) کہا: کاش کہ آپ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری جلد۵ ص ۲۶۱، مسلم جلد۲ ص ۸۱-۸۲)

اس حدیث سے جھوٹی شہادت کی سنگینی کا اندازہ فرمائیں اور پھر یہ دیکھیں کہ اپنے کو مسلمان کہلانے والے آج کچہریوں میں صبح سے لے کر شام صرف اس لیے بیٹھے رہتے ہیں تاکہ دنیا کے چند روپوں کی خاطر جھوٹی شہادت دے کر اپنی عاقبت برباد کریں۔ گویا آج ہم نے اپنی دنیا کو آخرت پر ترجیح دی ہوئی ہے اور آج چند ٹکوں کی خاطر بے گناہ لوگوں کے خلاف جھوٹی شہادت دے کر ان کو سزاؤں میں پھنساتے ہیں۔

علماء سوء کے بارے میں:

علماء سوء کا پیدا ہونا بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے۔ یہ وہ علماء ہیں جو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اپنے علم کو اپنی دنیا کمانے اور بنانے کا ذریعہ بنائیں گے۔ امراء کے پاس جا کر ان کی خوشامد کریں گے۔ غلط کاموں میں ان کا ساتھ دیں گے۔ اور ان کی دنیا بنانے کے لیے اپنی آخرت برباد کریں گے حالانکہ حدیث میں ہے۔

((انّ من اشد الناس منزلة یوم القیامة عبدا ذهب آخرته بدنیا غیره))

(ابن ماجہ جلد ۲ ص ۱۳۱۲)

''اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بدتر درجہ میں قیامت کے روز وہ بندہ ہوگا جس نے اپنی آخرت دوسرے کی دنیا بنانے کے لیے برباد کر دی۔''

((انّ اناساً من امتی سیتفقهون فی الدین ویقرأون القرآن ویقولون ناتی الامراء فنصیب دنیاهم ونعتزلهم بدیننا ولایکون ذالك كما لایجتنی من القتاد الا الشوك' كذالك لایجتنی من قربهم))

''میری امت میں ایک جماعت ہوگی جو دین کا قانون اور فقہ خوب حاصل کرے گی اور قرآن حکیم کی تلاوت بھی کرے گی۔ پھر یہ کہے گی کہ آؤ ہم ان بے دین حاکموں کے پاس چل کر ان کی دنیا میں بھی حصہ لگالیں اور اپنا دین ان سے علیحدہ رکھیں' لیکن ایسا نہ ہو سکے گا جیسا کہ کانٹے دار درخت کے نزدیک جانے سے سوائے کانٹوں کے اور کچھ نہیں مل سکتا اسی طرح ان کے پاس جا کر سوائے خطاؤں کے اور کچھ حاصل نہیں ہو سکے گا۔''

آج اگر علماء کی حالت دیکھی جائے تو اس سے مختلف نہیں' الّا ماشاءاللہ۔ کاش اہل علم اپنے مقام کو پہچانیں۔ چنانچہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''کاش اگر اہل علم اپنے علم کی قدر کرتے اور جو لوگ علم کے اہل تھے صرف ان کو علم سکھاتے تو اپنے زمانے میں سب کے رئیس اور سردار بن کر رہتے لیکن انہوں نے اس علم کو دنیا داروں کے سامنے ڈال دیا تا کہ ان کی دنیا میں سے ان کو بھی کوئی ٹکڑا مل جائے۔ آخر ان کی نظروں میں وہ ذلیل وخوار بن کر رہ گئے۔

(ابن ماجہ حدیث نمبر ۲۵۸)

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ نے اس بارے میں علماء کو خوب جھنجھوڑا ہے۔ ایک مرتبہ فرمایا: ''اہل علم کی تو شان یہ ہونا چاہیے کہ وہ اپنی فاقہ مستی پر نازاں اور خوش

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوں اور اہل دنیا کی طرف ہاتھ نہ پھیلائیں بلکہ منہ بھی نہ لگائیں۔(الافاضات الیومیہ جلد۲ ص ۸۰) ایک اور موقع پر فرمایا کہ ''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''فقہاء اور علماء کسی کی دعوت نہ کھائیں۔اس کا راز یہ ہے کہ آج کل اس میں ذلت ہے۔'' (الافاضات الیومیہ جلد۲ ص ۱۱۴)

امت کے اس حکیم نے ایک اور جگہ حکیمانہ بات بیان فرمائی کہ حدیث میں آتا ہے:

((العلماء امناء الدین مالم یخالطوا الامراء فاذا خالطوا الامراء فھم لصوص الدین فاحذروھم))

''یعنی علماء دین کے امین ہیں جب تک کہ وہ امراء سے نہ ملیں جلیں، اور جب امراء میں گھسنے لگیں تو وہ دین کے ڈاکو اور چور ہیں، ان سے لوگوں کو بچنا چاہیے۔''

(احکام المال ص ۲۸، التبلیغ ص ۱۵)

امراء سے ملنے میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ چنانچہ مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''(امراء کے اختلاط سے) علماء کے اندر مداہنت پیدا ہو جاتی ہے اور صحبت کی ترقی سے اس میں ترقی ہوتی ہے حتی کہ قلب سے اس کا اثر زبان پر آتا ہے یعنی پہلے قلب میں حق کی عظمت اور باطل کی نفرت کم ہو جاتی ہے، پھر زبان سے اظہار حق کی ہمت گھٹتی ہے پھر باطل کا اظہار خفیف ہونے لگتا ہے، پھر اس کا صدور ہونے لگتا ہے حتی کہ ان امراء کو اس کا احساس ہو کر اتنا حوصلہ ہو جاتا ہے کہ اپنی نفسانی خواہشوں کے مطابق ان علماء سے توجہات کی فرمائش کرنے لگتے ہیں اور یہ ان کو پورا کرنے لگتے ہیں۔'' (تجدید تعلیم وتبلیغ ص ۵۲)

ایک دفعہ فرمایا کہ ''میں امراء سے تعلق رکھنے کی ممانعت نہیں کرتا تملق (چاپلوسی) کو منع کرتا ہوں۔ علماء کو خصوصیت کے ساتھ اس سے اجتناب کی ضرورت ہے۔'' اور یہ اس وجہ سے ہے کہ دین اور اہل دین کی تحقیر نہ ہو۔'' (الافاضات الیومیہ جلد۶ ص ۳۱۶)

حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور حکیمانہ نکتہ یہ فرمایا: ''امراء سے اجتناب کرنے میں ان کو حقیر اور اپنے کو مقدس نہ سمجھے بلکہ ان کو مبتلائے دنیا سمجھ کر رحم اور دعا کرے۔''

(تجدید تعلیم وتبلیغ ص ۵۴)

مزید فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''بعضے دنیاداروں کو دھتکار دیتے ہیں۔ سخت سست کہتے ہیں حتی کہ بعضے پہرا بٹھا دیتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ متکبر کا پورا علاج ہیں' لیکن تکوینی علاج ہے تشریعی نہیں' اور ایسا برتاؤ یا اخلاق شرع کے بالکل خلاف ہے۔ پھر بعضے ایسے بھی ہیں کہ ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس طریقہ سے امراء میں شہرت ہوتی ہے۔ لوگ بڑا بزرگ سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو ریاکار کہنا زیادہ زیبا ہے۔ اور بعض لوگ واقع میں اپنے کو مقدس اور دوسروں کو گنہ گار سمجھتے ہیں' اس لیے ان سے نفرت کرتے ہیں۔ ایسوں کو متکبر کہنا بجا ہے۔'' (تجدید تعلیم و تبلیغ ص ۵۵)

ایک اور مقام پر حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

''اگر (امراء سے) ملنا ہو یا کوئی کام پڑ جائے تو ادب کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور بے ادبی اور منہ زوری کو شرارت نفس سمجھتا ہوں۔ ترک ادب کوئی کام کی بات نہیں بلکہ اس میں شرارت نفس یعنی شیخی ہے کہ ہم ایسے ہیں کہ حاکم سے بھی نہیں دبتے۔''

(حسن العزیز جلد ۴ ص ۱۹۱)

شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان کرتے ہوئے ان کے امراء سے استغنا کے بارے میں یوں فرمایا:

''حضرت شیخ سلیم چشتی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ پیر پھیلائے ہوئے بیٹھے تھے کہ بادشاہ مع وزیر کے آیا۔ بادشاہ کو دیکھ کر آپ اسی طرح بیٹھے رہے۔ وزیر کو آپ کا یہ انداز گراں گذرا۔ اس نے کہا: حضرت: پیر پھیلا کر بیٹھنا کب سے سیکھ لیا؟ فرمایا: جب سے ہاتھ سمیٹ لیا ہے۔'' (دعوات عبدیت جلد ۱۰ ص ۸۳)

اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''ایک رئیس نے میرے پاس دو سو روپے مدرسہ کے لیے بھیجے کہ میرا ارادہ ہے کہ آپ کو یہاں بلانے کی تحریک کروں۔ اگر یہ جملہ نہ ہوتا تو میں لے لیتا۔ میں نے لکھ دیا کہ روپوں کے ساتھ بلانے کی درخواست کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ روپے بھیجنے سے آپ کا مقصود یہ ہے کہ میں اس سے متاثر ہو کر آپ کی درخواست کو منظور کر لوں' اس لیے میں نے وہ روپے نہیں لیے۔ ڈاک خانہ میں جمع کر دیے ہیں۔ اگر آپ کے جواب میں یہ شبہ رفع ہو گیا تو لے لوں گا ورنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

واپس کردوں گا۔ آخران کا خط آیا کہ بدتمیزی ہوگئی آپ سے یہ درخواست نہیں کرتا۔

(التبلیغ ص ۱۰۹ احکام المال)

یہ سب کچھ اس وقت ہوتا ہے جب دل میں دنیا کی وقعت نہ ہو' لیکن جب دل میں حب دنیا کا جذبہ موجزن ہو تو پھر اپنے علم کی پروا نہ کرتے ہوئے امراء میں گھستے ہیں تاکہ ان کے اختلاط سے دنیا حاصل کی جاسکے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا۔ انہی علماء کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا: کہ آئندہ زمانہ میں ایسے علماء پیدا ہوں گے جو اپنی روٹی اپنی زبانوں سے اس طرح حاصل کریں گے جیسے بیل زبان سے بھوسا کھاتا ہے اور ایک اور حدیث میں فرمایا کہ ''قرآن کا بدلہ دنیا ہی میں طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملے گا۔'' (بیہقی)

عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ قرب قیامت میں عورتوں کی کثرت ہو جائے گی اور مردوں کی قلت۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

((من اشراط الساعة ان یقل العلم' ویظهر الجهل' ویظهر الزنا' تکثر النساء و یقل الرجال حتی یکون لخمسین امرأة القیم الواحد))

(بخاری جلد ۱ ص ۱۸۷ جلد ۹ ص ۳۳۰' مسلم مع شرح النووی جلد ۱۶ ص ۲۲۱' ترمذی جلد ۶ ص ۴۴۸)

''علم کا اٹھ جانا' جہل کا ظہور' زنا کا عام ہونا' عورتوں کی کثرت ہونا اور مردوں کا کم ہونا حتی کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد کا نگران ہونا' قیامت کی علامات میں سے ہے۔''

علامہ عینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر علماء نے کہا ہے کہ بکثرت قتل و خون ریزی سے مرد کم ہو جائیں گے اور عورتیں زیادہ ہو جائیں گی' اور مردوں کے قتل سے فساد اور جہل کا ظہور ہوگا۔ ابوعبدالمالک نے کہا کہ اس حدیث میں کثرت فتوح کی طرف اشارہ ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کیونکہ کثرت فتوح کی وجہ سے باندیاں اور کنزیں زیادہ ہوں گی اور ایک شخص کے پاس بکثرت باندیاں ہوں گی۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ آخری زمانہ میں عورتیں زیادہ پیدا ہوں اور مرد کم پیدا ہوں۔ اور مردوں کے کم پیدا ہونے کی وجہ سے علم اٹھ جائے اور عورتوں کی کثرت کی وجہ سے علم کم ہو اور جہل کا غلبہ ہو اور زنا عام ہو (کیونکہ ایک روایت میں "یفشو الزنا" کے الفاظ بھی ہیں۔) کیونکہ عورتیں شیطان کے جال ہیں اور ان کی عقل اور دین ناقص ہے۔

پچاس عورتوں کے لیے جو ایک مرد کے نگران ہونے کا ذکر ہے اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ حقیقتاً پچاس کا عدد مراد ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے کثرت مراد ہو۔

بعض احادیث میں قیامت کی علامت علم کا کم ہونا بیان فرمائی ہے اور بعض احادیث میں علم کا اٹھ جانا قیامت کی علامت بیان کی ہے اور ان میں تعارض ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی قلت کو مبالغۃً عدم سے تعبیر کر لیا جاتا ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ حکم دو زمانوں کے اعتبار سے ہے یعنی پہلے علم کم ہوگا اور پھر اُٹھ جائے گا۔

ایک اور سوال یہ ہے کہ قیامت کی علامات میں ان پانچ چیزوں کی کیوں تخصیص کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ تمام مذاہب اور ادیان میں معاش اور معاد کی صلاح اور دارین کی فلاح ان پانچ چیزوں پر ہے۔ دین، عقل، نفس، نسب اور مال۔ علم کے اُٹھ جانے سے دین میں خلل واقع ہوتا ہے۔ شراب نوشی سے عقل میں فتور اور مال میں کمی ہوتی ہے، مردوں کی قلت سے نفس فتنہ میں پڑتا ہے، زنا کے ظہور سے نسب محفوظ نہیں رہتا۔ اور جب ان پانچوں چیزوں میں فساد ہوگا اور اصلاح کی کوئی امید نہ رہے گی تو قیامت آ جائے گی، کیونکہ آپ کے بعد کوئی اور نبی مبعوث نہیں ہوگا۔ علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ اس حدیث میں آپ کی نبوت پر دلیل ہے کیونکہ آپ کی بیان کی ہوئی پیش گوئی بتدریج پوری ہو رہی ہے۔

(عمدۃ القاری، علامہ عینی جلد ۲ ص ۸۴-۸۵)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت کہ مرد فتنوں اور جنگوں کی وجہ سے قتل ہو جائیں گے اس وجہ سے عورتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ (نووی جلد ۷ ص ۹۶-۹۷ فتح الباری جلد ۱ ص ۱۷۹) لیکن حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ یہ بات میرے نزدیک درست نہیں کیونکہ حدیث میں مردوں کی قلت کی تصریح ہے جیسا کہ سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کی روایت میں ہے "من قلة الرجال و كثرة النساء" (مسلم جلد ۷ ص ۹۶) اور یہ ایک علامت محضہ ہے اس کا کسی سبب سے کوئی تعلق نہیں کہ جنگوں میں قتل ہونے کے سبب مرد کم ہو جائیں گے بلکہ آخری زمانہ میں مردوں کی پیدائش ہی کم ہوگی اور عورتیں زیادہ پیدا ہوں گی۔ اس وجہ سے عورتوں کی کثرت اور مردوں کی قلت ہوگی۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کی بات درست ہے لیکن حدیث سے امام نووی رحمہ اللہ کی بات کی بھی تائید ہوتی ہے کیونکہ مسلم کی روایت میں ہے:

ويذهب الرجال وتبقى النساء حتى يكون لخمسين امرأة قيم واحد۔

"مرد چلے جائیں گے یعنی مر جائیں گے اور عورتیں باقی رہ جائیں گی حتی کہ پچاس عورتوں کے لیے ایک مرد نگران ہوگا۔" (مسلم جلد ۱۶ ص ۲۲۱)

بعض روایات میں پچاس عورتوں کے بجائے چالیس عورتوں پر ایک مرد نگران ہوگا کے الفاظ آئے ہیں۔ (مسلم جلد ۷ ص ۹۶) اس سے پتہ چلتا ہے کہ پچاس سے حقیقی عدد مراد نہیں ہے اس سے مراد کثرت ہے۔ (فتح الباری جلد ۱ ص ۱۷۹)

اچانک موت کی کثرت:

حدیث میں علامات قیامت میں سے ایک علامت یہ بھی بتائی گئی ہے کہ اچانک موتوں کی کثرت ہو جائے گی۔ چنانچہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان من امارات الساعة ...... أن يظهر موت الفجأة)) (مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۲۵)

"اچانک موت آ جانا بھی علامات قیامت میں سے ہے۔"

اس زمانہ میں یہ بات عام طور پر دیکھی جا رہی ہے کہ اچانک موتوں کی کثرت ہوگئی ہے۔ ایک صحیح اور تندرست آدمی اچانک ہارٹ فیل ہونے سے فوت ہو جاتا ہے۔ اس لیے ہر صاحب عقل کو ہر وقت اللہ کے حضور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے رہنا چاہیے کیونکہ کوئی پتہ نہیں کہ کب پیام اجل آ جائے۔ یہ دل کی بیماری اس زمانہ میں اس قدر عام ہے جو اس سے قبل نہیں تھی۔ ویسے تو پہلے بھی موت کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا اور کسی کو کوئی پتہ نہیں تھا کہ موت کب آ جائے۔ چنانچہ امام بخاری رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اغتنم فی الفراغ فضل رکوع   فعسی أن یکون موتك بغتة

کم صحیح رأیت من غیر سقم   ذهبت نفسه الصحیحة فلتة

فراغت میں جو تمہیں اللہ کے حضور جھکنے کا موقع ملا ہے اس کو غنیمت سمجھو کیونکہ عنقریب تمہاری موت دفعۃً آ جائے گی۔

کیونکہ کئی صحیح اور تندرست لوگ جن کو کوئی بیماری نہیں تھی موت نے ان کو اچانک دبوچ لیا (اوران کو اللہ کے حضور توبہ کا بھی موقع نہ ملا)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عجیب بات ہے کہ آپ کی موت بھی اچانک واقع ہوئی۔ (ھدی الساری مقدمہ الباری ص ۴۸۱) چنانچہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبدالقدوس بن عبدالجبار کہتے ہیں کہ امام بخاری بخارا سے نکل کر سمرقند کے ایک گاؤں خرتنگ چلے گئے۔ یہاں آپ کے رشتہ دار رہتے تھے۔ آپ انہی کے پاس رہائش پذیر ہو گئے۔ ایک رات میں نے سنا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ تہجد سے فارغ ہو کر یہ دعا مانگ رہے ہیں:

"اللهم قد ضاقت علی الارض بما رحبت فا قبضنی الیك"

''اے اللہ! زمین اپنی تمام تر وسعتوں کے باوجود مجھ پر تنگ ہو گئی ہے۔ بس اب تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔ ایک مہینہ بھی نہ گذرنے پایا کہ اچانک آپ کا انتقال ہو گیا۔'' (ھدی الساری ص ۴۹۳)

کثرت باران اور قلت نباتات:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی حدیث میں یہ آئی ہے کہ قرب قیامت میں بارش تو بہت ہوگی لیکن نباتات اور فصل کم پیدا ہوگی۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

"لاتقوم الساعة حتی تمطر السماء مطراً لاتکن منها بیوت المدر' ولا تکن منها الا بیوت الشعر"

(مسند احمد بن حنبل جلد ۱۳ ص ۱۹۱' وقال اسنادہ صحیح' مجمع الزوائد جلد ۷ ص ۳۳۱' قال الھیثمی رواہ احمد ورجالہ رجال الصحیح' النھایہ/ الفتن والملاحم جلد ۱ ص ۱۷۴)

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ آسمان سے ایسا مینہ نہ برسے کہ اس سے نہ مٹی کی چھت بچ سکے گی (جیسے بستی والوں کی ہوتی ہے) ہاں مگر بالوں کی چھت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

(جیسے جنگل والوں کی ہوتی ہے کہ وہ کمبل وغیرہ تان لیتے ہیں)"
مطلب یہ ہے کہ یہ پانی ایسے زور کا ہوگا کہ کوئی کچی پکی چھت اس کو نہ روک سکے گی سوائے بالوں کی چھت کے۔ اسی سلسلہ میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتى يمطر الناس مطراً عاماً ولا تنبت الارض شيئاً))
"قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ لوگوں پر کثرت سے بارش نہ ہوگی اور زمین سے کوئی شی پیدا نہ ہوگی۔" (مسند احمد جلد ۳ ص ۱۴۰)

یعنی بارش تو بہت ہوگی لیکن بارش کے مقابلہ میں پیداوار زمین سے بہت کم ہوگی حالانکہ بارش پیداوار کا باعث اور سبب ہوتی ہے لیکن حق تعالیٰ شانہ اسباب کے خالق ہیں' وہ چاہیں تو اسباب سے مسبب پیدا فرمادیں نہ چاہیں تو سبب سے مسبب پیدا نہ فرمائیں۔ چاہیں تو بارش کے بغیر پیداوار زمین سے اگا دیں۔ نہ چاہیں تو کثرت بارش کے باوجود زمین سے کچھ نہ اُگے۔ چنانچہ مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ليست السنة بأن لاتمطروا' ولكن السنة أن تمطروا وتمطروا' ولا تنبت الارض شيئاً" (مسلم مع شرح النووی جلد ۱۸ ص ۳۰)
"قحط یہ نہیں ہے کہ بارش نہ ہو' لیکن قحط یہ ہے کہ بارش ہو اور خوب بارش ہو لیکن زمین کوئی چیز نہ اُگائے۔"

اور اسی شی کو اس حدیث میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ قیامت سے قبل کچھ سال ایسے آئیں گے جو لوگوں کو فریب دیں گے (یعنی ان سالوں میں خوب بارش ہوگی لیکن پیداوار نہ ہوگی) اس میں جھوٹے آدمی کو سچا سمجھا جائے گا اور سچے آدمی کی تکذیب کی جائے گی۔ خائن امانت دار ہوگا اور امانت دار خائن۔ (سنن ابن ماجہ حدیث نمبر ۴۰۳۶' مسند احمد جلد ۲ ص ۱۹۱' جلد ۳ ص ۲۲۰)

مصائب سے تنگ آکر موت کی تمنا کرنا:

موت ایک ایسی صفت ہے جو صفت حیات کے تغیر پر بدن کو عارض ہوتی ہے۔ یہ فقط روح کے بدن سے جدا ہونے کا نام نہیں بلکہ ایک وجودی شی ہے جس کی اپنی تخلیق ہے۔ چناچہ قرآن حکیم میں ہے:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

﴿خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ﴾ (الملک:۲)

''اللہ تعالیٰ نے موت کو بھی پیدا کیا اور زندگی کو بھی۔''

اس آیت کی رو سے جس طرح حیات کی تخلیق ہوئی ہے اسی طرح موت کی بھی خلقت ہوئی ہے۔ اس کا اپنا ایک وجود ہے لہٰذا اسے ایک عدمی شی قرار دینا کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جمہور اہل سنت کے نزدیک موت ایک وجودی شی ہے' ایک وجودی صفت ہے جو حیات کے متضاد ہے اور اس کے وجودی ہونے کا استدلال فعل خلق سے متعلق ہونے میں ہے کیونکہ فعل خلق عدمی چیزوں سے متعلق نہیں ہوتا' عدمیات تو ازلی ہیں۔'' (تفسیر روح المعانی جلد ۲۹ ص ۴)

موت کی اس وجودی صفت نے موت کے معنی متعین کر دیے کہ موت فنائے محض کا نام نہیں بلکہ اختلاف دارین کے تحقق کا نام ہے کہ انسان اس عالم دنیا سے دوسرے عالم میں چلا جائے۔ چنانچہ علامہ عینی نے لکھا ہے:

" الموت ليس بعدم انما هو انتقال من دار الىٰ دار" (عمدۃ القاری جلد ۶ ص ۷۸)

اگر چہ موت ایک یقینی شی ہے اور قرآن حکیم نے بھی اسے ''یقین'' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے لیکن پھر بھی اس کی تمنا اور خواہش سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ حدیث میں جو سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ کسی بیماری یا تکلیف سے تنگ آ کر کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے اور اگر اس نے تمنا کرنی ہی ہے تو یہ کہے

" اللهم احيني ما كانت الحياة خيراً لي' و توفني اذا كانت الوفاة خيراً لي"

''اے اللہ! مجھے اس وقت تک زندہ رکھ جب تک زندگی میرے لیے بہتر ہے اور مجھے اس وقت موت دے دے جب موت میرے لیے بہتر ہو۔''

(مسلم کتاب الذکر باب ۴' بخاری باب ۱۹' کتاب المرضیٰ' کتاب الدعوات' باب ۳۰' ابوداؤد کتاب الجنائز' باب ۹' ترمذی کتاب الجنائز باب ۳' نسائی کتاب الجنائز' کتاب الجنائز' باب تمنی الموت' ابن ماجۃ' کتاب الزہد باب ۳۱' مسند احمد جلد ۲ ص ۲۶۳' ص ۳۰۹' ص ۳۵۰' ص ۵۱۴' جلد ۳ ص ۱۰۱' ۱۰۴' ۱۶۳' ۱۷۱' ۱۹۵' ۲۰۸' ۲۴۷' ۲۸۱' ۲۹۴' جلد ۶ ص ۳۲۳)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سیدنا انس رضی اللہ عنہ ہی سے ایک اور روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے اور نہ اس کے آنے سے قبل اس کو دعوت دے کیونکہ موت تمام اعمال کا سلسلہ ختم کر دیتی ہے اور نیکی مومن کی عمر کو بڑھاتی ہے۔''

(مسلم' کتاب الذکر' باب ۴ حدیث نمبر ۲۶۸۲)

ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم میں سے کوئی بھی موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیک اور صالح ہے تو اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا' اور اگر وہ گناہ گار ہے تو شاید اس کو توبہ اور گناہوں سے رجوع کی توفیق حاصل ہو جائے۔''

(بخاری کتاب التمنی باب ۶' مسند الدارمی جلد ۲ ص ۳۱۳)

سیدہ ام الفضل رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ ہمارے گھر تشریف لائے۔ اس وقت میرے خاوند سیدنا عباس رضی اللہ عنہ بیمار تھے۔ (بیماری سے تنگ آ کر) انہوں نے موت کی تمنا کی۔ رسول اللہ ﷺ نے سنا تو فرمایا:

''چچا جان! موت کی تمنا نہ کرو کیونکہ اگر آپ نیکوکار ہیں تو دیر سے مرنا اور نیکیوں کا زیادہ ہونا بہتر ہے' اور اگر بدکار ہیں تو دیر سے مرنا اور برائیوں سے توبہ کر لینا اچھا ہے' لہٰذا موت کی ہرگز تمنا نہ کرو۔''

(شرح الصدور ص ۲۵' مسند احمد جلد ۶ ص ۳۳۹' مستدرک حاکم جلد ۱ ص ۳۳۹' مجمع الزوائد جلد ۱۰ ص ۲۰۲)

علماء نے لکھا ہے کہ کسی بیماری یا مصیبت سے تنگ آ کر موت کی تمنا کرنا یا اپنے آپ کو موت کے گھاٹ اتار دینا' مصیبت سے رہائی کا حل نہیں کیونکہ موت بذات خود سب سے بڑی مصیبت ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں بھی اسے مصیبت ہی کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

﴿فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ الْمَوْتِ﴾ (مائدہ: ۱۰۶)

''پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی۔''

ہاں اس وقت موت کی تمنا کی اجازت ہے جب انسان کو دین کے جانے اور اس میں فساد کا یقین ہو۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ ماحول کے فساد کی یہ حالت نہ ہو جائے کہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((حتی یمر الرجل بقبر الرجل' فیقول: یالیتنی مکانه))

(بخاری جلد۱۳ص ۱۸-۸۲' مسلم جلد ۱۸ص ۳۴ موطا امام مالک' کتاب الجنائز باب ۱۶)

''ایک شخص دوسرے کی قبر کے پاس سے گذرے گا اور کہے گا: کاش کہ اس کی جگہ میں ہوتا۔''

گویا اس حدیث میں اس بات کی خبر دی گئی ہے کہ ایک وقت اہل ایمان پر وہ آئے گا کہ انہیں دین میں فساد حال کا خطرہ ہوگا بلکہ دین وایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہوگا۔

اسی مضمون کی ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((والذی نفسی بیده' لاتذهب الدنیا حتی یمر الرجل علیٰ القبر' فیتمرغ علیه ویقول: یالیتنی کنت مکان صاحب هذا القبر' ولیس به الدین الا البلاء)) (مسلم جلد ۱۸ص ۳۴)

''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' اس وقت تک دنیا ختم نہیں ہوگی جب تک کہ ایک شخص قبر سے گذر کر لوٹ پوٹ نہ ہو اور یہ نہ کہے کہ کاش میں اس قبر والے کی جگہ ہوتا اور اس کے دین میں آزمائش کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔''

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے التمہید میں' امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے مسند میں اور طبرانی نے المعجم الکبیر میں الکندی سے روایت کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں ابو عبس غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک چھت پر تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ لوگ طاعون سے بھاگ رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: اے طاعون! مجھے پکڑ لے۔ یہ کلمہ انہوں نے تین مرتبہ کہا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ موت کی تمنا نہ کرو کیونکہ موت کے آنے سے اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اور آدمی کو چونکہ واپس لوٹ کر نہیں آنا اس لیے وہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ جواب میں سیدنا ابو عبس غفاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ چھ چیزوں کے آنے سے قبل مر جاؤ:

① احمقوں اور بے وقوفوں کی حکومت آنے سے پہلے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

② شرط کی زیادتی سے پہلے

③ حکمت کی باتوں کے (یا فیصلوں کے) بیچنے سے پہلے

④ خون کی ناقدری سے پہلے

⑤ قطع رحمی سے پہلے

⑥ اور ان لوگوں سے پہلے جو قرآن کو گاتے ہیں

(شرح الصدور ص ۲۸، مسند احمد جلد ۳ ص ۴۹۴، مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۱۹۹)

حافظ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ نے اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے کہ سیدنا عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ سے موت کی تمنا کے بارے میں بعض لوگوں نے پوچھا کہ آپ موت کی تمنا کیوں کرتے ہیں؟ اس سے تو منع کیا گیا ہے۔ آپ نے فرمایا: کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ آپ ﷺ فرماتے تھے: چھ چیزیں ظاہر ہونے سے پہلے مر رہو یعنی موت کا سوال کرو۔ (1) جاہل اور بے وقوفوں کی حکومت (2) شرط کی کثرت (3) حکم کی بیع یعنی ججوں کا اپنے فیصلوں کو فروخت کرنا (4) خون کے معاملہ کی پروا نہ کرنا (5) قرابت کو قطع کرنا (6) قرآن کو مزامیر بنانا۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" سیأتي علیکم زمان لووجد احدکم الموت یباع لاشتراہ "

(فیض القدیر جلد ۲ ص ...)

"عنقریب تم پر ایک زمانہ ایسا آئے گا اس میں اگر کسی کو موت بکتی نظر آئی تو اس کو خرید لے۔"

کثرت کذب:

احادیث میں قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ قرب قیامت میں جھوٹ بہت ہو جائے گا۔ چنانچہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((سیکون في آخر امتي اناس یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم فایاکم وایاھم))(مقدمہ صحیح مسلم جلد ۱ ص ۸)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

''عنقریب میری امت میں کچھ ایسے لوگ ہوں گے جو تم سے ایسی احادیث بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباؤ اجداد نے۔ پس تم ان سے دور رہو اور وہ تم سے دور رہیں۔''

اسی سلسلہ میں ایک اور روایت ہے:

یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون' یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم ولا اباؤکم' فایاکم وایاھم' لایضلونکم ولا یفتنونکم (مقدمہ صحیح مسلم جلد ا ص ۸-۷۹)

''آخری زمانے میں کچھ دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی احادیث لے کر آئیں گے جن کو نہ تم نے سنا ہوگا اور نہ ہی تمہارے باپوں نے' پس تم ان سے بچو اور وہ تم سے بچیں' اور کہیں وہ تمہیں گمراہ نہ کر دیں اور نہ ہی تمہیں کسی فتنہ میں ڈالیں۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل' فیاتی القوم' فیحدثھم بالحدیث من الکذب' فیتفرقون' فیقول الرجل منھم' سمعت رجلاً أعرف وجھه ولا ادری مااسمه یحدث (مقدمہ صحیح مسلم جلد ا ص ۷۹ مع شرح النووی)

''بے شک شیطان انسانی شکل میں آ کر لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا' پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہچانتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات کہہ رہا تھا۔''

سیدنا سلیمان علیہ السلام نے مقید کیا ہے۔ قریب ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر ...وں کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے۔ (مقدمہ صحیح مسلم جلد ا ص ۷۹)

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ کوئی شی پڑھے گا جو قرآن ...نہیں ہوگی اور وہ کہے گا کہ یہ قرآن ہے تاکہ لوگوں کو اس سے دھوکہ میں ڈالے' پس تم لوگ ...دھوکہ میں نہ پڑھنا۔ (شرح نووی جلد ا ص ۸۰)

اس زمانہ میں اکثر عجیب وغریب احادیث ایسی ہیں جن کو بعض لوگ بغیر ان کی صحت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

جانے ان کو لوگوں کے سامنے بیان کر دیتے ہیں اور اس سے لوگوں کے گمراہی میں پڑھنے کا شدید اندیشہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ایسے لوگوں کی باتوں کی تصدیق سے منع فرمایا۔ اور اسی کذب بیانی کی وجہ سے عوام الناس صحیح اور سقیم روایات میں تمیز نہیں کر سکتے۔ جو لوگ علم حدیث کے ماہر ہیں وہ نقل حدیث میں تحقیق کر کے بیان کرتے ہیں لہٰذا ان کی باتوں کو سننا چاہیے عام طرز خطیب جو سچی اور جھوٹی بیان کرتے رہتے ہیں ان کی باتوں کو سننے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

سرزمین عرب کا چراگاہوں اور نہروں والی ہو جانا:

قیامت کی ایک نشانی یہ ہے کہ سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں والی ہو جائے گی جیسا کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتی تعود ارض العرب مروجاً أنهاراً))

(مسلم جلد ۷ ص ۹۷ مع شرح النووی)

”جب تک سرزمین عرب چراگاہوں اور نہروں والی نہ ہو جائے اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی۔“

اس حدیث سے پتہ چلا کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ سرزمین عرب میں پانی عام ہو جائے گا حتی کہ اس میں چشمے اور نہریں جاری ہوں گی اور اس میں وہاں خوب زراعت ہوگی اور باغات اور کھیت لہلہائیں گے۔ چنانچہ اس زمانہ میں بہت سے چشمے پھوٹے ہیں۔ پانی وافر ہو گیا ہے اور زراعت بہت ہو رہی ہے۔ عرفات' مزدلفہ اور منیٰ ہی کو دیکھ لیں۔ چند برس پہلے وہاں پانی نہیں ملتا تھا۔ حاجیوں کو سایہ کے لیے کوئی سایہ دار درخت نہیں ملتا تھا۔ لیکن چند سالوں میں عرفات میں بڑے بڑے درخت اگے ہوئے ہیں اور پانی اتنی کثیر تعداد میں ہے کہ حج کے روز لاکھوں حاجی ان نلکوں سے پانی استعمال کرتے ہیں لیکن پانی کا زور پھر بھی کم نہیں ہوتا۔ یہی حال دوسری عرب ریاستوں کا ہے جہاں سڑکوں اور شاہراؤں پر کثیر تعداد میں کھجور اور دوسرے پھلوں کے درخت لگے ہوئے ہیں اور جہاں کبھی ریت اڑتی تھی وہاں کھیتیاں لہلہا رہی ہیں۔ اور عنقریب وہ باتیں لوگوں کے سامنے حقیقت کا روپ دھار لیں گی جن کو پیغمبر صادق ﷺ نے بطور پیش گوئی کے بیان فرمایا ہے۔ اور اس بات کی تائید اس روایت سے بھی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوتی ہے جس کو امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوہ تبوک کے موقع پر ارشاد فرمایا:

''کل تم انشاء اللہ تبوک کے چشمہ پر پہنچ جاؤ گے' اور تم دن چڑھنے سے پہلے نہیں پہنچو گے۔ تم میں سے جو شخص بھی اس چشمہ کے پاس جائے وہ میرے پہنچنے سے پہلے اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس چشمہ پر ہم میں سے دو آدمی پہلے پہنچے۔ چشمہ میں پانی زیادہ سے زیادہ جوتی کے تسمہ جتنا تھا' اور وہ بھی آہستہ آہستہ بہہ رہا تھا۔ راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں شخصوں سے پوچھا کیا تم نے اس کے پانی کو چھوا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ رسول اللہ ﷺ ان پر ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ ان کو فرماتے رہے۔ لوگوں نے تھوڑا تھوڑا کر کے چلوؤں سے چشمہ کا پانی لیا اور اس کو کسی شی میں جمع کر لیا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اس برتن میں اپنے دست مبارک اور چہرہ انور کو دھویا اور وہ اس چشمہ میں ڈال دیا۔ وہ چشمہ جوش مار کر بہنے لگا حتی کہ لوگوں نے اس سے پانی (اپنے جانوروں اور ساتھیوں کو) پلایا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے معاذ رضی اللہ عنہ، اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم عنقریب دیکھو گے کہ یہ پانی باغات کو سیراب کرے گا۔'' (مسلم' کتاب الفضائل جلد ۱۵ص ۴۰-۴۱)

محمد ابن اسحاق کا بیان ہے کہ آج تک وہ چشمہ فوارہ کی طرح جاری ہے اور دور دور سے اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔ (خصائص کبریٰ جلد ۱ ص ۲۷۳)

رومیوں کی کثرت اور مسلمانوں سے ان کی جنگ:

قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ قرب قیامت میں رومیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی چنانچہ حدیث میں ہے' مستورد قرشی نے سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے سامنے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

((لاتقوم الساعة والروم اكثر الناس))

''قیامت نہیں آئے گی مگر اس حال میں کہ رومیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔''

یہ سن کر سیدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غور کرو' تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کہا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ (مسلم جلد ۱۸ ص ۲۲)

یہ حدیث مسند امام احمد بن حنبل جلد ا ص ۴۱۹' اور الادب المفرد للبخاری میں بھی ہے۔

محدثین نے لکھا ہے کہ عربوں کے محاورہ میں روم سے مراد اہل فرنگ یعنی اہل یورپ ہیں آج اہل یورپ کی یہ کثرت ہے کہ اس وقت ان کے وجود سے کوئی قطعۂ ارضی خالی نہیں اور ان کی قوت و طاقت کا دنیا کی کوئی قوم مقابلہ نہیں کر سکتی۔

رومی عیص بن اسحاق بن ابراہیم علیہما السلام کی اولاد میں سے ہیں۔

(ملاحظہ ہو النہایہ/ الفتن والملاحم ص ۵۸)

ایک اور حدیث میں جو سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ قیامت سے قبل تم لوگ چھ باتیں شمار کر رکھنا (اس میں چھٹی بات یہ فرمائی تھی):

((ثم هدنة تكون بينكم وبين بني الاصفر' فيغدرون' فيأتونكم تحت ثمانين غاية' تحت كل غاية اثنا عشر الفاً)) (بخاری جلد ۶ ص ۲۷۷)

''روم اور تمہارے درمیان صلح ہوگی اور وہ لوگ غداری کریں گے اور ایسا لشکر جرار لے کر تم سے جنگ کرنے کے لیے آئیں گے جس میں اسی (80) جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے میں بارہ ہزار افراد ہوں گے۔''

حدیث میں جو لفظ ''غایۃ'' آیا ہے اس کا معنی جھنڈا ہے۔

(النہایہ فی غریب الحدیث جلد ۳ ص ۴۰۴' فتح الباری جلد ۶ ص ۶۷۸)

اس سلسلہ میں سیدنا نافع بن عتبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ایک غزوہ میں تھے۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس مغرب کی طرف سے ایک قوم آئی جنہوں نے اُون کے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ان کی آپ سے ایک ٹیلے کے پاس ملاقات ہوئی۔ وہ کھڑے اور جناب رسول اللہ ﷺ بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے دل میں خیال آیا کہ ''تو بھی ان کے پاس۔'' اور آپ ﷺ کے اور ان کے درمیان جا کر کھڑا ہو جا کہیں وہ حضور علیہ السلام پر دھوکہ سے حملہ نہ کر دیں۔ پھر میرے دل میں خیال آیا کہ شاید آپ ان سے کوئی راز کی بات کر رہے ہوں۔ بہر حال میں ان کے پاس گیا اور آپ کے اور ان کے درمیان کھڑا ہو گیا مجھے رسول اللہ ﷺ کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

چار باتیں یاد ہیں جن کو میں نے انگلیوں پر شمار کر لیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

((تغزون جزيرة العرب فيفتحها الله، ثم فارس فيفتحها الله، ثم تغزون الروم فيفتحها الله، ثم تغزون الدجال فيفتحه الله، قال: فقال نافع: يا جابر! لانرى الدجال حتى تفتح الروم)) (مسلم مع شرح النووی جلد ۱۸ص ۲۶)

''تم جزیرہ عرب میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہیں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم فارس میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا، پھر تم روم میں جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں فتح عطا فرمائے گا۔ پھر تم دجال سے جہاد کرو گے اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس پر بھی فتح عطا فرمائے گا۔'' نافع رضی اللہ عنہ نے کہا: اے جابر! ہم روم کی فتح سے پہلے دجال کو نہیں دیکھیں گے۔''

پھر رسول اللہ ﷺ نے اس جنگ کی کیفیت بھی بیان فرمائی ہے جو مسلمانوں اور رومیوں کے مابین ہوگی۔ چنانچہ اس بارے میں حدیث میں فرمایا گیا۔ سیدنا نسیر بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ کوفہ میں سرخ آندھی آئی، ایک شخص جس کا تکیہ کلام یہ تھا کہ سنو اے عبداللہ بن مسعود! قیامت آ گئی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ٹیک لگائے بیٹھے تھے، وہ سنبھل کر بیٹھ گئے، اور فرمایا: اس وقت تک قیامت نہیں آئے گی جب تک میراث کی تقسیم اور مال غنیمت کی خوشی کو ترک نہ کر دیا جائے۔ پھر ملک شام کی طرف ہاتھ سے اشارہ کر کے فرمایا: (وہاں) اہل اسلام کے دشمن جمع ہوں گے اور ان کے مقابلہ کے لیے مسلمان جمع ہوں گے۔ میں نے عرض کیا: آپ کی مراد رومی ہیں؟ فرمایا: ہاں۔ اس جنگ کی شدت کی وجہ سے بہت سے لوگ بھاگ کر پلٹ آئیں گے۔ پھر مسلمان ایک ایسا لشکر بھیجیں گے کہ وہ خواہ مر جائیں لیکن فتح حاصل ہو جائے گی۔ پھر یہ فریق بھی لوٹ آئے گا اور وہ فریق بھی لوٹ آئے گا، اور ان میں سے کسی کو غلبہ حاصل نہیں ہوگا۔ پھر وہ (پہلا) دستہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے۔ پھر وہ جنگ کرتے رہیں گے حتیٰ کہ ان کے درمیان رات کا حجاب آ جائے گا۔ پھر یہ دستہ اور دوسرا دستہ دونوں لوٹ آئیں گے اور ان میں سے کسی کو کامیابی حاصل نہ ہوگی اور وہ دستہ ہلاک ہو جائے گا۔ پھر مسلمان ایک اور دستہ بھیجیں گے کہ وہ بغیر کامیابی کے نہ لوٹے خواہ مر جائے۔ پھر وہ شام تک جنگ کرتے رہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

گے۔ پھر یہ اور وہ لوٹ آئیں گے اور کوئی فریق غالب نہ ہوگا اور وہ دستہ ہلاک ہو چکا ہوگا۔ اور جب چوتھا دن ہوگا تو باقی مسلمان ان پر حملہ کر دیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ کافروں پر شکست مسلط کر دے گا' وہ ایسی جنگ ہوگی کہ اس سے پہلے کہ اس سے قبل ایسی جنگ کی مثال دیکھی نہیں ہو گی حتی کہ پرندے بھی ان کے پہلوؤں سے گذریں گے وہ ان سے آگے نہیں بڑھ سکیں گے اور مردہ ہو کر گر پڑیں گے۔ ایک باپ کی اولاد سو تک ہوگی' ان میں سے ایک کے سوا اور کوئی باقی نہیں بچے گا۔ اس صورت میں مال غنیمت سے کیا خوشی ہوگی اور کیسے وراثت تقسیم ہوگی؟ مسلمان اسی حالت سے دو چار ہوں گے کہ اس سے بڑی افتاد آن پڑے گی۔ ایک چیخ سنائی دے گی کہ مسلمانوں کی اولاد میں دجال آ چکا ہے۔ ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہوگا وہ اس کو چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور دس گھوڑ سواروں کا ہراول دستہ بھیجیں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں ان سواروں کے نام' ان کے باپ داد کے نام اور ان کے گھوڑوں کا رنگ تک جانتا ہوں۔ وہ روئے زمین کے بہترین گھوڑ سواروں میں سے ہوں گے۔ (مسلم جلد ۱۸ص ۲۴-۲۵)

یہ جنگ آخری زمانہ میں شام میں دجال کے ظہور سے پہلے ہوگی جیسا کہ احادیث میں کہا گیا ہے۔ اور مسلمانوں کی رومیوں پر فتح قسطنطنیہ کی فتح کا پیش خیمہ ہوگی' کیونکہ اس سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک کہ رومی اعماق (یہ وابق کے قریب شام کے شہروں حلب اور انطاکیہ کے درمیان ایک شہر ہے۔ ملاحظہ ہو معجم البلدان جلد ۱ص ۲۲۲) یا دابق (یہ حلب کے قریب ایک بستی ہے۔ اس کے اور حلب کے درمیان چار فرسخ کا فاصلہ ہے' معجم البلدان جلد ۲ ص ۴۱۶) نہ پہنچ جائیں۔ پھر ان سے (لڑنے کے لے) مدینہ سے ایک لشکر روانہ ہوگا۔ وہ اس وقت تمام روئے زمین پر سب سے نیک لوگ ہوں گے۔ جب دونوں لشکر صف آرا ہوں گے تو رومی (مسلمانوں سے) کہیں گے' تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مسلمان کہیں گے' نہیں' بخدا! ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے۔ پھر وہ ان سے لڑیں گے تو ان میں سے ایک تہائی (مسلمان) بھاگ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی توبہ کبھی قبول نہیں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرے گا (لاتیوب الله علیهم ابداً) اور ایک تہائی ان میں سے قتل کر دیے جائیں گے، وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے۔ بقیہ تہائی فتح حاصل کر لیں گے۔ وہ کبھی آزمائش میں مبتلا نہیں ہوں گے۔ وہ قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔ جس وقت وہ مال غنیمت کو تقسیم کریں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درختوں سے لٹکائیں گے تو اچانک شیطان چیخ مار کر کہے گا، تمہارے بال بچوں کے پاس مسیح دجال پہنچ گیا ہے۔ مسلمان وہاں سے نکل پڑیں گے حالانکہ یہ خبر غلط ہوگی۔ جب یہ ملک شام پہنچیں گے تب دجال نکلے گا۔ جس وقت وہ لڑائی کی تیاری کے لیے صفیں درست کریں گے اور نماز قائم کی جائے گی تو سیدنا عیسیٰ بن مریم (ﷺ) نازل ہوں گے اور وہ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں گے۔ اور جب اللہ کا دشمن (دجال) ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ اگر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اس کو چھوڑ دیتے تب بھی وہ پگھل کر ہلاک ہو جاتا لیکن اللہ تعالیٰ اس کو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل کرائے گا اور ان کے نیزے پر اس کا خون لوگوں کو دکھلائے گا۔" (مسلم جلد ۱۸ ص ۲۱-۲۲)

اسی سلسلہ میں وہ حدیث بھی ہے جو سیدنا ابو الدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((ان قسطاط المسلمین یوم الملحمه بالغوطه الیٰ جانب مدینة یقال لها دمشق من خیر مدائن الشام)) (ابوداؤد حدیث نمبر ۴۲۹۸)

"ملحمہ (جنگ) کے زمانے میں مسلمانوں کا قلعہ غوطہ ہوگا جو دمشق نامی شہر کے ایک جانب واقع ہے اور شام کے بہترین شہروں میں سے ہے۔"

غوطہ یہ شام کا ایک شہر ہے جس کے اردگرد بلند و بالا پہاڑ ہیں اور نہریں اور درخت کثیر تعداد میں ہیں اور دمشق کا شہر اسی وادی میں واقع ہے۔ یہ ایک قدرتی قلعہ ہے جو محفوظ مقام پر واقع ہے۔ آب و ہوا نہایت خوشگوار اور منظر بڑا دل فریب ہے۔ (معجم البلدان جلد ۴ ص ۲۱۹)

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رومیوں کا یہ واقعہ جن کا ان احادیث میں ذکر ہے ابھی تک واقع نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں یہ پتہ چلا ہے کہ رومی اتنی تعداد میں کسی جنگ میں شریک

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہوئے ہیں۔ اس واقعہ میں ہمارے لیے بشارت بھی ہے اور نذارت بھی۔ اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ آخر کار فتح مسلمانوں کو حاصل ہوگی اگرچہ رومیوں کا لشکر اس جنگ میں بہت زیادہ ہوگا۔ اور اس واقعہ میں اس بات کی خوشخبری بھی ہے کہ مسلمانوں کا لشکر بھی تعداد میں بہت زیادہ ہوگا۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۶ ص ۲۷۸)

اسلام کے خلاف اقوام عالم کا اجتماع:

قیامت کی ایک نشانی یہ بتائی گئی ہے کہ اقوام عالم مسلمانوں کے خلاف ایکا کریں گے اور ایک دوسرے کو بلا کر گٹھ جوڑ کریں گے اور اسلام اور مسلمانوں کو جڑ سے اکھاڑ دینے کی کوشش کریں گے۔

چنانچہ سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''عنقریب قومیں تم پر ٹوٹ پڑیں گی جس طرح کھانے والے (یعنی بھوکے) اپنے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی: کیا ہم اس وقت تھوڑے ہوں گے (ومن قلة نحن يومئذ) آپ ﷺ نے فرمایا: بلکہ تم اس وقت بہت زیادہ ہو گے' لیکن تم سیلاب کے کوڑے کرکٹ اور جھاگ کی طرح ہو گے اور اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں ''وھن'' ڈال دے گا۔ ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ! یہ وھن کیا چیز ہو گی؟ فرمایا: ''حب الدنيا وكراهية الموت'' دنیا کی محبت اور موت کی ناپسندیدگی۔''

جب دلوں میں ایمان کی مضبوطی اور اعضاء میں اعمال کی پختگی نہ رہی تو مسلمان کمزور اور کھوکھلے ہو کر رہ گئے۔ دنیا بھر کی اقوام انہیں لقمہ تر بنانے کے لیے ایک خفیہ سمجھوتے کے ساتھ ان پر ٹوٹ پڑیں گی جیسا کہ اب ہو رہا ہے۔ ہندو ہمارا دشمن' مغربی ممالک ہمارے ساتھ مذاق اور غداری کرنے والے' یہودی ہمارے ازلی و ابدی دشمن' اشتراکی' دہریے اور قادیانی ہمیں مٹا ڈالنے اور ہڑپ کر جانے کے درپے ہیں۔ دنیا کی سب سے بڑی طاقت (سپر پاور) امریکہ ہمارے خلاف ہے بلکہ دنیا کی تمام قوموں کو ہمارے خلاف اکٹھا ہونے کی دعوت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

دے رہی ہے۔ اس کا وزیر خارجہ اور اس کا سب سے بڑا ایجنٹ وزیر اعظم انگلستان 11 ستمبر 2001ء کے بعد دنیا کے مختلف ملکوں کے دورے صرف اس لیے کر رہے ہیں کہ دنیا کی مختلف قوموں اور ملکوں کو مسلمانوں کے خلاف ایکا کرنے کی دعوت دیں۔ چنانچہ افغانستان میں جو امریکی کارروائی ہوئی ہے اس میں پہلے اقوام متحدہ میں قرارداد پاس کروائی گئی اور تمام ممالک کو یہ بتایا گیا کہ مسلمان دہشت گرد ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ بات سن کر نہ صرف دوسری اقوام نے بلکہ خود مسلمان ممالک نے بھی افغانستان کے خلاف ووٹ دیے اور پھر افغانستان پر ایسی بمباری کی گئی کہ جو آج تک نہ ویٹ نام میں اور نہ ہی کسی اور ملک میں کی گئی تھی۔ یہی حال کشمیر اور فلسطین میں مسلمانوں کا ہو رہا ہے۔ دن رات مسلمان چیونٹیوں کی طرح مر رہے ہیں لیکن کسی مسلمان اور غیر مسلم حکومت کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی۔ روس نے ترکستان کی درجن بھر مسلم ریاستوں کو ہضم کیا لیکن ان کی بے بسی پر نہ کوئی زبان بولی اور نہ کسی کی آنکھ سے کوئی آنسو ٹپکا۔ مغربی ممالک نے دنیا بھر میں اسلامی مقبوضات کا تیا پانچہ کیا اور مشرق وسطٰی کے یہودی ان کی شہ پر اور ان کی مدد سے مسلمانوں کا قتل عام کر رہے ہیں لیکن آج دنیا میں کوئی ان ظالموں کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔ مسلمانوں کی تعداد دنیا بھر میں ڈیڑھ ارب سے کم نہیں ہے لیکن اتنی بڑی تعداد کا نہ کوئی وزن ہے اور نہ ہی ان کی آواز کی کوئی شنوائی ہے۔ وہ باہم خانہ جنگی، قتل و غارت اور عیش و عشرت میں مگن ہیں اور دنیا کی تمام قومیں انہیں مٹانے کا عزم کیے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ مسلمان مادہ پرست ہو گئے اور موت کو خوفناک سمجھنے لگے تو نتیجہ موت اور ذلت کی صورت میں نکلا۔ یہ حدیث ہم پر لفظ بلفظ صادق آ رہی ہے۔ یہ تو اب تک کی کیفیت ہے آئندہ کیا ہونے والا ہے' اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کسی نے سچ کہا تھا ؎

اٹھو وگرنہ حشر نہیں ہو گا پھر کبھی
دوڑو زمانہ چال قیامت کی چل گیا

مال کے حصول کے لیے حلال و حرام کی تمیز کا اٹھ جانا:

قیامت کی علامتوں میں سے ایک علامت آقائے نامدار ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی جس کو سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((لیأتین علی الناس زمان لایبالی المرء بما اخذ المال' أمن حلال ام من حرام))(بخاری مع فتح الباری جلد۴ص ۳۱۳' سنن النسائی جلد ۷ص ۳۱۳)

''بے شک ایک زمانہ آئے گا کہ کسی شخص کو یہ پروانہ ہوگی کہ جو مال وہ حاصل کر رہا ہے وہ حلال ہے یا حرام۔''

آج پوری دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ روپیہ کماؤ لیکن کن ذرائع سے کماؤ اس بارے میں کبھی کسی نے نہیں کہا۔کوئی شخص نہیں دیکھتا کہ یہ طریقہ حلال ہے یا حرام' بس صرف روپے کمانے کی فکر ہے حالانکہ حرام کمائی کا تو اسلام کے ہاں کوئی تصور نہیں اور نہ ہی حرام کمائی اللہ کے ہاں مقبول ہے۔

چنانچہ مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((ایھاالناس! ان اللہ طیب لا یقبل الاطیبۃ وان اللہ امرالمومنین بما امر المرسلین' فقال یا ایھاالرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحۃ انی بما تعملون علیم))(مسلم حدیث نمبر ۲۳۴۲)

اے لوگو! اللہ تعالیٰ پاک ہے اور پاک شی ہی کو قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنین کو وہی حکم دیا ہے جو اس نے رسولوں کو دیا تھا (اس کے ثبوت میں آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی) یا ایھاالرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً .... (اے رسولو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور اچھے اعمال کرو' میں تمہارے کاموں سے باخبر ہوں اور پھر فرمایا: ''اے مسلمانو! ہماری دی ہوئی چیزوں سے پاک چیزیں کھاؤ۔'')

حرام مال کو اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور نہ ہی حرام مال کھانے والوں کی دعائیں اللہ کے ہاں قبول ہوتی ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں بھی اسی حدیث کے آخر میں آپ نے یہ ایسے شخص کا ذکر کیا:

''جو نہایت طویل سفر کرتا ہے اس حال میں کہ خستہ حال و درماندہ اور گرد و غبار سے اٹا ہوا ہے۔ آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اپنے پروردگار سے کہتا ہے: اے میرے رب اے میرے رب! اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا پینا حرام کا ہے' اس کا لباس حرام کا ہے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اور اس نے حرام غذا کھائی ہے' پس اس کی دعا کس طرح اللہ کے ہاں مقبول ہو گی۔

(مسلم حدیث نمبر ۲۳۴۲)

ایک اور حدیث میں فرمایا: "جو شخص پاکیزہ مال سے صدقہ کرے اور اللہ تعالیٰ پاکیزہ مال کے سوا اور کوئی مال قبول نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو دائیں ہاتھ سے قبول کرتا ہے خواہ وہ ایک کھجور ہو' پھر وہ صدقہ رحمان کے ہاتھ میں بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ پہاڑ سے زیادہ بڑا ہو جاتا ہے جس طرح تم میں سے کوئی شخص گھوڑے یا اونٹ کے بچے کو پالتا ہے۔ (مسلم حدیث نمبر ۲۳۳۸)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ صرف پاک چیزوں کو قبول کرتا ہے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مال حرام سے صدقہ کرنا ناجائز ہے۔ اور جس مال حرام کی حرمت قطعی ہو جیسے سود یا مال غیر اس کے ساتھ صدقہ کرنا کفر ہے۔ اور ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ اگر فقیر کو معلوم ہو جائے کہ یہ مال حرام ہے اس کے باوجود فقیر اس مال کو لے کر دینے والے کے حق میں دعا کرے تو وہ بھی کافر ہو جائے گا (شامی' مرقات) اسی طرح جیسے بنک سے سود لینا ناجائز ہے اس سود کو فقراء پر صدقہ کرنا بھی ناجائز ہے۔ اگر کسی شخص نے کسی سے ناجائز مال لے لیا ہے اور اس مال سے نجات حاصل کرنا چاہتا ہے تو وہ اس مال کے مالک یا اس کے ورثاء کو تلاش کر کے وہ مال پہنچا دے۔ اور اگر مالک یا اس کے ورثاء نہ ملیں تو مالک کی طرف سے اس مال کو فقراء پر صدقہ کر دے اور اپنے ذمہ سے برأت کی نیت کرے۔ اس نیت کا ثواب ہو گا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ حرام مال کھانا بھی دعا نہ قبول ہونے کا ایک سبب ہے چنانچہ ایک مرتبہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے مستجاب الدعوات بنا دے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے انس!

((اطب كسبك' تجب دعوتك' فان الرجل ليرفع اللقمة من الحرام الىٰ فيه فلا يستجاب له دعوة اربعين يوماً))

"اپنی کمائی پاک رکھو تمہاری دعائیں قبول ہوں گی۔ جب کوئی شخص حرام کا لقمہ اٹھاتا ہے تو اس کی چالیس روز کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔"

اسلام ہر ممکن یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کو ماننے والا کوئی شخص حرام نہ کھائے۔ اس وجہ سے اسلام نے مال کمانے اور اس کو خرچ کرنے دونوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔ چنانچہ ایک حدیث

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں ہے کہ قیامت کے دن کسی شخص کے دونوں پاؤں اس وقت تک اپنی جگہ سے نہیں ہلیں گے جب تک کہ وہ پانچ باتوں کا جواب نہ دے لے۔ ان میں سے دو سوال صرف مال کے بارے میں ہیں:
① اپنے مال کے بارے میں کہ اس نے کہاں سے کمایا؟ اور ② کہاں خرچ کیا؟
گویا کہ اسلامی اقتصادیات نے مال کے کمانے اور پھر مال کے خرچ کرنے دونوں پر پابندی عائد کی ہے اور جو شخص پھر بھی حرام کھاتا ہے اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لا یدخل الجنة لحم ودم بنتا علیٰ سحت فالنار اولیٰ به))
''وہ گوشت اور خون دونوں جنت میں نہیں جائیں گے جو حرام مال سے پیدا ہوئے۔ اس کا قرار واقعی ٹھکانا جہنم ہے۔''

اس سلسلہ میں مختلف بزرگوں کے بیشمار واقعات تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں جن میں مذکور ہے کہ حرام' اور حرام خوراک سے بچنے کے لیے انہوں نے کیا طریقے اختیار کیے۔ اس سلسلہ میں امام حسن بصری رحمہ اللہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ پیش پیش ہیں۔ امام نووی رحمہ اللہ کے بارے میں تاریخ کی کتابوں میں ہے کہ انہوں نے کبھی بھی شام کے میوے نہیں کھائے کیونکہ اس خطے کی بکثرت زمینیں اور املاک اوقاف میں گڈمڈ ہو کر رہ گئی تھیں اور ان کے مالک یا منتظمین نے ان کی بابت کوئی وضاحت نہیں کی تھی۔ تقویٰ اور پرہیزگاری اسی کا نام ہے اور یہی وجہ تھی کہ یہ اسلاف صالحین سرآمد روزگار ہوئے۔ اب حلال اور حرام کی تمیز اٹھ چکی ہے۔ عام ذہنیت یہ بن چکی ہے کہ کسی طرح مال ان کی مٹھی میں آجائے خواہ حلال طریقے سے آئے یا حرام طریقے سے۔ بعض لوگوں نے تو اب دولت کی حرص و آزر اور مال جمع کرنے کی خاطر ''اس بازار'' کا رخ بھی کر لیا ہے۔ وہ گانے بجانے اور ناچنے والیوں اور بازاری عورتوں کو بلا کر شہر شہر اسٹیج سجاتے ہیں اور اس طرح دونوں ہاتھوں سے دولت سمیٹنے کی ناپاک اور شرمناک حرکت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ سودی لین دین اور زکوٰۃ چوری ان کے یہاں عام ہے اس کے علاوہ وہ یتیم کا مال کھانے سے بھی گریز نہیں کرتے حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ ''جو لوگ یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹوں میں آگ بھرتے ہیں اور عنقریب وہ جہنم میں داخل ہو جائیں گے۔'' (النساء: ۱۰)
اور مسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: '' اچانک میرے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سامنے ایسے کچھ آدمی لائے گئے جن کے اوپر کچھ لوگ مسلط تھے۔ وہ ان لوگوں کے جبڑے پکڑ کر چیرتے تھے اور دوسرے آگ کی چٹانیں ان کی جبڑوں میں ٹھونسی جاتی تھیں۔ پتھر کی یہ چٹانیں ان کے پاخانے کے مقام سے باہر نکل جاتی تھیں۔ میں نے پوچھا: جبرائیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا:

الذین یاکلون اموال الیتامی ظلماً انما یاکلون فی بطونھم نارا

''یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھایا کرتے تھے' اب یہ اپنے پیٹ میں آگ کھائیں گے۔''

یہ درست ہے کہ مال کو مال اسی لیے کہتے ہیں کہ یہ انسان کی طبیعت کو اپنی طرف مائل کرتا ہے' لیکن اسلام نے کسب مال کی اجازت دی ہے حب مال کی اجازت نہیں دی۔ اسی حب مال کا جذبہ ہے کہ بعض آدمی مزدور کو اس کے مال کی مزدوری بھی نہیں دیتے۔ دنیا میں مختلف کاموں کا اجرت پر کرانے کا دستور اور رواج ہے جیسے عمارت تعمیر کرانا' کپڑے سلوانا' کارخانوں میں مختلف کام کروانا وغیرہ لیکن کام پورا ہونے کے بعد جب مزدوری دینے کا وقت آتا ہے اور مزدور مالک سے اپنے کام کی مزدوری طلب کرتا ہے تو بعض مالک ٹال مٹول سے کام لیتے ہیں اور آج نہیں کل' یا اس ماہ نہیں اگلے ماہ کے وعدوں پر مزدوروں کو ٹرخاتے رہتے ہیں حالانکہ وہ چاہیں تو وقت پر مزدوری دے سکتے ہیں۔ بعض مالکان ایسے ہتھکنڈے اختیار کرتے ہیں کہ مزدوری سرے سے دینی ہی نہ پڑے یا اس کی مزدروی کا کچھ حصہ ہڑپ کر لیا جائے۔ ایسے موقع پر طرح طرح کے بہانے کیے جاتے ہیں جیسے یہ کہا جاتا ہے کہ مزدور نے کام پورا نہیں کیا یا ٹھیک طرح سے کام نہیں کیا حالانکہ ایسا نہیں ہوتا۔ یہ سب کچھ اس لیے کیا جاتا ہے تاکہ مزدور کا حق مارا جائے۔ اس بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں ان کا دشمن ہوں گا اور جس کا میں دشمن ہوں گا میں اس پر غالب آؤں گا۔ ان تین میں سے ایک شخص وہ ہے جو کسی مزدور کو اجرت پر لگائے پھر اس سے پورا کام لے کر اس کی مزدوری نہ دے۔ (بخاری)

اور جس طرح مزدور کو مزدوری نہ دینا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا بھی ظلم ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح کی کتابوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((مطل الغنی ظلم' واذا اتبع احد کم علیٰ ملئی فلیتبع))

''دولت مند کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے' اگر تم میں سے کسی کا قرض کسی مال دار شخص پر منتقل کیا جائے تو قرض خواہ پر لازم ہے کہ اس (تحویل قرض) کو مان لے۔''

''مطلق الغنی'' میں فعل کی نسبت فاعل کی طرف کی گئی ہے یعنی قرض خواہ کی طلب پر مال دار کا حق کی ادائیگی میں دیر کرنا۔ بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اس میں فعل کی نسبت مفعول کی طرف ہے یعنی مال دار قرض خواہ کی طلب پر قرض دار کا ادائے حق میں دیر کرنا ظلم ہے' لہٰذا غریب قرض خواہ کی طلب پر تاخیر کرنا بدرجہ اولیٰ ظلم ہوگا۔ یہ روایت اس بات کی دلیل ہے کہ مال دار کا مزدوری ادا کرنے میں دیر کرنا حرام ہے۔ دیر کرنا' ٹال مٹول کرنا اور جس قدر جلد ادائیگی ہو سکے کسی عذر کے بغیر اس میں دیر کرنا زیادتی ہوگی۔ اور مصدر کو فاعل کی جانب مضاف کیے جانے کی صورت میں معنی یہ ہوگا کہ مال دار پر جب قرض کی ادائیگی ثابت ہو جائے اور وہ ادائیگی میں عاجز نہ ہو تو اس کا ادائیگی میں دیر کرنا حرام ہوگا۔ اور اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ قرض کی ادائیگی میں تاخیر کی جائے۔ اور جب مال دار قرض خواہ کے بارے میں یہ حکم ہے تو تنگ دست قرض خواہ کا یہ حق بدرجہ اولیٰ جلد ادا کرنا ہوگا۔

ایسا بارہا ہوتا ہے کہ کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی سے قرض لیتا ہے یا کچھ رقم ادھار لیتا ہے اور جب ادائیگی کا وقت آتا ہے تو ٹال مٹول کرتا ہے' یا مکر جاتا ہے۔ اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ بیچارہ قرض خواہ اپنے حق سے دست بردار ہو جاتا ہے یا کچھ حصہ اسے چھوڑنا پڑتا ہے۔ اس قسم کی ٹال مٹول اور تاخیر قرض خواہ کو اذیت پہنچانے کے لیے ہوتی ہے۔ ایسا کرنا ظلم ہے۔ اسلام نے ایسے ٹال مٹول کرنے والے کے بارے میں فرمایا:

''لی الواجد یحل عرضه دعقوبته'' (صحیح ابن حبان' مستدرک حاکم)

''قدرت والے کی ٹال مٹول سے اس کی آبرو حلال ہوتی ہے اور اس کی سزا جائز ہوتی ہے۔''

یہ بھی حرص و آز ہی کی وجہ سے ہے کہ آدمی سودا سلف میں دھوکہ دہی سے کام لیتا ہے۔ حالانکہ مسلمان کا دھوکا دینا اور ناحق مال کھانا حرام ہے اور غیروں کا مال کسی شرعی جواز کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

بغیر ہتھیا لینا بھی کبیرہ گناہ ہے۔

چنانچہ حدیث میں ہے:

((من غشا فلیس منا))(مسلم)

’’جس نے ہمیں دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔‘‘

چنانچہ اسی سلسلہ میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا گذر اناج کے ایک ڈھیر پر ہوا۔ جب آپ ﷺ نے اس ڈھیر کے اندر اپنا دست مبارک داخل کیا تو آپ کی انگلیاں گیلی ہوگئیں۔ آپ نے اناج والے سے پوچھا: یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا: یارسول اللہ! رات بارش ہوئی جس سے یہ گیلا ہوگیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تم نے اندر کے اناج کو اوپر کیوں نہ کر دیا تاکہ لوگ دیکھ لیتے۔ جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(مسلم، ترمذی، ابن ماجہ وغیرہ)

ناپ تول میں کمی کر کے روپیہ حاصل کرنا یہ بھی حرام مال حاصل کرنا ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ ’’تم انصاف کے ساتھ وزن اور ناپ پورا کیا کرو اور (ناپ) تول کم نہ کیا کرو۔‘‘ (الرحمٰن:۹)

’’ھمزہ‘‘ ھماز اس کتے کو کہتے ہیں جسے کچلہ دیا جائے اور قریب الموت حالت میں بار بار اپنی زبان اپنے ہونٹوں پر پھیر کر اپنی پیاس بجھانے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس طرح جو چوہے سنکھیا (سم الفار) کھا کر پانی کی تلاش میں دوڑتے پھرتے ہیں انہیں بھی ’’ھماز‘‘ کہتے ہیں۔ ھماز ایک خطرناک زہریلے سانپ کو بھی کہتے ہیں جو اپنی زبان اپنے ہونٹوں پر پھیرتا ہے۔

اور لمز کا معنی دھوکہ دے کر مفاد حاصل کرنا (الکوکب الدری) عام طور پر ان دونوں الفاظ کے معنی چغل خور و عیب جو کے کیے جاتے ہیں جن کی اگلی آیت ’’الذی جمع مالاً وعدہ‘‘ سے کوئی مناسبت نہیں۔

قرب قیامت میں انسان میں ھمز اور لمز کا جذبہ زیادہ ہو جائے گا اور انسان مال کے حصول کے لیے دن رات سرتوڑ کوشش کرے گا اور حلال و حرام کی تمیز اس کے ذہن سے نکل جائے گی اور اسے اس بات کی کوئی پروا نہیں ہوگی کہ وہ حلال طریقے سے مال حاصل کر رہا ہے یا حرام ذریعے سے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فتح قسطنطنیہ:

قسطنطنیہ رومیوں کا ایک شہر ہے جس کا موجودہ نام استنبول ہے اور آج کل یہ ترکوں کا ایک بہت بڑا شہر شمار ہوتا ہے۔ 1453ء تک اس کا نام قسطنطنیہ تھا کیونکہ اس کو قسطنطین اعظم نے 11 مئی 330ء میں اپنی سلطنت کا صدر مقام بنایا تھا لہٰذا اسی کے نام پر اس کا نام قسطنطنیہ رکھا گیا۔ قسطنطین ہی نے اس کے اردگرد ایک مضبوط فصیل بنائی تھی۔ اس شہر کو شمال مشرق سے سمندر نے گھیرا ہوا ہے اور اس کے جنوب مغرب میں خشکی ہے۔

(فتوح البلدان لیاقوت الجموی جلد ۴ ص ۳۴۷-۳۴۸)

روایت ہے کہ اس شہر کے متعلق خود رسول اللہ ﷺ نے پیش گوئی کر دی تھی کہ مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ ترک مورخین نے اس کی سند میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ ''تم قسطنطنیہ کو ضرور فتح کرلو گے۔ رحمت ہو اس بادشاہ اور اس کے لشکر پر جس کے ہاتھوں یہ فتح نصیب ہوگی۔''

بخاری اور مسلم وغیرہ میں ایک حدیث ہے کہ سیدہ ام حرامؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ حجۃ الوداع کے بعد ایک روز کھانا تناول فرما کر قیلولہ کے لیے لیٹ گئے۔ سیدہ ام حرامؓ (جو رشتہ میں آپ کی خالہ لگتی تھیں) نے آپ کا سر دیکھنا شروع کر دیا۔ اس دوران آپ کو نیند آ گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد سیدہ ام حرامؓ نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مسکراتے ہوئے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ سیدہ ام حرامؓ نے مسکرانے کا سبب پوچھا: آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ سمندر میں جنگ و جہاد کے ارادہ سے اس طرح سوار ہیں جس طرح بادشاہ اپنے تختوں پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لیے جنت واجب فرما دی ہے۔ سیدہ ام حرامؓ نے عرض کی: یا رسول اللہ! دعا فرمائیں کہ میں بھی اس لشکر میں شامل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور پھر آرام کرنے کے لیے لیٹ گئے۔ کچھ دیر بعد آپ پھر مسکراتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ میری امت کا پہلا لشکر جو مدینہ قیصر (قسطنطنیہ) پر حملہ کرے گا اس کے لیے مغفرت کا پروانہ ہے۔

پہلے لشکر کے لیے آپ ﷺ نے فرمایا:

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

((اول جیش من امتی یغزون البحر قد اوجبوا)) (بخاری جلد اص ۴۰۹)
''میری امت کا پہلا لشکر جو بحری لڑائی لڑے گا اس پر جنت واجب ہو گی۔''
(تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بخاری جلد اص ۳۹۱' ص ۴۰۳' ص ۴۰۵' ص ۴۰۹' ص ۴۱۰' جلد ۲ ص ۹۲۹-۹۳۰ مسلم جلد ۲ ص ۱۴۲' اصابہ جلد ۸ ص ۲۲۲-۲۲۳ وغیرہ)

تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلا مسلمانوں کا بحری لشکر اور بحری بیڑا بحر متوسط (میڈیٹیرن سی) میں ڈالا گیا جس نے ۲۸ھ میں سمندر کے سینہ کو چیر کر سمندر پار کے علاقے قبرص پر اسلامی علم بلند کیا۔ وہ لشکر سیدنا معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھا (عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۱۶۵' ص ۱۹۸) اور اس لشکر میں سیدہ ام حرامؓ، سیدنا ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ، سیدنا ابوالدرداء رضی اللہ عنہ اور سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ جیسے اکابر امت تھے۔ (اسد الغابہ جلد ۵ ص ۵۷۵) واپسی پر سیدہ ام حرامؓ سواری پر سوار ہو رہی تھیں کہ خچر کے بدکنے سے نیچے گر گئیں اور انتقال فرما گئیں۔ (بخاری جلد اص ۳۹۱' جلد ۲ ص ۹۲۹ عمدۃ القاری جلد ۱۴ ص ۱۹۸' ارشاد و الساری جلد ۵ ص ۶۳) چنانچہ سیدہ ام حرامؓ کی قبر قبرص میں ہے' اور وہاں کے لوگ کہتے ہیں کہ یہ ایک نیک اور پاک باز عورت کی قبر ہے۔ (صفۃ الصفوۃ جلد ۲ ص ۳۸)

پیش گوئی کا پہلا حصہ تو سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں پورا ہوا' اور دوسرا حصہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس پیش گوئی میں جہاں بحر روم کی لڑائیوں کی خبر دی اور قبرص و قسطنطنیہ کی فتح کا مژدہ سنایا وہاں مسلمانوں کے بحری بیڑے کے بارے میں بھی بشارت سنائی۔ چنانچہ یہ بحری بیڑا بھی سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے قائم فرمایا اور یہ پانچ سو جنگی جہازوں پر مشتمل تھا جس کے سامنے باز قطینی بیڑا گرد تھا۔

آپ نے ان لوگوں کے لیے بھی مغفرت کی بشارت دی جو مدینہ قیصر قسطنطنیہ پر پہلے لشکر کشی کریں گے۔ قسطنطنیہ مشرقی یورپ کا قلب تھا۔ اس کی فتح سے مسلمانوں کے لیے یورپ کی فتوحات کا دروازہ کھلتا تھا۔ چنانچہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں اپنے بیٹے یزید کی زیر قیادت قسطنطنیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے ایک بحری لشکر بھیجا (بخاری جلد اص ۴۰۱ حاشیہ' ابن اثیر جلد ۳ ص ۲۲۷' ارشاد الساری جلد ۵ ص ۱۰۴) اس لشکر میں بڑے بڑے صحابہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کرام رضی اللہ عنہم نے بھی شرکت فرمائی جن میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور سیدنا حسین بن علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ (البدایہ والنہایہ جلد ۸ ص ۱۵۱) سیدنا ابوایوب رضی اللہ عنہ وہیں وفات پا گئے۔ چنانچہ ان کی قبر وہیں ہے۔

اگرچہ اس وقت قسطنطنیہ فتح تو نہ ہو سکا لیکن چونکہ اس کی فتح کے بارے میں بھی رسول اللہ ﷺ کی پیشگوئی تھی کہ ''تم قسطنطنیہ فتح کرو گے۔'' (مسلم جلد ۲ ص ۳۹۲' ترمذی کتاب الفتن) اور ایک روایت میں ہے کہ ''بلا شک تم لوگ قسطنطنیہ فتح کرو گے تو اس کا حاکم کتنا اچھا حاکم ہوگا اور اس کو فتح کرنے والی فوج کیسی اچھی فوج ہوگی۔'' اس کی فتح کے لیے کئی لوگوں نے کوشش کی۔

یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کے حملہ کے بعد 79ھ مطابق 15 اکتوبر 715ھ کو سلیمان بن عبدالملک نے قسطنطنیہ کا محاصرہ یا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ پھر ہارون الرشید نے 782ء میں اس پر حملہ کا ارادہ کیا لیکن اس مرتبہ ملکہ آیرین (IRENE) نے خراج ادا کرنے پر صلح کر لی۔

بایزید اول نے 1396ء میں اس شہر کا محاصرہ کیا جو چند ماہ جاری رہا لیکن اس کو بھی اس کے فتح کرنے میں کامیابی نہ ہوئی۔ پھر جون 1422ء میں مراد ثانی نے اس شہر کا محاصرہ کیا لیکن وہ بھی بے سود رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شحر کی فتح مراد ثانی کے فرزند محمد ثانی کے نام مقدر کی ہوئی تھی۔ چنانچہ محمد ثانی نے 9 اپریل 1453ء میں اس شہر کا محاصرہ کیا جو 29 مئی 1453ء کو ختم ہوا۔ حملہ کا خاص زور شہر کی خشکی کی طرف سے تھا۔ چنانچہ محاصرہ کرنے والوں نے بھاری گولہ باری سے فصیل کا بڑا حصہ منہدم کر دیا اور اس شہر کو فتح کر لیا۔ اس سے پہلے کے جتنے حملے تھے ان سے اس شہر کی مضبوط فصیل اس کو فتح سے بچاتی رہی۔ جب محمد ثانی نے اپنی منجنیقوں سے بڑے بڑے گولے برسا کر اس کی فصـ ـل کو منہدم کر دیا تو یہ شہر فتح ہو گیا۔ اسی روز سے سلطان محمد ثانی کا نام ''سلطان محمد فاتح'' پڑ گیا۔ مورخین بتاتے ہیں کہ یہ بوسنیا کا رہنے والا تھا۔

اس محاصرے کے دوران دو اہم حادثے خاص شہرت حاصل کر گئے۔ ان میں ایک تو ترکی بیڑے کا شاخ زریں میں جو ایک بھاری آہنی زنجیر کے ذریعہ بند کر دی گئی تھی' اس طرح داخل ہو جانا کہ اسے زمین پر گھسیٹ کر شاخ زریں میں پہنچایا گیا' اور دوسرا شیخ شمس الدین کا سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ میزبان رسول ﷺ کی قبر کا دریافت کرنا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

شہر کو فتح کرنے کے بعد تین روز تک فوج شہر میں مزاحمت کرنے والے لوگوں کا مقابلہ کرتی رہی جب شہر میں مکمل طور پر امن وامان ہو گیا تو سلطان محمد ثانی شہر میں داخل ہوا۔ اس نے ایاصوفیہ میں نماز جمعہ ادا کی اور شہر میں ایک گورنر مقرر کر کے ادرنہ واپس چلا گیا۔

فتح کے فوراً بعد کے سالوں میں سلطان محمد فاتح ویران شدہ شہر کے دوبارہ آباد کرنے اور اسے شاہی مسکن بنانے میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ سلطان نے کفہ' مدللی اور دیگر جزائر سے بھی لوگوں کو دارالسلطنت میں بسانے کے لیے بلوایا۔ ارمن' ایرانی اور دیگر نسل کے لوگ بھی یہاں بڑی تعداد میں آ گئے۔ بعد کے زمانہ میں وہ یہودی اور عرب بھی یہاں آ بسے جنہیں سپین کے زوال کے بعد وہاں سے نکال دیا گیا تھا۔

قسطنطنیہ کے عثمانی ترکوں کے زیر حکومت آ جانے کے بعد فقط تین مرتبہ بیرونی دشمن فوج اس پر قبضہ کرنے کے لیے نمودار ہوئی۔ 20 فروری 1807ء کو انگریزی امیر البحر ڈک ورتھ (DUEKWORTH) کوئی اہم حملہ کیے بغیر دس روز بعد واپس ہو گیا۔ پھر 1877ء میں روسی لشکر جس نے شہر پر قبضہ کرنے کے لیے سان سٹیفانو (San Stefano) کے اطراف میں ڈیرہ ڈالا۔ تیسری مرتبہ پہلی جنگ عظیم کے دوران میں انگریزی اور فرانسیسی فوجوں نے 16 مارچ 1920ء کو کچھ عرصہ کے لیے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔

احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دجال کے خروج سے قبل مسلمان قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور یہ فتح رومیوں کے ساتھ بڑی جنگ کے بعد ہو گی۔ جب مسلمان رومیوں کو شکست دیں گے تو اس کے بعد وہ پھر قسطنطنیہ کا رخ کریں گے اور اللہ تعالیٰ بغیر کسی جنگ کے مسلمانوں کے ہاتھوں اس شہر کو فتح کر دیں گے۔ اس فتح میں مسلمانوں کا سب سے بڑا ہتھیار توپ وتفنگ نہیں ہو گا بلکہ تکبیر اور تہلیل ہو گا۔ چنانچہ حدیث میں۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''تم نے ایک شہر (قسطنطنیہ) کے متعلق سنا ہے کہ اس کی ایک جانب خشکی ہے اور ایک جانب سمندر ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا: ہاں' یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: اس وقت تک قیامت قائم نہ ہو گی جب تک اس میں ستر ہزار بنو اسحاق جہاد نہ کریں۔ جب وہ وہاں پہنچ کر اتریں گے تو وہ ہتھیاروں سے جنگ کریں گے نہ تیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازی کریں گے۔ وہ کہیں گے ''لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر'' تو اس شہر کی ایک جانب گر جائے گی۔ پھر وہ دوسری بار کہیں گے ''لا الٰہ الا الہ واللہ اکبر'' تو اس کی دوسری جانب گر جائے گی۔ اور وہ اس میں داخل ہو جائیں گے اور مال غنیمت حاصل کریں گے۔ جس وقت وہ مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں گے تو ایک چیخ سنائی دے گی کہ دجال نکل آیا ہے تو مسلمان ہر شئی کو چھوڑ کر لوٹ آئیں گے۔''

(مسلم جلد ۱۸ص ۴۳-۴۴ مع شرح النووی)

اس حدیث سے ایک تو یہ معلوم ہوا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ قسطنطنیہ پر غیر مسلموں کا قبضہ ہو جائے گا' اور وہ قبضہ کتنے عرصہ تک رہے گا' اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ لیکن رومیوں پر فتح حاصل کرنے کے بعد مسلمان اس پر حملہ کریں گے اور بغیر لڑائی کے قسطنطنیہ کو فتح کر لیں گے۔

لیکن اس حدیث پر ایک اشکال وارد ہوتا ہے وہ یہ کہ حدیث کے الفاظ ہیں:

((یغزوھا سبعون الفاً من بنی اسحاق))

''ستر ہزار فوجی نبی اسحاق میں سے اس پر حملہ کریں گے۔''

اور رومی چونکہ عیص بن اسحاق کی اولاد میں سے ہیں' لہٰذا قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں نہیں بلکہ رومیوں کے ہاتھوں فتح ہو گا۔

اس کا جواب قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ہی دیا ہے کہ بعض حضرات کے نزدیک اس سے مراد بنی اسماعیل ہیں نہ بنی اسحاق کیونکہ حدیث کی مراد اس سے عرب ہیں اور عرب بنی اسحاق میں سے نہیں بلکہ بنی اسماعیل میں سے ہیں۔ (نووی شرح مسلم جلد ۱۸ص ۴۳-۴۴)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مسلم کی اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ رومی آخری زمانے میں حلقہ بگوش اسلام ہو جائیں گے اور وہ مسلمانوں کے ساتھ مل کر قسطنطنیہ پر حملہ کریں گے۔ اور جو رومی مسلمان ہو کر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوں گے ان کی تعداد ستر ہزار ہو گی۔ جس کا ذکر حدیث میں کیا گیا ہے (یغزوھا سبعون الفاً من بنی اسحاق) اور اس بات پر مسلم کی حدیث جو مستورد القرشی سے مروی ہے وہ بھی دلالت کرتی ہے کہ رومیوں کی ایک اچھی خاصی تعداد مسلمان ہو جائے گی چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے ان رومیوں کی ان الفاظ میں تعریف

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فرمائی ہے۔ چنانچہ مستورد قرشی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو رومیوں کی تعداد سب سے زیادہ ہوگی۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے (مستورد رضی اللہ عنہ سے) کہا: غور کرو، تم کیا کہہ رہے ہو؟ انہوں نے کہا: میں وہی کہہ رہا ہوں جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے کہا: اگر تم یہ کہتے ہو تو ان میں چار خصلتیں ہیں وہ آزمائش کے وقت سب لوگوں سے زیادہ حلیم ہیں اور مصیبت کے وقت سب لوگوں سے جلدی اس کا تدارک کرتے ہیں اور شکست کھانے کے بعد سب لوگوں سے جلدی دوبارہ حملہ کرتے ہیں اور مسکینوں، یتیموں اور کمزوروں کے لیے سب لوگوں سے بہتر ہیں اور پانچویں خصلت سب سے اچھی یہ ہے کہ وہ سب لوگوں سے زیادہ بادشاہوں کو ظلم سے روکنے والے ہیں۔

(مسلم جلد ۱۸ ص ۲۲ مع شرح النووی)

مسلم ہی کی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ رومی آخری زمانہ میں رومیوں کے ساتھ جنگ میں مسلمان ہو جائیں گے۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ رومی مسلمانوں سے کہیں گے:

((فلو بيننا وبين الذين سبوا منا نقاتلهم، فيقول المسلمون: لا والله لا نخلي بينكم وبين اخواننا)) (مسلم جلد ۱۸ ص ۲۱، حدیث نمبر ۷۱۵۰)

''تم ہمارے اور ان لوگوں کے درمیان نہ آؤ جنہوں نے ہمارے کچھ لوگوں کو قیدی بنا لیا ہے۔ مسلمان کہیں گے: نہیں، بخدا! ہم تم کو اپنے بھائیوں سے لڑنے کے لیے نہیں چھوڑیں گے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دوران جنگ کچھ رومی مسلمان ہو جائیں گے اور وہ دوسرے رومیوں کو قیدی بنا لیں گے۔ رومی ان لوگوں سے جنگ کرنے کی غرض سے مسلمانوں سے کہیں گے کہ تم ان کے اور ہمارے درمیان سے ہٹ جاؤ۔ لیکن مسلمان انہیں جواب دیں گے کہ ہم ان کے اور تمہارے درمیان سے نہیں ہٹ سکتے کیونکہ وہ مسلمان ہو کر ہمارے بھائی بن چکے ہیں، لہٰذا ہم انہیں تمہارے سپرد نہیں کر سکتے۔ لہٰذا قسطنطنیہ پر مسلمانوں کا جو لشکر حملہ کرے گا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ممکن ہے کہ اس میں غالب اکثریت انہی نومسلم رومیوں کی ہو اور ان کی تعداد ستر ہزار بھی ہو سکتی ہے جیسا کہ حدیث میں ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی مثال ہمارے زمانہ میں بھی ملتی ہے کہ اسلامی لشکروں نے شام اور مصر کے علاقوں میں کفار کے سپاہیوں کو قیدی بنایا اور آج وہ قیدی حلقہ بگوش اسلام ہو کر کافروں کو قیدی بناتے ہیں اور ایک ایک جنگ میں کئی کئی ہزار کو قیدی بنایا۔

" وللہ الحمد علیٰ اظہار الاسلام و اعزازہ "(نووی شرح مسلم جلد ۱۸ص ۲۱)

پھر اس حدیث سے اس طرح بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ ستر ہزار لوگ جن کا تعلق بنی اسحاق سے ہوگا وہ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے' کہ رومیوں کی جنگ میں ان کی تعداد ایک لاکھ ہوگی جن میں سے بعض قتل ہو جائیں گے اور بعض اسلام قبول کر لیں گے۔ جو اسلام قبول کریں گے وہ مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ مل کر قسطنطنیہ کی فتح میں حصہ لیں گے۔

یہ بھی ذہن میں رہے کہ قسطنطنیہ اب تک ایک بار بھی بغیر لڑائی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح نہیں ہوا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں اگرچہ اس پر حملہ کیا گیا لیکن یہ فتح نہ ہو سکا جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بتایا گیا ہے کہ سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں یزید بن معاویہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت اس کو فتح کرنے کے لیے ایک لشکر بھیجا گیا جس میں سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے' لیکن یہ فتح نہ ہوا۔ پھر سلیمان بن عبدالملک کے زمانہ میں مسلمہ بن عبدالملک نے اس کا محاصرہ کیا لیکن یہ پھر بھی فتح نہ ہوا (النہایہ جلد ا ص ۶۲) پھر جب سلطان محمد الفاتح نے اس کو فتح کیا تو وہ بھی جنگ وقتال سے فتح ہوا۔ جو آج تک ترکوں کے قبضہ میں ہے۔ اور جیسا کہ رسول صادق ومصدوق ﷺ نے خبر دی' انشاء اللہ قرب قیامت میں یہ بغیر کسی لڑائی کے فتح ہوگا۔

علامہ احمد محمد شاکر نے لکھا ہے کہ فتح قسطنطنیہ جس کی حدیث نبوی میں بشارت دی گئی ہے وہ مستقبل قریب یا مستقبل بعید میں ضرور ہوگی جیسا کہ حق تعالیٰ شانہ کے علم میں ہے' اور وہ صحیح فتح ہوگی جب کہ مسلمان دین اسلام کی طرف رجوع کریں گے جس سے کہ وہ اس زمانہ میں اعراض کر چکے ہیں۔ اور سلطان محمد فاتح ترکی نے جو اس کو فتح کیا تھا وہ اعظم (جو قرب قیامت میں ہوگی) کی تمہید کے طور پر تھا۔ اور جب سے وہاں کی حکومت نے اپنی حکومت کو غیر اسلامی اور غیر دینی وغیرہ ہونے کا اعلان کیا ہے اور کافرانہ قوانین نافذ کیے ہیں اور کافر حکومتوں

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

سے معاہدات کیے ہیں' یہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے نکل چکا ہے۔ عنقریب انشاء اللہ یہ بھی اسلامی فتح کی طرف لوٹے گا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی احادیث میں بشارت اور خوش خبری دی ہے۔ (حاشیہ عمدۃ التفسیر عن ابن کثیر جلد ۲ ص ۲۵۶' اختصار و تحقیق احمد شاکر)

یہود سے جنگ:

یہودی اس خاندان کی طرف منسوب ہیں جو سیدنا یعقوب علیہ السلام کے چوتھے بیٹے یہوداہ کی نسل سے تھا۔ اس خاندان کی ترقی سیدنا سلیمان علیہ السلام کے بعد ہوئی جب انہوں نے دوسرے تمام اسرائیلی قبیلوں کا نام وہ خود مسند حکومت پر بیٹھ گیا۔ اس خاندان کے اندر کاہنوں' ربیوں اور احبار نے اپنے اپنے خیالات اور رجحانات کے مطابق عقائد و رسوم اور مذہبی ضوابط کا جو ڈھانچہ صدہا برس میں تیار کیا اس کا نام یہودیت ہے۔ یہ ڈھانچہ چوتھی صدی قبل مسیح سے بننا شروع ہوا اور پانچویں صدی بعد مسیح تک بنتا رہا۔ اللہ کے رسولوں کی لائی ہوئی شریعت اور ہدایت کا بہت تھوڑا سا عنصر اس میں شامل ہے اور اس کا حلیہ بھی اچھا خاصا بگڑ چکا ہے۔

بنی اسرائیل کئی صدیوں سے مصر میں انتہائی ذلت و نکبت کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو ان کے درمیان پیدا کیا تاکہ ان کے ذریعہ اس قوم کو غلامی کی حالت سے نکالا جائے۔ پھر ان پر تورات بھی نازل کی۔ چنانچہ اس کے فیض سے ذلت و نکبت میں دبی ہوئی قوم ہدایت پا کر ایک نامور قوم بن گئی۔ لیکن تاریخ کے اوراق سے پتہ چلتا اور قرآنی آیات بھی اس کی گواہی دیتی ہیں کہ اس قوم کے نوجوان بلکہ پوری قوم میں سے کوئی بھی اس بات پر آمادہ نہ ہوا کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اپنا پیشوا اور رہبر تسلیم کر کے ان کی پیروی کرتا اور دعوت اسلامی کے کام میں ان کا ساتھ دیتا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس قوم کے اکابرو اشراف سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دے کر اپنے آپ کو فرعون کی سخت گیری کے خطرہ میں ڈالنے کے لیے تیار نہ تھے کیونکہ ایک مدت دراز کے اخلاقی انحطاط نے اور اس پست ہمتی نے جو زیردستی اور غلامی سے ان کے اندر پیدا ہوگئی تھی' ان میں اتنا بل بوتا باقی نہ چھوڑا تھا کہ کفر و ضلالت کی فرما روائی کے مقابلہ میں ایمان و ہدایت کا علم لے کر خود اٹھتے یا جو اٹھتا اس کا ساتھ دیتے۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی اس کش مکش میں عام اسرائیلیوں کا طرز عمل کیا تھا' اس کا

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اندازہ بائیبل کی اس عبارت سے ہو سکتا ہے:

''جب وہ فرعون کے پاس سے نکلے آ رہے تھے تو ان کو موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام ملاقات کے لیے راستہ میں کھڑے ملے۔ تب انہوں نے ان سے کہا کہ خداوند ہی دیکھے اور تمہارا انصاف کرے۔ تم نے تو ہم کو فرعون اور اس کے خادموں کی نگاہ میں ایسا گھنونا کیا ہے کہ ہمارے قتل کے لیے ان کے ہاتھ میں تلوار دے دی ہے۔''

(خروج ٦: ٢٠-٢١)

یہی رویہ ان کا تمام انبیاء علیہم السلام کے ساتھ رہا۔ انہوں نے انبیاء علیہم السلام پر مختلف قسم کی تہمتیں لگائیں اور ان کے بارے میں غلط بیانیاں کیں۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت سے قبل حجاز میں یہودی آباد تھے۔ جب 70ء میں رومیوں نے فلسطین میں یہودیوں کا قتل عام کیا اور پھر 132ء میں انہیں اس سرزمین سے بالکل نکال باہر کیا۔ اس دور میں بہت سے یہودی قبائل بھاگ کر حجاز میں پناہ گزین ہوئے تھے کیونکہ یہ علاقہ فلسطین کے جنوب میں متصل ہی واقع تھا۔ سرزمین حجاز میں انہوں نے جہاں جہاں چشمے اور سرسبز مقامات دیکھے وہاں ٹھہر گئے اور پھر رفتہ رفتہ اپنے جوڑ توڑ اور سود خوری کے ذریعہ سے ان پر قبضہ جما لیا۔ ایلہ' مقنا' تبوک' تیماء' وادی القریٰ اور فدک اور خیبر پر ان کا تسلط اسی دور میں قائم ہوا اور مدینہ کے تینوں قبائل بنی قریظہ' بنی نضیر اور بنی قینقاع بھی اس دور میں آ کر یثرب پر قابض ہوئے۔

رسول اللہ ﷺ کے آغاز ہجرت تک حجاز میں عموماً اور یثرب میں خصوصاً یہودی زبان' لباس' تہذیب اور تمدن ہر لحاظ سے انہوں نے پوری طرح عربیت کا رنگ اختیار کر لیا تھا حتیٰ کہ ان کی غالب اکثریت کے نام تک عربی ہو گئے تھے۔ معاشی طور پر ان کی پوزیشن عرب قبائل کی بہ نسبت زیادہ مضبوط تھی کیونکہ وہ شام اور فلسطین کے زیادہ متمدن علاقوں سے آئے تھے۔ باہر کی دنیا سے بھی ان کے کاروباری تعلقات تھے۔ ان کے تجارتی اور مالی مفادات کا تقاضا یہ تھا کہ عربوں کو باہم متحد نہ ہونے دیں اور انہیں ایک دوسرے سے لڑاتے رہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو یہود نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کا بازار گرم کر دیا۔ چنانچہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ بنو نضیر

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قریش سے سازشیں کرتے تھے۔ ان کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ پر ابھارتے اور انہیں خفیہ خبریں دیتے۔ (فتح الباری جلد ۷ ص ۲۳۲) انہی سازشوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے ان تینوں قبائل کو باری باری مدینہ سے نکال دیا۔ یہ لوگ خیبر چلے گئے' لیکن وہاں بھی انہوں نے مختلف سازشیں شروع کر دیں۔ آخر جنگ خیبر میں ان کے ساتھ ابتداء رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کے ساتھ اس شرط پر صلح کی کہ آپ ﷺ ان کی جان بخشی کر دیں گے اور وہ اس علاقہ کو چھوڑ کر کہیں اور چلے جائیں گے۔ (فتوح البلدان ص ۲۹-۲۸ ابن ہشام ص ۷۷۹' طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۷۹-۸۰) لیکن صلح ہونے کے بعد جب زمین کے باقاعدہ بندوبست کا موقع آیا تو اہل خیبر نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ "آپ ہم کو یہیں رہنے دیں اور ہم سے معاملہ کر لیں کیونکہ ہم زراعت اور نخلستان کے کام سے خوب واقف ہیں۔" آپ ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمالی اور ان سے عارضی طور پر معاملہ کر لیا لیکن معاملہ کی شرائط تحریر کرتے وقت یہ تصریح کر دی کہ "اقرکم ما اقرکم الله" میں تم کو برقرار رکھوں گا جب تک اللہ تم لوگوں کو برقرار رکھے گا۔ (بخاری' باب اذا اشترط فی المزارعۃ' فتوح البلدان ص ۲۹) ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے ان سے اس شرط پر معاملہ کیا تھا کہ ہم جب چاہیں گے ان کو نکال دیں گے۔" (ابوداؤد' باب ماجاء فی حکم ارض خیبر) لیکن یہود نے اپنی بدفطری کی وجہ سے مختلف سازشیں شروع کر دیں۔ صلح کو چند ہی روز گذرے تھے کہ ایک یہودی عورت نے دعوت کے بہانے آپ کو زہر کھلا دیا (بخاری) پھر رسول اللہ ﷺ ہی کے زمانے میں انہوں نے عبداللہ بن سہل بن زید الانصاری رضی اللہ عنہ کو قتل کر کے ایک نہر کے کنارے پر ان کی لاش کو ڈال دیا (اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۷۹) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ علانیہ برسر بغاوت ہو گئے اور سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو سوتے میں پکڑ کر چھت سے نیچے پھینک دیا جس سے ان کے ہاتھ ٹوٹ گئے۔ (فتوح البلدان ص ۳۱' سیرۃ ابن ہشام ص ۷۸۰) آخر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مشورہ سے ان کو جزیرہ عرب سے جلاوطن کر دیا۔

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے یہودیوں کو جلاوطن کرنے کے بعد وہ مختلف علاقوں میں خانہ بدوشوں کی طرح پھیل گئے اور اب ہر جگہ ان کے ساتھ وہی سلوک ہونے لگا جو انہوں نے ایک ہزار سال قبل مسیح میں دوسری قوموں کے ساتھ کیا تھا۔ 70ء میں یہودیوں نے رومی سلطنت

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

کے خلاف بغاوت کی جس کی پاداش میں بیت المقدس کے شہر اور ہیکل سلیمانی کو بالکل مسمار کر دیا گیا اور پھر ایک دوسری بغاوت کو کچل کر 531ء میں رومیوں نے پورے فلسطین سے یہودیوں کو نکال باہر کیا۔ اب دو ہزار برس سے دنیا بھر کے یہودی ہفتے میں چار مرتبہ یہ دعائیں مانگتے رہے ہیں کہ بیت المقدس پھر ہمارے ہاتھ آئے اور ہم ہیکل سلیمانی کو پھر تعمیر کریں۔ ہر یہودی گھر میں مذہبی تقریبات کے موقع پر اس تاریخ کا پورا ڈراما کھیلا جاتا رہا ہے۔ چنانچہ بارھویں صدی عیسوی کے مشہور یہودی فلسفی موسیٰ بن میمون نے اپنی کتاب (The Code of Tewich Law) میں صاف صاف لکھا ہے کہ ہر یہودی کا یہ فرض ہے کہ وہ بیت المقدس میں ہیکل سلیمانی کو از سر نو تعمیر کرے۔ مشہور فری میسن تحریک کا بھی مقصد یہی ہے کہ ہیکل سلیمانی کی از سر نو تعمیر کی جائے۔

یہودیوں کے ماضی کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ گزشتہ چودہ صدیوں میں انہیں اگر کہیں امن نصیب ہوا ہے تو وہ صرف مسلمان ملکوں ہیں ورگرنہ دنیا بھر کے عیسائی ملکوں میں انہیں ظلم وستم کا نشانہ ہی بنایا جاتا رہا۔ چنانچہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جب بیت المقدس فتح ہوا اس وقت تک ان کا بیت المقدس میں داخلہ ممنوع تھا۔ یہ مسلمان ہی تھے جنھوں نے انہیں پھر وہاں بسنے اور رہنے کی اجازت دی۔ یہودی مورخین اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ان کی تاریخ کا سب سے زیادہ شاندار دور وہ تھا جب وہ اندلس (موجودہ اسپین) میں مسلمانوں کی رعایا کی حیثیت سے آباد تھے۔ یہ دیوار گریہ جس کو آج یہودی سب سے زیادہ مقدس یادگار سمجھتے ہیں' یہ بھی مسلمانوں کی عنایت ہی سے انہیں ملی تھی۔ (News from Israel مورخہ یکم جولائی 1967ء بمبئی)

اب یہودیوں نے فلسطین پر قبضہ کرنے کے لیے ایک منصوبہ بنایا۔ پہلے انہوں نے مختلف علاقوں سے فلسطین میں جا کر آباد ہونے اور وہاں زمینیں خریدنی شروع کر دیں۔ چنانچہ 1880ء میں اس مہاجرت کا سلسلہ شروع ہوا اور زیادہ مشرقی یورپ کے یہودی وہاں جا کر آباد ہونے شروع ہوئے۔ بعد ازیں مشہور یہودی تھیوڈرو ہرتزل نے 1897ء میں صیہونی تحریک کا باقاعدہ آغاز کیا جس کا مقصد ہی فلسطین پر قبضہ کر کے وہاں ہیکل سلیمانی کی تعمیر تھا۔ چنانچہ یہودی سرمایہ داروں نے اس مقصد کے لیے سرمایہ فراہم کیا اور انہوں نے وہاں زمینیں خرید کر بستیاں بسائیں۔ 1901ء میں تھیوڈرو ہرتزل نے ترکی کے سلطان عبدالحمید خان کو

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

باقاعدہ یہ پیغام بھجوایا کہ یہودی ترکی کے تمام قرضے ادا کرنے کو تیار ہیں بشرطیکہ فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی آپ اجازت دے دیں۔ مگر سلطان عبدالحمید خان نے اس پیغام پر تھوک دیا اور صاف کہہ دیا کہ "جب تک میں زندہ ہوں اور جب تک ترکی سلطنت موجود ہے اس وقت تک فلسطین کو یہودیوں کے حوالے نہیں کیا جائے گا۔ میں تمہاری ساری دولت پر تھوکتا ہوں۔" سلطان کے اس جرأت مندانہ جواب نے یہودیوں کو برانگیختہ کر دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی سازشوں کے تحت سلطان کو معزول کر دیا اور ترکی خلافت کا خاتمہ کر دیا۔ یہ پیغام سلطان کے پاس ایک یہودی حاخام قرہ ہوا آفندی لے کر گیا تھا۔ اور مسلمانوں کی بے غیرتی کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ سلطان کی معزولی کا پروانہ جن تین آدمی کے ہاتھ بھیجا گیا ان میں دو ترکی تھے اور اور تیسرا یہی یہودی تھا جو سات برس قبل اسی سلطان کے پاس فلسطین کی حوالگی کا مطالبہ لے کر گیا تھا۔

پہلی جنگ عظیم میں ترک اور عرب ایک دوسرے کے دشمن بن کر آمنے سامنے آئے۔ اور انگریزوں نے عربوں کی مدد سے ترکوں کو عرب علاقوں سے نکال دیا۔ اس موقع پر انگریزوں نے ایک طرف عربوں سے وعدہ کیا کہ وہ عربوں کی ایک خودمختار ریاست بنائیں گے اور دوسری طرف یہودیوں کو یہ یقین دلایا کہ فلسطین کو ان کا قومی وطن بنا دیں گے۔ یہ انگیریزوں کی بددیانتی کا ایک شاہکار تھا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ہم تمہیں موقع دیں گے کہ عربوں کے جس وطن پر ہم نے خود عربوں کی مدد سے قبضہ کیا ہے اس سے تم انہی عربوں کو نکال باہر کرو اور ان کی جگہ دنیا میں بکھرے ہوئے یہودیوں کو لا کر بسا دو۔ یہ ایک ایسا ظلم تھا جس کی نظیر پوری انسانی تاریخ میں نہیں ملتی۔

1922ء میں مجلس اقوام نے فیصلہ کیا کہ فلسطین کو انگریزوں کے انتداب (Mandate) میں دے دیا جائے۔ اس موقع پر فلسطین میں جو مردم شماری کرائی گئی تھی، اس میں مسلمان عرب 641 - 66، عیسائی عرب 51464ء اور یہودی، 8279 تھے۔ اور یہود کی اتنی آبادی بھی اس وجہ سے ہوئی تھی کہ وہ دھڑا دھڑ وہاں آ کر آباد ہو رہے تھے۔ 1922ء میں یہودی 82 ہزار سے کچھ زائد تھے۔ 1939ء میں ان کی تعداد ساڑھے چار لاکھ تک پہنچ گئی۔ جنگ عظیم دوم کے زمانہ میں ہٹلر کے مظالم سے بھاگنے والے یہودی ہر قانونی اور غیر قانونی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

طریقے سے بے تحاشا فلسطین میں داخل ہونے لگے۔ اب انہوں نے فلسطین میں مسلح تنظیمیں قائم کیں جنہوں نے ہر طرف مار دھاڑ کر کے عربوں کو بھگانے اور یہودیوں کو ان کی جگہ بسانے میں سفاکی کی حد کر دی۔

نومبر 1947ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے فلسطین کو یہودیوں اور عربوں کے درمیان تقسیم کرنے کا فیصلہ صادر کر دیا جس میں 55 فی صد رقبہ 33 فیصد یہودی آبادی کو اور 45 فیصد رقبہ 47 فیصد عرب آبادی کو دیا گیا حالانکہ اس وقت تک فسلطین کی زمین کا صرف 6 فیصد حصہ یہودیوں کے قبضہ میں آیا تھا۔ یہ تھا اقوام متحدہ کا انصاف اور یہی انصاف وہ آج تک مسلمانوں کے ساتھ کر رہی ہے۔

اقوام متحدہ کی اس بندر بانٹ پر بھی یہودی راضی نہ ہوئے اور انہوں نے عربوں پر وہی مظالم کر کے جو نازیوں نے ان پر کیے تھے' عربوں کو ان کے علاقوں سے نکالنا شروع کر دیا۔ پھر 4 مئی 1948ء کو عین اس وقت جب کہ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی فلسطین کے مسئلہ پر بحث کر رہی تھی یہودیوں نے رات کے دس بجے اسرائیل ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا۔ اور سب سے پہلے امریکہ اور روس نے آگے بڑھ کر اس کو تسلیم کر لیا۔ اسرائیلی ریاست کے قیام کے اعلان نے اردگرد کی عرب ریاستوں کو پریشان کر دیا چنانچہ انہوں نے فلسطین میں فوجی مداخلت کی لیکن اسرائیل اس عرصہ میں اتنا طاقت ور ہو چکا تھا کہ یہ عرب ریاستیں اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں۔ نومبر 1948ء میں اقوام متحدہ نے جنگ بندی کا اعلان کیا لیکن یہودی اس وقت فلسطین کے 55 فیصد سے زائد رقبہ پر قابض ہو چکے تھے۔

اب امریکہ' روس اور مشرقی اور مغربی یورپ کے ممالک نے اسرائیل کو ہر قسم کی امداد دینی شروع کی۔ 1948ء سے 1967 کے 19 سالوں میں امریکہ نے اسرائیل کو ایک ارب 90 کروڑ ڈالر کی مالی مدد دی۔ 82 کروڑ 20 لاکھ ڈالر کا مغربی جرمنی سے تاوان دلوایا اور دنیا بھر کے یہودیوں نے دو ارب ڈالر سے زیادہ چندہ دے کر اس کی مالی پوزیشن کو مضبوط کیا۔ اسلحہ سے بھی اس کی پوری پوری مدد کی یہاں تک کہ 47ء میں ایک خاص سازش کے تحت روس اور امریکہ دونوں نے مل کر عربوں کو پٹوایا اور عربوں کے کچھ علاقوں پر قبضہ کر لیا جن میں سے کافی علاقے اب تک اسرائیل کے پاس ہیں۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب یہودیوں کی حکومت کافی مضبوط ہو چکی ہے کہ بلکہ اب وہ ایک ایٹمی طاقت بن چکی ہے اور امریکہ' روس اور دوسری مغربی طاقتیں اس کی پشت پناہی کر رہی ہیں۔ اب ان کا اگلا منصوبے دو ہیں۔ ایک یہ کہ مسجد اقصیٰ اور قبۂ صحرہ کو ڈھا کر ہیکل سلیمانی پھر سے تعمیر کیا جائے کیونکہ اس کی تعمیر ان دونوں مقدس مقامات کو ڈھائے بغیر نہیں ہوسکتی

دوسرے یہ کہ اس پورے علاقے پر قبضہ کیا جائے جسے اسرائیل اپنی میراث سمجھتا ہے۔ اس منصوبے کی تکمیل کے لیے اسرائیل نے اپنی پارلیمنٹ کی پیشانی پر یہ الفاظ کندہ کرائے ہیں:

''اے اسرائیل! تیری سرحدیں نیل سے فرات تک ہیں۔''

نیل سے فرات تک کی سرحدوں کا مطلب ہے مصر' پورا اردن' شام' لبنان' عراق کا بڑا حصہ' ترکی کا جنوبی علاقہ اور مدینہ منورہ تک حجاز کا پورا بالائی علاقہ۔ اب اس کے لیے تگ و دو ہو رہی ہے اور اسی منصوبہ کی تکمیل کے لیے عربوں کو مارا جا رہا ہے۔ اور آگے کیا ہوگا اللہ تعالیٰ ہی اس کو بہتر جانتا ہے کیونکہ ہر مسلمان ملکوں کو اب امریکہ کے ذریعہ سے پٹوایا جا رہا ہے اور اس پٹوائی کا آغاز افغانستان سے کیا گیا اور اب باور یہ کرایا جا رہا ہے کہ دنیا کی تمام مسلمان حکومتیں دہشت گرد ہیں۔ حکمران نہیں بلکہ عوام دہشت گرد ہیں۔ اب دنیا میں اسلام بھی وہی قابل قبول ہوگا جس کی منظوری امریکہ اور اسرائیل دیں گے۔ دوسرا اسلام جس میں خلافت اسلامیہ کا احیاء ہو اور جس میں اسلامی اقدار کو زندہ کیا جائے وہ اب دنیا میں نہیں چلنے دیا جائے گا۔

اسرائیل کے بارے میں اتنی تفصیل ہم نے صرف اس لیے دی ہے تاکہ مستقبل کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے جو پیش گوئی فرمائی ہے اس کی صحیح حقیقت ذہن نشین ہو جائے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آخری زمانہ میں یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کی ایک بہت بڑی جنگ ہوگی۔ یہودی دجال کے لشکر میں ہوں گے اور ان سے مسلمان جنگ کریں گے جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں ہوں گے۔ اس جنگ میں یہودیوں کو شکست فاش ہوگی اور یہودی میدان جنگ سے بھاگ کر جس درخت یا پتھر کے پیچھے چھپیں گے وہ درخت اور پتھر آواز دے گا کہ اے مسلمان! ادھر آ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کر۔ یعنی یہودیوں کو اس شکست کے بعد کہیں چھپنے کے لیے بھی پناہ گاہ نہیں ملے گی۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں بھی یہودیوں سے جنگ کی تھی اور ان پر فتح بھی حاصل کی اور پھر رسول اللہ ﷺ کے انتقال کے بعد انہیں رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں انہیں جزیرہ عرب سے جلا وطن بھی کر دیا (مسلم جلد ۱۲ ص ۹۲) لیکن یہ جنگ وہ جنگ نہ تھی جس کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہے کیونکہ صحیح احادیث میں آیا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس بارے میں خبر دی ہے کہ جب دجال کا خروج ہوگا تو تم یہودیوں سے قتال کرو گے اس حال میں کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ چنانچہ سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث میں بیان فرماتے ہیں کہ آپ نے سورج گرہن کے روز اپنے خطبہ میں دجال کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ وہ مسلمانوں کو بیت المقدس میں محصور کرے گا۔ پھر ایک شدید زلزلہ آئے گا اور اللہ تبارک وتعالیٰ دجال اور اس کے لشکر کو (جو کہ یہودیوں پر مشتمل ہوگا کیونکہ دجال خود بھی یہودی ہوگا) ہلاک کرے گا حتی کہ جس دیوار، پتھر یا درخت کے پیچھے یہودی چھپے گا وہ مومن کو آواز دے گا: اے مومن! یہ یہودی ہے (ایک روایت ہے کہ وہ کہے گا خدا کے بندے! یہ کافر ہے) آؤ اور اسے قتل کرو۔ (مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۶)

اسی سلسلہ میں بخاری اور مسلم میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((لاتقوم الساعة حتى يقاتل المسلمون اليهود فيقتلهم المسلمون حتى يختبيئ اليهودي من وراء الحجر و الشجر، فيقول الحجرا والشجر يا مسلم! يا عبدالله! هذا يهودي خلفي، فتعال، فاقتله الا الغرقد فانه من شجر اليهود))

''اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مسلمان یہودیوں کو قتل نہ کر دیں حتی کہ یہودی درخت اور پتھر کے پیچھے چھپیں گے اور پتھر یا درخت یہ کہے گا: اے مسلمان! اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے ہے، اس کو قتل کر دے، مگر غرقد کا درخت ایسا نہیں کہے گا کیونکہ وہ یہودیوں کا درخت ہے۔''

(بخاری جلد ۶ ص ۱۰۳، مسلم جلد ۱۸ ص ۴۴-۴۵)

غرقد کے بارے میں امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بیت المقدس کے علاقہ میں ایک مشہور کانٹے دار درخت ہے اور وہیں دجال اور یہودیوں کو قتل کیا جائے گا۔ (نووی جلد ۱۸ ص ۴۵)

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حدیث کے الفاظ کا لب ولہجہ یہ بتا رہا ہے کہ حجر وشجر کا کلام کرنا حقیقت پر محمول ہے نہ کہ مجاز پر' کیونکہ اس حدیث کے علاوہ بھی اور کئی احادیث سے جمادات کا کلام کرنا ثابت ہے اور پھر یہاں تو علامات قیامت میں اس کو ذکر کیا گیا ہے۔ جب جمادات کا کلام کرنا کئی احادیث سے ثابت ہے تو پھر بعض علماء کا اس کو مجاز پر محمول کرنا حیرت زا ہے۔ پھر قرآن حکیم میں بھی ہے کہ

﴿ انطقنا الله الذی انطق کل شئی ﴾

اور ایک اور آیت میں ہے:

﴿ وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ وَلَٰكِنْ لَّا تَفْقَهُونَ تَسْبِيحَهُمْ ﴾ (الاسراء:۴۴)

''اور کوئی شی نہیں جو نہیں حمد بیان کرتی اس کی' لیکن تم نہیں سمجھتے اس کا پڑھنا۔''

اور اس سلسلہ میں سیدنا ابو امامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے۔ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں دجال کے خروج کے بارے میں ایک خطبہ دیا۔ اس میں دجال کے خروج اور پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا جس میں وہ اسے قتل کریں گے' ذکر کیا۔ اس حدیث میں ہے کہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے کہ دروازہ کھولو۔ پس دروازہ کھولا جائے گا تو وہ دیکھیں گے کہ اس کے پیچھے دجال اور اس کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہیں جو سب مسلح ہیں۔ جب دجال ان کو دیکھے گا تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں گھل جاتا ہے۔ وہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلاسم کو دیکھ کر بھاگے گا اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام باب لد کے مشرق میں اسے قتل کریں گے اور یہودی شکست کھا کر بھاگیں گے اور یہودی جس چیز کے پیچھے بھی چھپیں گے وہ چیز آواز دے گی کہ یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہوا ہے اس کو قتل کرو خواہ وہ کوئی پتھر ہو گا یا درخت یا دیوار اور یا کوئی چوپایہ سوائے غرقد کے کیونکہ یہ یہودیوں کا درخت ہے' وہ اس بارے میں نہیں بولے گا۔

(سنن ابن ماجہ جلد۲ ص ۱۳۵۹-۱۳۶۳' قال ابن حجر: اخرجہ ابن ماجہ مطولاً واصلہ عند ابی داؤد' واخرجہ ابن مندہ فی کتاب الایمان باسناد صحیح' فتح الباری جلد۶ ص ۶۱۰)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے جو غرقد کے درخت کو مستثنیٰ قرار دیا ہے کہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

یہودیوں کے بارے میں نہیں بتائے گا کیونکہ یہ ان کا درخت ہے' یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ان چیزوں کا نطق حقیقی ہوگا نہ کہ مجازی۔ اگر نطق مجازی ہوتا تو رسول اللہ ﷺ غرقد کے درخت کو مستثنیٰ قرار نہ دیتے۔ اگر ہم جمادات کے نطق کو مجاز پر محمول کریں تو یہودیوں کے قتل کے بارے میں یہ کوئی امر خارق نہ ہوگا اور مسلمانوں کے امام کی طرف سے یہودیوں کی شکست دوسرے عام کفار کی ہزیمت اور شکست کی طرح ہوگی جن کو مسلمان قتل کریں گے اور ان پر فتح حاصل کریں گے۔ ان کے بارے میں کہیں نہیں آیا کہ وہ جب چھپیں گے تو وہ چیز آواز دے گی جیسا کہ حدیث میں یہودیوں کے قتل کے بارے میں آیا ہے۔ لہٰذا ہر لحاظ سے یہ بات اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ جمادات کا یہ نطق حقیقی ہوگا نہ کہ مجازی۔ واللہ اعلم۔

قربِ قیامت میں اسلام کا صرف نام رہ جائے گا:

قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی رسول اللہ ﷺ نے یہ بتائی ہے جس کو سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ سرکار دوعالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''وہ زمانہ دور نہیں جب اسلام کا دنیا میں صرف نام ہی رہ جائے گا اور قرآن حکیم کے صرف نقوش والفاظ ہی رہ جائیں گے۔ ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے ویران ہوں گی۔ اس زمانہ میں علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں سب سے بدتر ہوں گے۔ فتنے انہیں سے نکلیں گے اور پھر لوٹ کر انہیں میں جائیں گے۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی مندرجہ ذیل نشانیاں بیان فرمائی ہیں:

① موجودہ زمانے میں یہ نشانی کافی حد تک پوری ہو چکی ہے کیونکہ اب صرف اسلام کا نام باقی رہ گیا ہے۔ ہماری سیاست' معیشت' اقتصادیات اور معاشرتی زندگی ساری دوسروں سے مستعار لی گئی ہے۔ اسلام کی ہر بات کو دقیانوسی اور ناکارہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا ہے' لیکن نام پھر بھی ہم اسلام ہی کا لیتے ہیں' گویا اسلام کا صرف نام ہے باقی سب کچھ دوسروں کا۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اب تو بڑے بڑے لوگ بھی اپنے کو بنیاد پرست کہنے سے روکتے ہیں بلکہ اس لفظ کے استعمال سے شرم محسوس کرتے ہیں۔ اقبال رحمہ اللہ نے تو کہا تھا ع

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ ستیز

لیکن اب ہم نے اس اسلام کو قبول کر لیا ہے جس کو امریکہ کی آشیر باد حاصل ہو۔ جس میں نماز و روزہ تو ہو لیکن جہاد نہ ہو کیونکہ جہاد کو امریکہ دہشت گردی سے تعبیر کرتا ہے۔ ہم امریکہ کو کسی صورت ناراض نہیں کر سکتے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ناراض ہو جائے تو کوئی بات نہیں۔ اب تو زکواۃ بھی ان کو دی جائے گی جن کو امریکہ کہے گا۔ اس کا نام ہے معتدل اسلام' جس میں بے پردگی جائز' رقص و سرود جائز' قتل و غارت جائز' نشہ آور مشروبات جائز' لڑکیوں کا ٹی۔ وی ڈراموں پر کام کرنا جائز' قمار بازی جائز' وعدہ خلافی جائز' جھوٹ بولنا جائز' مردوں کا عورتوں کی اور عورتوں کا مردوں کی مشابہت اختیار کرنا جائز' عورتوں کا غیر مردوں کی محفلوں میں بے پردہ اور بن سنور کر آنا جائز' اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت کرنا جائز غرض کہ ساری برائیاں جائز صرف نام اسلام کا لے لو۔ اس کا نام ہے معتدل اسلام۔

(۲) دوسری نشانی رسول اللہ ﷺ نے یہ فرمائی کہ قرآن کی صرف رسم رہ جائے گی۔ یہ نشانی بھی کافی حد تک پوری ہو چکی ہے۔ اب قرآن حکیم کی صرف رسم رہ گئی ہے۔ ایصال ثواب کے لیے اور افتتاح یا قسم اٹھانے کے لیے قرآن حکیم کو دیبا و حریر کے جزدانوں میں رکھا ہوا ہے۔ عمل اور سمجھنے کے لیے قرآن کی ہمیں اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ قرآنی سزاؤں اور قرآنی قانون کو خود اسلام کا نام لینے والے اس زمانہ میں ظلم اور قصۂ پارینہ کا نام دیتے ہیں حالانکہ قرآن حکیم ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ جب تک مسلمان اس ضابطہ حیات کو اپنی عملی زندگی میں سموتے رہے' دنیا میں کامیاب و کامران رہے لیکن اب اس کو چھوڑ کر ذلیل و خوار ہو رہے ہیں۔ آج مسلمانوں کی نوجوان نسل قرآن پڑھنے کے بجائے گانے اور ٹھمریاں حفظ کر رہی ہے۔ ٹی۔ وی کا افتتاح تو قرآن کی تلاوت سے ہوتا ہے لیکن پھر سارا دن رقص و سرود کے پروگرام چلتے ہیں اور کہا یہ جاتا ہے کہ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے ٹیلی ویژن کا پروگرام ہے۔ پاپ سنگروں کے جذباتی گانوں پر نوجوان لڑکیاں اور لڑکے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ناچتے ہیں اور قرآن حکیم کی تعلیم کے لیے صرف چند منٹوں کا پروگرام ہوتا ہے۔ وہ بھی ایک رسم کے لیے۔

آج ہم اخبار کی تلاوت زیادہ کرتے ہیں اور قرآن حکیم کی تلاوت نہ ہونے کے برابر' حالانکہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''اے اہل قرآن! قرآن حکیم سے غفلت اختیار نہ کرو اور اس کی تلاوت کرنے کا جو حق ہے وہ شب و روز ادا کیا کرو تا کہ تم کو فلاح نصیب ہو اور اس کا بدلہ دنیا میں ہی طلب مت کرو کیونکہ آخرت میں اس کا بہت بڑا بدلہ ملے گا۔'' (بیہقی فی شعب الایمان)

آج بعض حضرات نے قرآن حکیم کو اپنی روزی کا ذریعہ بنا لیا ہوا ہے۔ تیجہ' دسواں' چالیسواں اور برسی پر ایصال ثواب کے نام پر ختموں میں قرآن پڑھ کر پیسے بٹورے جاتے ہیں۔ حالانکہ بیہقی کی شعب الایمان ہی میں سیدنا بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص قرآن پڑھے تا کہ اس کی وجہ سے لوگوں سے کھائے' وہ قیامت کے روز ایسی حالت میں اللہ کے حضور حاضر ہو گا کہ اس کا چہرہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ ہو گا جس پر گوشت نہ ہو گا۔'' (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ ص ۵۳۳)

سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔ ایک مرتبہ ان کا ایک واعظ کے پاس سے گذر ہوا جو تلاوت قرآن کے بعد لوگوں سے کچھ طلب کر رہا تھا۔ سیدنا عمران رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: کہ میں نے سرکار دو عالم ﷺ سے سنا ہے کہ جو شخص قرآن حکیم کی تلاوت کرے' اس کو جو کچھ مانگنا ہو اللہ سے مانگے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے جو تلاوت قرآن حکیم کے بعد لوگوں سے بھیک مانگیں گے۔'' (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ ص ۵۳۳)

حدیث میں جو یہ الفاظ آئے ہیں کہ

((یااهل القرآن: لاتتوسدوا القرآن))

''اے اہل قرآن! قرآن سے تکیہ نہ لگاؤ۔''

تکیہ نہ لگانے کے علماء نے دو مطلب بیان فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ اس پر تکیہ نہ لگاؤ کیونکہ تکیہ لگانا قرآن حکیم کے ادب کے خلاف ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ قرآن

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

حکیم پر تکیہ لگانا' اس کی طرف پاؤں پھیلانا' اس کی طرف پشت کرنا اور اس کو روندنا وغیرہ حرام ہے۔ دوسری مراد اس سے یہ ہے کہ غفلت اختیار نہ کرو یعنی قرآن حکیم برکت کے واسطے تکیہ ہی پر نہ رکھا رہے اور ریشمی جزدانوں اور الماریوں کی زینت ہی نہ بنا رہے۔ یہ کلام اللہ کی حق تلفی ہے۔ اس کا حق اس کی تلاوت' اس کو سمجھنا اور پھر اس پر عمل کرنا ہے۔

تیسرا معنی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ قرآن حکیم پر اپنی معاش اور روزی کا تکیہ اور بھروسہ نہ کرو' یہ ہدایت کے لیے ہے' پوری زندگی کا ضابطہ حیات ہے نہ کہ روزی کمانے کا ذریعہ۔ علماء نے تو تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو بھی ممنوع قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابوداؤد میں روایت ہے۔ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں بعض اہل صفہ کو قرآن حکیم اور لکھنا سکھاتا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے مجھے ایک کمان بطور ہدیہ دی۔ میں نے سوچا یہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیراندازی کروں گا۔ میں ضرور رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤں گا اور آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کروں گا۔ پھر میں نے آپ ﷺ کے پاس جا کر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں ایک شخص کو لکھنا اور قرآن حکیم سکھاتا تھا۔ اس نے مجھے بطور ہدیہ ایک کمان دی ہے۔ وہ مال نہیں ہے اور میں اس سے اللہ کی راہ میں تیراندازی کروں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کو آگ کا طوق گلے میں ڈالنا پسند ہو تو اس کو قبول کر لو۔ (ابوداؤد جلد ۲ ص ۱۲۹' لاہور)

امام احمد رحمہ اللہ نے اسی سلسلہ میں ایک روایت نقل کی یہ کہ عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((اقرؤا القرآن' ولاتا کلوابه' ولا تشکثروا به ولا تجفوا عنه ولا تغلوا فيه)) (مسند احمد بن حنبل جلد ۳ ص ۴۲۸)

''قرآن پڑھو اور اس کو کھانے کا ذریعہ نہ بناؤ۔ اس سے کثرت حاصل کرو' نہ مال جمع کرو اور نہ اس میں غلو کرو۔''

اس حدیث کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ (سنن کبریٰ بیہقی جلد ۲ ص ۵۳۴) اور حافظ ہیثمی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

(مجمع الزوائد جلد ۴ ص ۹۵)

اور یہ جو آج تعلیم قرآن پر اجرت لی جاتی ہے وہ تعلیم قرآن کی اجرت نہیں بلکہ وہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

اس پابندی کی اجرت ہے جو اس کو مخصوص اوقات کے لیے روکا گیا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

''جو لوگ طلباء کو تعلیم دینے کے لیے ملازمت کرتے ہیں وہ اس ممانعت میں داخل نہیں ہیں کیونکہ وہ محض تعلیم کی اجرت نہیں لیتے بلکہ وہ جو صبح سے شام تک اپنے گھر سے علیحدہ ہو کر اور اپنا کاروبار معاش چھوڑ کر طلبہ پر محنت اور جانفشانی کرتے ہیں وہ اس محنت کا مشاہرہ لیتے ہیں۔ البتہ جو شخص جگہ اور وقت کے تقرر کے بغیر محض قرآن' حدیث اور فقہ کی تعلیم کی اجرت لے وہ ''ولا تشتروا بآیاتی ثمنا قلیلا'' (میری آیتوں کے بدلہ میں تھوڑی قیمت نہ لو) کا مصداق ہوگا۔ اور امامت' خطابت اور اذان کی اجرت میں فقہاء کا اختلاف ہے۔ بعض علماء کہتے ہیں کہ ان کی اجرت لینا ناجائز ہے کیونکہ یہ عبادات ہیں اور اجرت لینے کے بعد عبادات کا ثواب نہیں رہتا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ یہ جائز ہے کیونکہ یہ اجرت ان عبادات کی نہیں بلکہ مقام اور وقت کی خصوصیت کی اجرت ہے۔ اور یہ خصوصیت عبادت میں داخل نہیں ہے اس لیے یہ اجرت جائز ہے۔'' (تفسیر عزیزی جلد ۱ص ۳۴۲)

شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ مسجد کی انتظامیہ اس وقت امام کو تنخواہ دے گی جب وہ ان کی مسجد میں آ کر امامت کرائے اور ان کے نظام الاوقات کے مطابق امانت کرائے اور اگر وہ اپنے گھر میں اپنے مقرر کردہ وقت پر نماز پڑھائے تو اس کو مسجد کی انتظامیہ تنخواہ نہیں دے گی۔ مدرسہ میں تعلیم دینے کا بھی یہی حال ہے۔

تعلیم القرآن پر اجرت لینے کے جواز کو صرف اس وجہ سے جائز قرار دیا گیا ہے کہ قرآن حکیم کا حفظ اور اس کی تعلیم کہیں ضائع نہ ہو جائے۔ چنانچہ علامہ مرغینانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''ہمارے بعض مشائخ نے اس زمانہ میں تعلیم قرآن پر اجرت لینے کو مستحسن کہا ہے کیونکہ اب امور دینیہ میں سستی ہوگئی ہے اور اس کو ناجائز کہنے میں قرآن مجید کو حفظ کرنا ضائع ہو جائے گا اور فتویٰ اسی قول پر ہے۔'' (ہدایہ اخیرین ص ۳۰۳)

ایسا ہی فقہ کی دوسری کتابوں عنایہ شرح ہدایہ جلد ۸ ص ۴۰۔۱۰ علیٰ ہامش فتح القدیر' رسائل ابن عابدین شامی جلد ۲ ص ۱۲۵ وغیرہ میں مرقوم ہے۔

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

فقہاء اور دیگر علماء نے ایصال ثواب کے لیے قرآن خوانی پر بھی اجرت لینا جائز قرار نہیں دیا۔ چنانچہ علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

''حاصل کلام یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں اجرت پر سیپارے پڑھنے کا جو رواج ہے وہ جائز نہیں کیونکہ اس میں قرآن پڑھنے کا امر ہے اور اس کا ثواب حکم کرنے والے کے لیے ہے۔ اور قرأت مال کی وجہ سے ہے۔ اور جب نیت صحیح نہ ہونے کی وجہ سے پڑھنے والے کو ثواب ہی نہیں ہوگا تو اجرت پر طلب والے کو ثواب کیسے پہنچے گا۔ اور اگر اجرت کا رواج نہ ہوتا تو اس زمانہ کوئی شخص کسی کے لیے نہ پڑھتا بلکہ ان لوگوں نے قرآن کریم کو دنیا جمع کرنے کا وسیلہ بنا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(رسائل ابن عابدین شامی جلد ۱ ص ۱۸۰)

مولانا احمد رضا خان صاحب۔ بریلوی کا اس بارے جو فتویٰ ہے وہ بھی سن لیں۔ لکھتے ہیں:

''کھلانے والا جانتا ہو اور ان کی تلاوت کے عوض مجھے کھانا دینا ہے۔ یہ جانتے ہوں کہ ہمیں قرآن پڑھ کر کھانا لینا ہے۔ تو آپ ہی حرام ہے' کھانا بھی حرام اور کھلانا بھی حرام۔ **لاتشتروا بآیاتی ثمناً قلیلاً**. (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۲۱' فیصل آباد)

ایک مقام پر لکھا ہے:

''ہاں قرآن خوانی پر اجرت لینا دینا منع ہے۔ اس کا طریقہ یہ کیا جائے کہ حافظ کو مثلاً چالیس دن کے لیے نوکر رکھ لیں کہ جو چاہیں کام لیں گے اور یہ تنخواہ دیں گے۔ پھر اس سے قبر پر پڑھنے کا کام لیا جائے۔ اب یہ اجرت بلاشبہ جائز ہے کہ اس کے وقت تک کے مقابل ہے نہ کہ تلاوت قرآن کے۔'' (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۲۲)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

''تلاوت وتہلیل میں اجرت لینا ضرور حرام ہے' اور گناہ ہونے میں قطعی اور غیر قطعی کا فرق نہیں۔ گناہ اگرچہ صغیرہ ہوں اسے ہلکا جاننا قطعی حرام ہے (2) جب کہ عادت و رواج کے مطابق قاری کو معلوم ہے کہ ملے گا اور اد سے معلوم ہے کہ دینا ہوگا تو ضرور اجرت میں داخل ہے' ((فان المعروف کالشرط۔ (3) المعروف کالمشروط

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قاعدہ کلیہ ہے مگر جب صراحت معروف کی نفی کر دے تو مشروط نہیں رہے گا مثلاً قاری سے صاف کہہ دیا جائے کہ دیا کچھ نہ جائے گا یا وہ کہہ دے کہ میں لوں گا کچھ نہیں۔ اس کے بعد پڑھے پھر جو چاہیں دے دیں وہ اجرت میں داخل نہیں ہوگا۔

(فتاویٰ رضویہ جلد ۴ ص ۲۲۲، فیصل آباد)

مولوی امجد علی لکھتے ہیں:

''سوم وغیرہ کے موقع پر اجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے۔ دینے والا لینے والا دونوں گنہ گار۔ اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں۔ اگر اجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے۔ اس ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں۔ جب اللہ کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی امید بے کار ہے۔ (ردالمختار) مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز ہے بلکہ مستحسن ہے مگر اجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمہ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب نہیں ہوسکتا بلکہ پڑھنے والے اللہ تعالیٰ کے لیے پڑھیں اور ایصال ثواب کریں۔ یہ جائز ہے۔'' (بہار شریعت جلد ۱۴ ص ۱۱۴-۱۱۵)

ایک اور جگہ پر مولوی امجد علی صاحب نے اس مسئلہ کی وضاحت یوں کی ہے:

''ریا کی طرح اجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت بھی ہے کہ کسی میت کے لیے بغرض ایصال ثواب کچھ لے کر تلاوت کرتا ہے کہ یہاں اخلاص کہاں ہے بلکہ تلاوت سے مقصود وہ پیسے ہیں کہ وہ نہیں ملتے تو پڑھتا بھی نہیں۔ اس پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں۔ پھر میت کے لیے ایصال ثواب کا نام لینا غلط ہے کہ جب ثواب ہی نہ ملا تو پہنچائے گا کیا۔ اس صورت میں پڑھنے والے کو ثواب نہ میت کو بلکہ اجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار۔'' (ردالمختار)

چند سطروں کے بعد مولوی امجد علی لکھتے ہیں:

''بعض مرتبہ پڑھنے والوں کو پیسے نہیں دیے جاتے مگر ختم کے بعد مٹھائی تقسیم ہوتی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ اگر اس مٹھائی کی خاطر تلاوت کی ہے تو یہ بھی ایک قسم کی اجرت ہی ہے کہ جب ایک چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے۔ اس کا بھی وہی حکم ہے جو مذکور ہو چکا۔ ہاں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مٹھائی نہیں ملتی جب بھی میں پڑھتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے۔

پھر چند سطروں کے بعد مولانا امجد علی لکھتے ہیں کہ

''بعض جگہ خصوصیت کے ساتھ ان کی (میلاد خوانوں اور واعظوں کی) دعوتیں بھی ہوتی ہیں کہ ان کو ایسی حیثیت سے کھانا کھلایا جاتا ہے کہ یہ پڑھیں گے' بیان کریں گے۔ یہ محض دعوت بھی اسی اجرت ہی کی حد میں آتی ہے۔ ہاں اگر اور لوگوں کی دعوت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعظ و تقریر کا معاوضہ ہے۔ اس قسم کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں''۔

(بہار شریعت' مولوی امجد علی' جلد ۱۶ ص ۱۹۹' لاہور)

یہ تو ایصال ثواب کا معاملہ تھا اب تراویح میں ختم قرآن پر جو حافظ حضرات نذرانے لیتے ہیں' ان کے بارے میں مولوی امجد علی فرماتے ہیں:

''آج کل اکثر رواج ہو گیا کہ حافظ کو اجرت دے کر تراویح پڑھاتے ہیں۔ یہ ناجائز ہے۔ دینے والا اور لینے والا دونوں گنہ گار ہیں۔ اجرت صرف یہی نہیں کہ پیشتر مقرر کر لیں یہ لیں گے یہ دیں گے' بلکہ اگر معلوم ہے کہ یہاں کچھ ملتا ہے اگرچہ اس سے طے نہ ہوا ہو' یہ بھی ناجائز ہے کہ المعروف المشروط۔ ہاں اگر کہہ دے کہ کچھ نہیں دوں گا یا نہیں لوں گا' پھر پڑھے اور حافظ کی خدمت کریں تو اس میں حرج نہیں کہ الصریح یفوق الدلالة." (بہار شریعت جلد ۴ ص ۲۸)

اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ اس طریقہ سے آج قرآن کی آیات کو فروخت کیا جا رہا ہے اور اس کا نام نذرانہ رکھا ہوا ہے۔ تراویح کے نام پر ایصال ثواب کے نام پر اور دوسرے کئی ایک ذریعوں سے قرآن حکیم کو فروخت کیا جا رہا ہے۔ گویا قرآن تعلیم کے لیے نہیں اور نہ ہی عمل کے لیے ہے بلکہ صرف قسمیں اٹھانے کے لیے اور مختلف طریقوں سے اس کو اپنی روزی کا ذریعہ بنانے کے لیے پڑھا جا رہا ہے۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ قرآن کی

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

صرف رسم ہی رہ جائے گی' اس زمانہ میں حرف بحرف پورا ہو رہا ہے۔

③ تیسری علامت رسول اللہ ﷺ نے یہ ارشاد فرمائی کہ ان کی مسجدیں آباد نظر آئیں گی لیکن ہدایت کے لحاظ سے ویران نظر آئیں گی۔ مسجدوں پر لاکھوں کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ طرح طرح کے نقش و نگار بنا کر ان کی خوبصورتی میں اضافہ کیا جاتا ہے' لیکن ایسی خوبصورت مسجدوں سے بھی ہدایت کا فقدان ہے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ مسجد نبوی جب تک کچی تھی اس وقت سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ، سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ جیسے حضرات وہاں کے نمازی ہوتے تھے اور آج جب کہ مسجد نبوی ایرکنڈیشنڈ ہے تو اس میں نماز پڑھنے والے ہم جیسے لوگ ہیں ؎

مسجدیں مرثیہ خواں ہیں کہ نمازی نہ رہے
یعنی وہ صاحب اوصاف حجازی نہ رہے

④ چوتھی علامت قیامت رسول اللہ ﷺ نے یہ بیان فرمائی کہ اس وقت کے علماء بدترین مخلوق ہوں گے۔ علماء نے اس جملہ کے کئی مطلب بیان فرمائے ہیں۔ ایک مطلب یہ ہے کہ انہوں نے دین کو کسب دنیا اور دینا طلبی کا ذریعہ بنایا ہوگا۔ چنانچہ ارشاد نبوی ہے کہ آخری زمانہ میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دین کو فریب کا ذریعہ بنا کر دنیا بنائیں گے۔ لوگوں کو دکھانے کی غرض سے بکریوں کی نرم کھال اوڑھ لیں گے۔ ان کی زبانیں شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوں گی لیکن ان کے دل بھیڑیوں کے سے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ انہیں کہے گا کہ کیا تم میرے نام پر اکڑتے رہے؟ تم نے میرے خلاف جرأت کی۔ میں اپنی ذات کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ان لوگوں کو ایسے فتنہ اور عذاب میں ڈالوں گا کہ بردبار لوگ بھی حیران رہ جائیں گے۔'' (ترمذی)

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ نے علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ کے حوالہ سے ابوعمران رحمہ اللہ سے ایک روایت نقل کی ہے کہ کسی آبادی کے لیے اللہ نے دو فرشتے بھیجے کہ اس آبادی کو تباہ و برباد کر دو۔ جب یہ فرشتے وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک شخص مسجد میں کھڑا نماز پڑھ رہا ہے۔ فرشتوں نے بارگاہ الوہیت میں عرض کیا: اے اللہ! اس آبادی میں تیرا فلاں بندہ بھی تو ہے جو نماز پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا: آبادی کو اور آبادی کے ساتھ اس کو بھی ہلاک کر دو۔ میرے لیے اس کی پیشانی پر کبھی بل نہیں پڑے اور نہ ہی کبھی نافرمانوں سے اس نے ناراضگی کا اظہار کیا۔" (الجواب الکافی ص ۹۰)

⑤ پانچویں علامت رسول اللہ ﷺ نے یہ بتائی کہ فتنے انہی میں سے نکلیں گے اور پھر لوٹ کر انہی میں جائیں گے۔ اس عبارت بھی علماء نے دو مطلب بیان کیے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مختلف فتنوں کو جنم دیں گے یعنی علماء سوئی فتنے اٹھائیں گے اور پھر ان فتنوں کو علمائے حق ختم کریں گے۔ چنانچہ اسلام میں جس قدر فتنے پیدا ہوئے وہ علماء شر ہی نے پیدا کیے جاہل لوگ تو فتنہ پیدا نہیں کر سکتے۔ پھر انہیں فتنوں کو علمائے حق نے ختم کیا۔

دوسرا مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ علمائے سو مختلف فتنوں کو جنم دیں گے اور جب وہ فتنہ عروج حاصل کرے گا تو پھر فتنہ اٹھانے والے یہ علماء ہی اس کا پہلا شکار ہوں گے۔ آج بالکل یہی صورت حال طاری ہے۔ ہر فتنہ کے ساتھ کچھ نہ کچھ علماء سو ضرور مل جاتے ہیں حتی کہ شریعت بل کے خلاف تقریریں کرنے والے بھی علماء مہیا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ علماء شریعت کے محافظ ہوتے ہیں لیکن کئی علماء صرف طلب دنیا کی خاطر شریعت بل کی مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ یہ کتنی بڑی بدقسمتی ہے۔ پھر یہی علماء ان فتنوں کا ہدف بنتے ہیں۔

آخری زمانے میں مدینہ خبیث چیزوں کو باہر نکال دے گا:

نبی اکرم ﷺ نے لوگوں کو مدینہ کی سکونت کی ترغیب دی ہے اور اس بات کی خبر دی ہے کہ جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا۔ آپ ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے کہ قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ مدینہ اپنے اندر کی خباثت کو باہر نکال دے گا اور وہ خباثت ہے برے لوگ یعنی ان کو نکال باہر کر دے گا جیسے بھٹی میل کچیل کو دور کرتی ہے۔ چنانچہ امام مسلم رحمہ اللہ نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگ اپنے عم زاد بھائیوں اور رشتہ داروں کو بلا کر کہیں گے کہ جہاں آسانی اور سہولت ہو وہاں چلو، عیش و عشرت کی طرف چلو، کاش کہ وہ اس بات کو جان لیتے کہ مدینہ ہی ان کے لیے بہتر ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص مدینہ سے اعراض کر کے چلا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر شخص کو لا کر مدینہ میں آباد کر دے گا۔ سنو! مدینہ ایک بھٹی کی مانند ہے جو میل کچیل کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ اور قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب تک کہ مدینہ خبیث لوگوں کو نکال کر باہر نہیں کر دے گا جیسا کہ لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کو نکال پھینکتی ہے۔'' (مسلم مع شرح النووی جلد ۹ ص ۱۵۲)

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک یہ کہ مدینہ طیبہ کی ایک بہت بڑی فضیلت ہے اور مدینہ منورہ کی یہ فضیلت قیامت تک کے لیے باقی ہے۔ البتہ مکہ مکرمہ یا مدینہ منورہ میں رہائش اختیار کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ میں رہائش اختیار کرنا مکروہ نہیں ہے بلکہ مستحب ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مستقل رہائش اختیار کرنا مکروہ ہے۔ اور وجہ کراہت یہ ہے کہ پھر دل میں مکہ کا وقار اور اس کا احترام کم ہو جائے گا۔ وہاں گناہ ہونے کا خطرہ ہے کیونکہ مکہ میں گناہ کرنا باقی جگہوں کی بہ نسبت زیادہ برا ہے جیسا کہ مکہ مکرمہ میں نیکی کا ثواب زیادہ ہے۔ اور جو لوگ وہاں کی رہائش کو مستحب قرار دیتے ہیں' ان کی دلیل یہ ہے کہ وہاں کی نمازوں کا بہت زیادہ اجر و ثواب ہے اور دیگر عبادات کا بھی بہت اجر ہے۔ چنانچہ اقرب الی الصواب یہ ہے کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ دونوں میں رہائش اختیار کرنا افضل و مستحب ہے۔ البتہ جس شخص کو برائیوں اور فتنہ میں مبتلا ہونے کا خدشہ ہو اس کے حق میں مکروہ ہے۔

② دوسری بات اس حدیث سے یہ معلوم ہوئی کہ مدینہ ایک بھٹی ہے جو مدینہ میں آئے ہوئے میل کو دور کرتا ہے اور پاک شی کو خالص اور صاف کرتا ہے (انما المدینہ کالکیر تنفی خبثھا و تنصع طیبھا'' مسلم حدیث نمبر ۳۳۵۱) اس حدیث پر قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ، علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شارحین نے لکھا ہے کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے زمانہ کے ساتھ خاص ہے یعنی آپ کے عہد مبارک میں مدینہ منورہ میں جو منافقین تھے' اللہ تعالیٰ نے ان کو مدینہ سے باہر نکال دیا ہے اور آپ کے عہد کے بعد مدینہ کا یہ وصف نہیں ہے کیونکہ آپ کے وصال کے بعد بہت سارے اخیار مدینہ سے چلے گئے' لیکن اس جواب پر یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس حدیث میں جو ارشاد فرمایا کہ قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہو گی جب

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

تک مدینہ اپنے میل کو باہر نہیں نکال دے گا۔ اس سوال کے جواب میں علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے یہ لکھا ہے کہ قرب قیامت میں دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ کا یہ وصف پھر ظاہر ہوگا۔ ایک اور سوال یہ ہے کہ بعض بدعقیدہ اور بے دین لوگ مدینہ میں رہتے ہیں۔ اس کے جواب میں شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ اگر یہ وصف عہد رسالت کے ساتھ خاص ہو تو پھر کوئی اشکال نہیں۔ اگر یہ وصف عام ہو تو اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ بدعقیدہ لوگوں کی بدعقیدگیوں کو مدینہ میں فروغ نہیں ہوگا۔ (الکمال اکمال المعلم جلد ۳ ص ۴۷۰، علامہ دشتانی مالکی رحمۃ اللہ علیہ) بعض علماء متاخرین نے اس کے جواب میں یہ لکھا ہے کہ مرنے کے بعد مدینہ منورہ سے بدعقیدہ لوگوں کا اخراج صرف عہد رسالت اور قرب قیامت کے ساتھ خاص ہے کیونکہ سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: (دجال کے زمانہ میں مدینہ اپنے رہنے والوں کو تین جھٹکے دے گا اور اللہ تعالیٰ ہر کافر اور منافق کو نکال کر باہر کردے گا" (بخاری جلد ۱ ص ۲۵۳، کراچی) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دجال کے خروج سے قبل مدینہ میں کفار اور منافقین رہ رہے ہوں گے اور خروج دجال کے بعد تین زلزلوں سے ان کا اخراج کیا جائے گا اور اس سے واضح ہوگیا کہ بدعقیدہ لوگوں کا مدینہ منورہ سے اخراج یا زمانہ رسالت میں تھا یا پھر قرب قیامت میں ہوگا، اور اگر اب بدعقیدہ لوگ مدینہ منورہ میں رہائش پذیر ہوں تو یہ اس حدیث کے خلاف نہیں۔

(ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۴ ص ۸۸، عمدۃ القاری جلد ۱۰ ص ۲۳۵، نووی شرح مسلم جلد ۹ ص ۱۵۴)

جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ مدینہ کا بھٹی کی مثل ہونا اور میل کچیل کو باہر نکال دینا یہ دو زمانوں سے متعلق ہے۔ ایک رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ (بخاری مع فتح الباری جلد ۴ ص ۹۶) اور دوسرا دجال کے زمانہ میں جیسا کہ بخاری کی حدیث میں ہے۔ (بخاری جلد ۴ ص ۹۵)

البتہ بدعقیدہ لوگوں کا بالکلیہ مدینہ سے نکلنا یہ آخری زمانے میں وقوع میں آئے گا چنانچہ حدیث میں ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا:

"نیک لوگ مدینہ کو اچھے حال میں چھوڑ جائیں گے (قیامت کے قریب) پھر وہاں وحشی جانور درندے اور پرندے بسنے لگیں گے (یہ حال قیامت کے قریب ہوگا) آخر زمانہ

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

میں مزینہ کے دو چرواہے آئیں گے تاکہ اپنی بکریاں ہانک کر لے جائیں' وہاں انہیں صرف وحشی جانور ملیں گے۔ جب وہ ثنیۃ الوداع پہنچیں گے تو اوندھے منہ گریں گے (یعنی وہ بھی مرجائیں گے پھر اس کے بعد قیامت قائم ہوگی۔'' (بخاری جلد۴ ص ۹۸-۹۰)

اسی سلسلہ میں ایک اور حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''مدینہ کو بہترین حالت میں چھوڑا جائے گا حتی کہ کتا اور بھیڑیا اس میں داخل ہوگا اور مسجد کے بعض ستونوں پر پیشاب کر کے یا منبر پر۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا: ''یارسول اللہ! ان پھلوں کا کیا ہوگا؟'' فرمایا: ''خوراک تلاش کرنے والے پرندوں اور درندوں کے لیے۔'' (النہایہ/ الفتن والملاحم جلد ۱ ص ۱۵۸)

(و بہ قال الحافظ ابن حجر رحمہ اللہ فی فتح الباری جلد۴ ص ۹۰' وقال: رواہ جماعۃ من الثقاۃ خارج المؤطاء)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے ''دجال کے ایام میں مدینہ طیبہ اچھے طریقے سے آباد ہوگا اور پھر سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں بھی یہ اسی طرح آباد ہوگا۔ پھر جب سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوگی اور ان کو مدینہ منورہ میں دفن کر دیا جائے گا۔ پھر مدینہ میں یہ خرابی آئے گی۔

اس سلسلہ میں مسند احمد جلد ۱ ص ۱۲۴ اور فتح الباری جلد ۸ ص ۹۰ پر بھی سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور سیدنا عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے احادیث موجود ہیں۔ اور اس بات کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو ہم نے بخاری کے حوالے سے چند سطور پہلے نقل کی ہے:

''آخر زمانہ میں مزینہ کے دو چرواہے آئیں گے تاکہ اپنی بکریاں ہانک لے جائیں وہاں انہیں صرف وحشی جانور ملیں گے۔'' (بخاری مع فتح الباری جلد۴ ص ۹۰)

مطلب یہ ہے کہ مدینہ لوگوں سے خالی ہوگا اور وہاں وحشی جانور سکونت پذیر ہوں گے۔ واللہ اعلم

جامعہ بیت العتیق (رجسٹرڈ)
کتاب نمبر

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com

محکم دلائل وبراہین سے مزین، متنوع ومنفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

پیغمبرِ اسلام ﷺ اور معجزات

حکیم محمود احمد ظفر

ہماری دیگر کتابیں

حیاتِ طیبہ کا ایک دن	پروفیسر عبدالحمید ڈار
سیرتِ رحمتِ عالم ﷺ	ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری
دروسِ سیرت	ڈاکٹر سعید رمضان البوطی
حیاتِ سرورِ کائنات ﷺ	ملا واحدی دھلوی
بلغ العلیٰ بکمالہ منظوم سیرت النبیؐ	خورشید ناظر
سیرتِ رسول ﷺ قرآن کے آئینے میں	ڈاکٹر عبدالغفور راشد

کتاب سرائے

فضلی بک سپر مارکیٹ

021-32212991, 32633897

Designed by: Naveed Ahmad 0321 840 1998